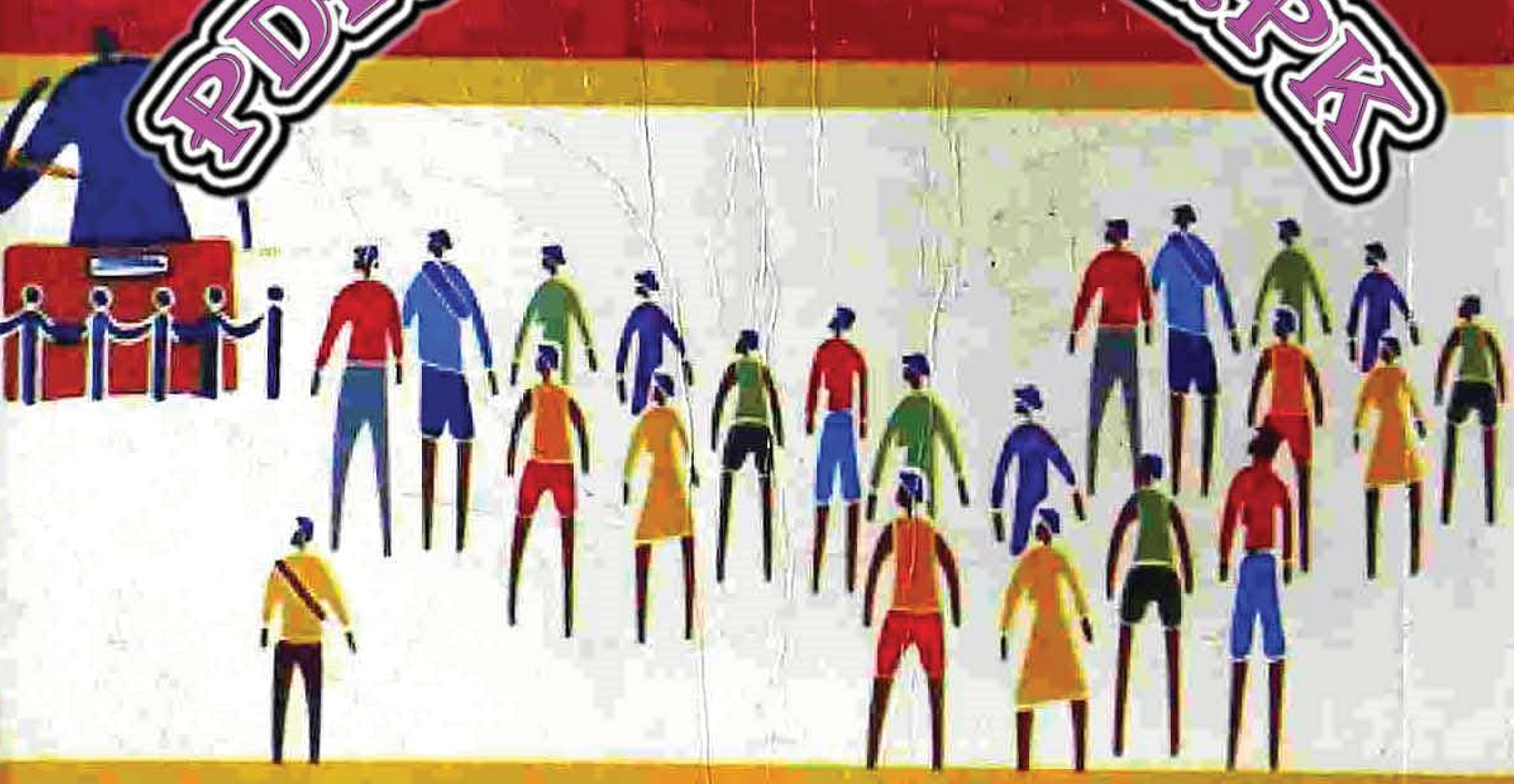
پاکستان میں سیاسی جماعتیں اور پریشر گروپ

کوڈ نمبر 545

PDFBOOKSFREE.PK



تنویر بخاری

ایورنیو بک پیلس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

انتساب

لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

پاکستان میں سیاسی جماعتیں اور پریشر گروپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاسی جماعت

سیاسی جماعت (Political party):۔

ذیل میں مختلف حوالوں سے "سیاسی جماعت" کی تعریف درج کی جارہی ہے:۔

(۱) بقول ایم میک آئیو:۔

"سیاسی جماعت" اس تنظیم کو کہتے ہیں جو بعض اصولوں کے تحت منظم کی جائے اور جس کا مطمع نظر آئینی اور دستوری ذریعوں سے حکومت حاصل کر کے ان اصولوں کو بروئے کار لانا ہو جن کی غرض سے اس جماعت کو منظم کیا گیا ہو۔"

(۲) مارس ڈوورجر نے ڈیز رائیلی کے حوالے سے کہا ہے کہ:۔

"سیاسی جماعت منظم رائے عامہ کو کہتے ہیں۔

(۳) کمیونسٹوں کے نزدیک:۔

"سیاسی جماعت ایک طبقہ کی حیثیت رکھتی ہے۔"

(۴) بقول تنویر بخاری:۔

"سیاسی جماعت ایک ایسی تنظیم ہے جو ارادتاً ملکی دستور اور قانون کے تحت جمہوری طریقے سے اپنے مقررہ شدہ اصولوں کے پیش نظر حصول اقتدار کی خواہش رکھتی ہو۔

سیاسی جماعت کے عناصر ترکیبی:۔

تعریف کے لحاظ سے ایک سیاسی جماعت حسب ذیل عناصر ترکیبی پر مشتمل ہوتی ہے:۔

(۱) سیاسی نظریہ یعنی اس کا ایک اپنا سیاسی نظریہ ہو جس سے پارٹی کے سب اراکین اور عہدیدار متفق ہوں۔

(۲) وجود یعنی سیاسی پارٹی افراد کا ایک مجموعہ ہوتا ہے اور وہ اپنا ایک مادی وجود رکھتی ہے۔

(۳) تنظیم یعنی سیاسی جماعت افراد کا ایک منظم گروہ ہوتی ہے۔ تنظیم میں سیاسی جماعت کو منظم کرنے والے افراد اور عہدیداران شامل ہوتے ہیں۔ تنظیم کا اپنا ایک دفتر یا سیکرٹریٹ ہوتا ہے علاوہ ازیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنظیم کا ایک قائد یا سربراہ ہونا بھی ضروری ہے' کیونکہ سربراہ کے بغیر انسانوں کا کوئی گروہ ''جماعت'' نہیں کہلاسکتا۔ تنظیمی ڈھانچہ سیاسی جماعت کا لازمی عنصر ہے۔

(۴) مقصد' یعنی سیاسی جماعت کے وجود میں آنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے عام مقصد کے علاوہ اس مقصد کی موجودگی ضروری ہے کہ اس کا مطمح نظر آئین کے تحت حکومت حاصل کرنا ہو۔

(۵) اصول' یعنی سیاسی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اپنے کچھ اصول متعین ہوں' جن کے تحت وہ اپنا مقصد حاصل کر سکے۔

ظاہر ہے کہ ہر سیاسی جماعت اقتدار حکومت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی بعض جماعتیں مدتوں تک انتخابات کے ذریعے ایوان اقتدار تک نہیں پہنچ پاتیں' لیکن ہر سیاسی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تشکیل کے وقت یہ نیت یا ارادہ رکھتی ہو کہ وہ آئینی ذریعوں سے حکومت حاصل کر لے گی یا حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے گی اگر کسی جماعت میں یہ عنصر مفقود ہو تو اسے ''سیاسی جماعت'' کا نام نہیں دیا جائے گا۔

یہ جوڈیز ارائیلی نے کہا ہے کہ:

''سیاسی جماعت منظم رائے عامہ کو کہتے ہیں۔''

یہ سیاسی جماعت کی مکمل اور مدلل تعریف نہیں ہے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے ایم اے رشید اپنی کتاب ''سیاسی محرکات وقوتیں'' میں رقم طراز ہیں:۔

> ''آج بھی سیاسی جماعتوں کی ساخت اور بناوٹ میں رائے عامہ کو اہمیت حاصل ہے۔ تاہم ہمیں یہ فراموش نہ کرنا چاہیے کہ بغیر سیاسی جماعت کے بھی رائے عامہ منظم ہو سکتی ہے چنانچہ منطقی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف منظم آراء سے سیاسی جماعت کی تعریف مکمل نہیں ہوتی' اس لیے منظم رائے عامہ کے علاوہ سیاسی جماعت کے چند مخصوص نظریات ہونے بھی لازم ہیں۔''

رائے عامہ کسی مذہبی یا سماجی مسئلہ پر بھی منظم ہو سکتی ہے اور کسی خاص گروہ کے خاص مفادات پر بھی' لیکن ایسی تنظیم سیاسی جماعت کی تعریف میں نہیں آئے گی۔ سچ پوچھیے تو سیاسی جماعت میں ''رائے عامہ'' کے بجائے ایک مخصوص گروہ کی رائے شامل ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ عوام اس مخصوص گروہ کی مخصوص رائے سے متفق ہوں چنانچہ رائے عامہ (Public opinion) سیاسی جماعت کا جزو لازم نہیں ہے۔ ہاں ایسی سیاسی جماعت کی تشکیل کے بعد رائے عامہ اس کے حق میں منظم ہو سکتی ہے اور نہیں بھی۔

یاد رہے کہ موریس ڈوورجر (Maurice Duverger) نے سیاسی جماعتوں کے تین عناصر ترکیبی بیان کیے ہیں۔

(۱) جماعتی تنظیم

(۲) جماعتی رکنیت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) جماعتی قیادت

سیاسی جماعتوں کا بنیادی مقصد اور ضرورت و اہمیت

سیاسی جماعت کا بنیادی مقصد:۔

"سیاسی جماعت" جمہوریت کی پیداوار ہے اور جمہوریت کی بنیاد اس امر پر ہے کہ حکومت عوام کی طرف سے تشکیل دی جائے یعنی وہ عوام کے منتخب شدہ نمائندوں پر مشتمل ہو اس طرح عوامی نمائندے عوام کی طرف سے حکومت چلاتے ہیں اور تمام حکومتی فیصلوں' پالیسیوں اور قانون سازی وغیرہ میں عوام کی مرضی اور رائے شامل ہوتی ہے۔

ایک سیاسی جماعت کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ عوام کی طرف سے منتخب ہو کر ایوان میں پہنچے اور رائے عامہ کے تحت کاروبار حکومت چلائے اور وہ عوام کی خواہشات' میلانات' رجحانات اور رائے ہی کی نمائندگی کرتی ہے چنانچہ ایک سیاسی جماعت کا بنیادی مقصد جمہوری اَقدار وروایات کو معاشرے میں رواں دواں رکھنا ہے۔

سیاسی جماعتوں کی ضرورت و اہمیت:۔

جمہوریت کی موجودگی اور فروغ کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی معاشرے میں ایک سے زیادہ سیاسی جماعتیں موجود ہوں' کیونکہ اگر صرف ایک سیاسی جماعت ہو تو وہ اپنی مرضی پورے معاشرہ پر تھوپ کر ڈکٹیٹر بن جاتی ہے۔

جمہوری نظام چلانے کے لیے سیاسی جماعتوں کی موجودگی ضروری ہے۔ایسا نظام جس میں سیاسی جماعتوں کا عمل دخل نہ ہو' جمہوری نظام کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

جمہوریت میں اقتدار کا سرچشمہ عوام کو تصور کیا جاتا ہے اور حکومت عوام کے منتخب شدہ نمائندوں کے ذریعے چلائی جاتی ہے۔عوامی نمائندے سیاسی جماعتوں میں سے منتخب کیے جاتے ہیں' اس لیے عوام کی نمائندگی کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے ویسے تو عوام کے نمائندے عام اور آزاد امیدواروں سے بھی منتخب ہو سکتے ہیں' لیکن وہ چونکہ منظم ادارے کی حیثیت نہیں رکھتے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ خود مختار ہو کر ڈکٹیٹر بن جائیں' کیونکہ ان کے سامنے روک ٹوک کرنے والی کوئی جماعت موجود نہیں ہوتی دوسری بات یہ ہے کہ آزاد اُمیدوار منتخب ہو کر کسی نہ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں چنانچہ عوام کی نمائندگی کے لیے سیاسی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک جمہوری طرز حکومت میں قانون سازی عوام کی منتخب شدہ مقننہ (قومی یا صوبائی اسمبلی) کرتی ہے اور قوانین رائے عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنائے جاتے ہیں چنانچہ قانون سازی کے لیے ضروری ہے کہ مقننہ سیاسی جماعتوں کے منتخب شدہ نمائندوں پر مشتمل ہو اس لحاظ سے بھی سیاسی جماعتوں کی اہمیت وافادیت مسلم ہے۔

کسی ملک کے سارے عوام ہمیشہ یک رائے نہیں ہوتے وہ مختلف نظریات' عقائد اور رجحانات کے حامل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک سیاسی معاشرے میں ایک سے زیادہ سیاسی جماعتیں موجود ہوتی ہیں' جو عوام کے مختلف طبقوں اور مختلف نظریات کے حامل گروہوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ چنانچہ مختلف گروہوں کی نمائندگی کرنے کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے۔

جمہوری نظام حکومت میں بالعموم دو گروہ شامل ہوتے ہیں' یعنی حزب اقتدار اور حزب مخالف حزب اقتدار دایاں بازو اور حزب مخالف بایاں بازو کہلاتا ہے یہ دونوں بازو یا دونوں گروہ سیاسی جماعتوں کے منتخب شدہ نمائندے ہوتے ہیں چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ سیاسی جماعتوں کی موجودگی کے بغیر جمہوری نظام حکومت چلانا ناممکن ہے۔

سیاسی جماعتیں عوام کی سیاسی تربیت کرتی ہیں اور ان میں سیاسی بصیرت سیاسی شعور اور سیاسی نظریات پیدا کرتی ہیں گویا یہ سیاست کا ایک سکول یا مکتبِ فکر ہوتی ہیں ان کی موجودگی کے بغیر عوام سیاسی تربیت سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔

سیاسی جماعتیں ہمیشہ جمہوریت کی علمبردار ہوتی ہیں اور ڈکٹیٹر شپ کا راستہ روکتی ہیں' اس لیے جمہوری عمل جاری رہنے کے لیے سیاسی جماعتوں کی اشد ضرورت ہے۔

سیاسی جماعتیں ہنگامی حالات یا حادثات کی صورت میں ملک' حکومت اور عوام کی سلامتی کی محافظ ثابت ہوتی ہیں اور خدمات بھی انجام دیتی ہیں۔

اگر حکومت کسی وقت عوام کے خلاف کوئی پالیسی اختیار کرے یا عوام کی مرضی کے خلاف کوئی قانون سازی کرے تو سیاسی جماعتیں اس پر احتجاج کرتی ہیں اور عوام کو ان پالیسیوں سے آگاہ کرتی ہیں اس طرح حکومت کو اپنی پالیسی تبدیل کرنا پڑتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کا ارتقاء

سیاسی جماعتوں کا ارتقاء

تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایتھنز کا معاشرہ چار طبقوں میں بٹا ہوا ہے' جن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اعلیٰ اور صاحب اختیار طبقہ ''شہری'' کہلاتا ہے ریاست کا نظم ونسق چلانا' حاکم منتخب کرنے کے لیے رائے یا ووٹ دینا اسی کا حق ہے۔ ریاست کی زمینیں اسی کی ملکیت ہیں اور اس طبقے کے علاوہ کسی دوسرے طبقے کا کوئی فرد فوج میں بھرتی نہیں ہو سکتا دوسرے طبقے میں وہ غیر ملکی ہیں جو ''میٹکس'' (Metics) کہلاتے ہیں اور مدت سے ایتھنز میں آباد ہیں ان تاجر پیشہ لوگوں کو شہری حقوق حاصل نہیں ہیں۔

تیسرا طبقہ ان غلاموں کا ہے جو کبھی غلام رہ چکے تھے اور اب آزاد ہو کر ملازمت یا کاروبار کرتے ہیں چوتھا طبقہ ان غلاموں پر مشتمل ہے' جو محنت کرتے ہیں' لیکن کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں' کیونکہ وہ خود اپنی ملکیت نہیں ہیں یہاں' ایتھنز میں سیاسی اقتدار کا سرچشمہ قومی اسمبلی کو تصور کیا جاتا ہے اور ریاست کا ہر ''شہری'' جو بالغ ہو' قومی اسمبلی کا رکن ہوتا ہے ریاست کے تمام قوانین قومی اسمبلی کی منظوری سے بنائے جاتے ہیں قومی اسمبلی کے علاوہ اس ریاست کی ایک ''کونسل'' بھی موجود ہے جو پانچ سو اراکین پر مشتمل ہے یہ اراکین دس قبیلوں میں سے چنے جاتے ہیں ہر قبیلہ میں سے پچاس ارکان قرعہ اندازی کے ذریعے چنے جاتے ہیں حکومت کے نوالگ الگ شعبے ہیں کیا اس وقت کوئی سیاسی جماعت بھی موجود ہے؟... اس ضمن میں سبط حسن اپنی کتاب ''موسیٰ سے مارکس تک'' میں لکھتے ہیں۔

''اس وقت باقاعدہ سیاسی جماعتوں کا رواج نہیں تھا' مگر ایتھنز کے باشندے دو سیاسی گروہوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروہ بڑے بڑے زمینداروں' یعنی ''شرفا'' کا تھا' جو صدیوں سے ایتھنز پر حکومت کرتے آئے تھے۔ ان کے حلیف ملک کے بڑے بڑے صنعت کار' ساہوکار اور سوداگر تھے یہ دونوں طبقے (بالخصوص شرفاء کا طبقہ) جمہوریت کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ڈکٹیٹر شپ یا بادشاہت کے حق میں سازشیں کرتے رہتے تھے دوسرا گروہ چھوٹے چھوٹے تاجروں اور دکانداروں' کاروباریوں' غریب شہریوں اور غلاموں کا تھا یہ لوگ جمہوریت کے پرجوش حامی تھے ان کے سیاسی رہنماؤں میں کوئی چرم ساز تھا' کوئی پارچہ فروش' کوئی ستار بناتا تھا اور کوئی لیمپ' ان دونوں گروہوں کی الگ الگ انجمنیں تھیں' مگر ان میں زیادہ طاقتور شرفاء کی انجمنیں تھیں۔ عوام کو ان کے حقوق سے محروم رکھنا ان انجمنوں کا بنیادی مقصد تھا' اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارسطو اور افلاطون سے پہلے' ایتھنز میں سیاسی جماعتیں (انجمنیں) موجود تھیں شہریوں (شرفا) کی سیاسی انجمنوں کا مقصد نچلے طبقے کے لوگوں کو سیاسی وسماجی حقوق سے محروم کرنا اور کونسل میں رہ کر ان کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا تھا' ان کے برعکس نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والی انجمنوں کا مقصد اپنا وجود منوانے اور حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرنا تھا' لیکن یہ انجمنیں اتنی کمزور بنادی گئی تھیں کہ ان کا وجود برائے نام رہ گیا تھا' یہ لوگ بغاوت کر کے ہی برسرِ اقتدار آسکتے تھے' جیسا کہ ۴۱۲ قبل مسیح میں جزیرہ سیموز کے لوگوں نے بغاوت کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا اور دو سو امراء کو قتل اور چار سو امراء کو ملک بدر کر دیا۔

افلاطون نے اپنی کتاب ''الجمہوریہ'' (Republic) میں جمہوریت کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں براہ راست تو ''سیاسی جماعتوں'' کا تذکرہ موجود نہیں' لیکن وہ گروہوں کی بات ضرور کرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کا کہنا ہے کہ:۔

''جمہوریت اس وقت تک قائم ہوتی ہے جب مفلس لوگ اپنی مخالف جماعت کے کچھ لوگوں کو قتل یا ملک بدر کر کے اور باقی ماندہ کو شہری حقوق اور عہدوں میں شریک کر کے اقتدار حاصل کر لیتے ہیں۔''

افلاطو کا کہنا ہے کہ:۔

''جب لوگ ان بدنظمیوں سے تنگ آجاتے ہیں تو کوئی مرد آہن ملک کا نجات دہندہ بن کر اٹھتا ہے۔ وہ عوام سے طرح طرح کے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور ان کو سبز باغ دکھا کر اپنا پیرو بنا لیتا ہے۔''

افلاطون نے جس کو ''مرد آہن'' اور ''نجات دہندہ'' کا نام دیا ہے' اسے ہم سیاسی جماعت کا بانی یا قائد کہہ سکتے ہیں گویا افلاطون کے ذہن میں ''سیاسی جماعت'' اور اس کے قائد کا تصور موجود تھا۔

ایم اے رشید اپنی کتاب ''سیاسی محرکات و قوتیں'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

''عوام کو کسی نظریئے کا قائل کرنا' انہیں اس کا پیروکار بنانا' انہیں منظم کر کے ایک تنظیم کی شکل دینا کئی صورتوں میں ہوتا رہا ہے اگر ہم خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رُسل کی جانب دیکھتے ہیں' تو ہمیں نظر آتا ہے کہ وہ بھی رائے عامہ کو اپنے ان نظریات و خیالات' جو انہیں خدا کی طرف سے سونپے گئے تھے' کا قائل کرتے تھے۔ قبل از ظہور اسلام تمام پیغمبروں کی تبلیغ صرف مذہبی اور سماجی فرائض تک محدود تھی۔ سیاسی اور اقتصادی نظام کو دین میں شامل نہ کیا گیا تھا۔ اسلام نے ایک جامع نظام حیات' جس میں نہ صرف سیاسی' اقتصادی بلکہ دیگر امور حکومت و عوام بھی شامل ہیں' کو پیش کیا' بلکہ پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی میں ہی ان کو نہایت کامیابی سے نافذ کیا' جس کے نتیجے میں ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم ہوئی' جس کا تمام تر کاروبار ان نظریات کے مطابق چلایا جاتا تھا جو اس ''جماعت'' کے تھے' جنہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس میں مذہب کے علاوہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق نظریات موجود ہیں۔ اس لیے علم سیاسیات کے طلبہ اس جماعت کو دُنیا کی تاریخ میں پہلی منظم جماعت کہہ سکتے ہیں۔''

بلاشبہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار' جو مسلمان کہلاتے ہیں' ایک ''جماعت'' ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا استدلال ملاحظہ فرمایئے:۔

''قرآن نے جو لفظ مسلمانوں کی جماعت کے لیے استعمال کیا ہے وہ ''حِزب'' ہے جس کے معنی ''پارٹی'' (Party) کے ہیں۔ قومیں نسل و نسب کی بنیاد پر اٹھتی ہیں اور پارٹیاں اصول و مسلک کی بنیاد پر اس لحاظ سے مسلمان حقیقت میں قوم نہیں بلکہ ایک پارٹی ہیں۔ کیونکہ ان کو تمام دُنیا سے الگ اور ایک دوسرے سے وابستہ صرف اس بناء پر کیا گیا ہے کہ یہ ایک اصول اور مسلک کے معتقد اور پیرو ہیں اور جن سے ان کا اصول و مسلک میں اشتراک نہیں' وہ خواہ ان سے قریب ترین مادی رشتے ہی کیوں نہ رکھتے ہوں' ان کے ساتھ ان کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی میل نہیں ہے۔قرآن روئے زمین کی اس پوری آبادی میں صرف دو ہی پارٹیاں دیکھتا ہے۔ایک اللہ کی پارٹی (حزب اللہ) دوسرے شیطان کی پارٹی (حزب الشیطان)۔شیطان کی پارٹی میں خواہ باہم اصول ومسلک کے اعتبار سے کتنے ہی اختلافات ہوں' قرآن ان سب کو ایک سمجھتا ہے' کیونکہ ان کا طریق فکر اور طریق عمل بہر حال اسلام نہیں ہے اور جزوی اختلافات کے باوجود بہر حال وہ سب شیطان کے اتباع پر متفق ہیں۔''

بقول مولانا مودودی:۔

''دوسرا لفظ جو پارٹی ہی کے معنی میں قرآن نے مسلمانوں کے لیے استعمال کیا ہے' وہ لفظ ''اُمت'' ہے۔حدیث میں بھی یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہوا ہے''اُمت'' اس جماعت کو کہتے ہیں جس کو کسی امر جامع نے مجتمع کیا ہو جن افراد کے درمیان کوئی اصل مشترک ہو' ان کو اسی اصل کے لحاظ سے ''اُمت'' کہا جاتا ہے مثلاً ایک زمانہ کے لوگ بھی ''اُمت'' کہے جاتے ہیں۔ایک نسل یا ایک ملک کے لوگ بھی ''اُمت'' کہے جاتے ہیں مسلمانوں کو جس اصل مشترک کی بنا پر امت کہا گیا ہے' وہ نسل یا وطن یا معاشی اغراض نہیں بلکہ وہ ان کی زندگی کا مشن اور ان کی پارٹی کا اصول اور مسلک ہے۔''

مولانا مودودی کے نزدیک مسلمان ایک جماعت (Party) ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ جماعت یا پارٹی ''سیاسی پارٹی'' کہلا سکتی ہے؟۔اس ضمن میں علمائے کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔مولانا مودودی نے اسلام اور سیاست کو لازم وملزم ثابت کیا ہے۔اقبال نے بھی کہا ہے:۔

''ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

اسلام ابتدا میں ایک چھوٹی سی پارٹی تھی' جس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے حکومت لکھ دی تھی آنحضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں اسلامی ریاست وجود میں آگئی اور رسول اللہ ﷺ قریش اور یہود وغیرہ سے جو معاہدات کرتے رہے وہ اس اسلامی ریاست کے سربراہ ہی کی حیثیت سے کرتے رہے۔اب اسلام کے پیرو' قریش اور دیگر اقوام وقبائل کے مقابلہ میں ایک سیاسی پارٹی تھے۔

مسلم مفکرین' مثلاً امام غزالی' ابن رشد اور ابن خلدون وغیرہ کے ہاں سیاسی جماعتوں کا تصور موجود ہے۔

امام غزالی کا کہنا ہے کہ:۔

''زندگی کا مقصد ہم خیال افراد کا ایک نقطہ پر متفق ہو کر گذارنا ہے۔''

اس نکتہ نظر کے تحت ہم خیال افراد کا گروہ جماعت یا پارٹی کی صورت اختیار کر لے گا اور اگر افراد کا یہ گروہ کسی سیاسی نظریہ پر متفق ہو تو وہ سیاسی جماعت کہلائے گا۔بقول ایم اے رشید' امام غزالی نے قدیم دور میں افواج کے اجتماعات کو سیاسی جماعتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔

ابن رشد کا کہنا ہے کہ:۔

''کاروبار حکومت چلانا صرف ایک ہی خاندان کے افراد کا حق نہیں' بلکہ یہ معاشرہ کی ایک امانت اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشکش ہے تا کہ وہ معاشرہ کی بہتری اور خوشحالی کے لیے مناسب اقدامات کر سکیں۔ چنانچہ حکمران پر لازم ہے کہ وہ معاشرہ کے سرکردہ افراد کے حلقوں سے رابطہ قائم رکھے' تا کہ حکومت کا انتظام معاشرہ کی مرضی کے مطابق ان کے مفاد میں جاری رکھا جا سکے۔"

ابن رشد نے یہاں سیاسی جماعتوں کو معاشرہ کے "حلقوں" سے تعبیر کیا ہے۔

باقاعدہ سیاسی جماعتیں:۔

کہا جاتا ہے کہ جین بوڈین (متوفی ۱۵۹۶ء) نے کچھ تعلیم یافتہ افراد سے مل کر ایک سیاسی جماعت تشکیل دی تھی' جس کا نام "پالیٹکس" (Politoques) تھا اور اس جماعت نے اپنے ملک کو تباہی سے بچانے کے لیے نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ اس طرح جین بوڈین نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ اگر عوام اپنے میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر کے ایک جماعت تشکیل دیں اور پھر اس جماعت کے لوگ اپنے ایک منتخبہ قائد کی رہنمائی میں حکومتی نظام چلائیں تو ملک کا نظم ونسق درست کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ برطانیہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں پتا چلتا ہے کہ برطانیہ میں سیاسی جماعتوں کی ابتدا ٹیوڈر دور حکومت میں ہوئی اسٹورٹ کے عہد حکومت میں "ہیوٹرن" بطور سیاسی پارٹی ابھر کر سامنے آئی اور اس نے پارلیمنٹ میں نشستیں حاصل کیں۔ ۱۶۴۱ء میں وہاں سیاسی جماعتوں کا وجود نمایاں ہونے لگا وہاں دو جماعتیں وجود میں آئیں جن میں سے ایک کا نام "ٹوری" تھا جو ملک میں بادشاہ اور بادشاہت کی حامی تھی' جبکہ دوسری پارٹی کا نام "وہیگ" تھا۔ بعد "ٹوری"' "کنزرویٹو" اور "وہیگ" "لبرل" کہلائے ان دونوں جماعتوں کی اصل ابتدا سترھویں صدی عیسوی میں جیمز دوم کو بادشاہ بنانے کے وقت ہوئی تھی۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں جب کابینی حکومت کا ارتقاء ہونے لگا تو بادشاہ نے اپنی کابینہ میں "وہیگ" کے ارکان کو کافی تعداد میں شامل کر لیا۔ ملکہ وکٹوریہ کے عہدِ حکومت میں کنزرویٹو پارٹی' جو ملکہ کی طرفدار تھی' غالب رہی بیسویں صدی کے اوائل تک دونوں پارٹیاں حکومت پر اثر انداز ہوتی رہیں پھر ان دونوں پارٹیوں میں آئرلینڈ کے اختیار پر زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ جنوبی آئرلینڈ کی ایک سیاسی پارٹی "لبرل" سے مل گئی اور لبرل پارٹی کے بعض اراکین کنزرویٹو پارٹی میں جا شامل ہوئے جو "یونیسٹ" کے نام سے مشہور ہوئے اسی دوران ایک اور سیاسی پارٹی "لیبر پارٹی" کے نام سے سامنے آئی' جس نے ۱۹۲۳ میں لبرل پارٹی سے مل کر وزارت بنائی رفتہ رفتہ لبرل پارٹی کا زور کم ہوتا گیا اور ۱۹۳۱ء میں لیبر پارٹی نے کنزرویٹو سے مل کر مخلوط وزارت بنائی ۱۹۴۵ء میں لیبر پارٹی نے اکثریت حاصل کی۔ اس کے بعد صرف دو پارٹیاں یعنی لیبر پارٹی اور کنزرویٹو پارٹی حکومت کے کاموں میں شریک رہیں۔

امریکہ برطانیہ کی ایک نوآبادی تھی' وہاں "ٹوری" اور "وہیگ" دو پارٹیاں موجود تھیں' جو برطانوی پارٹیوں "ٹوری" اور "وہیگ" کے زیر اثر تھیں ان دونوں پارٹیوں کے مابین اختلاف پایا جاتا تھا ٹوری پارٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادشاہت کی حامی تھی جبکہ وہیگ ترقی پسندانہ خیالات کی حامل تھی۔ ۱۷۷۵ء میں امریکہ میں جب جنگ آزادی لڑی گئی اور امریکہ نے برطانیہ کو شکست دیدی تو ٹوری پارٹی" اپنا وجود کھو بیٹھی۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا وفاق وجود میں آنے سے پہلے وہاں دو گروہ موجود تھے جن میں سے ایک گروہ "وفاقیت پسند" تھا جس میں زیادہ تر سوداگر اور قدامت پسند زمیندار شامل تھے جبکہ دوسرا گروہ مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل تھا دستور امریکہ (۱۷۸۸ء) کے نفاذ کے بعد ان دونوں گروہوں نے سیاسی جماعتوں کی شکل اختیار کرلی اس کے بعد "ری پبلیکن پارٹی" وجود میں آئی جس نے ۱۷۸۸ء کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات میں کامیابی حاصل کی کچھ عرصہ بعد ری پبلیکن پارٹی اختلافات کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی یعنی نیشنل ری پبلیکن پارٹی اور ڈیموکریٹک ری پبلیکن پارٹی۔ موجودہ میں امریکہ میں تین سیاسی جماعتیں کام کررہی ہیں جن میں سے ایک کا نام ری پبلک اور دوسری کا نام "ڈیموکریٹ پارٹی" ہے یہ دونوں پارٹیاں آپس میں بالمقابل سیاست میں حصہ لے رہی ہیں تیسری پارٹی کا نام "کیمونسٹ پارٹی" ہے جو زیادہ مقبول نہیں ہے۔

برطانیہ کے زیر اثر برصغیر پاک و ہند (متحدہ ہندوستان) میں سب سے پہلی سیاسی جماعت "کانگرس" تھی جو انگریزوں ہی کی مدد سے تشکیل پائی اس کا پورا نام انڈین نیشنل کانگرس تھا جو ۱۸۸۵ء میں وجود میں آئی یہ ہندوؤں کی سیاسی جماعت تھی جس میں اکا دکا مسلمان اراکین بھی موجود تھے پھر بیسویں صدی میں ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت "آل انڈیا مسلم لیگ" کے نام سے وجود میں آئی۔

سوئٹزرلینڈ میں ۱۸۴۸ء کے بعد "لبرل" (Libral) اور "ریڈیکل" (Redical) دو سیاسی پارٹیاں نظر آتی ہیں۔ دونوں پارٹیوں نے ۱۸۷۴ء میں مل کر اپنے ملک کا دستور وضع کیا جس میں سیاسی جماعتوں کی شق بھی موجود تھی بعد میں کیتھو کنزرویٹو پارٹی" وجود میں آئی۔ ۱۸۸۰ء میں ایک اور پارٹی "سوشل ڈیموکریٹک" کے نام سے میدان میں آئی۔ بیسویں صدی میں وہاں اور بھی بہت سی سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں جن میں کیمونسٹ پارٹی، نیشنل فرنٹ، سوئس لیبر پارٹی اور ینگ کنزرویٹو وغیرہ۔

سیاسی جماعتوں کی اقسام

سیاسی جماعتوں کی اقسام:۔

سیاسی جماعتوں کی دو تقسیمات ہیں:۔

(۱) ساخت کے لحاظ سے سیاسی جماعتیں

(۲) تنظیم کے لحاظ سے سیاسی جماعتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساخت کے لحاظ سے سیاسی جماعتوں کی اقسام:۔

مغربی مفکرین کے نزدیک ساخت کے لحاظ سے سیاسی جماعتوں کی چار اقسام ہیں:۔

(۱) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں

(۲) سوشلسٹ سیاسی جماعتیں

(۳) اشتراکی (کمیونسٹ) سیاسی جماعتیں

(۴) فسطائی سیاسی جماعتیں

تنظیم کے لحاظ سے سیاسی جماعتوں کی اقسام:۔

مغربی مفکرین کے نزدیک تنظیم کے لحاظ سے مندرجہ ذیل دو قسم کی سیاسی جماعتیں پائی جاتی ہیں:۔

(۱) براہ راست سیاسی جماعتیں

(۲) بالواسطہ سیاسی جماعتیں

ذیل میں سیاسی جماعتوں کی مذکورہ بالا اقسام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں:۔

بقول لارڈ برائس سب سے پہلے متوسط طبقے ہی کو سیاسی جماعتیں بنانے کا خیال سوجھا تھا۔ متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں اور یہ برطانیہ، امریکہ اور بعض دیگر ممالک میں پائی جاتی ہیں۔

خصوصیات:۔

متوسط طبقے کی سیاسی جماعتوں کی خصوصیات (جن میں ان کی خامیاں بھی شامل ہیں) حسب ذیل ہیں۔

(۱) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتوں کا دارومدار "کاکس" (Caucus) پر ہوتا ہے (کاکس کو بزم یا محفلی بھی کہا جاتا ہے۔ کاکس سرمایہ دار اور اثر و رسوخ رکھنے والے افراد ہوتے ہیں اور سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی کرتے ہیں اور انتخابات کے دوران اپنے امیدواروں کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لیے اثر و رسوخ استعمال کرنے کے والے انتخابات سے متعلقہ اخراجات بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں ان کی مثال بڑے بڑے جاگیردار، زمیندار اور سرمایہ دار ہیں ان میں سے بعض تو پارٹی کے رکن ہوتے ہیں اور بعض غیر رکن ہوتے ہوئے اپنے مفاد کے لیے پارٹی کو بڑے بڑے عطیات دیتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) متوسط قسم کی سیاسی جماعتوں کی باگ ڈور ان کے لیڈروں، رہنماؤں، سربراہوں اور خود کو پارٹی کا بانی کہنے والوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور پارٹی کی پالیسیاں اور فیصلے انہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔

(۳) اس قسم کی سیاسی پارٹیوں میں اراکین کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اور کسی بھی قسم کا فیصلہ کرتے وقت ان سے پوچھا تک نہیں جاتا۔

(۴) اس قسم کی پارٹیوں میں رکنیت سازی کے عمل پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی اراکین کے نام خانہ پری کی حد تک ہوتے ہیں۔

(۵) اس قسم کی پارٹیاں نچلی سطح پر منظم نہیں ہوتیں۔

(۶) اس قسم کی سیاسی پارٹیاں صرف انتخابات کے دنوں میں نظر آتی ہیں اور اپنی تشہیر کے لیے خوب شور مچاتی ہیں۔ یہی موقع ہوتا ہے جب وہ عوام سے ہمدردی ظاہر کرتی ہیں۔

(۷) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتوں کے لیڈر اپنے مفاد کے لیے سیاسی وفاداریاں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

(۸) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں اپنی پارٹی کے نظریے اور اصولوں کو اپنی مطلب برآری کے لیے پسِ پشت ڈال دیتی ہیں۔

(۹) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں بالعموم جوڑ توڑ کی ماہر ہوتی ہیں۔

(۱۰) اس قسم کی پارٹیاں جب پارلیمنٹ میں پہنچتی ہیں تو جماعت کی قیادت منتخب شدہ نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

(۱۱) متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں اپنی پالیسیوں کی تشہیر اپنی جماعت کے نام سے کرتی ہیں، خواہ اس کے اراکین ان پالیسیوں سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔

(۱۲) ہمارے ہاں متوسط طبقے کی سیاسی پارٹیوں کے لیڈر عام طور پر جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱۳) ہمارے ہاں متوسط طبقے کی سیاسی جماعتیں عام طور پر ذات برادری کی بنیاد پر ووٹ حاصل کرتی ہیں۔

بقول ایم اے رشید پاکستان کی تقریباً تمام سیاسی جماعتیں متوسط طبقے کی سیاسی جماعتوں میں شمار ہوتی ہیں کیونکہ ان جماعتوں کی پالیسی اور لائحہ عمل کے علاوہ دیگر امور سے متعلقہ خیالات صرف چند سرکردہ افراد کو حاصل ہیں۔

سوشلسٹ سیاسی جماعتیں:۔

سوشلسٹ قسم کی جماعتیں اکثر مغربی یورپ میں پائی جاتی ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خصوصیات:۔

سوشلسٹ قسم کی سیاسی جماعتیں حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں:۔

(۱) وہ معاشرے کے سرکردہ افراد کے بجائے عام افراد کو اراکین بناتی ہیں۔

(۲) سوشلسٹ جماعتوں کی قوت کا اندازہ ان کے اراکین کی تعداد دیکھ کر لگایا جاتا ہے۔

(۳) اس قسم کی جماعتیں بڑے لوگوں سے عطیات لینے کے بجائے اپنے اراکین سے چندہ وصول کرتی ہیں۔

(۴) اس قسم کی جماعتوں کا رابطہ ہمیشہ اپنے اراکین سے قائم رہتا ہے اور پارٹی انہیں کنٹرول کرتی ہے۔

(۵) ان جماعتوں کا بنیادی تنظیمی ادارہ یا شاخ (Branch) ہے جس میں کاکس کی نسبت بہت زیادہ افراد شامل ہو کر جماعت کو مضبوط بناتے ہیں۔

(۶) سوشلسٹ جماعتوں کی لیڈرشپ کا فیصلہ انتخابات کے ذریعے ہوتا ہے' اس لیے کوئی ایک شخص ہمیشہ کے لیے پارٹی کا سربراہ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی کسی کی اجارہ داری قائم ہوتی ہے۔

(۷) سوشلسٹ جماعتوں کے ہر رکن کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور ہر رکن کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔

(۸) سوشلسٹ جماعتوں میں ان کے اراکین کی سیاسی تربیت از خود ہوتی رہتی ہے' کیونکہ وہ جماعتی کاموں میں عملی طور پر حصہ لیتے ہیں۔

(۹) سوشلسٹ جماعتوں میں شاخ کی سطح پر مسلسل کامیاب ہونے والے اراکین کو لیڈر کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور پھر ایسے لیڈر رہنما طبقہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

(۱۰) سوشلسٹ جماعتوں میں جماعتی نظریات اور اصولوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔

(۱۱) سوشلسٹ جماعتیں معاشرہ کے سماجی' معاشرتی' حتیٰ کہ خاندانی حالات و واقعات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔

اشتراکی سیاسی جماعتیں

خصوصیات:۔

(۱) اشتراکی کمیونسٹ سیاسی جماعتیں کمیونزم اور لینن ازم کے نظریات کی حامل ہوتی ہیں۔

(۲) اشتراکی جماعتیں بالعموم حکومت کی مخالف ہوتی ہیں اور اکثر اقلیت کے طور پر ایوان تک پہنچ پائیں تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حزب مخالف (بائیں بازو) کردار ادا کرتی ہیں۔

(۳) اشتراکی جماعتیں اس نظریہ پر یقین رکھتی ہیں کہ حکومت کرنے کا حق صرف مزدوروں اور محنت کشوں کو حاصل ہے۔

(۴) اس قسم کی جماعتوں میں جماعتی کاروائیوں کو خفیہ رکھ کر مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵) ان جماعتوں کی ابتدائی تنظیم "بیٹھک" (Cell) سے شروع ہوتی ہے۔

(۶) ان میں کلیت پسندانہ نظریات کو اہمیت دی جاتی ہے۔

(۷) ان جماعتوں کے اراکین جماعتی نظریات کو مذہبی عقائد کا درجہ دیتے ہوئے ان پر عمل کرتے ہیں۔

(۸) اشتراکی جماعتوں میں تنظیم پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔

(۹) اشتراکی جماعتیں عوام میں اشتراکیت کی تبلیغ کرتی رہتی ہے اور لوگوں کو اپنا خیال بنانے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔

(۱۰) اشتراکی جماعتیں اشتراکیت کے علاوہ ہر قسم کے نظام حکومت کو مسترد کرتی ہیں۔

فسطائی سیاسی جماعتیں:۔

"فسطائیت" (Fascism) اٹلی کی غیر اشتراکی حکومت کو کہتے ہیں' جس کا سربراہ مسولینی تھا۔ فسطائی اصولوں کی پیروی کرنے والے کو انگریزی میں "Fascist" کہتے ہیں۔ اصطلاحاً سرمایہ دار طبقے کی جارحانہ آمریت "فسطائیت" کہلاتی ہے۔

اٹلی اٹلی

خصوصیات:۔

فسطائی سیاسی جماعتیں حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں:۔

(۱) فسطائی جماعتیں خود کو مسلح افواج کے تنظیمی طریق کار کے تحت منظم کرتی ہیں اور ان افواج میں پلاٹون' کمپنی' بریگیڈیر اور ڈویژن جیسے انتظامی یونٹ ہوتے ہیں۔

(۲) فسطائی جماعتیں رجائیت پسندانہ مابعد الطبیعیاتی نظریے پر ایمان رکھتی ہیں۔

(۳) فسطائی جماعتیں عوام کے بجائے خواص کو اہمیت دیتی ہیں۔

(۴) فسطائی جماعتوں کی کوشش ہوتی ہے کہ اشتراکی جماعتیں حکومت تک نہ پہنچ پائیں یہ مزدوروں اور محنت کشوں کے بجائے سرمایہ داروں کی حمایت کرتی ہیں۔

(۵) یہ بالعموم درمیانی طبقے کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہیں۔

(۶) ان کے نزدیک دور جدید کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کوئی اہمیت نہیں۔

(۷) ان میں کلیت پسندانہ نظریات کو اہمیت دی جاتی ہے اور یہ سیاست کے ساتھ ساتھ سماج' ثقافت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور نجی زندگی کے تمام عوامل پر کنٹرول کی خواہاں ہوتی ہیں۔

(۸) فسطائی جماعتوں میں اختیارات کے ارتکاز اور مضبوط مرکز کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔

(۹) ان کا تنظیمی ڈھانچا بہت مضبوط ہوتا ہے۔

(۱۰) ان میں جماعت سے اختلاف رائے یا گروہ بندی کی اجازت نہیں ہوتی۔

(۱۱) ان میں قیادت نامزدگی کے اصول پر طے کی جاتی ہے اور نامزدگی جماعت کے اعلیٰ احکام کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۱۲) فسطائی جماعتوں کا اصل کام صرف پروپیگنڈا' انتشار پسند' ہیجان انگیزی اور دوسرے ایسے انتہا پسندانہ اقدامات ہوتے ہیں' جن کے ذریعے وہ اپنا مقصد حاصل کرتی ہیں۔

(۱۳) فسطائی جماعتیں انتخابی سرگرمیوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتیں۔

بالواسطہ سیاسی جماعتیں:۔

بعض سیاسی جماعتیں چھوٹی چھوٹی تنظیموں اور انجمنوں کے متحد ہونے سے وجود میں آتی ہیں' اس لیے ان جماعتوں کا تعلق براہ راست اپنے اراکین سے نہیں ہوتا۔ ایسی جماعتیں "بالواسطہ سیاسی جماعتیں" کہلاتی ہیں۔

خصوصیات:۔

بالواسطہ سیاسی جماعتیں حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں:۔

(۱) ان میں اراکین براہ راست جماعت کے ممبر نہیں ہوتے۔

(۲) بالواسطہ جماعتیں مختلف جماعتوں کے اتحاد سے بنتی ہیں۔

(۳) ان کی حیثیت ایک کنفیڈریشن کی سی ہوتی ہے۔

(۴) متحد ہونے والی جماعتیں اختیارات آپس میں بانٹ لیتی ہیں۔

(۵) متحد ہونے والی جماعتوں کا اپنا خود مختارانہ وجود قائم رہتا ہے۔

(۶) اتحاد میں شامل ہر جماعت اپنے اپنے طور پر رکنیت سازی کرتی ہے۔ یہ اراکین متحدہ جماعت کے بالواسطہ اراکین شمار ہوتے ہیں۔

(۷) اتحاد میں شامل ہر جماعت کے اراکین' متحدہ جماعت کے فیصلوں کے بالواسطہ طور پر پابند ہوتے ہیں۔

(۸) بعض بالواسطہ سیاسی جماعتیں براہ راست رکنیت سازی بھی کرتی ہیں ایسی رکنیت سازی متحدہ جماعت کے نام پر کی جاتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) بالواسطہ سیاسی جماعتیں، دوسری سیاسی جماعتوں کی درخواست پر انہیں اپنے اتحاد میں ہیں۔

(۱۰) بعض بالواسطہ سیاسی جماعتیں اپنی ذیلی تنظیمیں بھی قائم کر لیتی ہیں۔

(۱۱) بعض اوقات بالواسطہ سیاسی جماعتیں براہ راست سیاسی جماعتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

براہ راست سیاسی جماعتیں:۔

براہ راست سیاسی جماعتوں میں، ہر وہ شخص جو جماعت کی رکنیت حاصل کرے اس کا براہ راست تعلق مذکورہ جماعت کے ساتھ اس کی "شاخ" (Branch) کے ذریعے قائم ہوتا ہے موجودہ دور میں رکنیت سازی کا یہی طریق کار مروج اور مقبول ہے۔ اس طریق کار میں جماعت کو اپنے تمام اراکین کا انفرادی تعاون حاصل ہوتا ہے اور اراکین کے چندہ کے ذریعے جماعت کو آمدنی بھی ہوتی ہے جماعت کا ہر ممبر اپنے اپنے اثر و رسوخ کے مطابق لوگوں کو جماعت کے حق میں ہموار کرتا ہے اور انتخابات میں اپنی جماعت کو زیادہ ووٹ دلوانے کی کوشش کرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان کی سیاسی جماعتیں

پاکستان میں بے شمار سیاسی جماعتیں موجود ہیں، جن میں سے بعض جماعتیں اپنے قیام کے بعد اختلافات کی بنیاد پر مختلف گروپوں میں تقسیم ہوتی رہی ہیں اور کبھی کسی محاذ، اتحاد یا الائنس میں شامل ہو کر انتخابات میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ ذیل میں پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی ایک فہرست دی جا رہی ہے۔

1- کل پاکستان مسلم لیگ	2- کنونشن مسلم لیگ
3- جناح مسلم لیگ	4- کونسل مسلم لیگ
5- مسلم لیگ (نواز گروپ)	6- مسلم لیگ (جونیجو گروپ)
7- پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ)	8- پاکستان مسلم لیگ (پگارا گروپ)
9- پاکستان مسلم لیگ (چٹھہ گروپ)	10- جمعیت علماء پاکستان (مفتی گروپ)
11- جمعیت علمائے پاکستان (عبداللہ درخواستی)	12- جمعیت علمائے اسلام (ہزاروی گروپ)
13- جمعیت علمائے اسلام (حقیقی)	14- جمعیت علمائے اسلام (عرفان اللہ مظہری)
15- جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)	16- جمعیت المشائخ / جمعیت علمائے مشائخ
17- مرکزی جمعیت اہل حدیث	18- جمعیت علمائے اہلحدیث (احسان الٰہی ظہیر)
19- جمعیت غربائے اہلحدیث (سلفی گروپ)	20- جمعیت مجاہدین اسلام بلوچستان
21- جماعت اسلامی	22- پاکستان پیپلز پارٹی
23- پیپلز پارٹی شہید بھٹو گروپ	24- پیپلز پارٹی ذوالفقار علی بھٹو گروپ
25- نیشنل پیپلز پارٹی	26- عوامی نیشنل پارٹی
27- پاکستان نیشنل پارٹی	28- تحریک استقلال
29- تحریک فقہ جعفریہ	30- خاکسار تحریک
31- پاکستان کمیونسٹ پارٹی	32- نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی
33- پاکستان جمہوری پارٹی	34- پاکستان سوشلسٹ پارٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

35- پاکستان قومی محاذ آزادی
36- نیشنل ورکرز پارٹی
37- ایم کیو ایم۔ متحدہ قومی موومنٹ (الطاف گروپ)
38- مہاجر قومی موومنٹ (حقیقی) آفاق احمد
39- جئے سندھ محاذ
40- پختون خواہ ملی عوامی پارٹی
41- جمہوری وطن پارٹی
42- تحریک محکوم اقوام پاکستان (پونم)
43- ملت پارٹی
44- پاکستان تحریک انصاف
45- پاکستان عوامی تحریک
46- پاکستان پیپلز مسلم لیگ (حیدر علی مولجی گروپ)
47- پاکستان پیپلز پارٹی (نیازی گروپ)
48- پاکستان مساوات پارٹی
49- پاکستان نیشنل پارٹی (بزنجو)
50- پاکستان نیشنل لیگ
51- تحریک اتحاد پاکستان
52- قومی محاذ آزادی (معراج محمد خاں)
53- عوامی جمہوری محاذ (اقبال حیدر)
54- عوامی جمہوری پارٹی (خورشید حسن میر)
55- جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ)
56- شیعہ پولیٹیکل پارٹی
57- جسٹس پارٹی
58- خاکسار تحریک (اشرف گروپ)
59- خاکسار تحریک (صدیقی گروپ)
60- آزاد جموں کشمیر مسلم کانفرنس (سردار قیوم)
61- مرکز المسلمین (مرتضٰی پویا)
62- بہاولپور متحدہ محاذ
63- کراچی صوبہ پارٹی
64- کراچی صوبہ کانفرنس
65- کراچی شہری محاذ
66- کراچی صوبہ اتحاد
67- آل پاکستان مہاجر لیگ (قمر گروپ)
68- نیشنل پٹیارٹک فرنٹ (قاضی نذیر)
69- پختون خواہ نیپ
70- جیئے سندھ محاذ
71- اسلامی انقلاب پارٹی
72- فدائین پارٹی
73- نیشنل گروگریسو پارٹی (بنگش)
74- جیوے پاکستان پارٹی
75- مزدور کسان پارٹی (میجر اسحاق)
76- مزدور کسان پارٹی
77- جوان جتا پارٹی (محمد احمد منٹو)
78- پاکستان اتحاد پارٹی (بیگم خواجہ رفیق)
79- غریب عوام پارٹی (تنویر حسینی)
80- عوامی نیشنل پارٹی
81- عوامی لیگ
82- جگنو فرنٹ
83- بلوچستان نیشنل موومنٹ (مینگل گروپ)
84- بلوچستان نیشنل موومنٹ (ڈاکٹر حئی گروپ)
85- جمہور وطن پارٹی (اکبر بگٹی)
86- کرشک سرامک پارٹی
87- سرجینوش پارٹی
88- یونائیٹڈ پروگریسو پارٹی
89- نیپ (بھاشانی گروپ)
90- نیپ (ولی گروپ)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

91- پختون خواہ نیپ
92- سپاہ صحابہ
93- سپاہ محمد
94- شہید بھٹو کمیٹی
95- حق پرست
96- متحدہ دینی محاذ
97- پختون خواہ ملی عوامی پارٹی
98- بلوچستان نیشنل پارٹی
99- پاکستان نجات پارٹی
100- مسلم لیگ (قاسم گروپ)
101- پاکستان اسلامی تحریک
102- عوامی تحریک
103- جاموٹ قومی تحریک
104- چکار جمہوری پارٹی
105- گجراتی قومی موومنٹ پاکستان
106- پاکستان ویلفیئر موومنٹ
107- اتحاد عالم اسلام
108- عوامی قیادت پارٹی
109- پنجابی قومی موومنٹ
110- پاکستان سرائیکی پارٹی
111- پاکستان قومی لیگ
112- پاکستان ینگ پارٹی
113- مساوی حقوق انسانی تحریک
114- نیشنل پیپلز پارٹی (آزاد گروپ)
115- قائداعظم مسلم لیگ
116- نیشنل مسلم لیگ (محاسبہ گروپ)
117- تحریک انقلاب
118- تعمیر پاکستان پارٹی
119- جیوے پاکستان پارٹی
120- تحریک اسلامی پاکستان (محمد اسلم)
121- ری پبلکن پارٹی
122- نیشنل عوامی پارٹی
123- سندھ عوامی محاذ
124- سندھی ہاری پارٹی (حیدر بخش جتوئی)
125- استمان گل (غوث بخش بزنجو)
126- خدائی خدمت گار
127- گنا تنتری دل
128- نظام اسلام پارٹی
129- عوامی تحریک انقلاب پاکستان
130- عوامی فلاح تحریک پاکستان
131- بلوچستان اتحاد پارٹی
132- دیہات اتحاد پارٹی
133- غریب اتحاد پاکستان
134- حزب جہاد
135- اسلام پبلک پارٹی
136- پاکستان لیبر پارٹی
137- پنجابی پختون اتحاد
138- تحریک اتحاد (حمید گل)
139- پنجاب نیشنل پارٹی

پاکستانی اقلیتوں کی سیاسی جماعتیں:

1- کرسچین ڈیمو کریٹک پارٹی (جوشوا فضل دین)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

2- کرسچین لبرل پارٹی (چودھری فیروز)
3- آل پاکستان کرسچین لیگ (تجمل وحید)
4- آزاد مسیحی لیگ (فرانس)
5- مسیحی عوامی پارٹی
6- پاکستان کرسچین کانگریس
7- پاکستان اقلیتی انقلابی پارٹی
8- پاکستان کرسچین ڈیموکریٹک پارٹی
9- پاکستان اقلیتی رابطہ پارٹی
10- یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ
11- پاکستان مسیحی اتحاد
12- کرسچین نیشنل پارٹی
13- پاکستان کرسچین ایسوسی ایشن

اِنتخابات میں حصہ لینے والی سیاسی جماعتیں

انتخابات 1946:

1- مسلم لیگ
2- کانگریس
3- قوم پرست
4- شیعہ پولیٹیکل پارٹی
5- خاکسار
6- یونینسٹ
7- آزاد اُمیدوار

صوبائی انتخابات 52-1951:

1- مسلم لیگ (ممتاز دولتانہ گروپ)
2- جناح عوامی مسلم لیگ (ذوالفقار علی ممدوٹ گروپ)
3- سرچنوش
4- عوامی لیگ
5- پختون تحریک

عام انتخابات 1954:

1- مسلم لیگ
2- عوامی پارٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

3- انڈیپنڈنٹ مسلم
4- یونائیٹڈ فرنٹ
5- نون گروپ
6- یونائیٹڈ پروگریسو پارٹی

انتخابات 1960:

1960ء میں بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت جنرل ایوب خاں نے بلدیاتی انتخاب کروائے، جو غیر جماعتی بنیادوں پر تھے۔

انتخابات قومی اسمبلی 1962:

اپریل 1962ء میں قومی اسمبلی کے انتخابات بالواسطہ طور پر منعقد ہوئے۔ انتخابی ادارہ بنیادی جمہوریتوں کے منتخب شدہ ارکان پر مشتمل تھا۔ یہ انتخابات غیر جماعتوں پر تھے۔

انتخابات صوبائی اسمبلیاں 1962:

مئی 1962ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات غیر جماعتی بنیاد پر بالواسطہ طور پر ہوئے۔ یہ انتخابات بنیادی جمہوریتوں کے منتخب شدہ ارکان کے ووٹوں سے عمل میں لائے گئے۔

بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کے انتخابات 1964:

1964ء میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات منعقد ہوئے، جو غیر جماعتوں پر تھے۔ پھر بنیادی جمہوریتوں کے منتخب شدہ اُمیدواران کے بطور انتخابی ادارہ قومی و صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کو 1965ء میں منتخب کیا۔

صدارتی انتخابات 1965:

1965ء میں صدارتی انتخابات میں جنرل محمد ایوب خاں اور محترمہ فاطمہ جناح نے بطور اُمیدوار حصہ لیا۔ محترمہ فاطمہ جناح کو "قومی محاذ" نے صدارتی اُمیدوار نامزد کیا تھا، جس میں مندرجہ سیاسی جماعت شامل تھیں۔

(1) پاکستان مسلم لیگ
(2) عوامی نیشنل پارٹی
(3) جماعت اسلامی
(4) دیگر

عام انتخابات 1970:

1970ء کے انتخابات بالغ رائے دہی (ایک آدمی ایک ووٹ) کی بنیاد پر منعقد ہوئے جن میں مندرجہ ذیل سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

1- پاکستان پیپلز پارٹی (بھٹو)
2- عوامی لیگ (شیخ مجیب الرحمٰن)
3- جماعت اسلامی
4- کونشن مسلم لیگ
5- کونسل مسلم لیگ
6- مسلم لیگ (قیوم گروپ)
7- پاکستان جمہوری پارٹی
8- جمعیت علمائے اسلام (ہزاروی گروپ)
9- مرکزی جمعیت علمائے پاکستان
10- نیپ (ولی گروپ)
11- نیپ (بھاشانی گروپ)
12- سندھ کراچی مہاجر پنجابی پٹھان متحدہ محاذ
13- مرکزی جمعیت اہلحدیث
14- پاکستان جمہوری پارٹی
15- آزاد اُمیدوار
16- دیگر چھوٹی جماعتیں جو قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔

انتخابات 1977:

1- پاکستان پیپلز پارٹی
2- پاکستان قومی اتحاد، جس میں مندرجہ ذیل جماعتیں شامل تھیں:

(i) جماعت اسلامی
(ii) جمعیت علمائے اسلام
(iii) جمعیت علمائے پاکستان
(iv) تحریک استقلال
(v) نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی
(vi) مسلم لیگ
(vii) پاکستان جمہوری پارٹی
(viii) خاکسار تحریک
(viii) مسلم کانفرس

3- مسلم لیگ (ن)
4- پختون خواہ نیپ
5- آزاد اُمیدوار

عام انتخابات 1985:

1985ء میں منعقد ہونے والے قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے۔

عام انتخابات 1988:

1988ء کے انتخابات میں مندرجہ ذیل سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا۔

1- پاکستان پیپلز پارٹی (بینظیر)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

2- اسلامی جمہوری اتحاد (I-J-I)، جس میں مندرجہ ذیل سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔

(i) مسلم لیگ (فدا گروپ) (ii) نیشنل پیپلز پارٹی
(iii) جمیعت علمائے اسلام (درخواستی گروپ) (iv) لکھوی گروپ
(v) آزاد گروپ (vi) نظام مصطفیٰ گروپ
(vii) حزب جہاد (viii) جمیعت المشائخ

3- جمیعت العلمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
4- پاکستان عوامی اتحاد
5- عوامی نیشنل پارٹی
6- نیشنل پیپلز پارٹی (کھر گروپ)
7- پاکستان بلوچستان الائنس
8- جمیعت العلمائے اسلام (درخواستی گروپ)
9- پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی
10- ایم کیو ایم
11- جے یو آئی ایف
12- اے این پی
13- پی اے آئی
14- پی پی آئی ایس
15- آزاد اُمیدواران
16- دیگر چھوٹی جماعتیں، جو ناکام ہوئیں۔

عام انتخابات 1990:

1- پیپلز ڈیموکریٹک الائنس (P.D.A)
2- اسلامی جمہوری اتحاد (I.J.I)
3- اے این پی
4- جے یو آئی ایف
5- جے یو پی
6- ایس این ایف
7- حق پرست گروپ
8- ایس این اے ایچ جے
9- اے ٹی (پی جی)
10- پی کے ایم اے پی
11- جے ڈبلیو پی
12- پی این ایم
13- آزاد اُمیدواران
14- چھوٹی سیاسی جماعتیں جو کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔

عام انتخابات 1993:

1- پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی)
2- اے این پی
3- آئی جے ایم (مولانا فضل الرحمٰن)
4- مسلم لیگ (ن)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

5- پی کے کیو پی
6- پی آئی ایف
7- مسلم لیگ (ج)
8- اسلامک فرنٹ
9- سپاہ صحابہ
10- پی کے ایم اے پی
11- شہید بھٹو کمیٹی
12- جے ڈبلیو پی
13- پی این ایم (م)
14- پی این ایم (ع)
15- ایم ڈی ایم (اعظم طارق)
16- مسلم لیگ (ج)
17- این پی پی
18- این ڈی اے
19- حق پرست
20- اسلامی فرنٹ
21- پی پی اے
22- پی کے کیو پی
23- این پی ورکرز
24- ایم ای ایم
25- پشتونخواہ نیپ
26- پی این ایم (حی)
27- جمہوری وطن پارٹی
28- متحدہ دینی محاذ
29- پی این ایم ٹی
30- این ایم ایچ
31- پی این ایم ایم
32- آزاد اُمیدواران
33- دیگر چھوٹی جماعتیں

عام انتخابات 1997:

1997ء کے عام انتخابات میں مندرجہ ذیل سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا۔

1- پاکستان مسلم لیگ (ن)
2- پاکستان مسلم لیگ (ج) ہوتی
3- پاکستان مسلم لیگ (چٹھہ گروپ)
4- پاکستان پیپلز پارٹی (بینظیر)
5- پیپلز پارٹی شہید بھٹو گروپ
6- پیپلز پارٹی ذوالفقار علی بھٹو گروپ
7- جماعت اسلامی
8- پاکستان تحریک انصاف
9- عوامی نیشنل پارٹی
10- جمعیت علمائے پاکستان
11- جمعیت علمائے اسلام (ف)
12- جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق)
13- ایم کیو ایم (حقیقی)
14- ایم کیو ایم (الطاف گروپ)
15- پختون خواہ ملی عوامی پارٹی
16- تحریک استقلال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

17- بلوچستان نیشنل پارٹی
18- پاکستان نجات پارٹی
19- مسلم لیگ (قاسم گروپ)
20- تحریک نفاذ فقہ جعفریہ
21- پختون خواہ ملی پارٹی
22- پاکستان اسلامی تحریک
23- عوامی تحریک
24- جناح مسلم لیگ
25- متحدہ دینی محاذ
26- جاموٹ قومی تحریک
27- پاکستان عوامی پارٹی
28- چکار جمہوری پارٹی پاکستان
29- گجراتی قومی موومنٹ پاکستان
30- پاکستان ویلفیئر موومنٹ
31- مزدور کسان پارٹی (میجر اسحاق گروپ)
32- اتحاد عالم اسلام
33- عوامی قیادت پارٹی
34- پنجابی قومی تحریک
35- ہزارہ قومی محاذ
36- عوامی اتحاد
37- پاکستان قومی لیگ
38- پاکستان ینگ پارٹی
39- قائداعظم مسلم لیگ
40- نیشنل پیپلز پارٹی (آزاد گروپ)
41- خاکسار تحریک
42- مساوی حقوق انسانی تحریک
43- مرکزی جمعیت اہلحدیث
44- نیشنل مسلم لیگ (محاسبہ گروپ)
45- تحریک انقلاب
46- پی این ایم (جی)
47- این پی پی
48- تعمیر پاکستان پارٹی
49- جمعیت مشائخ پاکستان
50- پاکستان جمہوری پارٹی
51- پاکستان جمہوری پارٹی
52- پاکستان سرائیکی پارٹی
53- مسلم لیگ (فنکشنل)
54- آزاد اُمیدواران
55- اقلیتی سیاسی جماعتیں، جن میں حسب ذیل جماعتیں شامل تھیں۔

(i) پاکستان مسیحی پارٹی
(ii) پاکستان مسیحی عوامی پارٹی
(iii) پاکستان کرسچین کانگریس
(iv) پاکستان اقلیتی انقلابی پارٹی
(v) پاکستان اقلیتی رابطہ پارٹی
(vi) یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ
(vii) پاکستان مسیحی اتحاد
(viii) پاکستان کرسچین نیشنل پارٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(ix) پاکستان کرسچین سوشل ایسوسی ایشن (x) پاکستان کرسچین ڈیموکریٹک پارٹی

(xi) آزاد اقلیتی اُمیدواران

سیاسی جماعتوں کی ہیئت اور کردار

سیاسی جماعتوں کی کثیر تعداد:

پاکستان میں سیاسی جماعتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ایسا دکھائی پڑتا ہے کہ ہر ایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے اور ہر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے والا دوسروں کی مسجد کو مسجد تسلیم نہیں کرتا اور اپنے علاوہ کسی کو بھی "کامل مردِ مومن" ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

پاکستان کی کثیر التعداد جماعتوں کے ضمن میں پروفیسر محمد عثمان اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے یہاں سیاسی جماعتوں کی تعداد ضرورت اور جواز سے زیادہ ہے۔ مستحکم جمہوریت کے لیے سیاسی جماعتوں کا دو یا تین چار تک محدود ہونا ایک مثالی پوزیشن ہے تاہم پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں چھ سات جماعتوں کی زیادہ سے زیادہ گنجائش ہونی چاہیے۔"

پروفیسر عثمان صاحب کا خیال ہے کہ:

> "سیاسی جماعتوں کو مطلوبہ تعداد تک رکھنے کے دو آسان طریقے ہیں۔ اوّل ہر تین یا چار سال بعد انتخابات بلا روک ٹوک ہوتے رہیں تو نام کی جماعتیں خود بخود منظر سے ہٹ جاتی ہیں۔ دوسرے خود سیاسی جماعتوں کو ہم خیال جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جہاں تک ناپسندیدہ ہو، ادغام کی راہ نکالنی چاہیے۔"

پاکستان میں سیاسی جماعتوں کی تعداد زیادہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جاگیردار اور سرمایہ دار لوگ اپنی چودھراہٹ چاہتے ہیں، جس کو پارٹی کا کوئی بڑا عہدہ یا انتخابی ٹکٹ نہیں ملتا وہ اپنی الگ سیاسی جماعت بنا لیتا ہے۔ اس طرح سیاسی جماعتوں کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے آل انڈیا مسلم لیگ، قیامِ پاکستان کے بعد "آل پاکستان مسلم لیگ" کے نام سے موسوم ہوئی اور پھر اختلافات کی بنیاد پر کئی گروپوں میں تقسیم ہو گئی، مثلاً جناح مسلم لیگ، کونشن مسلم لیگ، فنکشنل مسلم لیگ، مسلم لیگ نواز شریف گروپ، مسلم لیگ پگاڑا گروپ، مسلم لیگ جونیجو گروپ، مسلم لیگ قیوم گروپ وغیرہ وغیرہ کئی الگ سیاسی دھڑوں میں بٹ گئی۔ اس طرح صرف ایک مسلم لیگ کی کوکھ سے دس بارہ سیاسی جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ اسی طرح پاکستان پیپلز پارٹی بھٹو دور کے بعد کئی گروپوں میں بٹ گئی، مثلاً پاکستان پیپلز پارٹی (بے نظیر گروپ)،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیشنل پیپلز پارٹی (کھر گروپ)، پیپلز پارٹی ذوالفقار بھٹو گروپ، پیپلز پارٹی شہید بھٹو گروپ، پاکستان پیپلز پارٹی (نیازی گروپ) وغیرہ وغیرہ۔ جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام بھی گروپ بندی کا شکار ہوئیں، مثلاً مفتی گروپ عبداللہ درخواستی گروپ، حقیقی گروپ، عرفان مظہری گروپ وغیرہ وغیرہ۔ ان گروپ بندیوں کی وجہ سیاسی اختلافات کے ساتھ ساتھ سیاستدانوں کے ذاتی مفادات بھی وابستہ ہیں۔

جاگیرداری:

پاکستان میں شروع ہی سے جاگیرداروں کا راج رہا ہے اور سیاسی پارٹیوں میں زیادہ تر جاگیردار، بڑے زمیندار اور سرمایہ دار شامل رہے ہیں۔ جو سب سے بڑا جاگیردار یا سرمایہ دار ہوتا ہے، پارٹی کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس ضمن میں اسد اسلم شیخ لکھتے ہیں:۔

"پاکستان بنتے ہی اس (جاگیردار) طبقے نے سیاست اور حکومت پر چھاپہ مارا اور اقتدار کے تمام سرچشموں پر قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ زرعی جاگیریں وقت کے ساتھ ساتھ رنگ بھی بدلتی رہیں۔ بڑے شہروں کے قریب وہ پلازوں اور ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں تبدیل ہوتی رہیں۔ دولت اور دیگر وسائل نے ان کو صنعتی جاگیردار بنا دیا۔ مزارعوں اور "کمیوں" کی جگہ مزدور اور محنت کش ان کے ووٹر بن گئے۔ اقتدار کے تمام زریں ایوانوں میں بھی ان کے نمائندے پہنچتے رہے۔"

اسلم شیخ کا کہنا ہے کہ:

"جاگیرداروں کے علاقوں میں جمہوریت اور عوامی نمائندگی کا اُصول اور مفہوم تلاش کرنا مشکل ہے۔ اس کا اندازہ صرف اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض استثنائی صورتوں کے سوا تمام جاگیردار اپنے مخصوص اور آبائی علاقوں سے نہ صرف خود مستقل کامیاب ہوتے رہے بلکہ وہ اپنے دوستوں، عزیزوں اور دوسرے دُور دراز کے علاقوں میں رہنے والے کسی بھی دوست عزیز کو بھی کامیاب کرا سکتے ہیں۔ ان کی اس حیثیت کے سامنے سیاسی جماعتیں بھی مجبور محض ہیں اور وہ انتخابات میں ان کو اُمیدوار بنائے بغیر جیت کا تصور بھی نہیں کر سکتیں، حتیٰ کہ سوشلزم کی بنیاد اُبھرنے اور غریبوں کی ہمدردی کا دم بھرنے والی پیپلز پارٹی بھی جاگیرداروں کے آگے سر جھکائے نظر آتی ہے۔"

بقول اسد اسلم شیخ:

"جاگیردار کی ایک نفسیاتی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ اسے بہر حال اقتدار میں رہنا ہوتا ہے، کیونکہ اس میں اس کے اقتدار کی بقا مضمر ہوتی ہے۔ اپنے علاقے میں دھاک قائم رکھنے کے لیے اور اپنے مخصوص مفادات کی حفاظت کے لیے جاگیرداروں اور زمینداروں کو حکومت کی حمایت کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے وہ جماعت سے زیادہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں۔ وہ حزب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اختلاف میں رہنا افورڈ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اگر پارٹی اقتدار سے نکل جائے تو اس میں ان کا کیا قصور؟ ان کی وفاداری کرسی سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ طبقہ کسی نظریئے، کسی منشور، کسی پارٹی پروگرام کا پابند نہیں ہوتا۔"

جاگیردار اقتدار اپنے گھروں تک محدود رکھنے کے قائل ہوتے ہیں۔ اسد اسلم شیخ اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"1990ء کے انتخابات کے اُمیدواروں کے کوائف سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جاگیردار اور سرمایہ دار کس طرح اقتدار اپنے گھروں میں سمیٹ لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر آئی جے آئی کے ٹکٹ پر لاہور سے میاں نواز شریف اور اُن کے بھائی میاں شہباز شریف دونوں قومی اور صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ اسلامی جمہوری اتحاد ہی کے ٹکٹ پر چودھری ظہور الٰہی مرحوم کے خاندان کے چار افراد نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ان میں چودھری شجاعت حسین اور ان کے کزن چودھری تجمل حسین قومی اسمبلی کے جبکہ ان کے چھوٹے بھائی چودھری وجاہت حسین اور کزن چودھری پرویز الٰہی صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ گجرات ہی سے چودھری محمد اقبال آف چیلیانوالہ کے صاحبزادے ناصر اقبال قومی اسمبلی کے، جبکہ ان کے بھائی چودھری جعفر اقبال رحیم یار خاں سے صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ یہیں نواب خاندان کے دو بھائیوں نواب زادہ غضنفر گل اور نوابزادہ مظہر علی خاں نے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اور صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ساہیوال کے دو بھائی رائے احمد نواز خاں اور رائے حسن نواز خاں قومی اور صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ مظفر گڑھ سے ملک غلام مصطفیٰ کھر قومی اسمبلی کے جبکہ ان کے بھائی نور ربانی کھر اور مرتضیٰ کھر بھی صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ جھنگ سے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر دو بھائی فیصل صالح حیات اور اسد حیات قومی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ حیدر آباد سے پیر آف بالا مخدوم طالب المولیٰ کے تین صاحبزادے قومی اور صوبائی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔"

جاگیردار کیوں کامیاب ہوتے ہیں اور لوگ انہیں کیوں ووٹ دیتے ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں:۔

1- دیہات کے زیادہ تر لوگ جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کے مزارعے، "کمیں" اور نوکر چاکر ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ انہی کا کھاتے ہیں اس لیے انہی کا دم بھرتے ہیں۔ یہ لوگ ان کے گھریلو وفادار ہوتے ہیں، اس لیے ان سے رُوگردانی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ان سے بغاوت کرے تو اسے سخت سزا ملتی ہے۔

2- بعض جاگیردار رسہ گیر ہوتے ہیں اور اپنے پالتو لوگوں سے چوریوں اور ڈاکہ زنی کا کام کرواتے ہیں اور تھانے وغیرہ میں ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ اگر ایک مجرم پیشہ شخص "چودھری" کو ووٹ نہ دے تو اسے تھانے سے کون چھڑا کر لائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

3- جاگیردار تھانے سے لے کر بالا سطح تک اثر ورسوخ رکھتے ہیں اور سرکاری افسروں کی "خدمت" بھی کرتے رہتے ہیں، اس لیے لوگوں کے معاملات رفع دفع کرانے کا کام بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کے محتاج ہوتے ہیں کہ اگر انہیں ووٹ نہ دیا تو کسی تنازعہ یا لڑائی بھڑائی کی صورت میں وہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔

4- جاگیردار یا زمیندار ووٹ نہ دینے والوں کا "حقہ پانی" بھی بند کر سکتا ہے اور اسے گاؤں سے نکل جانے کا حکم بھی دے سکتا ہے، کیونکہ کمیں (خدمتگار طبقہ) کو رہائش کے لیے فراہم کردہ جگہ زمیندار کی ملکیت ہوتی ہے۔ جاگیردار طبقہ ووٹ نہ دینے والوں کو طرح طرح سے زچ کر سکتا ہے، مثلاً اس کے ہاں چوری کروا سکتا ہے، کسی فرد کو اغوا کروا سکتا ہے، یہاں تک کہ قتل بھی کروا سکتا ہے۔

چند سری ڈھانچا:

پاکستان سیاسی جماعتوں میں صرف اونچے عہدوں کے سیاستدان ہی پارٹی کے کرتا دھرتا ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر احمد جمال فاروقی اپنی کتاب "پاکستان کا نظریہ حکومت اور سیاست" میں لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں فیصلے کرنے کا حق صرف چند اشخاص کو ہوتا ہے، جو جماعت کی قیادت کرتے ہیں، یہ شخصیت پرستی کا نتیجہ ہے، جو ہمارے ہاں مدتوں سے ایک عقیدہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بالعموم ہر سیاسی پارٹی اپنا ایک دستور رکھتی ہے، جس کو جمہوری تصور کیا جاتا ہے، لیکن اس دستور پر عمل نہیں کیا جاتا۔ پارٹی سے متعلقہ فیصلے کرتے وقت عام پارٹی ممبران کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ پارٹی کے صرف چند سرکردہ افراد جو فیصلہ کر دیتے ہیں، پارٹی کے تمام اراکین سے بے چون و چرا قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ عوام بھی بالعموم پارٹی کے سرکردہ لیڈر سے عقیدت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب پارٹی کا لیڈر پارٹی سے علیحدہ ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے تو پارٹی کا وجود ختم ہو جاتا ہے، یا پارٹی اپنا وقار کھو بیٹھتی ہے۔"

پارٹی کے سرکردہ لیڈر کی موت کی صورت میں اس کا بیٹا، بھائی اور اس کا کوئی دوسرا عزیز رشتہ دار اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس طرح سیاسی پارٹی موروثی بن کر رہ جاتی ہے۔ اس موروثیت کی مثال پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن محترمہ بینظیر بھٹو ہیں، جو بھٹو کی موت کے بعد سے ان کی پارٹی جانشین چلی آ رہی ہیں۔ پارٹی لیڈر کی موت کی صورت میں بعض اوقات کوئی بڑا جاگیردار سرمایہ دار بھی اس کا جانشین بن جاتا ہے۔ اس جانشینی کی لڑائی میں پارٹی مختلف گروپوں میں تقسیم ہونے کے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں۔

پاکستانی سیاسی جماعتوں میں چند سری ڈھانچے کی موجودگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر سیاسی پارٹیاں جماعتی انتخابات ہی نہیں کرواتیں اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت عہدے تبدیل کرتی رہتی ہیں، جن میں پارٹی کے اراکین اور کارکنوں کا مشورہ شامل نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں اسد اسلم شیخ لکھتے ہیں:۔

"اکثر پارٹیوں نے کبھی اپنے انتخاب کروانے کی زحمت بھی نہیں کی۔ خاندانی قیادت سے برسوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے پارٹی عہدوں پر براجمان ہے۔ پارٹی رکنیت کا عمل بھی بذاتِ خود ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے۔"

برائے نام تنظیم:

قریباً ہر سیاسی پارٹی اپنا دستور مرتب کرتی ہے، لیکن اس پر سختی سے عمل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی جماعت کی تنظیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ صرف الیکشن کے دنوں میں سیاسی پارٹیاں متحرک ہوتی ہیں اور اپنے حلقوں میں کرائے کے دفتر کھول لیتی ہیں، جو الیکشن کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر ایم اے رزاق:

"جہاں تک باقاعدہ رکنیت سازی کا تعلق ہے، کوئی بھی موجودہ پارٹی صحیح معنوں میں عوامی تنظیم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ پارٹیوں کی طرف سے رکنیت کی جو مہم چلائی جاتی ہے، وہ مستقل طور پر سرانجام نہیں دی جاتی۔"

پروفیسر احمد جمال فاروقی سیاسی جماعتوں کی برائے نام تنظیم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

"پاکستان میں سیاسی جماعتوں کا تنظیمی ڈھانچہ برائے نام ہوتا ہے۔ عام طور پر پارٹیوں کے نہ تو باقاعدہ رکن ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی شاخیں پورے ملک میں موجود ہوتی ہیں۔ تاہم بعض سیاسی جماعتوں نے اپنی تنظیم پر توجہ دی، مثلاً جماعت اسلامی نے شہروں کے علاوہ قصبوں اور دیہات میں بھی اپنی شاخیں قائم کیں۔ 1967ء میں پیپلز پارٹی نے ملک کے مختلف انتخابات کے مواقع پر اپنے تنظیمی ڈھانچے پر زور دیا۔ جیسے جیسے انتخابات کے دن قریب آتے ہیں، ویسے ویسے ان کی شاخیں بڑھتی جاتی ہیں اور انتخابات کے بعد یہ شاخیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں کا تنظیمی ڈھانچہ صرف وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ انتخابات کے بعد سیاسی جماعتیں فیلڈ میں کام کرنے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتیں۔"

سیاسی جماعتوں کی صوبائی عصبیت:

پاکستان کی اکثر سیاسی جماعتیں پورے ملک میں مقبول نہیں ہیں۔ بعض جماعتیں ایسی ہیں جو صرف صوبوں کی حد تک کام کرتی ہیں اور صوبائی عصبیت پھیلاتی ہیں۔ بقول پروفیسر محمد عثمان:۔

"ہمارے ملک میں بعض جماعتیں صوبائی نوعیت کی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کل پاکستان بنیادوں پر استوار کرنے اور ملک کی سیاست میں اپنا رول ادا کرنے کے بجائے صوبائی امور و معاملات تک محدود رکھنے کو باعثِ فلاح سمجھتی ہیں۔ ایسی جماعتوں کو ہم "علاقائی جماعتیں" قرار دیں گے۔"

کوئی بھی سیاسی جماعت پورے پاکستان میں مقبول نہیں ہے۔ کوئی جماعت اپنے نظریات کی بنیاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر بدنام ہے اور کوئی اپنے سیاسی کردار کی وجہ سے۔ مختلف صوبوں میں مختلف سیاسی پارٹیاں موجود ہیں، جو کم از کم صوبائی انتخابات کی حد تک اقتدار حاصل کرتی ہیں۔ صوبائی عصبیت پھیلانے کے ضمن میں ''پختون خواہ'' (شتون خواہ)، نیپ، گجراتی قومی موومنٹ، پنجابی قومی تحریک، جیسے سندھ، بلوچستان نیشنل پارٹی، سندھ عوامی محاذ، پنجابی پختوں اتحاد، پاکستان سرائیکی پارٹی، سرچنیوٹ پارٹی، کراچی شہری محاذ، کراچی صوبہ کانفرنس، کراچی صوبہ اتحاد، بہاولپور متحدہ محاذ پیش پیش ہیں۔ بعض پارٹیاں پنجاب کے خلاف کام کر رہی ہیں اور بعض اسے لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی تحریک چلا رہی ہیں۔ صوبائی سطح پر فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا اچھا عمل ہے لیکن صوبائی عصبیت پھیلانا ملکی سالمیت کے خلاف ہے۔ مشرقی پاکستان اسی صوبائی عصبیت کی وجہ سے ''بنگلہ دیش'' بن کر پاکستان سے الگ ہوا تھا۔

نظریاتی جماعتیں اور اُن کا کردار:

پاکستان کی سیاسی جماعتیں کسی نہ کسی نظریہ پر قائم ہیں۔ ان میں سے کچھ مذہبی نظریات کی حامل ہیں اور کچھ سیاسی نظریات پر یقین رکھتی ہیں۔

بقول پروفیسر احمد جمال فاروقی:

''پاکستان میں بالعموم ہر پارٹی اپنے منشور میں کسی نہ کسی نظریہ کو شامل کرتی ہیں، اگرچہ وہ اس پر مکمل عمل نہیں کرتیں۔ پاکستان میں تقریباً تین قسم کے نظریات رکھنے والی پارٹیاں موجود ہیں۔ ایک پارٹی اسلام پسند ہے جو ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اسی پارٹی میں جماعت اسلامی کا نام سرفہرست ہے۔ علاوہ ازیں جمعیت علماء اسلام اور اس کے گروپ یعنی ہزاروی گروپ اور تھانوی گروپ بھی اسلام پسند ہیں۔ ماضی میں خلافت ربانی پارٹی بھی اسلامی جماعت تھی۔ اسلام پسند جماعتوں کو ملکوں میں زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی۔ بعض پارٹیاں سیکولر نظام کی خواہش مند ہیں۔ سیکولر قسم کی پارٹیاں مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہتی ہیں بعض جماعتیں اعتدال پسند ہیں۔ اعتدال پسند پارٹیوں میں دائیں بازو سے اور بعض بائیں بازو سے تعلق رکھتی ہیں۔''

نظریاتی جماعتوں کے ضمن میں پروفیسر محمد عثمان لکھتے ہیں:۔

''پاکستان کی آبادی شدید مذہبی رجحان رکھتی ہے، اس لیے ریاست میں اسلام کی معاشرتی، معاشی اور اخلاقی قدروں کو رائج دیکھنے کی خواہاں ہے اور مذہب سے بے تعلق بیزار سیاستدانوں کی طرف اس کا میلان کم ہے۔ کچھ جماعتیں پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کی طرح سیاست کو معروف جمہوری بنیادوں پر استوار کرنا چاہتی ہیں، مگر وہ آبادی کی خواہش اور اسلام کی فیض رسانی کے پیش نظر اسلامی اُصولوں کو اپنی سیاست کا رہنما دیکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتیں۔ آپ ایسی جماعتوں کو ''سیاسی مذہبی جماعتیں'' کہہ سکتے ہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کچھ جماعتیں اصلاً دینی ہیں اور سیاست کو دین کے حوالے سے دیکھتی ہیں اور دین کے حوالے ہی سے سیاست کو چلانا چاہتی ہیں۔ ایسی جماعتوں کو آپ "دینی سیاسی جماعتوں" کا نام دے سکتے ہیں۔"

"کچھ جماعتیں ایسی ہیں جو ریاست اور دین کے باہمی تعلقات کی گذشتہ چالیس سالہ تاریخ سے مایوس ہو کر خود کو "سیکولر" کہنا زیادہ مناسب خیال کرتی ہیں۔ یہ جماعتیں بھی اسلام سے بیزار یا بے تعلق نہیں ہیں۔"

"ایسی جماعتیں بھی ہیں جن کی تنظیم بنیاد کے اعتبار سے بائیں بازو سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ لوگ طبقات کی موجودگی کو ہماری زندگی کی اوّلین حقیقت تسلیم کرتی ہیں اور طبقاتی جدوجہد پر ایمان رکھتے ہیں اور ملک کی سالمیت کو سوشلسٹ خطوط پر چلانے کے داعی ہیں یہ لوگ بھی لازماً مذہب کے خلاف نہیں ...... ان کا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں جب ملک واضح طور پر طبقات میں بٹا ہوا ہے، غریب اور پسماندہ طبقوں کی نجات اس میں ہے کہ ملکی سیاست کو اشتراکی بنیاد پر اُٹھایا جائے۔ ایسی جماعتوں کو بائیں بازو کی یا سوشلسٹ جماعتیں کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔"

پروفیسر محمد عثمان "ترقی پسند مذہبی جماعتوں" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"پھر وہ جماعتیں بھی ہیں جو مذہب کو ساتھ لے کر چلتی ہیں مگر ان کے اندر بائیں بازو کے رجحانات بھی ہیں۔ یہ جماعتیں مذہب سے بے تعلق نہیں اور عوام کے مذہبی رجحانات کا احترام کرتی ہیں، مگر انہیں طبقات کا احساس بھی ہے اور جدید دور میں سرمایہ دارانہ معیشت و سیاست کے مقابلے میں اپنے اندر بھی طبقات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان میں جاگیردار بھی ہیں اور بڑے زمیندار بھی اور کچھ بڑے سرمایہ دار اور صنعت کار بھی عیاں ہیں یا درپردہ ان کے ساتھ ہیں اور دینداروں کا بھی ایک خاصہ طبقہ ان جماعتوں میں کام کرتا ہے۔ تاہم مزدور، کسان، عام محنت کش اور غریب طبقے بھی ان جماعتوں میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ ایسی جماعتوں کو "ترقی پسند مذہبی جماعت" کا نام دے سکتے ہیں۔"

"ہمارے ملک میں بعض جماعتیں صوبائی نوعیت کی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود کو کل پاکستان بنیادوں پر استوار کرنے اور ملک کی سیاست میں اپنا رول ادا کرنے کے بجائے صوبائی اُمور اور معاملات تک محدود رکھنے کو باعث فلاح سمجھتی ہیں۔"

خالص مذہبی جماعتوں میں "جماعت اسلامی" سرفہرست ہے، جس نے اگرچہ سیاسی میدان میں زیادہ وقعت حاصل نہیں کی، لیکن وہ مسلسل عوام کی خدمت میں مصروف ہے۔ اس نے قوم پر پڑنے والی ہر بھیڑ (مثلاً سیلاب، ارضی وسماوی آفات کا نزول، جنگ، زلزلہ وغیرہ) میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ دوسری دینی جماعتوں میں جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت مشائخ نے خالص طور پر مذہب کو اپنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوڑھنا بچھونا نہیں بنایا، بلکہ ہمیشہ سیاسی تقاضوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ بعد میں وجود میں آنے والی ایک نام نہاد دینی جماعت "سپاہ صحابہ" نے مذہب کے نام پر تخریب کاری کا رویہ اپنایا اور شیعہ حضرات کو کافر قرار دے کر ان کے چیدہ چیدہ علماء کو قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات نے "سپاہ محمد" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اپنی مدافعت کرتی رہی۔

انتخابات کے مواقع پر تقریباً تمام جماعتیں اسلام کا نعرہ لگاتی ہیں اور اسلام کو خطرے میں قرار دیتے ہوئے وعدہ کرتی ہیں کہ برسر اقتدار آنے پر وہ اسلام کو لاحق ہونے والے تمام خطرات کا قلع قمع کر دیں گی۔ بعض انتخابات کے مواقع پر مختلف پارٹیوں نے متحد ہو کر اسلامی محاذ قائم کیے۔ مثال کے طور پر جنرل ایوب خان کے مخالف سیاستدانوں نے جو تحریک شروع کی وہ بعد میں "تحریک نظام مصطفیٰ" میں بدل گئی۔

خالص دینی جماعتیں، جن میں "جماعت اسلامی" قابل ذکر ہے، سیاست میں زیادہ مقبول نہیں ہو سکی۔ اس نے متعدد بار انتخابات میں حصہ لیا لیکن چند ایک نشستوں کے سوا کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ عوام مذہب سے تو محبت کرتے ہیں لیکن مذہبی جماعتوں کو ووٹ دینے سے ہچکچاتے ہیں۔ کیونکہ مذہبی جماعتیں ان کے ناجائز اعمال و کاروبار میں ان کی کوئی مدد نہیں کرتیں۔ ویسے بھی عوام پر مقامی چودھریوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ جاگیرداروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کو ووٹ دیتے ہیں اور اس چیز کی کوئی پروا نہیں کرتے کہ برسر اقتدار کے بعد وہ اسلام یا اسلامی اقدار کو کیا نقصان پہنچائیں گے۔

سیاستدانوں کی تعلیمی قابلیت:

ہمارے ہاں سیاسی جماعتوں کے شامل سیاسی لیڈر اور کارکن وغیرہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے۔ بعض اوقات جماعت کا لیڈر ان پڑھ یا معمولی پڑھا لکھا ہوتا ہے۔ عام طور پر اس شخص کو لیڈر بنایا جاتا ہے جو پارٹی میں دوسروں سے زیادہ پڑھا لکھا ہو یا ان سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ تاہم سیاسی جماعتوں کے اراکین کی زیادہ تر تعداد ان پڑھ ہوتی ہے اور اکثر اوقات ایسے لوگ بھی قومی یا صوبائی اسمبلیوں کے رُکن منتخب ہو جاتے ہیں، جو صرف "انگوٹھا چھاپ" ہوتے ہیں اور ان میں سے کئی منتخب شدہ اراکین وزارت تک کا عہدہ حاصل کرتے ہیں۔ ماضی میں غلام مصطفیٰ کھر پنجاب کے گورنر بنائے گئے، جو گریجوایٹ بھی نہ تھے۔ گورنر یونیورسٹی کا چانسلر بھی ہوتا ہے اور اسی کے ہاتھ سے ڈگریاں تقسیم ہوتی ہیں جب اہل علم حلقوں نے اعتراض کیا کہ گورنر پنجاب گریجوایٹ تک بھی نہیں ہیں تو کھر صاحب نے بی۔ اے کی جعلی ڈگری حاصل کر لی۔ سابقہ ادوار میں قومی یا صوبائی اسمبلیوں کے اُمیدواروں کے لیے تعلیمی قابلیت کی کوئی شرط نہ تھی۔ پرویز مشرف کے دور میں کونسلرز کے لیے میٹرک اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اُمیدواروں کے لیے گریجوایٹ ہونے کی شرط لگائی گئی تو بے شمار اُمیدواروں نے جعلی ڈگریاں حاصل کر کے کاغذات نامزدگی داخل کروا دیئے اور ان میں سے اکثر اُمیدواران کامیاب بھی ہو گئے۔ بعض منتخب شدہ اراکین کی ڈگریوں اور تعلیمی اسناد کو چیلنج کیا گیا تو اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ اب وہ صاحب اثر و رسوخ بن چکے تھے۔ جن منتخب شدہ اراکین کی تعلیمی قابلیت کو چیلنج کیا گیا، ان میں صاحب دین اور علماء کرام بھی شامل تھے، لیکن انہوں نے بھی ''صاحب دین'' ہوتے ہوئے ناجائز طور پر اسناد اور ڈگریاں حاصل کر کے اپنا دفاع کیا۔

احتساب کا فقدان:

ہمارے ہاں منتخب شدہ نمائندوں اور اسمبلیوں کے اراکین کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ جب وہ برسرِ اقتدار آتے ہیں تو قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ میں شامل ہو جاتے ہیں اور عوام سے بھی دولت ہتھیاتے ہیں۔ ''احتساب'' کے ضمن میں اسد اسلم شیخ لکھتے ہیں کہ:

> ''جمہوریت کا نظام تو خود ہی یہ تقاضا کرتا ہے کہ عوام اپنے نمائندوں کا احتساب کرتے رہیں اور ان پر تنقید کرتے رہیں۔ ان کی کارگذاری پر نظر رکھیں اور جو نمائندگی کا حق ادا نہ کر رہا ہو، اُسے ووٹوں کی طاقت سے بدل دیں۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ وہ اگر اپنی سیاسی طاقت کو انتخابات میں پوری دیانتداری اور دانشمندی سے استعمال کریں تو صاحب کردار لوگ سیاست میں آ سکتے ہیں۔ ملک میں یہ کام اب تک بوجوہ نہیں ہوا، اس لیے بہت سے لوگ دولت اور دھونس دھاندلی کے ذریعے نمائندے بن کر آتے رہے۔ قومی خزانے کو لوٹتے رہے اور انتخابات میں صرف کردہ رقم کو سود در سود کے ساتھ وصول کرتے رہے۔ اس بددیانتی اور چشم پوشی کے نتیجے میں اسمبلیاں بھی رُسوا ہوئیں۔ تقریباً ہر دور میں احتساب ابھی تک نہیں ہوا۔ ماضی میں احتساب پھر انتخاب کا مژدہ بھی عوام کو بنایا گیا، لیکن احتساب ہوا نہ انتخاب۔ صدر اسحاق نے اس کام کو کسی حد تک بہتر طریقے سے انجام دیا۔ 1990ء میں اس غرض سے خصوصی عدالتوں کو قائم کیا گیا اور ان میں کئی اراکین اسمبلی کے خلاف بدعنوانی اور بے ضابطگی کے مقدمات بھی دائر کیے گئے، لیکن بعض وجوہ کی بناء پر یہ عمل بھی مشکوک ہو کر رہ گیا۔''

احتساب عموماً اس جماعت کے خلاف کیا جاتا ہے، جسے اقتدار سے محروم کر دیا گیا ہو اور آنے والی حکومت سابقہ حکومت کے خلاف ہو۔ مارشل لاء کے دور میں جنرل ضیاء الحق نے بھٹو حکومت اور بھٹو کے خلاف بے شمار الزامات پر مشتمل ''وائٹ پیپر'' شائع کیا، جس کا مقصد لوگوں کو صرف پیپلز پارٹی سے متنفر کرنا اور مارشل لاء کو جائز قرار دینا تھا۔

جتھے بندیاں/اتحاد/الائنس:

ہمارے ہاں سیاسی جماعتوں میں جتھے بندیوں کا بہت رواج ہے اور جتھے بندیاں بالعموم انتخابات کے مواقع پر وجود میں آتی ہیں اور ان کا مقصد کسی مضبوط یا برسرِ اقتدار چکنے والی سیاسی پارٹی یا شخصیت کے خلاف مل جل کر کام کرنا ہوتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاسی جتھے بندیوں کی پہلی مثال خواجہ ناظم الدین کے عہد میں نظر آئی۔ خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان کے دور میں ان کے مخالف سیاستدانوں نے متحد ہو کر ان کے خلاف تحریک چلائی، جو ''تحریک ختم نبوت'' کی صورت اختیار کر گئی، جس کے نتیجے میں 6 مارچ 1953ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ پھر محمد علی بوگرہ کے عہد میں مشرقی پاکستان میں ہونے والے انتخابات میں عوامی لیگ، کرشک سرا ملک پارٹی اور دیگر متعدد سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ''جگتو فرنٹ'' کے نام سے متحدہ محاذ قائم کر لیا اور فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ یا مغربی پاکستان کی کسی جماعت کو ووٹ نہیں دیے جائیں گے۔ ان انتخابات کے دوران فسادات بھی ہوئے اور کئی افراد موت کا شکار بھی ہوئے۔ جنرل محمد ایوب خاں کے عہد میں سیاستدانوں کی جتھے بندی ''قومی محاذ'' کے نام سے سامنے آئی، جس میں کونسل مسلم لیگ، عوامی لیگ، نیشنل عوامی پارٹی اور جماعت اسلامی وغیرہ شامل تھیں۔ اس قومی محاذ نے فیصلہ کیا کہ محاذ میں شامل سیاسی جماعتیں آئندہ صدارتی انتخابات کے لیے متفقہ طور پر صرف ایک اُمیدوار نامزد کریں گی۔ اس محاذ نے ایوب خاں کے بالمقابل محترمہ فاطمہ جناح کو صدارتی اُمیدوار نامزد کیا، جو ہار گئیں۔

سب سے مضبوط اتحاد پاکستان پیپلز پارٹی کے برسر اقتدار مسٹر بھٹو کے عہد میں، 1977ء کے انتخابات کے موقع پر وجود میں آیا، جس میں حزبِ اختلاف کی نو سیاسی جماعتیں شامل تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

1- پاکستان جمہوری پارٹی
2- آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس
3- پاکستان مسلم لیگ
4- تحریک استقلال
5- جمعیت علماء اسلام
6- جمعیت علمائے پاکستان
7- جماعت اسلامی
8- پاکستان خاکسار تحریک
9- نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی

قومی اتحاد کا سب سے بڑا مقصد بھٹو حکومت کا خاتمہ تھا۔ اس نے جب تحریک ہڑتالوں اور جلسے جلوسوں کا مظاہرہ کیا تو ملک میں انتشار پھیل گیا۔ سیاسی ملاؤں اور لیڈروں نے بھٹو کو کافر اور اس کے نظام ''سوشلزم'' کو خلاف اسلام قرار دیا تھا، اس لیے مذہب سے دلچسپی رکھنے والے عوام اور ملا بھی اس میں شامل ہو گئے اور قومی اتحاد ''تحریک نظام مصطفیٰ'' میں بدل گیا۔ اس اتحاد کی کارگزاریوں کے طفیل جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

جنرل ضیاء کے عہد میں 1985ء کے انتخابات چونکہ غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے تھے، اس لیے سیاستدانوں کی کوئی جتھے بندی سامنے نہ آئی، تاہم مختلف سیاسی جماعتیں مل کر کسی نہ کسی اُمیدوار کی پشت پناہی اور حمایت کرتی رہیں۔

1988ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی چیئرمین پرسن محترمہ بے نظیر بھٹو قومی اسمبلی کی اُمیدوار تھیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے نام سے سیاستدانوں کی جتھے بندی قائم ہوئی، جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوجود ناکام ہوگئی اور محترمہ بینظیر انتخابات جیت کر ملک کی وزیر اعظم منتخب ہوگئیں۔

1990ء کے انتخابات میں بھی ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے نام سے سیاسی جماعتوں کی جتھے بندی قائم ہوئی، جس کے نتیجے میں اُسے کامیابی حاصل ہوئی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بن گئے۔

1993ء کے انتخابات سے پہلے ''اسلامک فرنٹ'' کے نام سے سیاستدانوں کی جتھے بندی نے حکومت کے خلاف واویلا کیا۔ پھر جب انتخابات کا اعلان ہوا تو اسلامی جمہوری اتحاد پیپلز پارٹی کے بالمقابل تھا۔ اس دفعہ پیپلز پارٹی نے بھی چند جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا کر جتھے بندی قائم کر لی تھی۔ محترمہ بینظیر بھٹو کے اسی عہد میں ''نواز الطاف'' اتحاد قائم ہوا، جن کا مقصد پیپلز پارٹی کی حکومت کی مخالفت کرنا تھا، لیکن یہ اتحاد زیادہ دیر نہ چل سکا۔

1997ء کے انتخابات میں بھی سیاسی جتھے بندیاں دیکھنے میں آئیں۔

سیاسی جتھے بندیوں کے ضمن میں پروفیسر احمد جمال فاروقی لکھتے ہیں کہ:۔

> ''پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں جتھے بندیاں قائم کرنے کا رواج عام ہے۔ جتھے بندیاں صرف انتخابات جیتنے کے لیے قائم کی جاتی ہیں۔ یہ جتھے بندیاں انتخابات کے بعد بالعموم ٹوٹ جاتی ہیں۔ اگر جتھے بندی میں شامل جماعتیں انتخابات جیتنے میں کامیاب ہو جائیں تو برسرِ اقتدار رہنے تک قائم رہتی ہیں، لیکن اس دوران مختلف جماعتوں میں اختلافات رونما ہوتے رہتے ہیں۔''

جتھے بندی کی صورت میں برسرِ اقتدار آنے پر اختلافات اس وقت پیدا ہوتے ہیں، جب وزارتیں اور اعلیٰ عہدوں کی الاٹمنٹ ہوتی ہے۔ جتھے بندی میں شامل جس منتخب شدہ رکن کو اس کی مرضی کے مطابق یا کوئی اور بڑا عہدہ نہیں ملتا وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات پالیسی سازی کے ضمن میں بھی اختلافات رونما ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر برسرِ اقتدار حکومت اپنے اتحاد میں شامل اراکین اسمبلی کو سیاسی رشوتوں سے نوازتی رہتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کے کردار پر تبصرہ:

انسان میں برائیوں کے ساتھ ساتھ اچھائیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔ جو شخص صدق دل سے نیک کام کرتا ہے، اس سے کوئی غلطی بھی صادر ہو جاتی ہے۔ سیاسی جماعتیں بھی انسانوں کا گروہ ہوتی ہیں، اس لیے ان میں بھی اچھائیاں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔ ہر سیاسی جماعت کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ عوام اور معاشرے کی خدمت کرے گی اور ملک کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کے لیے اپنے پیش کردہ بہترین منشور پر عمل کرے گی، لیکن برسرِ اقتدار آنے پر یہ جماعتیں اپنے تمام منشور کو بھول جاتی ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دیتی ہیں۔ تاہم برسرِ اقتدار سیاسی جماعتوں نے ماضی میں بہت سے اچھے کام بھی کیے ہیں، مثال کے طور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ں نے ملک کو دستور (1973ء) دیا۔ جنرل ضیاء کے مارشل لائی عہد میں سیاسی جماعتوں کے بعض اراکین نے پرائیویٹ طور پر ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے میں مدد دی۔ قومی اتحاد اور نواز شریف نے بھی بہت سے مفید کام کیے۔

پروفیسر محمد عثمان اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"پاکستان کی سیاسی جماعتیں، جو ضرورت سے زیادہ تعداد میں ہیں اور جنہوں نے نہایت نامساعد اور مشکل حالات میں بھی اپنا کام جاری رکھا ہے، ایک لحاظ سے مبارکباد کی مستحق ہیں کہ وہ سخت جان ہیں اور ہمت ہارنے والی نہیں، مگر ان کی تنظیم کا درجہ تسلی بخش نہیں اور عوام سے ان کا ربطہ تسلیم بھی کر لیا جائے، پھر بھی اس رابطے میں بڑے خلاء ہیں، جنہیں پُر کیے بغیر چارہ کار نہیں۔ ان جماعتوں کی کارکردگی پر جہاں ان کے اپنے حسن تدبیر و تدبر کی کمی اثر انداز ہوتی ہے، وہاں بین الاقوامی حالات اور فوج اور سول افسر شاہی کا مزاج بھی آڑے آتا ہے اور یہی بدنصیبی کی جڑ ہے۔ تاہم فوج اور سول بیوروکریسی کی تربیت کا فریضہ بھی اپنے آخری تجزیے میں سیاسی جماعتوں کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ اگر وہ بہتر طور پر منظم ہوں گی، زیادہ پختہ بنیادوں پر کام کریں گی، تو ان کے راستے کا سب سے بھاری پتھر بھی ہٹ جائے گا اور رکاوٹ بننے سے اجتناب کرے گا۔ پاکستان کی تاریخ کے پہلے چالیس سال یوں معلوم ہوتا ہے، ضائع ہو گئے ہیں۔ ہماری سیاسی کارکردگی تسلی بخش ثابت نہیں ہوئی۔ ہماری معاشی منصوبہ بندی میں خلوص، بصیرت اور عوام دوستی کی کمی رہی ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی ناکامیوں کی داستان ہے اور اندرونی طور پر ہم قومی یک جہتی کو استوار کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ہم اندرونی طور پر کمزور اور بیرونی طور پر خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ان حالات کو درست کرنا عوام اور سیاسی رہنماؤں کا کام ہے۔ ملازمانِ سرکار کا کام نہیں۔ لہٰذا جس قدر یہ شعور عام ہو کہ ملک کی تقدیر عوام اور ان کے رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے اور ہونی چاہیے، اسی قدر ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے بہتر ہے۔"

برسرِ اقتدار سیاسی جماعتیں:

پاکستان میں جمہوریت (انتخابات) کے ذریعے برسرِ اقتدار آنے والی سیاسی جماعتوں میں صرف دو جماعتیں شامل ہیں۔ ایک پاکستان مسلم لیگ اور دوسرے، پاکستان پیپلز پارٹی ماضی میں یہ دونوں جماعتیں قومی سطح پر برسرِ اقتدار رہ چکی ہیں۔

مسلم لیگ پاکستان کی خالق سیاسی جماعت ہے۔ قیام پاکستان کے بعد یہی جماعت برسرِ اقتدار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئی۔قیام پاکستان کے وقت حضرت قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ کے صدر تھے۔ تقسیم ہند کے وقت برطانوی حکومت کی طرف سے پاکستان کی باگ ڈور انہی کے حوالے کی گئی پاکستان کی پہلی اسمبلی قیام پاکستان سے قبل ۱۹۴۵۔۴۶ء کے انتخابات کے نتیجے میں وجود میں آچکی تھی۔ پاکستان کی پہلی وفاقی قانون ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس قیام پاکستان سے چند روز قبل یعنی ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے زیرِ صدارت کراچی میں منعقد ہوا تھا جماعتی اعتبار سے اسمبلی میں مسلم لیگ کے ارکان کی اکثریت تھی۔اس اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیزالدین تھے۔ یہ اسمبلی پاکستان کا دستور تک مرتب نہ کر سکی۔ مسلم لیگی رہنما وزارتوں پر فائز ہو چکے تھے اور اپنی من مرضی سے حکومت چلانے کے خواہاں تھے اس لیے وہ حکومت پر اسمبلی کو تنقید کو برداشت نہیں کرتے تھے۔حکومت کسی دستور اور قانون کے بجائے اپنے جاری کردہ احکام وفرامین پر عمل درآمد کراتی رہی۔ خارجہ تعلقات کے ضمن میں بھی حکومت خود مختار تھی۔ ان دنوں وزرائے اعظم کی ذاتی شخصیات کے حوالہ سے ہی بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات استوار یا قطع کیے جاتے رہے۔

پاکستان کی دوسری آئین ساز اسمبلی جولائی ۱۹۵۵ء میں وجود میں آئی۔اس دوران مسلم لیگ نے متحدہ محاذ کے ساتھ مل کر حکومت بنائی اور عوامی لیگ نے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا۔اس آئین ساز اسمبلی نے دستور پاکستان ۱۹۵۶ء وضع کیا جسے ۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کرتے ہی منسوخ کر دیا۔

قیام پاکستان سے لے کر ایوب کے مارشل لاء کے نفاذ تک مسلم لیگ نے اپنی کسی نمایاں کارکردگی کا ثبوت نہ دیا۔ یہ جماعت جاگیرداروں اور بڑے بڑے زمینداروں کے گھر کی لونڈی بن کر رہ گئی۔اس ضمن میں پروفیسر محمد عثمان اپنی کتاب ''پاکستانی سیاسی جماعتیں'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

> ''پاکستانی سیاست کے بارے میں دوسری بڑی سچائی یہ ہے کہ اس ملک کو بنانے والی جماعت ہی نے اپنے کرتوتوں سے تھوڑے ہی عرصے میں اس کے زوال کا آغاز کر دیا اور ملک میں سیاسی تنظیم کی کوئی اعلیٰ روایت قائم نہ ہو سکی۔حکمران جماعت مسلم لیگ کے رہنما اور بعض کارکن نئے اور یکدم پیدا ہونے والے وسائل کی فراوانی سے بوکھلا گئے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگے اور وہ اقتدار کا مزہ لوٹنے اور دولت سمیٹنے کے پیچھے لگ گئے اور وہ سیاست جس کو اپنی زندگی اور توانائی کے لیے اصولوں اور ضابطے کی ضرورت تھی' ہوسِ اقتدار کی بھینٹ چڑھ گئی۔ملک میں مسلم لیگ کے علاوہ بھی کچھ سیاسی جماعتیں تھیں اور کچھ جلدی میں معرضِ وجود میں آگئیں مگر مسلم لیگ کی طاقت اور پھیلاؤ کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکتا تھا لہٰذا چند سال تک پاکستان مسلم لیگ پاکستان کے مرکز اور صوبوں پر بلاشرکتِ غیرے مسلط وقابض رہی اور اس مدت میں اس نے اس قدر ٹھوکریں کھائیں' اس قدر غلطیاں کیں' کرنے کے بہت سے کام نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیے اور نہ کرنے کے بہت سے کام کر ڈالے کہ چند سال بعد جب پہلی بار مشرقی پاکستان میں صوبائی انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ کو نہایت شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ۳۶۰ کے ایوان میں مسلم لیگ کو صرف نو نشستیں حاصل ہوئیں' جبکہ اس وقت جیتنے والے متحدہ محاذ میں کیمونسٹوں نے ۲۶ سیٹیں حاصل کی تھیں۔"

بعض مبصرین کا خیال ہے کہ مسلم لیگ نے اپنی تنظیم پر کوئی توجہ نہ دی' کیونکہ جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کی یہ جماعت خود کو حکمران اور عوام کو رعایا (ایک کمتر درجے کی مخلوق) سمجھتی رہی اس کے نزدیک عوام کی حیثیت زرعی غلاموں (کمیوں) اور نوکر چاکروں کی سی تھی۔

سید اصغر علی شاہ جعفری مسلم لیگ کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسلم لیگ کی تمام مرکزی قیادت' ماسوائے قائداعظم محمد علی جناح کے جاگیرداروں اور نوابوں پر مشتمل تھی یہی وجہ ہے کہ قائداعظم کو یہ کہنا پڑا کہ "میرے جیب میں تمام کھوٹے سکے ہیں۔" اس قیادت نے قائداعظم کی راہ میں بھی رکاوٹیں پیدا کیں لہٰذا قائداعظم کی وفات کے بعد مسلم لیگ عملی طور پر بطور جماعت ختم ہوگئی اور عوام سے اس کا رابطہ بالکل ختم ہوگیا اور اس کی تمام سیاست صرف کوٹھیوں اور ڈرائنگ رومز میں بیٹھ کر جوڑ توڑ کرنے تک محدود رہی۔"

ایوب خان نے اپنے مارشلائی دور میں "ایبڈو" (Ebdo) کے تحت بعض سیاسی لیڈروں کو نااہل قرار دے دیا' جن میں مسلم لیگی رہنما بھی شامل تھے پہلے سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کردی گئی پھر بعد میں' ۱۹۶۲ء میں انہیں بحال کر دیا گیا' لیکن جن لیڈروں کو ایبڈو کے تحت نااہل قرار دیا گیا تھا' وہ سیاست میں حصہ نہ لے سکے سیاسی جماعتوں کی بحالی کے بعد ۱۹۶۴ء میں صدارتی انتخاب کا اعلان ہوا تو مختلف سیاسی جماعتوں نے مل کر ایوب خان کے خلاف "قومی محاذ" بنا لیا اور محترمہ فاطمہ جناح کو صدارتی امیدوار کے طور پر الیکشن لڑنے کی دعوت دی۔ تمام کوششوں کے باوجود قومی محاذ ناکام ہوا اور صدر ایوب نے سرکاری مشینری استعمال کر کے الیکشن جیت لیا' اپنی حکومت کو جمہوری حکومت ثابت کرنے کے لیے ایوب خاں نے کنونشن مسلم لیگ بنائی تھی' جسے جاگیرداروں' بڑے بڑے زمینداروں' صنعت کاروں اور بیوروکریسی کی حمایت حاصل تھی۔

کنونشن مسلم لیگ کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صفدر محمود لکھتے ہیں:۔

"تیسری دنیا کے ممالک کی عام سیاسی جماعتوں کی مانند کنونشن مسلم لیگ بھی خودغرض

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاستدانوں پر مشتمل تھی، جن کے پیش نظر نہ کوئی نصب العین تھا اور نہ ہی کوئی اصول ان کا واحد مقصد طاقت کا حصول اور اقتدار کا تحفظ تھا اور انہوں نے ایوب خان کی حکومت سے بہت سے مالی مفادات حاصل کیے۔ اس جماعت کے ایم این اے اور ایم پی اے حضرات کو روٹ پرمٹوں، صنعت اور تجارت کے لائسنسوں کی تقسیم میں ترجیح دی جاتی تھی۔ حکومت ان کو سیاسی رشوت دے کر ان کی حمایت حاصل کرتی تھی۔"

۱۹۶۶ء میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی اور ایوب حکومت کے خلاف جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دوسری طرف جنوری ۱۹۶۹ء میں آٹھ سیاسی جماعتوں نے ایک متحدہ جمہوری مجلس عمل تشکیل دے دی۔ اس متحدہ جمہوری مجلس عمل میں کونسل مسلم لیگ جماعت اسلامی، قومی جمہوری محاذ، عوامی لیگ، نظام اسلام پارٹی، جمعیت العلمائے اسلام، نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی گروپ) اور نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) نے شمولیت کی تھی اس مجلس نے اعلان کیا کہ آئندہ انتخابات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔ اس کا مطالبہ پارلیمانی نظام حکومت کا قیام اور ایوب کی آمرانہ حکومت کا خاتمہ تھا۔ فروری ۱۹۶۹ء میں ایوب خان نے صدارتی انتخاب میں حصہ نہ لینے کا اعلان کیا اور مارچ ۱۹۶۹ء میں حکومت سے مستعفی ہو کر اقتدار جنرل یحییٰ خان کے سپرد کر دیا۔

جنرل یحییٰ کے دور حکومت میں یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو ملک میں سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تو میدان سیاست میں دو بڑی پارٹیاں یعنی عوامی لیگ (مشرقی پاکستان) اور پاکستان پیپلز پارٹی کا طوطی بولنے لگا پھر دسمبر ۱۹۷۰ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے تو مذکورہ دونوں پارٹیوں نے اکثریت سے ووٹ حاصل کیے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی نے عروج حاصل کیا۔ مسلم لیگ کے مختلف گروپوں نے تھوڑی بہت سیٹیں حاصل کیں، جن کی حیثیت پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر تھی پھر جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا تو جنرل یحییٰ نے اقتدار پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھٹو کے حوالے کر دیا، کیونکہ ان کی جماعت نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے تھے۔

پیپلز پارٹی کی حکومت نے "اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، مجریہ ۱۹۷۳ء" دیا اور تقریباً ہر شعبہ میں اصلاحات کیں۔ بہت سی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا اور ملک کو سوشلزم کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی۔

پیپلز پارٹی کے سربراہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر محمد عثمان رقم طراز ہیں کہ:۔

"بھٹو ایک سیاسی آدمی تھا اور ایک سیاسی جماعت کا بانی اور سربراہ لہٰذا وہ سیاسی عمل اور سیاسی جماعتوں کی اہمیت و افادیت سے پوری طرح آگاہ تھا۔ آئین بناتے وقت (۱۹۷۳ء) اور اس کے بعد اور پہلے بھی سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں سے اس کے روابط معقول سیاسی سطح پر تھے، لیکن ۱۹۷۷ء کے انتخابات وجہ نزاع بن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئے۔ ان انتخابات میں ملک کی حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں نے حکومتی پارٹی پر الزام لگایا کہ اس نے انتخابات میں زبردست دھاندلی کی ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے حالات بگڑ گئے۔ بھٹو اور سیاسی جماعتوں میں سمجھوتا ہوتے ہوتے رہ گیا اور فوج کے سربراہ نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔''

جنرل ضیاء الحق کے عہد میں، فروری ۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی کے انتخابات کے نتیجے میں محمد خاں جونیجو ملک کے وزیراعظم بنے۔ ان کا تعلق مسلم لیگ سے تھا بقول شخصے وہ پیر پگارا کے مرید تھے اور پیر پگارا مسلم لیگ کے اپنے ہی قائم کردہ گروپ کے سربراہ تھے بعد میں محمد خاں جونیجو کا گروپ ''مسلم لیگ جونیجو گروپ'' کہلایا۔ ۱۹۸۸ء میں جنرل ضیاء ایک ہوائی حادثے میں ہلاک ہو گئے تو ان کی جگہ غلام اسحاق خاں صدر پاکستان کے عہدہ پر فائز ہوئے انہوں نے ۱۹۸۸ء میں انتخابات کرائے تو پاکستان پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو ملک کی وزیراعظم بنیں ان کی حکومت اگست ۱۹۹۰ء میں برطرف کرنے کے بعد اکتوبر ۱۹۹۰ء میں انتخابات کرائے گئے تو مسلم لیگ کے سربراہ نواز شریف وزیراعظم بنے۔ ان کی مسلم لیگ ''نواز گروپ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ نواز شریف اور صدر اسحاق کے مابین اختلافات کے نتیجے میں ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو قومی اسمبلی ٹوٹ گئی اور پھر ۱۹۹۳ء میں انتخابات منعقد ہوئے، جن کے نتیجے میں محترمہ بینظیر بھٹو دوسری بار ملک کی وزیراعظم بنیں۔ ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو پھر اسمبلی توڑ دی گئی اور ۱۹۹۷ء میں نئے انتخابات کرائے گئے، جن کے نتیجہ میں محمد نواز شریف دوبارہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف حکومت کو ختم کر کے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔

آپ نے دیکھا کہ قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۹۹ء تک، مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی، دونوں ہی باری باری، مختلف اوقات میں برسرِ اقتدار رہیں۔ جنرل ضیاء کے مارشلائی دور کے بعد انتخابات کے نتیجے میں حکومت حاصل کر کے برسرِ اقتدار رہنے کا پیریڈ بہت ہی مختصر ہے۔ محترمہ بینظیر بھٹو بھی دوبار اقتدار میں آئیں اور نواز شریف بھی دوبار وزارت عظمیٰ تک پہنچے۔ اگر یہ پارٹیاں مضبوط اور ہر دلعزیز ہوتیں تو ایسا نہ ہوتا۔ کوئی بھی پارٹی اپنی پانچسالہ مدت پوری نہ کر سکی۔

اسمبلیاں اور مختلف پارٹیوں کی حکومتیں بار بار کیوں توڑی جاتی رہیں؟ حقائق کچھ بھی ہوں ذیل میں ہم اسمبلیاں توڑتے وقت صدر پاکستان کی طرف سے لگائے گئے الزامات کی نشاندہی کرنے جا رہے ہیں۔

(۱) جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۹۷۷ء میں، ملک میں مارشل لاء نافذ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا:۔

''ملک مکمل تباہی کے خطرے سے دوچار تھا اور اس کی سالمیت تک خطرے میں پڑ چکی تھی۔ اگر ہم موجودہ افراتفری اور بے رہروی کو اسی طرح جاری رہنے دیتے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرتی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ بے رہروی بعض خودغرض اشخاص کی افعال وحرکات کا نتیجہ تھی، جنہوں نے سیاسی رہنماؤں کے بھیس میں راہزنی کا شیوہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اختیار کر رکھا تھا اور اپنی ذاتی اغراض پر ملک کے مفاد کو بے دریغ قربان کر رہے تھے ان میں بعض ایسے تھے' جو یہ سمجھتے تھے کہ وہ جو کچھ بھی کریں' انہیں اس کا حق حاصل ہے' کیونکہ وہ پاکستان قائم کرنے کے دعویدار تھے اور بعض ایسے تھے' جو پاکستان کے تخیل ہی کے خلاف تھے۔ وہ علانیہ پاکستان کو توڑنے کی تدبیریں کرتے تھے یا ایسی باتیں کرتے تھے جن سے پاکستان کے مسائل زیادہ سے زیادہ الجھ جائیں۔ ادھر پاکستان کی بے عزم اور کمزور حکومتیں یہ سب کچھ نہایت بزدلانہ طریق پر خاموش دیکھ رہی تھیں۔ حالات خراب سے خراب اور بد سے بدتر ہوتے رہے اور نظم و ضبط اور حکومت کا وقار خاک میں ملتا رہا' لیکن وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔"

(۲) پیپلز پارٹی کی حکومت اور قومی اسمبلی توڑنے کی فوری اور ظاہری وجہ مسٹر بھٹو پر انتخابات میں دھاندلیوں کا الزام تھا۔ ضیاء حکومت نے پیپلز پارٹی کی طرف سے ۱۹۷۷ء میں کرائے جانے والے انتخابات کے حوالے سے "وائٹ پیپر" کئی جلدوں میں شائع کیا بقول محمد علی چراغ' اس وائٹ پیپر میں عوامی حکومت کی بداعمالیوں' دھاندلیوں اور بدعنوانیوں ہی کا ذکر نہیں تھا' بلکہ اس وائٹ پیپر میں کئی دستاویزات بھی جگہ دی گئی تھی۔ نتیجتاً اس وائٹ پیپر میں بھٹو حکومت کا ایک باضابطہ تجزیہ شائع کیا گیا تھا۔ جنرل ضیاء الحق نے ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو اپنی نشری تقریر میں مارشل لاء کا جواز اور پیپلز پارٹی کے خاتمہ کے ضمن میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا:-

"ہمارے عزیز ملک میں ۷ مارچ (۱۹۷۷ء) کو انتخابات ہوئے۔ جن کے نتیجے کو ایک فریق نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انتخابات میں دھاندلی کے الزام نے جلد ہی دوبارہ انتخابات کے مطالبے کی شکل اختیار کر لی۔ اس مطالبے کو تسلیم کرانے کے لیے ایک تحریک چلائی گئی جس کے دوران یہ خیال آرائی بھی کی گئی کہ پاکستان میں جمہوریت نہیں چل سکتی' لیکن میں دلی طور پر سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی بقا جمہوریت اور صرف جمہوریت میں ہے یہی وجہ ہے کہ اشتعال انگیز حالات اور مختلف سیاسی دباؤ کے باوجود افواج پاکستان نے حالیہ ہنگاموں میں اقتدار سنبھالنے سے گریز کیا افواجِ پاکستان کی یہ خواہش اور کوشش رہی کہ سیاسی بحران کا کوئی سیاسی حل تلاش کر لیا جائے اس مقصد کے پیشِ نظر افواجِ پاکستان نے حکومتِ وقت پر کئی بار زور دیا کہ وہ جلد از جلد مذاکرات کے ذریعے سیاسی مخالفین سے کوئی تصفیہ کر لے۔ ان مذاکرات کے لیے وقت درکار تھا' جو افواجِ پاکستان نے نظم و نسق برقرار رکھ کر مہیا کیا۔ بعض حلقوں میں فوج کے اس کردار پر نکتہ چینی بھی کی گئی' لیکن ہم نے یہ سب کچھ اس اُمید پر برداشت کیا کہ یہ وقتی چیز ہے جب قوم اس ہیجانی کیفیت سے نکلے گی تو اسے افواجِ پاکستان کے صحیح اور آئینی کردار کے متعلق تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ میں نے ابھی تک آپ کے سامنے ملک کو درپیش صورت حال کا نقشہ پیش کیا ہے' جس سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ جب سیاستدان ملک کو بحران سے نکالنے میں ناکام ہیں تو افواجِ پاکستان کو خاموش تماشائی بنے رہنا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے یہی وجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ فوج کو مجبوراً مداخلت کرنا پڑی یہ اقدام صرف ملک کو بچانے کے لیے کیا گیا ہے۔"

(۳) ۱۹۸۵ء کے انتخابات کے نتیجے میں محمد خاں جونیجو ملک کے وزیراعظم بنے تھے جنرل ضیاء الحق نے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی اور جونیجو کابینہ دونوں کو برطرف کر دیا اور محمد خان جونیجو کی حکومت پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے:۔

(۱) رشوت کی گرم بازاری

(۲) امن عامہ میں خلل

(۳) نفاذ اسلام میں کوتاہی

جنرل ضیاء الحق نے جونیجو حکومت اور قومی اسمبلی کے خاتمہ کے اعلان میں کہا کہ:۔

"کیونکہ جن اغراض ومقاصد کے لیے قومی اسمبلی منتخب کی گئی تھی' وہ پورے نہیں ہوئے۔ چونکہ ملک میں امن وامان کو صورتِ حال تشویشناک حد تک خراب ہو گئی ہے جس میں بیشمار قیمتی جانوں اور مال کا نقصان ہوا ہے اور چونکہ پاکستان کے شہریوں کی جان ومال اور عزت مکمل طور پر غیر محفوظ ہو گئی تھی اور پاکستان کی یکجہتی اور نظریہ کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا اور چونکہ اخلاق عامہ اس حد تک گر چکا تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور چونکہ میری رائے میں ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی' جس میں حکومت پاکستان آئین کے مطابق نہیں چل سکتی اور انتخابات ضروری ہو گئے تھے' اس لیے میں جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل ۵۸ کی کلاز (2-B) کے تحت حاصل کردہ اختیارات کے تحت فوری طور پر قومی اسمبلی کو توڑتا ہوں' جس کے نتیجے میں کابینہ بھی ٹوٹ گئی ہے۔"

(۴) ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو ملک کی وزیراعظم بنیں اور غلام اسحاق عہدہ صدارت میں فائز ہوئے۔ صدر اسحاق نے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو قومی اسمبلی توڑ دی اور پیپلز پارٹی کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے بینظیر حکومت پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے:۔

"آئین کی خلاف ورزیاں بہت بڑھ چکی تھیں' مرکز اور صوبوں کے باہمی تعلقات مخدوش ہو چکے تھے' سیاسی محاذ آرائی مستقل وطیرہ بن چکی تھی' آئینی اور انتظامی ادارے مفلوج ہو چکے تھے اراکین کی سیاسی وفاداریاں کھلی منڈی میں جانوروں اور مویشیوں کی طرح بیچی اور خریدی گئیں' سینٹ کے وقار کو زک پہنچائی گئی' سندھ میں حکومت امن وامان قائم رکھنے میں ناکام رہی' پلیس منٹ بیورو کے ذریعے لوگوں کو محض سیاسی وابستگی کی بنیاد پر ملازمتیں دی گئیں۔ پیپلز ورکس کے پروگرام کو غلط استعمال کیا گیا' سیاسی بنیادوں پر منظور نظر افراد کو قرضے دلوائے گئے بین الاقوامی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سودوں میں بھی کروڑوں روپے کا کمیشن کھایا گیا اور سیاسی محاذ آرائی' بدامنی' ناانصافی اور حق تلفی کے اس ماحول میں عوام کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ نہ دی گئی۔"

(۵) اکتوبر ۱۹۹۰ء کے انتخابات کے نتیجہ میں آئی جے آئی کی حکومت بنی' جس کے سربراہ میاں محمد نواز شریف وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد صدر غلام اسحاق اور نواز شریف کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے۔ صدر اسحاق نے ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو قومی اسمبلی توڑ کر نواز حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس صدارتی فرمان کو عدالت میں چیلنج کرنے پر نواز شریف کو دوبارہ وزیر اعظم بنایا گیا۔ صدر نے نگران حکومت قائم کر دی اور خود چھٹی پر چلے گئے۔ نگران حکومت نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں انتخابات کروائے' جن کے نتیجے میں محترمہ بینظیر برسر اقتدار آئیں اور سردار فاروق احمد خاں ملک کے صدر منتخب ہوئے کہ ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو صدر پاکستان فاروق احمد لغاری نے قومی اسمبلی توڑ کر بینظیر حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ صدر نے بینظیر حکومت پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے۔

(۱) میر مرتضیٰ بھٹو کو ان کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا' جن میں سابق وزیر اعظم (بینظیر بھٹو) کا بہنوئی بھی شامل تھا' لیکن وزیر اعظم نے اس قتل کا الزام صدر مملکت اور بعض حکومتی اداروں پر عائد کیا۔ اس کے برعکس مقتول مرتضیٰ بھٹو کی بیوہ اور دیگر اعزاء نے آئی بی کے سربراہ مسعود شریف' وزیر اعلیٰ سندھ عبداللہ شاہ' محترمہ کے خاوند ارجمند آصف زرداری اور دوسرے سرکاری حکام پر سازش کا الزام عائد کیا۔

(۲) وزیر اعظم نے سپریم کورٹ کے ججوں کے تقرر کے بارے میں فیصلے کی توہین کی اور اس فیصلے کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

(۳) صدر پاکستان کو اطلاع دیے بغیر کرپشن کے خاتمہ کا بل اسمبلی میں پیش کیا گیا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ ۳۲ ارکان قومی اسمبلی کی شکایت پر سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے کسی بھی جج کو رخصت پر بھیجا جا سکے گا' اس بل کو کابینہ نے منظور کر لیا تھا۔

(۴) عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کی انتظامی مدت گذرنے کے باوجود اسے مکمل نہیں کیا گیا۔

(۵) آئین کے آرٹیکل ۱۴ کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی اور عدلیہ کے ججوں' اعلیٰ فوجی اور سول حکام کے ٹیلیفون ٹیپ کیے گئے اور غیر قانونی طور پر ان کی گفتگو سنی گئی۔

(۶) رشوت ستانی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ قومی سلامتی کو بھی خطرات لاحق ہو گئے تھے۔

(۷) اور پھر جن افراد کے خلاف کرپشن کے الزامات میں فوجداری مقدمات درج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیے گئے انہیں کابینہ میں شامل کیا گیا۔

(۸) پاکستان پٹرولیم لمیٹیڈ اور برما کیسٹرول کے حصص کابینہ اور صدر مملکت کی اجازت کے بغیر فروخت کر دیے گئے' جس وجہ سے قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچا۔

فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے نتیجہ میں میاں نواز شریف ملک کے وزیراعظم بنے جنہیں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جنرل پرویز مشرف نے برطرف کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا وزارت عظمیٰ سے معزولی کے بعد نواز شریف کے خلاف بہت سے ریفرنسز دائر ہو چکے تھے ان کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ انہوں نے جنرل پرویز مشرف کو ان کی عدم موجودگی میں ان کے عہدے سے ڈس مس کر دیا تھا اور جب پرویز مشرف سری لنکا کے دورے سے واپس کراچی پہنچے تو ان کے طیارے کو جس میں دو سو کے قریب عام مسافر بھی شامل تھے پاکستان کے کسی ہوائی اڈے پر اترنے کی پابندی عائد کر دی تھی تاہم جنرل پرویز مشرف کا طیارہ کسی نہ کسی طرح کراچی کے ہوائی اڈے پر اتار لیا گیا نواز شریف کی برطرفی کی بعد ان پر انسداد دہشت گردی کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا عدالت نے انہیں طیارہ سازش کیس میں عمر قید' پانچ لاکھ روپے جرمانہ اور پچاس کروڑ روپے کی جائیداد کی ضبطی کا حکم سنایا۔ انہیں ہیلی کاپٹر کیس میں چودہ سال قید مشقت کا حکم ہوا اور قرار دیا گیا کہ وہ ۲۱ سال کے لئے کسی بھی عوامی عہدے کے لیے نااہل ہیں ان پر اور بھی مقدمات قائم کیے گئے تاہم سعودی حکومت کی مداخلت سے میاں محمد نواز شریف جلا وطن ہو کر بمع اہل وعیال سعودیہ پہنچ گئے اور ابھی تک وہیں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہر سیاسی پارٹی' بالخصوص مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت بے آبرو ہو کر اقتدار سے محروم ہوئی اس صورت حال پر غالب کا یہ مصرع پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔

"بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے"

www.KitaboSunnat.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُسلم لیگ

پس منظر:۔

مغل بادشاہوں کے عہد میں برصغیر پاک وہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے پاؤں پسارنا شروع کر دیے اور پھر آہستہ آہستہ وہ پورے ہندوستان پر قابض ہوگئی آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں مسلمانوں نے جنگِ آزادی کے ذریعے مغل حکومت کو بچانے کی کوشش کی' جو ناکام ہوئی اس جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے "غدر" کا نام دیا جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر پاک وہند پر سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم ہوگئی اور یہاں براہِ راست "تاج برطانیہ" کا تسلط قائم ہوگیا۔

انگریزی عہدِ حکومت میں سرسید احمد خان (۱۸۹۸ء۔۱۸۱۷ء) نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ مسلمانوں کے لیے ان کی جدوجہد "تحریک علی گڑھ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان جب تک انگریزی تعلیم حاصل نہیں کر لیتے' تب تک وہ حکومت میں حصہ دار نہیں بن سکتے اور نہ ہی انگریز کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۸۸۵ء میں مسٹر ہیوم کی رہنمائی میں' ہندوؤں نے "انڈین نیشنل کانگرس" کے نام سے ایک سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی بقول محمد علی چراغ:۔

> "انڈین نیشنل کا قیام مسٹر ہیوم نے شاید اس مقصد کے لیے کیا تھا کہ برعظیم کی تمام اقوام اس میں شریک ہوسکیں گی' لیکن بعد کے برسوں میں ثابت ہوگیا کہ کانگرس محض ایک ایسی جماعت ہے کہ جو صرف ہندوؤں ہی کے حقوق ومفاد کی محافظ ہے آغاز میں کانگرس کے مقاصد میں تھا کہ برعظیم میں بسنے والی تمام اقوام کے تمام متحارب اور متصادم عناصر کو یکجا کیا جائے۔ اس طرح تمام ہندوستانیوں کو ایک قوم بنانے کی کوشش کی جائے۔ ہندوستانیوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ وہ سب بلالحاظ مذہب وملت ایک متحد قوم ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابتدا میں بعض مسلمانوں نے بھی انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی سر سید احمد خاں مسلمانوں کو اس میں شرکت سے منع کرتے رہے انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو وہ سیاست بازی سے الگ رہیں اور اس وقت کا انتظار کریں جب تک ان کی نئی نسل جدید علم فنون' بالخصوص انگریزی زبان و تعلیم سے آراستہ و مسلح ہو کر میدانِ کارزار میں اترنے کے قابل نہیں ہو جاتی۔

احمد و سلیم اپنی کتاب "ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں" میں لکھتے ہیں:۔

"سر سید احمد خاں نے انڈین نیشنل کانگریس کے قیام اور ان مطالبوں سے ان معنوں میں اختلاف کیا کہ ان مطالبات میں مسلمانوں کے لیے جگہ کہاں تھی' جو عددی اعتبار سے اقلیت میں تھے سر سید مسلمانوں کے جداگانہ حقوق کے لیے اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے جمہوری عمل ہی کی نفی کر دی۔ ان کے استدلال کے مطابق انگریز سے تختِ حکومت خالی کرانے کے بعد دو قومیں ایک ہی تخت پر بیٹھ کر مساوی اختیارات کی مالک کس طرح بن سکیں گی؟ لازماً ایک قوم حاکم بنے گی اور دوسری کو محکوم بننا پڑے گا۔ لہٰذا سر سید کے نزدیک جمہوری نظام حکومت کا مقصد ہی غلط تھا اور اس مقصد کی جانب ہر قدم غلط تھا"

سید امیر علی نے ۱۸۷۷ء "میں سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کی بہت سی شاخیں ہندوستان میں پھیل گئیں۔ سید امیر علی کا خیال تھا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور انہیں زیادہ وسائل رکھنے والی ہندو قوم کے مقابلہ میں اپنے مفاد اور اپنے مستقبل کی حفاظت کرنی چاہیے پھر جب سید امیر علی ہائیکورٹ کے جج بنا دیے گئے تو ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۴ء تک وہ اپنے اس منصب کی بنا پر سیاست سے الگ تھلگ رہے' کیونکہ سرکاری ملازمین کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی۔

۱۹۰۳ء میں مسلمانوں نے "سوشیو پالیٹیکل آرگنائزیشن" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی' جس کی شاخیں بہت سے شہروں میں قائم ہو گئی تھیں۔

اب مسلمان نوجوان بیتاب تھے کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس کے مقابلہ میں اپنی ایک علیحدہ سیاسی پارٹی تشکیل دیں۔ محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھتے ہیں:۔

"اکتوبر ۱۹۰۵ء سے پہلے مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت کے قیام کے لیے مسلمان اکابرین کے کئی مشاورتی اجلاس منعقد ہو چکے تھے اور سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز میں مسلمانوں میں کئی طرح کی آراء ابھریں اور اسی طرح پھر اس کے نام کے بارے میں مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ برِ اعظم کے مسلمانوں کی اس سیاسی جماعت کو "محمڈن نیشنل یونین" کا نام دے دیا جائے اور اس کے مقاصد کے لیے یہ طے پایا کہ جماعت مسلمانوں کے مطالبات کی نمائندگی کرے گی اور اسی طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں کی شکایات بھی حکومت تک پہنچائے گی۔ حکومت کی تمام ایسی پالیسیاں کہ جن میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اتحاد و یگانگت کی نشاندہی ہوگی' ان کے نفاذ کے لیے حکومت کے ساتھ تعاون اور حمایت کرے۔ اس مشاورتی اجلاس کے کئی شرکاء نے اس جماعت کے نام پر اعتراض کیا اور کئی ایک نے اس کے مقاصد میں مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے مفادات پر بھی اعتراض کیا' لیکن بالآخر اسی اجلاس میں ''محمڈن نیشنل یونین'' کے بجائے مجوزہ جماعت کا نام ''مسلم لیگ'' رکھ دیا گیا۔ مارچ ۱۹۰۶ء تک یہی نام مسلمان رہنماؤں نے پسند اور منظور کر لیا جون ۱۹۰۶ء میں مولانا محمد علی نے بھی سیاسی جماعت کے لیے ''مسلم لیگ'' کا نام پسند کیا جلد ہی اس جماعت کے اغراض و مقاصد تیار کر کے اخبارات میں بھی چھپوا دیے گئے۔''

آل اِنڈیا مسلم لیگ کا قیام:۔

۲۹ دسمبر ۱۹۰۶ء کو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوا' جس میں مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت کی تشکیل موضوع پر مندوبین کے مابین تفصیلی گفتگو ہوئی اور تمام شرکاء اس بات پر متفق ہو گئے کہ مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت کی تشکیل ازحد ضروری ہے اور اس سیاسی جماعت کا نام ''آل انڈیا مسلم لیگ'' ہونا چاہیے۔

اگلے دن' یعنی ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو نواب وقار الملک مشتاق حسین کے زیر صدارت مسلم لیگ کا تاسیسی اجلاس منعقد ہوا۔

نوابِ وقار الملک کا خطاب:۔

نواب وقار الملک نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

آنریبل نواب سلیم اللہ خان بہادر اور دیگر حضرات

آج ہم سب جس مقصد کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں اور صرف اس لیے ہوئے ہیں کہ ہمیں اس امر کا احساس ہو گیا ہے اب ہمیں ایک مقصد کے لیے اکٹھے ہونا ہے۔ جب نیشنل کانگرس قائم ہوئی تھی' اس امر کا ہمیں اس وقت بھی شدید احساس ہوا تھا۔ اس وقت سرسید احمد خان کہ جنہوں نے مسلمانوں کو اس کانگرس سے علیحدہ رکھنے کے لیے بے مثال خدمات انجام دیں' انہوں نے بھی اپنی بے پناہ سیاسی بصیرت کے باوصف اس صورت حال کو محسوس کر لیا تھا۔ آج سرسید احمد خاں ہم میں موجود نہیں ہیں' لیکن ان کے نظریات کی سچائی آج ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آج بھی مسلمانوں کا یہ ایقان ہے کہ مسلمانوں کے اپنے حقوق کی حفاظت اور مفادات کے حصول اور مسلمانوں کے نظریات کے فروغ کے لیے مسلمانوں کو اپنی ایک جداگانہ تنظیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ آج سے پانچ سال پیشتر ۱۹۰۱ء میں کچھ مسلمان رہنما لکھنؤ میں جمع ہوئے تھے وہ مختلف صوبوں سے آنے والے رہنما بھی محتاط بحث و مباحثہ اور غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ وقت آ گیا ہے کہ وہ کوئی اپنی تنظیم قائم کریں۔ درحقیقت اسی وقت صوبجات متحدہ میں کسی تنظیم کے قیام پر کام ہو رہا ہے۔ اس کی ضرورت اس وقت بھی محسوس ہونے لگی تھی کہ جب بنگال کے دونوں صوبے ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہونے لگے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی نیشنل کانگریس کے بالواسطہ یا بلاواسطہ اثر و نفوذ کے باعث فسادات رونما ہونے لگے تھے۔ اسی طرح جب گورنمنٹ لیجسلیٹو کونسل میں مسلمان نمائندوں کی شمولیت اور ان کی تعداد میں اضافہ کے لیے سوچ رہی تھی' عین اسی وقت مسلمانوں کے ایک نمائندہ وفد نے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو شملہ میں وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔ اس وفد نے ایک جانب اپنے مطالبات کا اظہار کیا اور دوسری طرف وہ جن مشکل حالات میں برعظیم میں زندگی گذار رہے تھے' اس کا ذکر بھی کیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کے جو شرکاء وفد کے لیے جمع ہوئے تھے' انہوں نے ایسے تمام امکانات اور ضروریات پر بڑی زیرک نظری سے غور و فکر کیا کہ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کی خاطر اور اپنے ہم مذہب مسلمانوں کی مدد اور تعاون کی خاطر مستقل بنیادوں پر کس طرح کام کیا جا سکتا ہے۔ انہی لوگوں کے صلاح و مشورے سے ہم آج ڈھاکہ میں جمع ہوئے ہیں کہ اس مقصد کے لیے حتمی خطوط پر کام ہو سکے کہ جسے پہلے ہم التوا میں ڈالتے رہے ہیں۔"

نواب وقار الملک نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"اور اب قبل اس کے کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی عملی کارروائی کا ذکر کروں' یہ کہنا ضرور چاہتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے عام اصول سلطنت چاہے کچھ ہوں اور برٹش نیشن کی لبرٹی اور انصاف پسندی چاہے رعایا کو کسی حقوق کا مستحق بناتی ہوں' لیکن ہم لوگوں کو جو اپنی تاریخی روائتوں کو ابھی بھولے نہیں ہیں اور سلطنت و رعایا کے باہمی تعلقات سے بخوبی واقف ہیں' بطور ایک اصول کے یہ بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ رعایا کے پولیٹیکل حقوق کا پودا صرف وفاداری کی سرزمین میں نشوونما پا سکتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو قبل اس کے کہ وہ اپنے کسی حق کا مطالبہ گورنمنٹ سے کریں' اپنی گورنمنٹ کا سچا وفادار گروہ ثابت کرنا چاہئے۔"

نواب صاحب نے ہندوستان میں مسلمانوں کی عددی حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مسلمان ہندوستان میں اپنی دوسری ہمسایہ قوموں سے ایک خمس کے قریب ہیں اور اس لیے یہ ایک بہت صاف مضمون ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی وقت برٹش حکومت ہندوستان میں قائم نہ رہے' تو اس وقت وہی قوم ملک پر حکمران ہوگی' جو تعداد میں ہم سے چار حصہ زیادہ ہے۔ اور اب صاحبو! ہر ایک شخص اپنے دل میں اس بات پر غور کرے کہ اس وقت ہماری حالت کیا ہو جاوئے گی؟ اس وقت ہماری حالت یہ ہوگی کہ ہماری جان' ہمارا مال' ہماری آبرو اور ہمارا مذہب سب خطرہ میں ہوگا۔ آج جبکہ برٹش کی زبردست سلطنت اپنی رعایا کی محافظ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ جس قسم کی مشکلات بسا اوقات ہم کو اپنے ہمسایہ دوستوں سے پیش آتی رہتی ہیں اس کے نظائر کم وبیش ہر صوبہ میں موجود ہیں' تو وائے اس وقت پر جب کہ ہم کو ان لوگوں کا محکوم ہو کر رہنا پڑے' جو اورنگزیب کا بدلہ صد ہا برس بعد ہم سے لینا چاہتے ہوں اور اس خطرہ سے بچنے کے واسطے جبکہ خدانخواستہ وہ کسی وقت پیش آ جاوے' دوسرا اور کوئی راستہ مسلمانوں کے پاس اس کے سوا نہ ہوگا کہ برٹش جھنڈے کے نیچے اور اس کی حفاظت میں اپنے مالوں اور جانوں کو وقف کر دیں اور ہمارا ایسا کرنا کچھ برٹش لوگوں کے واسطے نہ ہوگا لہٰذا جس وفاداری کا اظہار ہماری طرف سے اپنی گورنمنٹ کی نسبت اس وقت کیا جا رہا ہے' اس کی بہترین ضمانت ہے کہ ہمارا خود نفع اسی میں ہے میں اخیر شخص ہوں گا' اگر اپنے ہمسایوں کو نیت کی نسبت بدگمانی کروں' لیکن بایں ہمہ میں اس واقعی امر کے کہنے میں مطلق پس وپیش کرنا نہیں چاہتا کہ اگر کانگرس کے لیڈروں نے اس دشمنی اور عداوت کے جوش کے فرو کرنے میں آئندہ جلد توجہ نہ کی تو ان کے گروہوں میں اب روز بروز انگریزی حکومت اور انگریزی قوم کے خلاف ترقی پر ہے تو یہ یقینی امر سمجھنا چاہیے کہ یہ جو کچھ اب آج کل ہو رہا ہے' اس سے رعایا کے بڑے گروہ کے دلوں میں بغاوت کا بیج بویا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو برٹش فوج کے ساتھ اس بغاوت کے فرو کرنے کا نہایت ضروری فرض ایک نہ ایک دن ادا کرنا پڑے گا۔''

نواب وقار الملک نے واضح کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کانگرس کو نہ تو اپنا دشمن سمجھتی ہے اور نہ ہی اس سے معاندانہ برتاؤ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے انہوں نے فرمایا:۔

''البتہ ہمارا یہ فرض بھی ضروری ہے کہ جہاں تک ہمارا انفلوئنس کام دے' وہاں تک ہم اپنے دوستوں کو غلط راستہ پر جانے سے روکیں اور بحیثیت ان کے ہمسایہ ہونے کے ان کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آویں اور اپنے حقوق ومقاصد کو ملحوظ رکھ کر سوشل طور پر ان کے ساتھ اپنی ہمدردی کو قائم رکھیں اور کسی معاندانہ برتاؤ سے ان کے ساتھ اجتناب کریں۔ نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ہم کو کانگرس اور اہل کانگرس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے' نہ ان کی جملہ کارروائیوں سے ہم کو اختلاف ہی ہے ہم ان کو اس جدوجہد کے درحقیقت مشکور بھی ہیں' جن سے ملک کو بعض وہ منافع پہنچے ہیں' جن میں مسلمان بھی برابر کے شریک ہیں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی ہم کانگرس کی کارروائی کے کسی حصہ کو واجبی سمجھیں۔ ہم کو جو کچھ کانگرس سے اب اختلاف ہے یا آئندہ اختلاف ہوگا' وہ تین قسم کے امور ہیں۔

اول ان کے وہ مطالبات جن سے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کو خطرہ ہو۔

دوم وہ امور جن سے ہمارے واجبی حقوق معرض تلف میں ہوں۔

سوم ان کی سخت کلامی جو رعایا کی طرف سے سلطنت کی نسبت مسلمان کبھی پسند نہ کریں گے۔''

نواب وقار الملک نے آخر میں مسلمانوں کو صبر وتحمل کا درس دیتے ہوئے فرمایا:۔

''میں بہت زور کے ساتھ آپ صاحبوں سے ضرور یہ عرض کروں گا کہ ہم کو اپنی پولیٹیکل ایسوسی ایشن کی کارروائی میں اعتدال اور ادب کو ہمیشہ اپنا شعار رکھنا چاہیے۔ مجھ کو شملہ ڈیپوٹیشن میں شریک ہونے کی عزت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حاصل تھی اور مجھ کو درحقیقت اس وقت بہت ہی خوشی ہوئی تھی جب ہم لوگوں نے حضور وائسرائے کی زبان سے مشرقی بنگالہ کے مسلمانوں کے اس برتاؤ کی تعریف سُنی جو انہوں نے گذشتہ موقع پر برتا اور تحمل اور اعتدال سے کام لیا اور میں آنریبل نواب خواجہ سلیم اللہ خان بہادر آف ڈھاکہ اور آنریبل سید نواب علی صاحب چودھری کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ان کے انفلوئنس کا نتیجہ تھا اور مجھ کو امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اپنی نسبت گورنمنٹ کے ایسے ہی عمدہ خیالات کو قائم رکھیں گے اور یہی صرف ایک کنجی ان کی کامیابی کی ہے۔"

نواب وقارالملک نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اب میں اجازت دیتا ہوں کہ پروگرام کے مطابق آج کی کارروائی شروع کی جائے۔"

نواب سلیم اللہ خان کا خطاب:۔

نواب وقارالملک مشتاق حسین کے خطاب کے بعد نواب سلیم اللہ خان نے حاضرین جلسہ سے خاطب ہوتے ہوئے فرمایا "اگر ہم روائتی پالیسی پر کاربند رہتے اور تعلیم کی اشاعت سے ہمارے سب قومی مقاصد پورے ہو جاتے تو آج ہمیں کوئی سیاسی جماعت بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ قدم صرف مجبوری کی حالت میں اٹھایا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔صورت حال یہ ہے کہ برطانیہ کا صاحب اقتدار طبقہ ہندوستان کے حقیقی حالات سے بے خبر ہے۔ ان کی نظروں میں خاموشی ہے۔ کام کرنے والے بے لوث کارکنوں کی کوئی قدر نہیں۔ اقلیت کے مفاد کو ایک طاقتور اور اکثریت مسلسل نظر انداز کرتی چلی آ رہی ہے۔ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہماری شکائتیں بالکل جائز ہیں ہمارے بزرگ لیڈر سر سید احمد خاں نے ۱۸۷۷ء میں قوم کو کانگریس میں شریک ہونے سے روکا تھا یہ مشورہ قطعی طور پر صائب تھا۔ انہوں نے خود ۱۸۹۳ء میں "ڈیفنس ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک جماعت بنائی تھی۔ ۱۹۰۱ء میں بھی لکھنؤ میں اس غرض سے مسلمان عمائدین کا ایک اجتماع ہوا تھا۔ آج کل مشرقی بنگال، جس بحران سے گذر رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ایک فیصلہ کن قدم اٹھا کر اپنے آپ کو منظم کریں۔"

نواب سلیم اللہ خاں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"اس وقت ہمارے سامنے چار راستے ہیں:۔

اول: ہم پہلے کی طرح سیاست سے بے تعلق رہیں۔

دوئم: سیاست کے میدان میں داخل ہو کر براہ راست ہندوؤں کی مخالفت شروع کر دیں۔

سوئم: خود بھی کانگریس کے حاشیہ بردار بن جائیں۔

چہارم: اپنی علیحدہ سیاسی جماعت بنائیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کانگرس میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ۱۸۸۷ء سے لے کر اب تک ہم اسی مؤقف پر قائم ہیں۔ صرف ہندوؤں کی مخالفت کرنے کے لیے علیحدہ جماعت بنانا بھی خارج از بحث ہے۔ ہمارے بدترین دشمن بھی ہم پر کسی قوم کی مخالفت کا الزام نہیں دھر سکتے۔ سیاست سے پرے پرے رہ کر بھی دیکھ لیا۔ ہماری خاموشی نے ہمیں کمزور بنا کر ہمیں بہت سی صبر آزما مشکلوں میں ڈال دیا ہے۔ ہم اپنا تحفظ چاہتے ہیں' شر پسندی اور شورش سے دور رہیں گے' سیاست کے میدان میں داخل ہو کر سلامت روی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ ہم متحد ہوں گے ہماری جماعت ایک نمائندہ جماعت ہوگی' جو مسلمانوں کے احساسات کو حکومت تک پہنچائے گی۔ لیگ کی سپرٹ یہ ہوگی:۔

آزاد رو ہوں اور مرا مسلک ہے صُلح کُل
ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے"

قرارداد مسلم لیگ:۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کے جلسہ میں' نواب سلیم اللہ خاں نے حسب ذیل قرارداد پیش کی:۔

"اس امر کا عزم کیا جاتا ہے کہ یہ اجلاس کہ جو ہندوستان کے تمام حصوں کے مسلمانوں مشتمل ہے اور جو ڈھاکہ میں منعقد ہوا ہے' ایک سیاسی ایسوسی ایشن قائم کی جائے گی کہ جس کا نام "آل انڈیا مسلم لیگ" ہو گا۔ درج ذیل مقاصد کے لیے کام کرے گی۔

(۱) ہندوستان کے مسلمانوں میں اس احساس کو اجاگر کرنا کہ وہ حکومتِ برطانیہ سے وفاداری کریں اور کسی آئندہ تجویز و تدبیر کے حوالے سے اگر حکومت کے اداروں سے متعلق کوئی کسی طرح کی غلط فہمی پیدا ہونے لگے تو اسے رد کرنا۔

(۲) مسلمانانِ ہند کے سیاسی حقوق و مفادات کی نمائندگی کرنا اور ان کی حفاظت کرنا۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کی امنگوں اور آرزوؤں کو حکومت تک بہتر طور پر پہنچانا۔

(۳) مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کے فروغ کے لیے مسلمانانِ ہند کے لیے دوسری قومیتوں اور جماعتوں کے جذبات کو کسی طرح کی ٹھیس پہنچائے بغیر کام کرنا۔

مذکورہ قرارداد کی سب سے پہلے حکیم اجمل خاں نے اور بعد میں دیگر حضرات نے تائید و توثیق کی۔

تاسیسی اجلاس کے شرکاء:۔

مسلم لیگ کے تاسیسی اجلاس میں علی گڑھ' لکھنؤ' بنگال' آسام' الٰہ آباد' سہارنپور' ناگپور' برما' مدراس' بمبئی' سہارنپور' امرتسر' لاہور' پشاور اور کراچی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں مندوبین نے شرکت کی' جن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حسب ذیل حضرات کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں:۔

(۱) نواب وقار الملک مشتاق حسین
(۲) نواب سلیم اللہ خاں
(۳) حکیم اجمل خاں
(۴) مولانا ظفر علی خان
(۵) حسین شہید سہروردی
(۶) جسٹس شاہ دین
(۷) نواب محسن الملک
(۸) عبدالرحمٰن صدیقی
(۹) مولانا محمد علی
(۱۰) عبدالعزیز
(۱۱) شوکت علی
(۱۲) سید غلام حسین غازی
(۱۳) سید بقاء الحسن
(۱۴) فضل محمد خاں
(۱۵) شیخ عبداللہ
(۱۶) عبدالسلام رفیقی
(۱۷) عبدالمجید
(۱۸) صاحبزادہ آفتاب احمد خاں
(۱۹) خورشید جی
(۲۰) نواب محمد علی
(۲۱) راجہ نوشاد علی خاں
(۲۲) عبدالکریم
(۲۳) سر رفیع الدین
(۲۴) انوار احمد
(۲۵) چودھری غلام مصطفےٰ
(۲۶) شاہ مصطفےٰ
(۲۷) شمشاد احمد
(۲۸) وزیر حسن
(۲۹) محمد یوسف
(۳۰) ظہور احمد
(۳۱) سید ظہور احمد
(۳۲) نواب علی
(۳۳) محمد علی

دیگر قراردادیں:۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے تاسیسی اجلاس میں بعض دیگر قراردادیں بھی منظور کی گئیں؛ جن میں سے چند قراردادیں یہ تھیں۔(۱) ایک قرارداد میں اس بات کی منظوری دی گئی تھی کہ آل انڈیا مسلم لیگ ایک پراونشل کمیٹی تشکیل دے گی؛ جو چار ماہ کے اندر آل انڈیا مسلم لیگ وضع کرے گی اور اس کی نشر واشاعت کا کام بھی کرے گی۔

(۲) ایک دوسری قرارداد میں کہا گیا تھا کہ پراونشل کمیٹی کسی مناسب موقع اور مناسب جگہ پر ہندوستان بھر کے مسلمانوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ کا اہتمام کرکے اس میں منشور کی منظوری کے لیے کام کرے گی۔

(۳) ایک اور قرارداد منظور کی گئی؛ جو تقسیم بنگال سے متعلق تھی۔اس میں تقسیم بنگال کو مسلمانوں کے حق میں مفید قرار دیا گیا تھا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت کی گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس (۱۹۰۷ء):۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا باقاعدہ اجلاس ۲۹ تا ۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ء کراچی میں منعقد ہوا' جس کی صدارت سر آدم جی پیر بھائی نے کی۔ اس دوروزہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور پر' جو ایک رف ڈرافٹ کی صورت میں مرتب ہو چکا تھا' بحث ومباحثہ کے بعد اس کی حتمی منظوری دی گئی۔

اجلاس ۱۹۰۸ء

آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک عمومی اجلاس ۱۸،۱۹ مارچ ۱۹۰۸ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ہز ہائی نیس سر آغا خاں کو لیگ کا صدر اور میجر سید حسین بگرامی کو اعزازی سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ مذکورہ اجلاس علی گڑھ میں منعقد ہوا تھا اور اس کی صدارت مسٹر شاہ دین نے کی تھی۔ اس اجلاس میں طے پایا کہ تمام صوبوں میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کی جائیں۔ اس سے قبل شملہ وفد میں مسلمان لیڈروں نے جو مطالبات حکومت سے کیے تھے' وہی مطالبات قراردادوں کی صورت میں اس اجلاس میں پیش کیے گئے۔ ان قراردادوں میں ایک قرارداد میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ عدلیہ اور عاملہ کو الگ کر دیا جائے۔

مسلم لیگ کی لندن شاخ کا قیام:۔

مئی ۱۹۰۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ایک شاخ لندن میں قائم ہو گئی۔ اس کے افتتاح میں سید امیر علی اور سید علی حسن بلگرامی نے بھی شرکت کی افتتاحی اجلاس کی صدارت سید امیر علی نے کی لندن شاخ ان نوجوانوں نے قائم کی تھی جو وہاں حصولِ تعلیم کی غرض سے مقیم تھے۔

مسلم لیگ کی لندن شاخ ۱۹۱۲ء تک کافی فعال رہی۔

دوسرا سالانہ اجلاس ۱۹۰۸ء

آل انڈیا مسلم لیگ کا دوسرا سالانہ اجلاس ۳۰ دسمبر ۱۹۰۸ء کو امرتسر میں منعقد ہوا' جس کی صدارت سید علی امام نے کی' جبکہ استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین خان بہادر یوسف شاہ تھے۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ کے دستور کو باضابطہ اپنا لینے کی قرارداد منظور کی گئی۔

اس اجلاس میں سید علی امام نے اپنے خطبۂ صدارت میں کانگرس کے عزائم اور طریق سیاست پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:۔

''برطانوی سلطنت کے اندر رہتے ہوئے ہمیں حکومتِ خود اختیاری صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کی دو بڑی بڑی قوموں کے باہمی اختلافات اس حد تک رفع ہو جائیں کہ ان کے دلوں میں متحدہ قومیت کا جذبہ بیدار ہو جائے' لیکن موجودہ حالات میں یہ امر محال نظر آتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملک کے سب سے ترقی یافتہ صوبے یعنی بنگال کے اندر ایک دل آزار تعصب سے بھرے ہوئے "بندے ماترم" کے نعرے کو قومی نعرہ بنایا جاتا ہے اور "راکھی بندھن" کی فرقہ واریت کو قومی رسم کا درجہ دے دیا جاتا ہے تو میرا دل مایوسی کے جذبات سے بھر جاتا ہے اور میرا یہ شبہ کہ خالص ہندوانہ تصورات کو متحدہ ہندوستانی قومیت کے لبادے میں پیش کیا جا رہا ہے' یقین میں بدل جاتا ہے۔ میں کلکتہ اور پونا میں بسنے والے قوم پرستوں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ مسلمانوں سے یہ توقع کیونکر لگائے بیٹھے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر بندے ماترم کا گیت گائیں یا سیواجی کے اعزاز میں منعقد ہونا ہے والی تقریبوں میں شرکت کریں۔ جس جمہوریت کا راگ الاپا جا رہا ہے وہ مسلمانوں کے لیے صرف آقاؤں کی تبدیلی کا پیغام ہے۔"

سر امام علی نے ہندوؤں کے طعنہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"مسلمانوں کو تو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ ہر پہلو میں اپنے اعمال اور افعال کے لیے مذہب کا جواز تلاش کرتے ہیں' لیکن اس بات کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کا سارے کا سارا نیشنلزم مذہبی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔"

اس جلسہ سے (مولانا) محمد علی جوہر نے بھی خطاب کیا جس میں منٹو مارلے کے منصوبوں اور برطانوی حکومت پر تنقید کی گئی تھی۔ انہوں نے جداگانہ انتخابات سے متعلق بھی گفتگو کی' جسے مسلمان اپنا حق سمجھتے تھے اور حکومت اس مطالبہ کو تسلیم کرنے سے گریزاں تھی۔

جان مارلے سے ملاقات (۱۹۰۹ء)

جنوری ۱۹۰۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی لندن شاخ نے لارڈ مارلے سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا سے ملاقات کی۔ اس وفد کی قیادت سید امیر علی نے کی۔ وفد نے مطالبہ کیا کہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مفادات کو ایک ہی سطح پر تسلیم کیا جائے اور اس مقصد کے لیے مسلمانوں کی جداگانہ نمائندگی کا اصول اپنایا جائے۔ لارڈ مارلے نے لیگی وفد کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد لارڈ مارلے نے وائسرائے ہند لارڈ منٹو کو یہ تجویز بھجوائی کہ مسلمانوں کے لیے آٹھ نشستیں مختص کر دی جائیں لارڈ منٹو میں اپنی اصلاحات ۱۹۰۹ء میں مسلمانوں کے جدا انتخابات کا مطالبہ منظور کر لیا۔

اجلاس ۱۹۱۰ء

۲۹ جنوری ۱۹۱۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک اجلاس دہلی کے سنگرام تھیٹر میں منعقد ہوا' جس کی صدارت سر غلام محمد خاں پرنس آف آرکوٹ نے کی' جبکہ استقبالیہ کمیٹی کی سربراہی کے فرائض حکیم محمد اجمل نے انجام دیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ پر تنسیخ بنگال کا اثر:۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کا اعلان ہوا تھا تو ہندوؤں نے اس پر بہت شور مچایا' کیونکہ اس سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا۔ انہوں نے تنسیخ بنگال کے لیے تحریک جاری رکھی' جس میں کئی انگریز افسروں کو قتل کر دیا گیا۔ ۱۹۱۰ء میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور ملک میں انتشار پھیلا دیا گیا۔ حکومت نے مجبور ہو کر ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔

تقسیم بنگال کی تنسیخ سے مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے محسوس کیا کہ انگریز حکومت محض غیر آئینی دباؤ میں آ کر بلا جواز اپنے فیصلے بدلتی رہتی ہے۔ مسلمانوں' بالخصوص مسلم لیگ میں غم و غصہ کے جذبات اس لیے بھی ابھرے کہ اس نے حکومت سے وفاداری کا عہد کر رکھا تھا' لیکن حکومت نے مسلم لیگ اور مسلمانوں کی وفاداری کو کوئی وقعت نہ دی۔ اس موقع پر نواب سلیم اللہ خاں نے فرمایا کہ:۔

> "تقسیم بنگال کی تنسیخ اشتعال انگیز اور بے اعتمادی کی فضا میں جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے۔ حکومت کے عمل نے عوام الناس پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ حکومت بھی اندھا دُھند مشتعل مخالفتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک سکتی ہے۔"

نواب وقار الملک نے علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے شمارہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۱ء میں لکھا کہ:۔

> "اب یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے کہ مسلمان اب کسی طرح سے حکومت پر کوئی اعتماد یا بھروسا کر سکیں گے بلکہ ایسا سوچنا بھی اب ممکن نہیں ہے۔ اب وہ دن بیت چکے کہ جب حکومت پر کوئی اعتبار کیا جا سکتا تھا۔ اب ہم مسلمان جس طاقت پر بھروسا یا اعتماد کر سکتے ہیں' وہ بفضلِ تعالیٰ مسلمانوں کا اپنا اتحاد ہے۔"

۱۹۱۱ء ہی میں مسلم لیگ کے صدر نبی اللہ نے کہا کہ:۔

> "انگریز حکام دو بڑی قوتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔"

مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلیاں:۔

پروفیسر محمد عثمان اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں لکھتے ہیں:۔

> "۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء تک کا زمانہ بہت ہلچل کا زمانہ تھا۔ تقسیم بنگال کی منسوخی' علی گڑھ کو مسلم یونیورسٹی بنانے میں رکاوٹوں کا سامنا' مسجد کانپور کا واقعہ' جہاں پولیس کی فائرنگ سے کم از کم ۱۱۶ افراد شہید اور ۳۰ زخمی ہوئے اور ترکی کے خلاف بعض یورپی طاقتوں کی جارحیت نے مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی اور مسلم لیگ کی تاسیس کے وقت (۱۹۰۶ء میں) مسلمانانِ ہند نے انگریزی حکومت کے ساتھ جس وفاداری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو ضروری سمجھا تھا' اب وہ غیر ضروری دکھائی دینے لگی تھی' کیونکہ اس مدت میں نہ صرف مسلمانوں کے دل انگریزوں کی طرف سے بھر گئے تھے' بلکہ نئی نسل مروجہ سیاسی نسل سے اپنی بے اطمینانی بلکہ بیزاری کا اظہار کرنے لگی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۳ء کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ کو اپنے مقاصد پر نظر ثانی کرنا پڑی اب تک سرکار انگریزی سے وفاداری اور مسلمانوں میں انگریزی حکومت کے لیے خیر خواہی پیدا کرنا مسلم لیگ کے سہ مقصدی منشور کی پہلی شق تھی۔ اب اس میں ترمیم منظور کر کے تاج برطانیہ کے زیر سایہ خود مختار نظام حکومت کا حصول جو ملک کے مخصوص حالات کے مطابق ہو لیگ کا اولین مقصد قرار پایا۔"

اب مسلم لیگ نے اپنی وفاداری کا مرکز حکومتِ ہند کے بجائے "تاجِ برطانیہ" کو بنالیا۔ یوں "وفاداری" کی پرانی پالیسی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ نے ایک اور قرارداد منظور کی' جس میں ہندوستان کی مختلف قوموں سے خوشگوار تعلقات کی استواری کو عوام کی ترقی کا ذریعہ قرار دیا گیا تھا اور اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ کانگرس اور مسلم لیگ کے قائدین عوامی مسائل کو حل کرنے کی غرض سے مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہیں گے۔

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس (۱۹۱۲ء):۔

دسمبر ۱۹۱۲ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین مولوی بدرالدین حیدر خاں تھے۔ اس اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور میں تبدیلی کرتے ہوئے حکومتِ ہند سے وفاداری کو تاج برطانیہ کی وفاداری میں بدل دیا گیا۔ مسلم لیگ نے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا۔ اس ضمن میں "سوٹ ایبل سلیف گورنمنٹ (Suitable self-Government) کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان میں' ہندوستان ہی کے لوگوں کی اپنی حکومت ہو۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر "سوٹ ایبل" (Suitable) کے لفظ کا مذاق اڑایا گیا اور خود مسلم لیگی رہنماؤں میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ مولانا محمد علی اس کا یہ مطلب لیتے تھے کہ مسلمانوں کو بھی سیلف گورنمنٹ یعنی حکومتِ خود اختیاری میں اپنا مناسب حصہ ملے۔ اختلاف کرنے والوں میں مولانا شبلی نعمانی پیش پیش تھے۔

جناح کی لیگ میں شمولیت:۔

۱۹۱۳ء میں محمد علی جناح (جو بعد میں قائداعظم کے لقب سے مشہور ہوئے) نے آل انڈیا مسلم لیگ میں شمولیت کر لی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ مسلم لیگ کے مارچ ۱۹۱۳ کے اجلاس میں' جو لکھنؤ میں سر محمد شفیع کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا' محمد علی جناح نے مسلم لیگ کا ممبر نہ ہونے کے باوجود شرکت کی تھی اور انہوں نے لیگ کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقاعدہ رکنیت بعد میں اختیار کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد علی جناح ابتدا میں کانگرس کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کے ممبر بھی تھے۔

محمد علی جناح کی لیگ میں شمولیت کے ضمن میں بتایا جاتا ہے کہ:۔

"۱۹۱۳ء کے موسم گرما میں مولانا محمد علی اور وزیر حسن کانپور کی مسجد اور دوسرے قومی معاملات کے متعلق برطانوی حکومت تک مسلمانوں کے جذبات پہنچانے کے لیے انگلستان گئے۔ محمد علی جناح بھی کانگرس کے ایک مشن کے سلسلے میں وہیں قیام پذیر تھے محمد علی اور وزیر حسن دونوں جناح کے پاس پہنچے اور انہیں لیگ میں شریک ہونے پر آمادہ کرلیا۔ اس طرح مسلمانان ہند کے آئندہ "قائداعظم" اس قومی تحریک میں شامل ہو گئے۔"

سید حسن ریاض اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں محمد علی جناح کی لیگ میں شمولیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اپریل ۱۹۱۳ء میں مسٹر جناح" مسٹر گوکھلے کے ساتھ یورپ گئے۔ مسٹر محمد علی (ایڈیٹر کامریڈ) اور سید وزیر حسن، سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ، بہ سلسلہ مسئلہ مسجد کانپور لندن ہی میں تھے۔ مسٹر محمد علی کی تحریک و ترغیب سے مسٹر جناح باضابطہ مسلم لیگ کے ممبر بن گئے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ "ہندوستان کے مشترکہ امور میں مسلم لیگ کی رکنیت مانع نہ آئے۔"

مسز سروجنی نائیڈو کا کہنا ہے کہ:۔

"وزیر حسن اور محمد علی دونوں کو جناح نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "میں لیگ کی رکنیت تو قبول کرتا ہوں، لیکن اس شرط پر کہ اگر کہیں کسی مرحلے پر لیگ اور کانگرس ہو گی تو لیگ نہیں ہو گی۔"

سید حسن ریاض نے مسز سروجنی نائیڈو کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"مسٹر جناح کی افتاد طبیعت سے اس کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر واقعی مسلم لیگ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات تھے تو مسٹر محمد علی کے عہد و پیمان سے وہ رفع کیسے ہو جاتے۔ مسلم لیگ کی رکنیت قبول کرنے کے بعد خود مسٹر جناح کی بھی مسلم لیگ میں وہی حیثیت تھی، جو مسٹر محمد علی کی تھی۔ مسٹر جناح کے اطمینان کے لیے یہ کافی تھا کہ کانگرس اور مسلم لیگ کے ضوابط میں اس کی کوئی ممانعت نہ تھی کہ ایک شخص دونوں انجمنوں کا رکن رہے۔ آئندہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، یہ خود اس کی ذاتی بصیرت پر منحصر تھا، جو مسٹر جناح میں بہت وافر تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں:۔

مسلم لیگ میں آنے کے بعد مسٹر محمد علی جناح نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششیں شروع کر دیں ۱۹۱۵ء میں کانگرس نے اعلان کیا کہ اس کا اجلاس بمبئی میں ہوگا۔ مسٹر جناح نے مسلم لیگ سے کہا کہ وہ بھی اپنا اجلاس بمبئی ہی میں منعقد کرے مسلم لیگ کی کونسل نے مسٹر جناح کی یہ تجویز منظور کر لی۔ سید حسن ریاض اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''مسلمانوں میں بعض گروہ غلط فہمی کی وجہ سے اس کے مخالف تھے اور حکومت کو بھی یہ پسند نہ تھا۔ یہ شہرت دی گئی کہ مسلم لیگ کو کانگرس میں ضم کیا جا رہا ہے مسٹر جناح کو اس کی تردید میں یہ صاف بیان دینا پڑا کہ اشتراکِ عمل مقصود ہے' لیگ کو کانگرس میں ہرگز ضم نہیں کیا جائے گا اور وہ بدستور جداگانہ اور آزاد انجمن رہے گی۔ اس پر بھی مخالفین نے دورانِ اجلاس میں بڑا ہنگامہ کیا۔ بعد میں واقعی یہ ثابت ہو گیا کہ پولیس کمشنر بھی مفسدوں کی مدد کر رہا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ مسلم لیگ کا اجلاس نہ ہو۔ بہر حال دوسرے روز کی کارروائی پنڈال میں نہ ہو سکی۔ ہنگامے کی وجہ سے جلسہ ملتوی کیا گیا اور بقیہ کارروائی کے لیے مسلم لیگ کا جلسہ تاج محل ہوٹل میں ہوا۔''

تاج محل ہوٹل (بمبئی) میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے اس اجلاس میں مسٹر محمد علی جناح نے ایک قرارداد پیش کی کہ ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو دوسری سیاسی جماعتوں کے مشورے سے آئینی اصلاحات کی ایک سکیم مرتب کرے' جس میں مسلمانوں کے مفادات کو ملحوظ رکھا جائے۔ مسلم لیگ کو کانگرس میں ضم کرنے کی افواہ کے ضمن میں محمد علی چراغ اپنی کتاب ''تاریخ پاکستان'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''یکم جنوری ۱۹۱۶ء کو مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس' بمبئی میں اسی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے منعقد ہوا' جس میں واضح کیا گیا کہ مسلم لیگ کا کانگرس سے یہ اتحاد یا اشتراک محض ایک کانفرنس ہے اب صورتِ حال کا تقاضا یہی ہے کہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں برطانوی حکومت کے خلاف متحد ہو جائیں۔''

جب مسلم لیگ کی طرف سے آئینی اصلاحات کے لیے کمیٹی بنانے کی تجویز کانگرس کو موصول ہوئی تو کانگرس نے اپنی کمیٹی کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگ کے مشورے سے سیلف گورنمنٹ کی اسکیم مرتب کرے۔ اس طرح مسلم لیگ اور کانگرس کی تشکیل کردہ کمیٹیوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کر دیا اور بالآخر مذکورہ مقصد کے لیے ایک دستاویز مرتب کر لی۔

اس کے بعد لکھنؤ میں دونوں جماعتوں کے اجلاس ایک ہی جگہ ہوئے۔ وہ اسکیم جو مسلم لیگ اور کانگرس کی کمیٹیوں نے مرتب کی تھی' دونوں جماعتوں نے اسے منظور کر لیا۔ بعد میں یہ اسکیم مسلمانوں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہندوؤں کے مطالبے کی حیثیت میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی اور یہی اسکیم "معاہدہ لکھنؤ" کے نام سے موسوم ہوئی۔

معاہدہ لکھنؤ:۔

کانگرس اور مسلم لیگ کی کمیٹیوں کی مشترکہ طور پر مرتب کردہ اسکیم کی منظوری چونکہ لکھنؤ میں دی گئی تھی، اس لیے اسے "معاہدہ لکھنؤ" کا نام دیا گیا جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) مرکزی قانون ساز ادارے میں ۱۵۰ ارکان ہوں اور ان میں ایک تہائی مسلمان ہوں۔

(۲) مسلمان نمائندوں کا انتخاب جداگانہ بنیادوں پر کیا جائے۔

(۳) مسلمانوں کی نئی صورتِ حال کے تحت ان کا تناسب درج ذیل طریقے سے متعین کیا جائے اور انہیں بعض صورتوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے بھی زیادہ نمائندگی دی جائے:۔

(۱) پنجاب:	۵۰ فیصد
(۲) بمبئی:	۳۳ فیصد
(۳) بنگال:	۴۰ فیصد
(۴) بہار:	۲۵ فیصد
(۵) مدراس:	۱۵ فیصد
(۶) یوپی:	۳۰ فیصد
(۷) سی پی:	۱۵ فیصد

(۴) صوبائی قانون ساز اداروں کے لیے براہ راست طریق انتخاب اپنایا جائے۔

(۵) کوئی بھی مسودۂ قانون تین چوتھائی اراکین کی تائید و اجازت کے بغیر منظور نہ کیا جائے۔

(۶) ہر قانون ساز ادارے کو یہ حق دیا جائے کہ وہ خود اپنا صدر چنے۔

(۷) قانون ساز اداروں کے انتخاب کی مدت پانچ سال ہونی چاہیے۔

(۸) گورنر یا گورنر جنرل کی ویٹو پاور کو محدود اور کم کر دیا جائے۔

(۹) کمشنڈ اور نان کمشنڈ عہدوں پر فوج میں ہندوستانیوں کو بھی بلالحاظ مذہب و ملت مقرر کیا جائے۔

(۱۰) گورنر اپنی انتظامیہ میں قریباً نصف اراکین لازمی طور پر ہندوستانی مقرر کرے۔

(۱۱) عدلیہ اور انتظامیہ یکسر الگ الگ ہوں، لیکن وہ دونوں ہائی کورٹس کے ماتحت رہیں۔

(۱۲) اگر کسی مسودۂ قانون کو مرکزی یا صوبائی قانون ساز ادارہ منظور کر لے تو اسے گورنر جنرل یا گورنر کے ویٹو کے باوجود قانونی حیثیت دے دی جائے۔

(۱۳) بڑے صوبوں میں اراکین کی تعداد کم از کم ۱۲۵ اور چھوٹے صوبوں میں کم از کم پچاس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زائد ہونی چاہیے۔

(۱۴) صوبائی قانون ساز اداروں میں نامزد اراکین کی تعداد زیادہ سے زیادہ پانچواں حصہ ہونی چاہیے۔

(۱۵) ہندوستانی صوبوں کو زیادہ سے زیادہ انتظامی اور اقتصادی اختیارات دیے جائیں۔

(۱۶) سنٹرل لیجسلیٹو کونسل گورنمنٹ آف انڈیا کے عسکری معاملات، بیرونی امور اور سیاسی تعلقات وغیرہ کے امور میں کم سے کم مداخلت کرے۔

(۱۷) سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کے گورنمنٹ آف انڈیا سے ایسے ہی تعلقات ہوں جیسے کہ گورنمنٹ اور اس کی استبدادی حکومت کے ہوتے ہیں۔

تبصرہ:۔

معاہدہ لکھنؤ کے تحت مسلمانوں (مسلم لیگ) کو دو بڑے فائدے ہوئے۔

(۱) یہ کہ کانگرس نے مسلم قومیت کے جداگانہ وجود کو تسلیم کر لیا۔

(۲) یہ کہ مسلم لیگ نے کانگرس کو جداگانہ طریق انتخاب پر رضامند کر لیا۔

معاہدہ لکھنؤ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"معاہدۂ لکھنؤ کے تحت مسلم لیگ اور کانگرس نے جو مشترکہ سکیم پیش کی تھی اس میں چند ایک بنیادی خامیاں بھی موجود تھیں کہ اس سکیم میں ایسے صوبے کہ جہاں مختلف الناصر آبادی ہے وہاں کے لیے کوئی کلیہ قاعدہ متعین نہیں کیا گیا تھا۔ اس سکیم نے بنیادی طور پر زیادہ سے زیادہ اختیار منتخب شدہ ممبران کے لیے تجویز کر دیئے تھے لیکن اس طور حکومت کے معاملے میں بھی یہ کونسل زیادہ قوی ہوگئی تھی۔ گو مسلمانوں نے اقلیتی صوبوں میں نمائندگی کے لحاظ سے بلحاظ آبادی نشستوں پر مشتمل ہے۔

ہوم رول تحریک:۔

ہوم رول تحریک کی سربراہ ایک عیسائی پادری کی بیوی مسز اینی بسنت تھی۔ اس تحریک کے دوران مسلم لیگ اور کانگرس کی کمیٹیوں کے ایک مشترکہ اجلاس میں ہوم رول کے ضمن میں بات چیت ہوئی۔ اسی دوران حکومت نے ہوم رول کی سربراہ مسز اینی کو گرفتار کر لیا، جس پر نوجوانوں نے آفت برپا کر دی۔ مسز اینی کی گرفتاری کے بعد مسٹر محمد علی جناح نے ہوم رول تحریک کی قیادت سنبھال لی اور مسلم لیگ اور کانگرس نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کے سیاست دانوں کا ایک وفد انگلستان روانہ کیا جائے، جو حکومتِ برطانیہ کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کرے کہ ہندستان میں مسلم لیگ اور کانگرس کے حسب منشا سیاسی اصلاحات نافذ کی جائیں۔ تاہم اس منصوبے پر عمل نہ ہو سکا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیگی رہنماؤں کی مسٹر مانٹیگو سے ملاقات:۔

۱۰ نومبر ۱۹۱۷ء کو مسٹر ایڈون ایس مانٹیگو ایک مشن کے ساتھ ہندوستان آئے۔ اس مشن نے نئی اصلاحات کے سلسلے میں ہندوستانی عوام اور مختلف رہنماؤں سے بات چیت کی اور دہلی میں مختلف وفود اور سرکردہ شخصیات کو مدعو کیا۔ اس وفد سے ملاقات کرنے والوں میں مندرجہ ذیل سیاسی رہنما شامل تھے۔

(۱) مسٹر محمد علی جناح
(۲) راجا صاحب آف محمود آباد
(۳) سر محمد شفیع
(۴) سر فضل حسین
(۵) سید حسن امام
(۶) مظہر الحق
(۷) ڈاکٹر انصاری
(۸) مولوی فضل الحق

کانگرس کے رہنماؤں میں کرم چند گاندھی، موہن داس، پنڈت مدن موہن مالویہ وغیرہ نے مسٹر مانٹیگو سے ملاقات کی۔ اسی دوران کانگرس نے اپنے ایک اجلاس میں مطالبہ کیا کہ اصلاحات کے آغاز میں ابتدا کے طور پر کانگریس اور لیگ کی متفقہ سکیم پر عمل کیا جائے۔

مسٹر مانٹیگو مسٹر محمد علی جناح سے بے حد متاثر ہوا جس کا ثبوت اس کی ڈائری میں لکھے ہوئے یہ الفاظ ہیں:۔

''جناح بڑے ہوشیار آدمی ہیں اور یہ بڑا شرمناک ظلم ہے کہ ایسے شخص کے لیے اس کا موقع نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے امور کے انصرام میں شریک ہو۔''

مسٹر جناح کا انتباہ:

جب ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف فسادات برپا کرنا شروع کر دیے اور فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھنے لگی تو مسٹر محمد علی جناح نے ہندوؤں اور حکومت کو باور کرایا کہ:۔

''کیا آپ کے خیال میں حکومت کا دارومدار بیلٹ بکس پر ہے؟ صورتِ حال یہ نہیں ہے، اس لیے مسلمانوں کو ہندوؤں سے کسی طرح خطرے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بھی امکان نہیں ہے کہ ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر کوئی قانون پاس کر کے اسے بس حتمی سمجھ لیں گے۔ کیا آپ کے خیال میں اگر سات کروڑ مسلمان بیلٹ بکس پر کوئی قانون پاس نہیں کر سکتے تو بھلا ایسے میں کوئی قانون اس ملک میں بنا کر نافذ کیا جا سکے گا اگر اس ملک پر ہندوؤں کی اکثریتی حکومت نہیں ہو گی تو مجھے برملا یہ کہنے دیجئے کہ یہاں پر ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کی

Courtesy www,pdfbooksfree:pk

حکومت بھی نہیں ہوگی اور انگریزی حکومت بھی نہیں ہوگی بلکہ اس ملک پر اس ملک کے لوگوں کی حکومت ہوگی۔ میں یہاں محض کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے لوگوں کی ترجمانی کر رہا ہوں اور مجھے اس امر کے اظہار میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ہم ہندوستانی فوری طور پر حکومتِ خوداختیاری کا مطالبہ کرتے ہیں اور اصلاحات کی سکیم کی سفارش کرتے ہیں۔"

مسلم لیگ اور کانگرس کمیٹی کا اجلاس:۔

۱۹۱۶ء میں، مسلم لیگ اور کانگرس کمیٹی کا ایک اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا، جس میں ہوم رول تحریک اور اس کے سرکردہ رہنما مولانا محمد علی کی رہائی کے ضمن میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔

اس اجلاس کے بعد کلکتہ میں مسلم لیگ کانگرس کے سالانہ اجلاس ایک ہی سٹیج پر منعقد ہوئے۔ اس اجلاس میں سر رضا علی نے مسلم لیگ کی طرف سے ایک قرارداد پیش کی، جس میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ آرہ میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے لیکن ہندو لیڈر خاموشی سے دیکھتے رہے اور ان کی مذمت نہ کی۔

وار کانفرنس میں جناح کی قرارداد:۔

۳۰ اپریل ۱۹۱۸ء کو وار کانفرنس کے اجلاس میں مسٹر محمد علی جناح نے ملک میں اصلاحات کے نفاذ کی ایک قرارداد پیش کی، جس پر لارڈ ولنگڈن نے مسلمانوں کے بارے میں انتہائی درشت رویہ اختیار کیا اور مذکورہ قرارداد کو رد کر دیا۔ ولنگڈن نے محمد علی جناح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "جناح جیسے انتہائی دائیں بازو کے لیڈر نے بھی حکومت کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔"

اصلاحات کے بارے میں جناح کا بیان:۔

جون ۱۹۱۸ء میں مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ شائع ہوئی، جس میں مسلم لیگ کے پیش کردہ مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ مسٹر محمد علی جناح نے اصلاحات رپورٹ پر ایک اخباری بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ ترقی کے ساتھ ذمہ دار حکومت کا حصول محض صوبوں تک محدود ہے مسٹر جناح کی رائے یہ تھی کہ لوکل سیلف گورنمنٹ صوبوں اور مرکز میں ایک ساتھ ترقی کرے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ سوائے ان قوانین کے جو ملک کے امن و انتظام اور حفاظت سے متعلق ہیں، کسی میں گورنر جنرل یا اجلاس کونسل کے سرٹیفکیٹ سے کام نہ لیا جائے بلکہ ہر مسودۂ قانون آئینی اور پارلیمنٹری ضوابط کے مطابق منظور کیا جائے۔

احتجاجی جلسہ:۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"۱۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کو لارڈ ولنگڈن کے اعزاز میں استقبالیہ جلسے کا آغاز ہوا، لیکن اس جلسے کے انعقاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے پولیس کی بھاری جمعیت بھی متعین تھی۔ اس کے باوجود جلسے میں محمد علی جناح اور ان کے بااصول ساتھیوں نے اس جلسے کو یکسر ناکام بنا کر اس کے خلاف ایک احتجاجی جلسہ دوسری جگہ پر منعقد کر لیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے اس جلسے کی ناکامی میں اس قدر اہم اور جرأت مندانہ کردار ادا کیا کہ بمبئی کے تمام شہریوں کی وہ آنکھوں کے تارے بن گئے۔ پھر اسی جمہوری فتح اور بیورو کریسی کی شکست پر بمبئی کے شہریوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کی یاد اور جرأت کے حوالے سے ایک ہال تعمیر کیا۔"

رولٹ رپورٹ پر جناح کا احتجاج:۔

جب فروری ۱۹۱۹ء میں سر سڈنی رولٹ کی رپورٹ، جس کی بنیاد پر بعد میں "ایکٹ ریکٹ" منظور ہوا، سامنے آئی تو اہلِ ہندوستان تلملا اٹھے۔ اس میں کہا گیا تھا کہ کسی بھی ہندوستانی کو بغیر وجہ گرفتار کیا جا سکتا ہے اور صفائی کا موقع دیے بغیر سزا دی جا سکتی ہے نیز اس میں ہندوستانیوں پر انفرادی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کی تجویز بھی موجود تھی۔ اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح نے فرمایا:۔

"مجرمانہ سیاسی سازش کا مسئلہ رولٹ کمیٹی نے اس طرح اٹھایا ہے کہ جیسے کچھ جرائم پیشہ قبائل ہم میں فوراً ہی نمودار ہو گئے ہیں اور اب ضروری ہے کہ اس طرح کے ایک فوری قانون کے ذریعے ان کا قلع قمع کیا جائے۔ انگریزوں کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ صرف قانون بنانا اصل مرض کا علاج نہیں، اس لیے حکومت کو اپنی پالیسی پر فی الفور نظر ثانی کرنی چاہیے اور اسے تسلیم کرنا چاہیے کہ کمیٹی نے جو سفارشیں کی ہیں، اسے کوئی بھی مہذب قوم قبول نہیں کر سکتی۔ اگر انگریز نے ان سفارشوں کو قانون کی شکل دے دی تو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگ جانے کی ذمہ داری سراسر حکومت پر ہوگی۔"

"رولٹ ایکٹ" (جس کی بنیاد پر کریمنل ایکٹ نافذ ہوا) کی منظوری کے بعد، مسٹر محمد علی جناح نے امپیریل کونسل میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"اس ایکٹ کے خلاف میری سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ بنیادی اصول قانون کے خلاف ہے، وہ اصول کہ جنہیں انصاف اور آزادی کے اصول کہا جاتا ہے۔ بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کے حق آزادی سے کسی طرح کا بھی مقدمہ چلائے بغیر محروم نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اس ایکٹ کے ذریعے سے انتظامیہ کو اختیارات مل جائیں گے اور عدلیہ ایک طرح سے انتظامیہ کے ماتحت ہو کر رہ جائے گی اور ایسی صورت حال بذاتِ خود ایک بدقسمتی اور قابلِ نفرین ہے۔ ہمارے سامنے ماضی کی مثالیں موجود ہیں کہ جب ایسی صورت پیدا ہوئی تو وہ لعنت بن گئی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ اس طرح کے قانون کی کسی بھی متمدن اور مہذب ملک میں مثال نہیں ملتی۔ کسی دوسرے ملک میں ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ کا اجلاس ۱۹۲۴ء

۱۹۲۴ء میں، آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، جس میں ہندو مسلم فسادات پر اظہار افسوس کیا گیا اور سب جماعتوں سے اپیل کی گئی کہ وہ امن وامان بحال کرنے کے سلسلے میں حتیٰ الوسع کوشش کریں۔ اس اجلاس میں مسٹر محمد علی جناح نے فرمایا:۔

"ہندوستان میں غیر ملکی حکومت کا آغاز اور اس کا جاری رہنا محض اس سبب سے ہے کہ ہندوستان کی قومیں اور بالخصوص ہندو اور مسلمان متحد نہیں ہیں اور ایک دوسرے پر باہم اعتماد نہیں کرتے۔ میں قریب قریب یہ کہنے کی طرف مائل ہوں کہ جس دن ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں گے، ہندوستان کو نوآبادی کے درجے کی ذمہ دار حکومت مل جائے گی۔"

چنانچہ ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ سیاسی میدان میں کوئی ترقی ممکن نہیں، جب تک اس کی بنیاد ہندو مسلم مفاہمت پر قائم نہ کی جائے گی۔

اس اجلاس میں محمد علی جناح نے چند آئینی سفارشات کے نفاذ کا مطالبہ بھی کیا بقول محمد علی چراغ۔ "پہلی چار سفارشات کا تعلق اقلیتوں، خصوصاً مسلمانوں کے حقوق ومفادات کا تحفظ اور جداگانہ انتخاب سے تھا، جبکہ دو سفارشات نئی تھیں اور ان کا تعلق فیڈرل پالیسی اور مسلمانوں کے آئینی حقوق سے تھا کہ آئندہ اگر کسی طرح کی علاقائی یا صوبائی انتظامی ردوبدل ہوتا ہے تو اس ردوبدل میں مسلم اکثریت کے صوبوں پنجاب بنگال اور صوبہ سرحد میں کوئی مداخلت نہیں ہونی چاہیے کہ جس کے باعث ان کے آئینی حقوق متاثر ہوں۔"

ہندو مسلم اتحاد کے لیے جناح کا اضطرار:۔

مسٹر محمد علی جناح مسلم لیگ کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کی انتہائی کوشش کرتے رہے۔ اس ضمن میں سید حسن ریاض اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"ملک کی آزادی کے شوق میں مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایسے مضطر تھے کہ جہاں کہیں ہندوستان کے بڑے لیڈر جمع ہوتے تھے، وہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے ان سے التجائیں کرتے تھے اور اس معاملے میں انہوں نے اپنی طبعی خودداری اور جذبۂ عزتِ نفس کو بھی دبا کر رکھا۔"

اجلاس ۱۹۲۵ء:۔

پروفیسر محمد عثمان مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۵ء کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اگلے سال (یعنی ۱۹۲۵ء میں) مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ اگرچہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جداگانہ طرز انتخاب مسلم لیگ کی پالیسی کا ایک اہم جزو تھا' تاہم قائداعظم نے ہندو مسلم مفاہمت کی خاطر ایک بار پھر کوشش کی کہ اگر کانگرس مسلمانوں کے حقوق پر تسلی بخش رویہ اختیار کرے تو مسلمان جداگانہ طرز انتخاب سے دست کش ہو سکتے ہیں۔"

تجاویز دہلی:۔

۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی کے ویسٹرن ہوٹل میں ہندوستان بھر کے تیس سربرآوردہ رہنماؤں کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا' جس کی صدارت مسٹر محمد علی جناح نے فرمائی۔ طویل بحث و مباحثہ اور غور و فکر کے بعد ایک قرارداد منظور کی گئی کہ مسلمان مندرجہ ذیل اصولوں پر مسائل کا حل قبول کر سکتے ہیں اور مخلوط انتخاب کے مطالبہ سے دستبردار ہو سکتے ہیں:۔

(۱) سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک نیا صوبہ بنا دیا جائے۔

(۲) صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اسی سطح اور معیار کی اصلاحات نافذ کی جائیں' جو دوسرے صوبوں میں ہیں۔

(۳) مرکزی قانون ساز ادارے میں مسلمان نمائندوں کی تعداد کل تعداد کا تیسرا حصہ ہونی چاہیے۔

(۴) پنجاب اور بنگال کے قانون ساز اداروں (کونسلوں) میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے۔

(۵) ایسے صوبے جہاں مسلمانوں کی اقلیت ہے' وہاں پر بھی مسلمانوں کو مناسب نمائندگی دی جائے ایسی ہی نمائندگی صوبہ سندھ کے ہندوؤں کو بھی دی جائے۔

(۶) مرکزی قانون ساز ادارے میں مسلمانوں کی ۳۳ فیصد نمائندگی مخلوط انتخابات کے ذریعے سے دی جائے۔

"تجاویز دہلی" مرتب کرنے کے لیے جو اجلاس منعقد ہوا' اس میں قریباً تیس مسلم لیگی رہنما شامل تھے۔

جن میں حسب ذیل رہنماؤں کے نام قابلِ ذکر ہیں:۔

(۱) سر محمد شفیع

(۲) راجہ صاحب آف محمود آباد

(۳) مولانا محمد علی جوہر

(۴) سردار عبدالقیوم

(۵) ڈاکٹر ایم اے انصاری

(۶) سید عبدالعزیز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) سر محمد یعقوب
(۸) نواب سر ذوالفقار علی خاں
(۹) مولوی شفیع داؤدی
(۱۰) میاں شاہنواز
(۱۱) نواب محمد اسماعیل خاں
(۱۲) سر عبدالرحیم
(۱۳) عبدالمتین چودھری
(۱۴) سردار محمد نواز خاں
(۱۵) خطیب و امام جامع مسجد دہلی
(۱۶) مسٹر محمد علی جناح (صدر جلسہ)

"تجاویز دہلی" کانگرس کو بھجوائی گئیں تا کہ وہ مسلمانوں کے آئینی حقوق و مطالبہ سے آگاہ ہو سکے۔

کانگرس کے رہنماؤں موتی لال نہرو سروجنی نائیڈو اور بعض دیگر ارکان نے ان تجاویز کا خیر مقدم کیا اور اپنے ایک اجلاس میں ان تجاویز کو منظور کر لیا' لیکن ہندو اخبارات اور بعض متعصب ہندوؤں نے ان تجاویز کے خلاف زبردست واویلا کیا' یہاں تک کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف ہنگامے شروع کر دیے۔

مسلم لیگ میں افتراق:۔

"تجاویز دہلی" میں مشروط طور پر جداگانہ انتخاب سے دستبرداری کی شق شامل کی گئی تھی۔ اس پر مسلم لیگ کے بعض رہنماؤں نے اختلاف کیا۔ اس طرح مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹ گئی جن میں ایک گروہ سر محمد شفیع کا تھا جس کا کہنا تھا کہ اگر مخلوط انتخابات کو تسلیم کر لیا گیا تو مسلم نشستوں سے صرف وہی مسلمان منتخب ہوں گے جو ہندوؤں کو پسند ہوں گے۔ اس طرح کانگرس جاہل' بے دین اور اپنے ہمنوا لوگوں کو مسلمانوں کے نمائندوں کے طور پر سامنے لائے گی۔

سر محمد شفیع نے لاہور پہنچ کر تجاویز دہلی کے خلاف ایک مہم شروع کر دی اور اعلان کر دیا کہ مسلمان کسی بھی طرح جداگانہ انتخاب سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ سر محمد شفیع کو علامہ اقبال' سر فضل حسین اور سر آغا خاں کی تائید حاصل تھی۔

سائمن کمیشن اور لیگ:۔

نومبر ۱۹۲۷ء میں "سائمن کمیشن" کی ہندوستان آمد کا اعلان ہوا' جس کا مقصد انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء کی کارکردگی کا جائزہ لینا تھا۔ مسٹر محمد علی جناح نے لیگی رہنماؤں سر علی امام' سر عبدالرحیم اور بعض کانگرسی لیڈروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(سر سیوا سوامی آئیر' سر تیج بہادر سپرو' سر پرشوتم داس' ٹھاکر داس وغیرہ) سے مشورہ کیا پھر ۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو ہونے والی ایک میٹنگ میں حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

"بمبئی کے شہریوں کا یہ اجلاس پر زور طور پر اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ جو قانونی کمیشن بنانے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا اعلان کیا جا چکا ہے' وہ ہندوستان کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے' کیونکہ اس میں سنگین طور پر ایک بار پھر ہندوستان کے لوگوں کے حقوق کو پس پشت ڈالا گیا ہے اور ان کے اس حق سے چشم پوشی کی گئی ہے کہ ان کے لیے مستقبل کے بنائے جانے والے آئین میں اُنہیں کوئی نمائندگی نہیں دی گئی اس اجلاس میں مزید یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ مذکورہ تصریح اور حالات کے تحت ہندوستان کے لوگوں کو اس کمیشن سے کسی بھی طور پر کوئی سروکار نہیں ہے۔"

محمد علی جناح کے اس بیان پر بعض لوگوں نے کڑی تنقید کی اس پر انہوں نے ۳ دسمبر ۱۹۲۷ء کو وضاحت کی کہ:۔

"ہمارے اس بیان سے جو لوگ کوئی غلط مطلب اخذ کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کا غلط رویہ روا نہ رکھیں اور اگر انہیں نے یہ روش جاری رکھی تو یقیناً انہیں مایوسی ہوگی' جیسے کہ انہیں اس امر کا ماضی میں بھی تجربہ ہو چکا ہے۔ میں ہندوؤں سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں کسی طرح کا فیصلہ یا بیان دینے میں احتیاط کریں۔"

دوسری طرف مسلم لیگ کے لیڈر سر محمد شفیع' جو تجاویز دہلی کی مخالفت کی بنا پر مسلم لیگ سے الگ ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی علیحدہ لیگ بنالی تھی (جسے شفیع گروپ کہا جا سکتا ہے) نے دسمبر ۱۹۲۷ء میں لاہور میں ایک جلسہ میں اعلان کیا کہ ان کے ساتھی سائمن کمیشن سے تعاون کریں گے۔ ان کا خیال تھا کہ سائمن کمیشن سے تعاون کر کے آئینی تشکیل و تعمیر میں مسلمانوں کے قومی حقوق و مفادات کے ضمن میں بہتر کوشش کی جا سکے گی۔ اسی اثنا میں آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس میں' جو ۳۰ دسمبر ۱۹۲۷ء کو کلکتہ میں منعقد ہوا اور یکم جنوری ۱۹۲۸ء تک جاری رہا' سائمن کمیشن کو رد کر دینے کا فیصلہ کیا۔

محمد علی جناح اگرچہ سائمن کمیشن کی مخالفت کر رہے تھے' لیکن انہوں نے ۲۰ فروری ۱۹۲۸ء کو اپنے ایک بیان میں کہا کہ وہ سر جان سائمن اور وائسرائے ہند کے اس اعلان کو پڑھ کر متاثر ہوئے ہیں کہ اس وفد سے ملاقات کرنے والے ارکان میں کوئی تفاوت روا نہیں رکھا جائے گا چنانچہ انہوں نے کہا کہ سنٹرل کمیٹی کے اراکین کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ مذاکرات سن سکیں اور سنٹرل کمیٹی کو ثانوی حیثیت دی جائے اور اس کمیٹی سے تعاون کیا جائے۔ انہوں نے تمام ہندوستانیوں کو اتحاد کا مظاہرہ کرنے کا پیغام بھی دیا۔

فروری اور مارچ ۱۹۲۸ء کو دہلی آل پارٹیز کانفرنس میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے مشترکہ طور پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سائمن کمیشن سے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔

نہرو رپورٹ اور مسلم لیگ:۔

کانگرس نے "تجاویز دہلی" کے جواب میں جو تجاویز مرتب کیں "وہ نہرو رپورٹ" کے نام سے مشہور ہوئیں' کیونکہ یہ موتی لال نہرو کی سرکردگی میں مرتب کی گئی تھیں۔ اس مقصد کے لیے وزیر ہند لارڈ برکن نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی' جس میں بعض مسلمان (سید علی امام' شعیب قریشی) بھی شامل تھے۔ اس رپورٹ میں مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب اور ترجیحی بنیادوں پر نشستیں دینے کے مطالبہ کو رد کر دیا گیا۔ مولانا شوکت علی' حسرت موہانی اور سید فضل حسین نے اس رپورٹ کو رد کرتے ہوئے ڈومینین سٹیٹ (Domminion State) کا مطالبہ کر دیا۔ مولانا محمد علی اور محمد علی جناح ان دنوں لندن میں تھے۔ محمد علی جناح نے لندن سے واپسی کے بعد ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ایک پریس انٹرویو میں فرمایا کہ:۔

> "ابھی میں نہرو رپورٹ کو اچھی طرح سمجھ اور ہضم نہیں کر سکا۔ ابھی میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سے معذور ہوں۔ آمدہ دسمبر میں مسلم لیگ کے اجلاس میں یقیناً اس نازک سیاسی صورت حال کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اس وقت بالخصوص میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ زیادہ متفکر نہ ہوں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اتحاد و استحکام برقرار رکھیں۔"

نہرو رپورٹ میں ترامیم کا مطالبہ:۔

مسلم لیگ کی طرف سے محمد علی جناح اور تصدق احمد خاں شیروانی نے نہرو رپورٹ میں مندرجہ ذیل ترامیم کرنے کی تجاویز پیش کیں۔

(۱) مرکزی حکومت کے دونوں ایوانوں میں مسلمانوں کے منتخب نمائندوں کی تعداد ایک تہائی ہونی چاہیے۔

(۲) پنجاب اور بنگال میں جب تک بالغ حق رائے دہی رائج نہیں کیا جاتا' تب تک مسلمانوں کی آبادی کی بنیاد پر ان کے لیے نشستیں مختص کی جائیں۔

(۳) غیر متذکرہ اضافی اختیارات مرکز کے بجائے صوبوں کو تفویض کیے جائیں۔

کانگرس نے ان تجاویز کو رد کر دیا۔

مسلم لیگ کا اتحاد:۔

مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھی' یعنی شفیع گروپ اور جناح گروپ' جناح گروپ نے آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں شمولیت نہ کی تو مارچ ۱۹۲۹ء کو منعقد ہونے والی آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں ایک قرارداد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش کی گئی کہ شفیع لیگ اور جناح لیگ کے دو مختلف وجود ختم کر کے ان کی جگہ ایک ہی مسلم لیگ کو مستحکم کیا جائے چنانچہ مسلم لیگ کی گروپ بندی ختم ہو گئی اور قریباً دو سال کے نفاق کے بعد مسلم لیگ از سرِ نو متحد ہو گئی۔

جناح کے چودہ نکات:۔

مارچ ۱۹۲۹ء میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس دہلی میں منعقد ہوا' جس کی صدارت محمد علی جناح نے فرمائی۔ اس اجلاس میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ:۔

"مسلم لیگ ایک عمیق غور و خوض کے بعد اور بہ عزم کلی اعلان کرتی ہے کہ حکومت ہندوستان کے آئندہ آئین کے سلسلہ میں مسلمانانِ ہند کو کوئی ایسا منصوبہ تسلیم نہیں ہو گا جس میں مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں کو پیش نظر نہ رکھا جائے گا اور جب تک مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے انہیں اس کا جزو نہ بنایا جائے گا۔

(۱) مستقبل کا آئین وفاقی نوعیت کا ہونا چاہیے اور باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو تفویض کر دینے چاہئیں۔

(۲) تمام صوبوں کو یکساں نوعیت کی خود مختاری عطا کی جائے۔

(۳) ملک کی تمام قانون ساز مجالس اور دوسرے منتخب اداروں کی تشکیل ہر صوبہ میں اقلیتوں کو مناسب اور مؤثر نمائندگی دینے کے اصول پر کی جائے' لیکن کسی بھی صوبے میں اکثریت کو اقلیت یا برابری میں تبدیل نہ کیا جائے۔

(۴) مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

(۵) فرقہ وارانہ گروپوں کے لیے نمائندگی جداگانہ انتخاب کی بنا پر جاری رہے' تاہم ہر فرقہ کو اس امر کا اختیار ہو کہ آگے چل کر کسی بھی وقت وہ مشترکہ انتخابات کے حق میں اپنی علیحدہ نیابت سے دستبردار ہو جائے۔

(۶) اگر کسی وقت علاقائی تقسیم نو کی ضرورت محسوس کی گئی تو وہ کسی صورت پنجاب بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کی مسلم اکثریت پر اثر انداز نہیں ہو گی۔

(۷) تمام فرقوں کو پوری مذہبی آزادی' یعنی عقیدہ' عبادت اور ان کی تکمیل' تبلیغ' اجتماع اور تعلیم کی آزادی کی ضمانت حاصل ہو۔

(۸) کسی قانون ساز مجالس یا کسی منتخب ادارہ میں کوئی ایسا مسودہ قانون یا قرارداد منظور نہ کی جائے اگر اس ادارہ کے کسی بھی فرقہ کے تین چوتھائی ارکان اس بنیاد پر اس کی مخالفت کریں کہ وہ مسودہ یا قرارداد ان کے فرقہ کے مفادات کے لیے مضر ہے' یا بصورت دیگر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو ایسے معاملات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے قابلِ عمل اور مفید معلوم ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(۱۰) شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں بھی دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات کی جائیں۔

(۱۱) آئین میں یہ دفعہ ہونی چاہیے کہ اہلیت کے تقاضے محفوظ رکھتے ہوئے تمام سرکاری اور خود مختار اداروں میں مسلمانوں کو اپنے دوسرے ہم وطنوں کے ساتھ مناسب حصہ دیا جائے۔

(۱۲) مسلم ثقافت کے تحفظ اور مسلم تعلیم' زبان' مذہب اور شخصی قوانین کے تحفظ اور فروغ کے لیے آئین میں مناسب اہتمام کیا جائے۔ مسلم خیراتی اداروں کے تحفظ کے ساتھ ہی ساتھ حکومت اور خود مختار اداروں کی طرف سے کماحقہ امدادی عطیات کا بھی اہتمام کیا جائے۔

(۱۳) مرکز یا صوبوں میں کم از کم ایک تہائی مسلم وزیروں کے بغیر کوئی کابینہ نہ بنائی جائے۔

(۱۴) مرکزی مجلسِ قانون ساز وفاقِ ہند کی تاسیس کنندہ ریاستوں کی تائید کے بغیر آئین میں کوئی ترمیم کرنے کی مجاز نہ ہیں"

مذکورہ بالا "چودہ نکات" جناح کے چودہ نکات" یا "قائداعظم کے چودہ نکات" کہلاتے ہیں۔

جناح کا وزیراعظم برطانیہ کے نام خط:۔

مئی ۱۹۲۹ء میں انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ برطانیہ کے وزیراعظم بنے' تو محمد علی جناح نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ ہندوستان کے مسائل کے آئینی حل کے لیے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں اور ہندوستان کے رہنماؤں کا کوئی مشترکہ اجلاس منعقد کیا جائے چنانچہ مسٹر ریمزے نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت عنقریب لندن میں ایک کانفرنس منعقد کرے گی' جس میں ہندوستان اور ریاستوں کے نمائندوں سے مذاکرات کرنے کے بعد متفقہ تجاویز اور سفارشات مرتب کی جائیں گی اور بعد میں انہی تجاویز کی بنیاد پر ہندوستان کا آئین وضع کیا جائے گا۔

گول میز کانفرنسیں:۔

برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف سیاسی رہنماؤں کو برطانیہ میں مدعو کیا اور تین گول میز کانفرنسیں منعقد کیں' جو ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک وقفہ وقفہ سے منعقد ہوتی رہیں۔ پہلی گول میز کانفرنس ۱۹۳۰ء کے آخر میں لندن میں منعقد ہوئی' دوسری ۱۹۳۱ء میں جبکہ تیسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۲ء میں انعقاد پذیر ہوئی۔

پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء تا ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء جاری رہی۔ برطانوی حکومت نے وائسرائے ہند کے مشورہ سے مسلم لیگ اور کانگرس کو دعوت نامے جاری کیے۔ مسلم لیگ کے جن لیڈروں کو دعوت نامے جاری ہوئے' ان میں محمد علی جناح' سر آغا خان' سر شاہنواز' غلام حسین ہدایت اللہ' سر میاں محمد شفیع' چودھری ظفر اللہ خان' مولانا محمد علی جوہر' بیگم شاہنواز' نواب سر احمد سعید چھتاری' راجا شیر محمد اور مولوی فضل الحق شامل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ کانگرس نے گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا' جبکہ مسلم لیگی رہنماؤں میں سے سر آغا خاں' محمد علی جناح' علامہ اقبال' مولانا محمد علی جوہر' سر محمد شفیع' بیگم شاہنواز اور مولانا فضل الحق وغیرہ نے پہلی گول میز میں شرکت کی۔

دوسری گول میز کانفرنس ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء تا یکم دسمبر ۱۹۳۱ء جاری رہی۔ اس کانفرنس میں کانگرس کے بعض رہنماؤں اور مسٹر گاندھی کے علاوہ چند مسلم لیگی رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ مسٹر گاندھی نے خود کو پورے ہندوستان کا واحد نمائندہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر ہندوستان میں کوئی واحد سیاسی جماعت ہے تو وہ صرف کانگرس ہے باقی تمام ذیلی جماعتیں ہیں۔ مسٹر گاندھی نے یہ بھی کہا کہ وہ واحد منتخبہ نمائندے ہیں' اس لیے وہ کانگرس کے مفاد کے علاوہ کسی قسم کی بحث سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گاندھی کے رویہ سے کانفرنس فرقہ وارانہ تعصبات کا شکار ہو گئی۔

دوسری گول میز کانفرنس کے نتائج سے محمد علی جناح اتنے بددل ہوئے کہ انہوں نے لندن ہی میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور پھر وہیں وکالت شروع کر دی اور ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۴ء تک وہیں مقیم رہے۔ اس طرح مسلم لیگ بے یار و مددگار ہو گئی۔

تیسری گول میز کانفرنس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء سے ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء تک جاری رہی' جس میں کانگرس نے شرکت نہ کی تاہم بعض مسلم لیگی رہنماؤں نے اس میں حصہ لیا۔

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۳۰ء

۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۹ تا ۳۰ دسمبر الہ آباد میں منعقد ہوا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کے اجلاس میں علامہ اقبال نے' جو اس جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے' جو خطبہ دیا' اُسے "اقبال کا خطبۂ الہ آباد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اقبال کا خطبۂ الہ آباد:۔

اقبال کا خطبۂ الہ آباد ایک طویل خطبہ ہے' جو انگریزی زبان میں ہے اس خطبہ میں حسب ذیل امور کو موضوع سخن بنایا گیا ہے:۔

(۱) اجتماع کی غرض و غایت
(۲) اسلام اور قومیت
(۳) قومیتِ ہند کی وحدانیت
(۴) ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ریاست کا تصور
(۵) فیڈرل ریاستیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) سائمن رپورٹ اور فیڈریشن
(۷) فیڈرل اسکیم اور گول میز کانفرنس
(۸) مسئلہ دفاع
(۹) ہندوستان کی از سر نو تقسیم
(۱۰) مسئلہ سندھ
(۱۱) صوبہ سرحد
(۱۲) گول میز کانفرنس
(۱۳) خاتمہ سخن

اجتماع کی غرض و غایت:۔

علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں مدعوئین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس بات کا اظہار کرتے ہوئے تا کہ مسلمانان ہند روح اسلامی سے عہد وفا باندھ چکے ہیں فرمایا:۔

''میرا منشاء یہ نہیں ہے کہ میں آپ کے فیصلوں میں آپ کی رہنمائی کروں بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ اس فراست کی روشنی میں جو مجھے حاصل ہے آپ کو اس اصل اساس کا صحیح اور واضح احساس دلا دوں جو ان فیصلوں کی عمومی تشکیل کر سکے۔''

اسلام اور قومیت:۔

علامہ اقبال کے نزدیک ''قومیت'' کا تصور مغربی تصور ''قومیت'' سے مختلف ہے اور یہ تصور وطنیت یا جغرافیائی حدود وغیرہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد شریعت اسلامیہ پر ہے۔ ان کے نزدیک اسلام ایک اخلاقی نصب العین اور ایک خاص قسم کی سیاست کا مجموعہ ہے۔ وہ اسلام کو ایک ایسا معاشرتی نظام قرار دیتے ہیں جو ایک خاص ضابطۂ قانون کے ماتحت ہو اور جس میں ایک مخصوص اخلاقی تخیل کی روح کارفرما ہو۔ انہوں نے ہندوستان میں مسلم سوسائٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

''مسلم سوسائٹی نے اپنی نمایاں ہم آہنگی اور قلبی یک جہتی کے ساتھ جو موجودہ شکل اختیار کی ہے وہ ان آئین و قوانین کے قالب میں ڈھل کر تیار ہوئی ہے جن کا اسلامی کلچر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔''

انہوں نے مغربی نظریہ قومیت (بالخصوص لوتھر کے خیالات) پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی نظریہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''اسلام وحدت اسلامی کی روح اور مادہ دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم نہیں کرتا۔
اسلام میں خدا اور کائنات روح اور مادہ اور مذہب و سیاست میں ناخن اور گوشت کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باہمی تعلق ہے۔اس کے نزدیک انسان کسی ایسی ناپاک دُنیا کا باشندہ نہیں ہے' جسے کسی ایسی مقدس دُنیا کے حصول کی خاطر تیاگ دینا پڑے جو اس دنیا سے الگ کہیں اور واقع ہو اسلام کے نزدیک مادہ روح کی اس صورت کا نام ہے' جو زمان و مکان کے لباس مجاز میں جلوہ فرما ہے۔"

علامہ صاحب نے اسلامی نظام سیاست کو ایک عالمگیر نظام سیاست قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"دنیائے اسلام میں ہمارے پاس ایک عالمگیر نظام سیاست موجود ہے۔ بنیادی اصولوں کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ ان کا سرچشمہ علم الٰہی ہے۔ان بنیادوں پر جو عمارت قائم ہے وہ البتہ ضروریات زمانہ کے اقتضاء کے مطابق ایک نئی روح کی محتاج ہے۔"

علامہ صاحب نے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ حضرات نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اپنے اسی عقیدے میں مایوسی کا کوئی شائبہ نہیں پاتا کہ اسلام ایک زندہ و پائندہ قوت ہے' جو نگہ انسانی کو جغرافیائی حدود و قیود کے تفس سے آزاد ہو کر اسے اس کی فطری وسعتوں میں اذنِ بال کشائی دے گا" جس کا عقیدہ ہے کہ مذہب انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک اہم ترین طاقت کا حامل ہے اور جس کا محکم یقین ہے کہ اسلام خود تقدیر الٰہی ہے' زمانہ کی تقدیریں اس کے ہاتھ میں رہیں گی اور اس کی تقدیر کسی کے ہاتھ میں نہ ہوگی۔"

قومیتِ ہند کی وحدانیت:۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ مذہب ایک نجی معاملہ نہیں ہے' بلکہ اسلام میں مذہب اور اس کے پیدا کردہ معاشرتی نظام میں کچھ ایسا چولی دامن کا ساتھ ہے کہ اگر ایک کو رد کر دیا جائے تو دوسرا خود بخود رد ہو جاتا ہے۔ بنابریں قومیت کے خطوط پر کسی ایسے نظامِ تمدن کی تعبیر جو وحدتِ اسلامی کے اصول سے متصادم ہو' مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔علامہ صاحب نے مسلمانوں کی انفرادی حیثیت اور اتحاد پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندوستان میں اتحادِ قومی یہاں کی مختلف اقوام کے جداگانہ وجود کے انکار میں نہیں' بلکہ ان سب کے تعاون اور ہم آہنگی میں تلاش کرنا چاہیے۔صحیح تدبر کا تقاضا یہی ہے کہ حقائق خواہ کتنے ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں' ان سے چشم پوشی نہ کی جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علامہ صاحب نے اپنے خطبہ میں بار بار مغربی تصور قومیت کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی تصور اُمہ اپنانے اور اس پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی۔

ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہندوستان:۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان میں جماعتی تشکیل کی بناء جغرافیائی حدود نہیں' کیونکہ یہ ایک ایسا براعظم ہے' جس میں مختلف النسل' مختلف اللسان اور مختلف المذاہب لوگوں کی جماعتیں آباد ہیں۔ ان کے نظریہ زندگی کی بنیاد کسی مشترک نسلی شعور پر نہیں ہے' حتیٰ کہ ہندو بھی متحد النسل اور یکساں نظریات کی حامل قوم نہیں ہے' اس لیے ہندوستان میں مغربی اصولوں کے مطابق جمہوریت کی تشکیل ناممکن ہے' جب تک کہ یہاں مختلف فرقوں کی جداگانہ ہستی کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

مسلمانوں کا یہ مطالبہ بالکل حق بجانب ہے کہ ہندوستان کے اندر ایک ''اسلامی ہند'' (Muslim India) کو معرضِ وجود میں لایا جائے۔''

انہوں نے فرمایا:

''میری آرزو یہ ہے کہ پنجاب' صوبہ سرحد' سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد ریاست قائم کی جائے خواہ وہ ہندوستانی حکومت کے زیر سایہ رہے' خواہ سلطنتِ برطانیہ کے زیر اثر مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک متحدہ اسلامی ریاست کا قیام کم از کم اس علاقہ کے مسلمانوں کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔''

کم از کم اس علاقہ کے مسلمانوں کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔''

علامہ صاحب نے کہا کہ کانگرس سمجھتی ہے کہ اس (مذکورہ) تجویز کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہے' کیونکہ اُس کے نزدیک اس طرح انتظامی مشکلات پیدا ہو جائیں گی' علامہ صاحب نے کانگرس کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جہاں تک رقبہ کا سوال ہے' کانگرس کمیٹی کی یہ رائے صحیح ہے' لیکن بلحاظ آبادی مجوزہ ریاست ہندوستان کے بعض موجودہ صوبوں میں سے بھی چھوٹی ہوگی۔ اگر انبالہ ڈویژن اور چند ایسے اضلاع کو' جن میں غیر مسلم آبادی کی اکثریت ہے' اس ریاست سے خارج کر دیا جائے تو یہ رقبہ میں کم ہو جائے گی اور اس میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بڑھ جائے گا۔ جب اس طرح غیر مسلم آبادی کا تناسب بہت کم رہ جائے گا تو یہ متحدہ اسلامی ریاست میں اس قابل ہو جائے گی کہ وہ اپنے علاقہ کے اندر رہنے والی اقلیتوں کو مؤثر تحفظات دے سکے۔ اس تجویز سے نہ تو ہندوؤں کو بدکنا چاہیے اور نہ ہی انگریز کو پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔''

علامہ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

''ہندوستان دُنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے' اس میں اسلام بہ حیثیت ایک تمدنی قوت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسی ایک مخصوص علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے۔ مسلمانانِ ہند کے اس زندہ اور جاندار طبقہ میں کہ جس کے بل بوتے پر یہاں برطانوی راج قائم ہے باوجود یہ کہ برطانیہ نے ان سے بھی منصفانہ برتاؤ نہیں کیا۔ اگر یوں ایک مرکزیت قائم کر دی جائے تو یہ آخر الذکر نہ صرف ہندوستانیوں بلکہ تمام ایشیا کی گتھیاں سلجھادے گا۔ اس سے مسلمانوں میں ذمہ داری کا احساس اور ان کا جذبۂ حب وطن اور بھی زیادہ ہو جائے گا۔ جب اس طرح شمال مغرب کے مسلمانوں کو ہندوستان کے سیاسی نظام میں رہتے ہوئے بڑھنے اور پھولنے کے مواقع حاصل ہوں گے تو وہ ہر بیرونی حملے کے مقابلہ میں‘ خواہ وہ خیالات کا سیلاب ہو یا شمشیر وسنان کا ہجوم‘ ہندوستان کی بہترین مدافعت کر سکیں گے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی چھپن فیصد ہے‘ لیکن ہندوستانی فوج کا چون فیصد حصہ انہی پر مشتمل ہوتا ہے اور اگر وہ انیس ہزار گورکھے علیحدہ کر دیے جائیں جو نیپال کی آزاد ریاست سے بھرتی کیے جاتے ہیں تو پنجاب کے فوجی سپاہیوں کی تعداد ساری ہندوستانی فوج میں باسٹھ فیصد ہو جاتی ہے۔ اس میں ابھی وہ چند ہزار سپاہی شامل نہیں ہیں‘ جو صوبہ سرحد اور بلوچستان سے ہندوستانی فوج میں بھرتی ہوتے ہیں۔ اس سے آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان کو غیر ملکی چیرہ دستی سے محفوظ رکھنے کے لیے شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں میں کس قدر صلاحیت موجود ہے۔‘‘

فیڈرل ریاستیں:۔

علامہ اقبال نے فرمایا کہ:۔

’’ہندوستان میں آب و ہوا‘ نسل‘ زبان‘ معتقدات اور معاشرتی نظام میں گونا گوں اختلافات ہیں۔ اس لیے یہاں کسی دستوری نظام کے لیے صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں زبان‘ نسل‘ تاریخ‘ مذہب کی وحدت اور اقتصادی مفاد کی یکسانیت کی بنیادوں پر خود مختار ریاستیں قائم کی جائیں۔‘‘

علامہ صاحب کا خیال تھا کہ فیڈریشن میں اگر اقوام کی نمائندگی کے بجائے صوبوں کی نمائندگی ہو تو اس طرح سے ہر ایک طبقہ کے مفاد کی صحیح صحیح نمائندگی نہیں ہو سکے گی اور حکومت چند افراد کے ہاتھ میں رہے گی انہوں نے فرمایا:۔

’’اگر موجودہ صوبجاتی تقسیم کے بجائے ہندوستان کی جدید تقسیم مختلف قوموں کی لسانی‘ تمدنی‘ کلچرل اور مذہبی ہم آہنگی کی بنیادوں پر کر دی جائے تو مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ فیڈریشن میں بجائے مختلف اقوام کی نمائندگی کے مختلف علاقوں کی نمائندگی ہو۔‘‘

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سائمن رپورٹ اور فیڈریشن:۔

علامہ صاحب نے بھانپ لیا تھا کہ ہندو مرکز کو بحالتِ موجود قائم رکھنے کے خواہاں ہیں اور وہ فیڈریشن کے بجائے یونیٹری (Unitary) طرز کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں' جس میں تمام صوبے مرکز کے ماتحت رہتے ہیں اور حکومت کی باگ ڈور اسمبلی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ انگریزوں کی خواہش ہے کہ مرکز کی جمہوریت قائم نہ ہو' کیونکہ اس طرح ان کا مفاد مجروح ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر ذمہ دار حکومت قائم ہوگئی تو جو اختیارات ان کے ہاتھ میں رہتے ہیں' وہ ان سے چھن جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جمہوری نظام کو مرکز کے بجائے صوبوں کی طرف منتقل کر دینے کی فکر میں ہیں۔ انہوں نے دورانِ تقریر فرمایا کہ مسلمان فیڈریشن کا مطالبہ اس لیے کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے ہندوستان کا مشکل ترین عقدہ یعنی فرقہ وارانہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

انہوں نے سائمن رپورٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سائمن رپورٹ برائے نام فیڈریشن کے چلمنی پردہ کی آڑ میں موجود برطانوی اقتدار کو قائم رکھنا چاہتی ہے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ اہلِ برطانیہ قدرتی طور پر اس اقتدار سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے' جو انہیں آج تک حاصل رہا ہے اور کچھ اس لیے کہ اگر ہندوستان کی مختلف اقوام میں باہمی سمجھوتا نہ ہو تو اہلِ برطانیہ کو بہانہ مل جاتا ہے۔ کہ موجودہ طاقت اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں۔"

علامہ صاحب نے وحدانی نظام حکومت (Unitary Form) جسے ہندو قائم کرنا چاہتے تھے' کو ناقابلِ التفات قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"فیڈریشن اس قسم کی ہونی چاہیے کہ اس میں باقی ماندہ اختیارات Presidency (powers) کلیتاً خود مختار ریاستوں کے ہاتھ میں رہیں اور مرکزی فیڈرل حکومت صرف انہیں اختیارات کے استعمال کی اہل ہو' جو مختلف آزاد ریاستیں اپنی رضامندی سے اس کی تحویل میں دے دیں۔"

انہوں نے فرمایا:۔

"میں مسلمانانِ ہند کو کبھی ایسے نظام کے منظور کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتا جس میں حقیقی فیڈریشن کا اصول ناپید ہو' یا جس میں مسلمانوں کی انفرادی ملّی ہستی کو تسلیم نہ کیا جائے' خواہ وہ نظام برطانوی الاصل ہو یا ہندی الاصل۔"

فیڈرل سکیم اور گول میز کانفرنس:۔

جب علامہ اقبال آل انڈیا مسلم لیگ میں خطبہ دے رہے تھے' تب برطانیہ میں گول میز کانفرنس جاری تھی پہلے ہندوستانی ریاستوں کو گول میز کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا تھا بعد میں ان کی شمولیت کو ضروری سمجھتے ہوئے انہیں کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی علامہ صاحب نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ:۔

"انگریزوں کی یہ خواہش کہ والیان ریاست آل انڈیا فیڈریشن میں شریک ہو جائیں اور ہندوؤں کا یہ اقدام کہ انہوں نے فیڈرل حکومت کو بلا تأمل منظور کر لیا' خالی از علت نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ والیانِ ریاست' جن میں مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہے' کے فیڈریشن میں شامل ہونے سے دو نتیجے بالکل عیاں ہیں' یعنی یہ چیز ایک طرف ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے علیٰ مالہ استحکام کا بڑا عمدہ ذریعہ بن جائے گی اور دوسری طرف آل انڈیا فیڈرل اسمبلی میں ہندوؤں کو ایک زبردست اکثریت حاصل ہونے کا موجب ہوگی۔"

علامہ صاحب کا خیال تھا کہ انگریز حکومت والیانِ ریاست کے مہروں کی وساطت سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف والیانِ ریاست کو فیڈرل سکیم میں اپنی مطلق العنان حکومت کو برقرار رکھنے کے بہتر احکامات نظر آرہے ہیں' ان کا خیال تھا کہ ہندوستان میں اس وضع کی فیڈرل حکومت کی پالیسی ہندو والیانِ ریاست کے ہاتھ میں ہوگی' کیونکہ فیڈرل اسمبلی میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی اور وہ تمام معاملات میں تاجِ برطانیہ کی حمایت کریں گے۔ نیز وہ ہندوؤں کے مفادات کو ترجیح دیں گے علامہ صاحب نے فرمایا:۔

"اس سکیم کا مقصد یہ ہے کہ برطانوی امپریلزم اور ہندو انڈیا میں ایک ایسا سودا ہو جائے' جس کی رو سے ہندوستان میں انگریز کے وجود کو دائمی بنا دیں اور اس کے صلہ میں ہندوستان میں ہندوؤں کو ایک ایسا نظام حکومت عطا کر دیں' جس میں تمام دیگر اقوام ہندوؤں کی مستقل غلامی کے پھندے میں پھنسی رہیں۔"

علامہ صاحب نے مذکورہ فیڈرل سکیم کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے خیال میں بہترین طریقہ کار یہ تھا کہ سرِدست صرف برطانوی ہند کے صوبوں کی فیڈریشن بنائی جاتی۔ فیڈریشن کی جس سکیم کا آغاز جمہوریت (صوبوں کے منتخب شدہ نمائندوں) اور استبداد (ریاستوں کے نامزد کردہ نمائندوں) کے غیر مقدس اتحاد سے ہوگا' اس سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان وحدانی نظامِ حکومت کے گورکھ دھندے میں الجھا رہے۔ یہ وحدانی نظامِ حکومت انگریزوں کے لیے برطانوی ہند کی سب سے بڑی قوم (ہندوؤں) کے لیے اور والیانِ ریاست کے لیے بہت سے فوائد کا سرچشمہ ثابت ہو سکتا ہے' لیکن مسلمانوں کو اس سے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جب تک انہیں ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے پانچ میں مکمل اختیارات (یعنی باقی ماندہ اختیارات) فیڈریشن کے بجائے صوبوں کی تحویل میں ہوں' اس کے ساتھ اکثریت حاصل نہ ہو جائے نیز فیڈرل اسمبلی کے ارکان کی مجموعی تعداد میں سے ایک تہائی نشستیں نہ مل جائیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسئلہ دفاع:۔

علامہ صاحب نے سائمن کمیشن کی رپورٹ اور دیگر برطانوی نظریات پر دفاع کے حوالہ سے تنقید کرتے ہوئے کہا:۔

''نہرو رپورٹ کے مطابق سرحدی فوج کے مسئلہ کو ایک ایسی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے جس کے عناصر ترکیبی کا فیصلہ باہمی سمجھوتے سے کر لیا جائے۔ اگر یہاں فیڈرل حکومت قائم ہو گئی تو مجھے یقین ہے کہ اسلامی ریاستیں ہندوستان کی حفاظت کے لیے ایک غیر جانبدار ہندوستانی فوج اور غیر جانبدار بحری طاقت کی تعمیر پر بصد خوشی رضامند ہو جائیں گی۔ مغلوں کے عہد میں اس قسم کی غیر جانبدار دفاعی بصد موجود تھی' بلکہ اکبر کے زمانے میں سرحدِ ہند کی محافظ فوج کے تمام جرنیل ہندو تھے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ فیڈرل حکومت کے ماتحت غیر جانبدار ہندوستانی فوج کے پیشِ نظر مسلمانوں کے متعلق ہندوؤں کے یہ شکوک بھی بالکل رفع ہو جائیں گے کہ مسلمانانِ ہند بیرونی حملے کی صورت میں اپنے ماورائے سرحد کے مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔''

دوسری شکل:۔

علامہ صاحب نے اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

''مسلمانوں کا اہم مطالبہ یہ ہے کہ ہندوستان کی از سرِ نو اس انداز پر تقسیم کی جائے کہ اس سے فرقہ وارانہ مسئلہ کا مستقل طور پر حل ہو جائے' یعنی صوبوں کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ ان میں ہر قوم کو اپنی تہذیت کے مطابق اپنی نشوونما میں کامل آزادی حاصل ہو لیکن اگر مسلمانوں کا یہ مطالبہ قابلِ التفات نہ سمجھا جائے تو میں پورے زور کے ساتھ اسلامی مطالبات کی تائید کرتا ہوں' جو آل انڈیا مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کی طرف سے بار بار پیش کیے جا چکے ہیں۔ مسلمانانِ ہند کسی ایسے آئینی تغیر پر ہرگز رضامند نہیں ہو سکتے' جو جداگانہ انتخاب اور پنجاب اور بنگال میں ان کے حقوق اکثریت پر اثر انداز ہو یا اس امر کی ضمانت نہ دے کہ مرکزی مجلس قانون میں ان کی نیابت ایک تہائی یقینی طور پر ہو گی۔''

مسئلہ سندھ و صوبہ سرحد:۔

علامہ اقبال نے خطبۂ الٰہ آباد کے دوران فرمایا:۔

''ہندوستان کے مسلمان کسی ایسے نظام پر رضامند نہیں ہو سکتے' جس میں سندھ کو ایک مستقل صوبہ نہ بنایا جائے اور صوبہ سرحد کی سیاسی حیثیت دوسرے صوبوں کے برابر نہ کر دی جائے۔'' علامہ صاحب نے صوبہ سرحد کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مذمت کرتے ہوئے وہاں بھی اصلاحات کرنے کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ صوبہ سرحد کو بھی دوسرے ہندوستانی صوبوں کی سطح پر لایا جائے۔

گول میز کانفرنس:۔

علامہ اقبال نے برطانیہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں حصہ لیا تھا اور یہ کانفرنس ابھی تک جاری تھی۔انہوں نے گول میز کانفرنس کے نتائج کو ناخوش گوار قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

”لندن میں فرقہ وارانہ مسائل کے متعلق جو بحث وتمحیص ہوئی اس سے یہ حقیقت کہ ہندوستان میں ان دو بڑی تہذیبوں کی حامل اقوام میں کس قدر اصولی اختلافات موجود ہیں' اس انداز سے عریاں ہوگئی کہ اس سے پیشتر شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو۔اس کے باوجود وزیراعظم انگلستان اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریزاں رہے کہ ہندوستان کا مسئلہ قومی مسئلہ نہیں' بلکہ بین الاقوامی مسئلہ ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ وزیراعظم نے کہا کہ میری حکومت کے لیے یہ مشکل ہوگا کہ وہ پارلیمنٹ کے سامنے جداگانہ انتخاب کے حق میں تجاویز پیش کر سکے' اس لیے کہ مخلوط انتخاب کے اصول کو برطانیہ کے خیالات جمہوریت کے ساتھ زیادہ مطابقت حاصل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ وزیراعظم انگلستان نے یہ سوچا ہی نہیں کہ ایک ایسی سرزمین میں' جہاں مختلف قومیں آباد ہوں' برطانوی جمہوریت کے نمونہ پر کوئی نظام حکومت قابلِ عمل نہیں ہوسکتا اور اس نے یہ بھی نہیں سمجھا کہ مخلوط انتخاب تو ایک طرف خود جداگانہ انتخاب بھی اس تجویز کا نعم البدل نہیں ہوسکتا' جو تہذیبی خطوں کے مطابق صوبوں کی ازسرِنو تقسیم پر مشتمل ہے۔“

علامہ صاحب نے فرمایا:۔

> ”جہاں تک میری بصیرت کام دیتی ہے' اس ملک میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک ہندوستان میں بسنے والی مختلف اقوام کو ایسے مواقع بہم نہ پہنچائے جائیں کہ وہ اپنے ماضی کے شجر مقدس سے پیوستہ رہتے ہوئے عصر حاضر کے داعیات کے مطابق خودمختارانہ ملت کی نشوونما کرسکیں۔“

علامہ صاحب نے فرمایا کہ:۔

”ہندوستان کی کوئی دوسری قوم ایسی نہیں جو ہماری طرح یک رنگ وہم آہنگ ہو' بلکہ ہندوستان کی تمام اقوام میں صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جس پر صحیح معنوں میں موجودہ زمانے کے مفہوم کے مطابق لفظ ”قوم“ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔“

علامہ صاحب نے مسلمانوں میں دو کمزوریوں' یعنی صحیح رہنماؤں کا فقدان اور عدم احساس اجتماعیت پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے' ان کمزوریوں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاتمہ سخن:۔

علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہٰ آباد کے آخر میں فرمایا کہ:۔

"ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں پر جو نازک وقت آج آچکا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اندر وحدتِ افکار و عمل پیدا کر کے مکمل طور پر منظم ہو جائیں۔ ان کی یہ تنظیم ملتِ اسلامیہ اور ہندوستان دونوں کے حق میں مفید ہو گی۔ ہندوستان کی سیاسی غلامی ایشیا بھر کے لیے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ بنی رہی ہے اور اس وقت بھی وہی کیفیت ہے۔ اس غلامی نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اس سرزمین کو اظہارِ خودی کی اس مسرت سے یکسر محروم کر دیا ہے' جس کی برکت سے یہ کبھی ایک عظیم الشان اور درخشندہ کلچر کی تخلیق کا موجب بنی تھی جس سرزمین (ہندوستان) کے ساتھ ہمارا جینا اور مرنا وابستہ ہو چکا ہے' اس کی طرف سے ہم پر ایک اہم فریضہ عائد ہوتا ہے علاوہ ازیں ہم پر ایشیا کی طرف سے اور علی الخصوص مسلم ایشیا کی طرف سے بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ تنہا ایک ملک میں سات کروڑ فرزندانِ توحید کی جماعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ تمام ایشیا کے ممالک مجموعی طور پر اسلام کے لیے اتنی گراں بہا متاع نہیں' جتنی کہ ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ۔ اس لیے ہمیں ہندوستان کے مسئلہ کو صرف اس زاویہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں اسلام کا کیا حشر ہو گا۔ بلکہ اپنی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس نکتۂ خیال سے بھی کہ ہماری موت و حیات کا عالمِ اسلامی پر کیا اثر ہو گا۔ ہندوستان اور ایشیا کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان سے ہم کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے ہم سب منظم طور پر عزم نہ کر لیں۔ ہندوستان کے دیگر سیاسی گروہوں میں ہماری مستقل ہستی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم منظم ہوں' متحد ہوں اور ہم آہنگ ہوں۔"

آخر میں علامہ صاحب نے ایک آیتِ قرآنی پیش کی' جس میں اجتماعی خودی قائم کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے:۔

"اپنی خودی کا استحکام کرو' اگر تم صحیح راستہ پر گامزن ہو گے تو کوئی غلط راستہ پر چلنے والا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

مسلم لیگ کی تنظیمِ نو

قائداعظم محمد علی جناح ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۴ء تک برطانیہ میں مقیم رہے ان کی وطن غیر حاضری میں مسلم لیگ بے یار و مددگار رہی اور گروپ بندی کا شکار ہو گئی ایک گروپ کے سربراہ حافظ ہدایت اللہ اور دوسرے گروپ کے رہنما میاں عبدالعزیز تھے۔ اس صورتِ حال میں علامہ اقبال اور لیاقت علی خاں کے علاوہ بعض دیگر ہمدردانِ قوم میں قائداعظم محمد علی جناح کو خطوط لکھے' جن میں اپیل کی گئی تھی کہ وہ ہندوستان لوٹ آئیں اور مسلم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیگ کی صدارت سنبھال کر مسلمانوں کی قیادت کریں۔ اس پر قائداعظم محمد علی جناح ۱۹۳۴ء میں ہندوستان لوٹ آئے۔ ان کی آمد کے بعد مسلم لیگ کے دونوں گروپوں (ہدایت اللہ، میاں عبدالعزیز) نے انہیں متفقہ طور پر مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا۔ قائداعظم نے اپنی فراست و ذہانت سے جلد ہی مسلم لیگ کو ازسرِ نو منظم کر لیا۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء پر لیگی رہنماؤں کا تبصرہ:۔

جب گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء زیرِ ترتیب تھا، قائداعظم محمد علی جناح نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"نئے دستور میں مسلمانوں کے حقوق کی معقول ضمانت مہیا نہ کی گئی تو نیا دستور ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا۔ جمہوری حکومت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں کو بے دست و پا کر کے ہندوستان کے ایک طبقہ یعنی ہندوؤں کو ان پر مسلط کر دیا جائے اگر حکومتِ برطانیہ نے ہندوؤں کو ایسا دستور دے دیا، جو ان کی مرضی کے مطابق ہے تو قدرتی طور پر مسلمان اس کے مخالف ہوں گے اور وہ اس دستور اساسی کو تباہ کرنے کے لیے لازمی طور پر اپنی تمام قوت صرف کر دیں گے۔"

پھر قائداعظم نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ:

"گورنمنٹ آف انڈیا بل، جسے اب ایکٹ کی حیثیت دے دی گئی ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اب بھی ہم پر نافذ کیا جا رہا ہے اس لیے میں مختلف رہنماؤں سے درخواست کرتا ہوں کہ آیئے ہم یک جا جمع ہو کر اس کے بارے میں سوچ بچار کریں اور اس آئین کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کریں۔"

۱۱ تا ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں سید وزیر علی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا:۔

"برطانوی پارلیمنٹ کی طرف سے ہم پر جو دستور مسلط کیا جا رہا ہے، اسے ہندوستان کے کسی بھی شخص کی تائید حاصل نہیں ہے۔ سالہا سال تک کمیشنوں، کانفرنسوں، رپورٹوں اور کمیٹیوں کی شکل میں غور و فکر کرنے کے بعد حکومت نے ایک غیر انسانی، بلکہ انسانیت سوز شے تیار کی ہے، جسے اب دستور کا نام دے کر ہندوستانیوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، لیکن یہ بالکل غیر جمہوری ہے اور اس کے نفاذ سے حکومت، جمہوریت اور آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے لوگوں کے پاؤں میں زنجیر ڈالنا چاہتی ہے۔"

مسلم لیگ کے اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے ایک قرارداد پیش کی، جس میں انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے جبری نفاذ کی مذمت کرتے ہوئے اس امر کی سفارش بھی کی گئی تھی کہ ملک کے سیاسی حالات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پیشِ نظر اس دستور میں پیش کردہ صوبائی حصے کی سہولیات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

مسلم لیگ اور کانگرس کے احتجاج کے باوجود" گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۲۵ء نافذ کر دیا گیا صحیح معنوں میں یہ ایکٹ یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو نافذ ہوا تھا۔

انتخابات ۱۹۳۶۔۳۷ء کی تیاریاں:۔

حکومت ہند نے ۱۹۳۶ء میں انتخابات کا اعلان کیا یہ انتخابات انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت ہو رہے تھے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے مسلم لیگ نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو قبول کر لیا۔ مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ' جس کے سربراہ قائداعظم محمد علی جناح تھے' کی ایک میٹنگ میں' ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء کو ملک زمان مہدی خاں کو ڈپٹی پریذیڈنٹ منتخب کر لیا گیا اور پارلیمنٹری بورڈ کی ایک سب کمیٹی تشکیل دے دی گئی جس کے ارکان میں علامہ اقبال' ملک زمان مہدی خاں' مولوی اظہر' غلام رسول' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی' چودھری عبدالحق' میاں عبدالمجید' عاشق حسین بٹالوی اور ملک برکت علی شامل تھے۔

امیدواران:۔

مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ نے انتخابات میں حصہ لینے کے خواہشمند اراکین سے درخواستیں طلب کیں تو آٹھ افراد نے خود کو امیدوار کے طور پر پیش کیا' جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ملک برکت علی
(۲) راجا غضنفر علی خاں
(۳) خلیفہ شجاع الدین
(۴) ملک زمان مہدی خاں
(۵) سردار کریم بخش
(۶) میاں عبدالمجید
(۷) مشتاق علی خاں
(۸) مظفر علی خاں قزلباش (جنہوں نے بعد میں اپنی درخواست واپس لے لی)

مسلم لیگ کا انتخابی منشور:۔

۱۹۳۶۔۳۷ء کے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے مسلم لیگ نے جو منشور پیش کیا' اس کے اہم نکات یہ تھے:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) صوبوں میں مکمل حکومتِ خود اختیاری کے حصول کی کوشش کی جائے گی۔
(۲) تمام ظالمانہ و جابرانہ قوانین کو منسوخ کرانے کی کوشش کی جائے گی۔
(۳) فوج کو قومی فوج بنانے اور اس کے اخراجات کم کرنے پر زور دیا جائے گا۔
(۴) صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا۔
(۵) مسلمانوں کے مذہبی حقوق کو تحفظ دیا جائے گا۔
(۶) ایسے اقدامات کی مخالفت کی جائے گی، جس سے ہندوستان کے مفادات مجروح ہوتے ہیں۔
(۷) مرکزی اور صوبائی انتظامیہ کے اخراجات میں کمی کرانے کی کوشش کی جائے گی۔
(۸) اسمبلیوں میں دوسری جماعتوں سے مل کر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے کام کیا جائے گا۔
(۹) بنیادی تعلیم کو لازمی اور مفت قرار دیا جائے گا۔
(۱۰) ٹیکسوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی سفارش کی جائے گی۔
(۱۱) مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنایا جائے گا۔
(۱۲) کسانوں کو قرضوں کے بوجھ سے نجات دلانے کے لیے رقوم مختص کی جائیں گی۔
(۱۳) اردو رسم الخط اور اردو زبان کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

مشترکہ پارلیمانی بورڈ:۔

انتخابات سے قبل قائداعظم نے مسلم لیگ کے حامی تلاش کرنے کے لیے اور کامیابی کے حصول کے لیے مختلف قسم کی تدابیر کیں، جن میں مجلس احرار سے اتحاد بھی شامل تھا۔ احمد سلیم اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

> "اس زمانے میں مسلمان اور غیر مسلمان صوبوں میں مسلم لیگ کی حالت بہت پتلی تھی قائداعظم مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے مختلف تدابیر اختیار کر رہے تھے چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے مجلسِ احرار کے رہنما چودھری فضل حق سے ملاقات کی اور یہ ملاقات بڑی کامیاب رہی احرار اور مسلم لیگ کا مشترکہ پارلیمانی بورڈ بن گیا۔ احرار نے بیرون دہلی گیٹ (لاہور) میں قائداعظم کی تقریر بھی کرادی۔ اس پر قائداعظم بہت خوش تھے وہ فضل حق کے پنجاب میں اس قدر کھلی اور عام سرگرمی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ صورتِ حال زیادہ دیر قائم نہ رہی۔ قائداعظم کے جاتے ہی سازشیں شروع ہو گئیں اور مشترکہ پارلیمانی بورڈ دم توڑ گیا' کیونکہ مسلم لیگ اور احرار کے مزاجوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مسلم لیگ پر اعلیٰ طبقوں کا قبضہ تھا۔ جبکہ احرار نچلے اور درمیانے طبقے کی جماعت تھی۔ مسلم لیگ نے ٹکٹ کے لیے درخواستوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساڑھے سات صد روپیہ چندہ کی شرط عائد کر دی۔ احرار اس کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ جونہی احرار سے ناطہ ٹوٹا' مسلم لیگ نے فیس کی شرح کم کر کے پچاس روپے کر دی۔"

جناح اور سر فضل حسین کی ملاقات:۔

ان دنوں پنجاب میں یونینسٹ پارٹی بھی انتخابات میں حصہ لے رہی تھی' جس کے سربراہ سر فضل حسین تھے انتخابات سے پہلے قائداعظم نے سر فضل حسین سے ملاقات کی' جس کا تذکرہ احمد سلیم نے سید نور احمد کی کتاب "مسٹر جناح اور فضل حسین کی آخری ملاقات" کے حوالہ سے یوں کیا ہے:۔

"مسٹر جناح کے پروگرام کے مطابق تمام صوبوں میں انتخابات مسلم لیگ کے ٹکٹ پر لڑنے کی تجویز تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی جو پارلیمانی پارٹی ابھر کر آئے' وہ ملک کی آزادی کے سوال پر کانگرس کے ساتھ تعاون اور اشتراک کرے وہ آزادی کے لیے آئینی جنگ کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ پارٹیوں کو وزارتوں میں حصہ لینے کی اجازت دینا منظور کرتے تھے۔ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے مسلم لیگ کا جو اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا' اس کی صدارت کے لیے سر فضل حسین سے درخواست کی چونکہ سر فضل کو ان کے پروگرام سے بنیادی اختلاف تھا' اس لیے انہوں نے یہ دعوت منظور نہ کی۔

دونوں رہنماؤں کے درمیان اختلاف کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ قائداعظم کے نزدیک اصل سوال ملک کی آزادی تھا' جبکہ سر فضل حسین صوبائی خود مختاری کے حصول تک محدود تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ایک قطعی اکثریت رکھنے والی پارٹی لے کر اسمبلی میں جائیں' جس میں مسلمانوں کو غالب عنصر کی حیثیت حاصل ہو اور وہ ایک مضبوط اور فعال وزارت تشکیل دے سکیں ان کے خیال میں سرحد اور سندھ میں بھی مسلمانوں کے لیے فرقہ وارانہ پارٹیاں بنا کر اسمبلیوں میں جانے سے کوئی خاص فائدہ نہ تھا' سوائے اس کے کہ گورنروں کو اقلیتوں کی حفاظت کے نام پر وزارت سازی میں دخل اندازی کا موقع ملے۔ لہٰذا سر فضل حسین چاہتے تھے کہ مسلم لیگ کو انتخابات میں دخل نہ دینا چاہیے' صرف مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی بنانی چاہیے۔ صوبائی انتخابات کے بعد مسٹر جناح تمام مسلمان ممبروں کا (خواہ وہ صوبائی اسمبلی میں کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں) اور مرکزی اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے منتخب ممبروں کا ایک کنونشن طلب کریں اور اس کنونشن کو مستقل صورت دے کر اسے مسلم لیگ کی تنظیم میں بنیادی اور کلیدی جگہ دیں۔"

احمد سلیم لکھتے ہیں کہ:۔

"اپریل ۱۹۳۶ء کے آخری دنوں میں قائداعظم لاہور آئے تو مشترکہ دوستوں کی وساطت سے وہ سر فضل حسین سے ان کے مکان پر ملنے گئے مسٹر جناح نے دورانِ گفتگو اپنے میزبان سے پوچھا "فرض کیجیے آپ کی مخلوط پارٹی کی ہندو حلقوں میں کامیابی حاصل ہو' لیکن مسلم حلقوں میں شکست کھا کر عملاً ہندو اکثریت کی پارٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن جائے تو آپ کیا کریں گے؟"..... سر فضل حسین نے کہا: "میرا اصرار یہ ہے کہ اگر مسلمان من حیث الجماعت میرے منصوبے کو قبول کریں تو وہ آپ کے منصوبے کی نسبت بہتر نتائج حاصل کرنے کی توقع کر سکتے ہیں' اگر مسلمان میرے منصوبے کو مسترد کر دیں تو میں یقیناً اسے ترک کر کے نہ صرف میدان آپ کے منصوبے کے لیے چھوڑ دوں گا' بلکہ اس کی کامیابی کے لیے حتیٰ الوسع زور لگاؤں گا۔" ایک سوال سر فضل حسین نے اُن سے پوچھا: "اگر مسلمان ممبروں کی اکثریت میرے ساتھ ہو اور چند مسلم نشستیں مسلم لیگ پارٹی جیت لے تو وہ پارٹی کیا کرے گی؟"..... قائداعظم کا جواب تھا: "اس بارے میں اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ مسلم لیگ پارٹی وہی قدم اٹھائے گی' جو اس کے نزدیک مسلمانوں کے اور ملک کے مفاد میں ہوگا۔"

یہ ملاقات بے نتیجہ ثابت ہوئی۔

انتخابات اور ان کے نتائج:۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت ہندوستان کے مختلف صوبوں میں مختلف تاریخوں پر انتخابات منعقد ہوئے بنگال میں ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء کو اور پنجاب میں ۲۱ جنوری ۱۹۳۷ء کو صوبائی انتخابات منعقد ہوئے۔

انتخابات کے نتائج کے ضمن میں احمد سلیم اپنی کتاب "ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں" میں لکھتے ہیں۔ "یہ انتخابات ہوئے اور ان میں مسلم لیگ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکی' جبکہ آل انڈیا نیشنل کانگرس نے ۱۱ میں سے ۷ صوبوں میں اکثریت حاصل کر لی سندھ' بنگال اور پنجاب میں کانگرس کی کامیابی بہت معمولی تھی پنجاب میں یونینسٹ پارٹی' جو ۱۹۲۰ء سے برسرِ اقتدار چلی آ رہی تھی' نے ایک بار پھر ۱۷۵ کے ایوان میں ۸۸ نشستیں لے کر اپنی پوزیشن مضبوط کر لی۔ اس کے مقابلے میں کانگرس نے ۱۸ اور مسلم لیگ نے کُل دو نشستیں جیتیں۔ سندھ میں ۶۰ کے ایوان میں مسلم لیگ ایک بھی نشست حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی' جبکہ کانگرس کو بھی کل آٹھ نشستیں مل سکیں۔ البتہ سندھ اتحاد پارٹی نے ۱۸ نشستیں جیت کر مضبوط پوزیشن بنا لی۔

انتخابی نتائج پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کانگرس نے جن صوبوں میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی' وہ دراصل ہندو اکثریت کے صوبے تھے' لیکن صوبہ سرحد میں' جو مسلم اکثریت کا صوبہ تھا' اس نے ۵۰ کے ایوان میں ۱۹ نشستیں حاصل کیں اور مسلم لیگ کا ایک بھی امیدوار کامیاب نہ ہو سکا۔"

بعض مؤرخین نے انتخابی نتائج میں اختلاف کیا ہے ذیل میں پروفیسر محمد عثمان و مسعود اشعر کی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" کے حوالہ سے انتخابی نتائج کی جدول پیش کی جا رہی ہے:۔

نام صوبہ	کل نشستیں	کانگرس کی جیتی نشستیں	مسلمان نشستیں	مسلم لیگ کی جیتی نشستیں	دیگر مسلمان جماعتوں کی جیتی نشستیں
بنگال	۲۵۰	۵۴	۱۱۹	۴۰	۷۷

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پنجاب	۱۷۵	۱۸	۸۴	۱	۸۳
سندھ	۶۰	۷	۳۵	-	۳۵
سرحد	۵۰	۱۹	۳۶	-	۳۶
یوپی	۲۲۸	۱۳۴	۶۴	۲۷	۳۷
بمبئی	۱۷۵	۸۶	۲۹	۲۰	۹
مدارس	۲۱۵	۱۵۹	۲۸	۱۱	۱۷
بہار	۱۵۲	۲۸	۳۹	-	۳۹
اڑیسہ	۶۰	۳۶	۴	-	۴
سی پی	۱۱۲	۷۰	۱۴	-	۱۴
آسام	۱۰۸	۳۳	۳۴	۹	۱۵
میزان	۱۵۸۵	۶۴۴	۴۸۲	۱۰۸	۳۷۶

نوٹ:۔ پنجاب میں مسلم لیگ نے دو نشستیں جیتی تھیں' انتخاب کے فوراً بعد لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے رکن راجا غضنفر علی خاں نے جو بعد میں لیاقت کابینہ کے ممبر ہوئے' مسلم لیگ چھوڑ کر یونینسٹ پارٹی میں شمولیت کرلی۔ اس کے بعد ملک برکت علی پنجاب میں مسلم لیگ کے واحد رکن اسمبلی تھے۔

کانگرس حکومت کے دوران مسلم لیگ کی جدوجہد:۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات کے نتیجے میں کانگرس نے گیارہ صوبوں میں سے سات صوبوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی' اس لیے اس نے متعلقہ صوبوں میں اپنی وزارتیں بنائیں۔ کانگرس نے مخلوط وزارتیں بنانے یعنی مسلم لیگ کو بھی وزارتوں میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنی حکومت کے دوران کانگرس نے مسلمانوں پر بہت سے مظالم ڈھائے' مسلم اتحاد کو توڑنے کی کوشش' مسلمانوں کی مذہبی رسوم میں مداخلت' ذبح گائے کے مسئلہ پر فسادات' اردو کو مٹانے کے لیے ہندی رسم الخط کا اجراء' ہندو مسلم فسادات' ودیا مندر سکیم' بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دینا' مورتی پوجا اور عدلیہ وانتظامیہ کے کام میں مداخلت کانگرس حکومت کی ناجائز کارروائیاں تھیں' جو مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے عمل میں لائی گئیں پنڈت نہرو نے رابطہ مسلم عوام مہم کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ سے بدظن کرنے اور اسلامی اتحاد توڑنے کی بھرپور کوشش کی۔

مذکورہ بالا صورت حال میں قائداعظم محمد علی جناح' علامہ اقبال اور راجا صاحب محمود آباد نے مسلم لیگ کو فعال اور مقبول بنانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:۔

(۱) لیگی رہنما مختلف شہروں میں گئے اور وہاں کے سرکردہ لوگوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں یقین دلایا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق کی محافظ ہے۔

(۲) مسلم لیگ نے جگہ جگہ جلسے منعقد کیے اور جلوسوں کی رہنمائی کی۔

(۳) مسلم لیگی رہنما مختلف مسلمان جماعتوں کے لیڈروں سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ملے۔

(۴) مسلم لیگ نے کانگرس کے ہتھکنڈوں اور بدنیتیوں کا پول کھولا۔

(۵) لوگوں سے خط و کتابت

جلسۂ عام (۱۹۳۷ء)

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو مسلم لیگ ایک جلسہ عام لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے انعقاد سے پہلے کانگرس اور عام ہندوؤں نے اسے ناکام بنانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا کہ جب قائداعظم جلسہ گاہ کے پنڈال پر تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو ان کے پنڈال کو آگ لگادی جائے گی اور انہیں قتل کر دیا جائے گا نیز ان کا ارادہ تھا کہ حاضرین جلسہ پر پتھراؤ کیا جائے گا۔

قائداعظم وقت مقررہ پر جلسہ گاہ پہنچے اور نہایت جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔

مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس:

مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس ۱۵ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء لکھنؤ میں قائداعظم کے زیرِ صدارت منعقد ہوا قائداعظم نے اپنے خطبہ صدارت میں کانگرس کے طرزِ عمل کی مذمت کی اور کانگرس کے مطالبہ کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کو لغو قرار دیا۔ انہوں نے مسئلہ فلسطین پر بھی تفصیل سے بحث کی اس اجلاس میں مسلم لیگ نے پندرہ قراردیں منظور کیں جن کا تذکرہ سید حسن ریاض نے اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں یوں کیا ہے:۔

(۱) پہلے ریزولیوشن میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، سر فضل حسین، سر راس مسعود، شیخ محمد علی اور خان بہادر مسعود الحسن کی وفات پر اظہارِ غم کیا گیا۔

دوسرے ریزولیوشن میں سیکرٹری کی رپورٹ منظور کی گئی۔

(۲) تیسرے ریزولیوشن میں یہ اعلان کیا گیا کہ رائل فلسطین کمیشن کی سفارشات اور ان کے بعد وزیرِ نو آبادیات نے پارلیمنٹ میں جو بیانات دیئے وہ مسلمانوں کے جذبات کے خلاف ہیں یہ سفارشات اور بیانات منسوخ کیے جائیں۔

(۴) اس کے بعد فلسطین کی حکم برداری کی تنسیخ کا مطالبہ کیا گیا اور سپریم کونسل اور عرب ہائر کمیٹی اور اس وفد پر اور اس کے لیڈر پر اظہارِ اعتماد کیا گیا، جو ۲۴ اور ۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو فلسطین کانفرنس نے مقرر کیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) ان سب سے اپیل کی گئی کہ ان کی شکایات رفع کرنے کے لیے متحدہ آواز بلند کریں اس میں فلسطین کے ضمن میں برطانیہ کہ تنبیہ بھی کی گئی تھی۔

(۶) چھٹے ریزولیوشن میں کانگرس کی اس حرکت پر اظہار بیزاری کیا گیا کہ اس نے ''بندے ماترم'' کو قومی ترانہ قرار دیا ہے' جو صرف اسلام کے خلاف اور بت پرستانہ ہی نہیں' بلکہ حقیقی قومیت کی ترقی کے بھی خلاف ہے۔

(۷) ساتویں ریزولیشن میں ان وزارتوں کی تشکیل کو ناپسند کیا گیا اور ان کی مذمت کی گئی' جو بعض صوبوں میں کانگرس نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے الفاظ' راح اور انسٹرومینٹس آف انسٹرکشنز کے خلاف قائم کیں اس پر گورنروں کی مذمت کی گئی کہ وہ ان اختیارات کو نافذ کرنے سے قاصر رہے' جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے مفاد کی حفاظت کے لیے ان کو دیئے گئے تھے۔

(۸) آٹھویں ریزولیوشن میں مسلم لیگ نے اپنے نصب العین کی تبدیلی کا اعلان کیا۔ قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مطمح نظر یہ ہے کہ وہ اسی آزاد جمہوری ریاستوں کے وفاق کی صورت میں کامل آزادی حاصل کرے گی' جن میں آئین کے اندر مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق اور مفاد مناسب اور مؤثر طور پر محفوظ ہوں۔

(۹) نویں ریزولیوشن میں آل انڈیا فیڈریشن کی اس اسکیم کو' جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں تھی' نامنظور کیا گیا اور حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس کو نافذ کرنے سے باز رہے' کیونکہ وہ تمام ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے مضر ہے۔

(۱۰) دسویں ریزولیوشن میں کانگرس کی صوبائی حکومتوں کی اس تحریک کے خلاف اظہارِ رائے کیا گیا کہ میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں مخلوط انتخاب جاری کیا جائے۔

(۱۱) گیارھویں ریزولیوشن میں اردو کی ترقی حفاظت' تعلیم اور تمام سرکاری محکموں میں ان کا استعمال قائم رکھنے کا اور جہاں وہ نہیں ہے' اس کی ترویج کا مطالبہ کیا گیا۔

(۱۲) اس ریزولیوشن میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ آسام کا لائن سسٹم منسوخ کیا جائے۔

(۱۴) چودھویں ریزولیوشن میں ورکنگ کمیٹی کو ہدایت کی گئی کہ وہ اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی پروگرام مرتب کرنے کے لیے جلد اقدام کرے۔ اس پروگرام کا خاکہ ریزولیوشن میں دے دیا گیا تھا۔

(۱۵) پندرھویں ریزولیوشن کے ذریعے سے مسلم لیگ کے لیے وہ آئین منظور کیا گیا' جس کی رپورٹ آل انڈیا مسلم لیگ کی اسپیشل کمیٹی نے پیش کی اور جس میں سبجکٹس (Subjects) کمیٹی نے ترمیمات دیں اور مسلم لیگ کی تمام کمیٹیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ نئے آئین کے مطابق الیکشن کرا کے ۴ جنوری ۱۹۳۸ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر کو مطلع کریں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ کا اجلاس، ایبٹ آباد:۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب ''تاریخ پاکستان'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ایبٹ آباد میں منعقد ہوا اس اجلاس میں مسلمانوں نے مسجد شہید گنج کے واقعے پر ایک قرارداد مذمت منظور کی اور اس امر کا بھی اعادہ کیا کہ مسلم لیگ کے اغراض ومقاصد کو ہندوستان میں مزید پھیلایا اور فروغ دیا جائے گا۔ اسی اجلاس میں ایک بار پھر مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کو ایک فیڈریشن کی صورت میں مکمل حکومتی آزادی دی جائے، جس میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق ومفادات کو پیش رکھا جائے۔''

مُسلم لیگ کا جلسہ (بمبئی):

۳ نومبر ۱۹۳۷ء کو بمبئی میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے کانگرس کے ان جھوٹے وعدوں کی نشاندہی کی، جن کی بنا پر اس نے ووٹ حاصل کر کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں پر واضح کیا کہ کانگرس کبھی بھی مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ نہیں کرے گی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی افادیت کی فکر رکھنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف اور صرف مسلم لیگ ہے، جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں۔ انہوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ کانگرس پروری اس کے ہندوستان میں زیادہ دیر تک پاؤں جمائے رکھنے میں اس کی ممد ومعاون نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ایک ایسی جماعت ہے جسے ہوس ملک گیری لاحق ہے انہوں نے کانگرس کو دعوت دی کہ وہ انگریزوں کو ملک بدر کرنے کے لیے مسلم لیگ کا ساتھ دے۔

مسلم لیگ کی مالی دشواریاں:۔

سید حسن ریاض اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

''سخت دشواری یہ تھی کہ مسلم لیگ کے پاس روپیہ بالکل نہ تھا اور قائداعظم اس وقت تک ہرگز لوگوں سے چندہ مانگنے کے لیے تیار نہ تھے جب تک کہ روپے کی حفاظت اور اس کے صحیح مصرف کی طرف سے کامل یقین نہ ہو، مولانا شوکت علی اور نواب اسماعیل خان نے ایک جلسے میں اس کے لیے کہا مگر قائداعظم نے انکار کر دیا۔ پھر بھی تنظیم کی گئی۔ بالعموم اضلاع میں کارکنوں کی نقل وحرکت اور سرگرمیوں کا خرچ اسی تھوڑی سی رقم سے پورا کیا جاتا تھا، جو دو آنہ فی کس رکنیت کی فیس سے وصول ہوتا تھا اور اس کا ایک حصہ صوبہ لیگ کو بھی بھیجا جاتا تھا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ کی حالت اور اقبال کا خط:۔

ڈاکٹر مہدی حسن اپنی کتاب ''پاکستان کی سیاسی جماعتیں'' میں مسلم لیگ کی حالت وحیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء تک مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک تنظیم ضرور تھی' لیکن اس میں سیاسی جماعت کی خصوصیات مفقود تھیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلم لیگ اور اسی وجہ سے ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ علامہ اقبال اور قائداعظم بھی مسلم لیگ کی بطور سیاسی جماعت مستقبل کے متعلق پر اُمید نہیں تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال کے ایک خط کا اقتباس نقل کیا ہے' جو انہوں نے ۱۹۳۷ء میں قائداعظم کو لکھا تھا۔ مذکورہ اقتباس درج ذیل ہے۔

> ''سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا کیا علاج ہے؟.... لیگ کا مستقبل اس سوال کے حل پر موقوف ہے۔ اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اسی طرح بے تعلق رہیں گے' جس طرح اس وقت تک بے تعلق رہے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلے کا حل موجود ہے۔ اس آئین کو دور حاضر کی روشنی میں مزید نشوونما دی جا سکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے ہر فرد کو کم از کم سامانِ پرورش ضرور مل جاتا ہے۔ ہندوؤں کے پاس اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔ اگر ہندوؤں نے اشتراکی جمہوریت کو اپنایا تو ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن اسلام کے لیے اشتراکی جمہوریت کو اپنے انداز سے قبول کر لینا' جس سے یہ ان اصولوں سے متصادم نہ ہو' اسلام میں کسی تبدیلی کے مترادف نہیں ہوگا' بلکہ اس سے مفہوم یہ ہوگا کہ اسلام کو پھر سے اس صورت میں اختیار کر رہے ہیں' جیسا وہ شروع میں تھا۔''

گاندھی کا خط اور اس کا جواب:۔

مسلم لیگ کے لکھنؤ میں منعقد ہونے والے جلسہ کی کارروائی کی رپورٹ پڑھ کر کانگرس کے مہاتما گاندھی نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سیگاؤں سے قائداعظم کو ایک خط لکھا' جس میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ:۔

''جس طرح میں نے اسے پڑھا ہے' آپ کی پوری تقریر اعلان جنگ ہے مجھے صرف یہ امید تھی کہ مجھ غریب کو آپ دونوں کے درمیان پُل کے طور پر محفوظ رکھیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو پُل کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ جھگڑا کرنے کے لیے دو آدمی چاہئیں۔ ان میں سے ایک' آپ مجھے نہیں پائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس صورت میں بھی نہیں کہ میں صلح کرانے والا نہیں بن سکتا۔"

گاندھی کے مذکورہ خط کا جواب قائداعظم نے ۵ نومبر ۱۹۳۷ء کو یوں دیا:۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ میری لکھنؤ کی تقریر کو اعلانِ جنگ سمجھتے ہیں' وہ بالکل حفاظتِ خود اختیاری میں ہے۔ مہربانی کر کے اسے دوبارہ پڑھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال میں جو واقعات پیش آئے ہیں' ان پر آپ کی نظر نہیں رہی ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ میں آپ کو پُل اور ثالث بالخیر کی حیثیت سے الگ رکھوں' تو کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ ان تمام مہینوں کے دوران میں آپ نے جو کامل سکوت قائم رکھا ہے' اس کی وجہ سے آپ کانگرس کی قیادت کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ اگرچہ مجھے یہ معلوم ہے کہ آپ کانگرس کے چار آنے والے ممبر بھی نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے خط میں مجھے کوئی قطعی بات یا تعمیری تجویز نہیں ملی' مگر یہ خط نیک نیتی سے لکھا گیا ہے اور غمزدہ دل سے یہی میری طرف سے بھی ہے۔"

گاندھی اور جناح کے مابین ملاقات کے ضمن میں خط و کتابت ہوئی' تو گاندھی نے قائداعظم کو لکھا کہ:۔

"میں پہلے ہندو مسلم مسئلے میں ڈاکٹر انصاری کی ہدایت پر چلتا تھا اب ان کی جگہ میں نے ابوالکلام صاحب آزاد کی ہدایت قبول کر لی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ گفتگو کی ابتدا مولانا ابوالکام صاحب آزاد سے ہونی چاہیے۔"

اس کے جواب میں قائداعظم نے مہاتما گاندھی کو لکھا کہ:۔

"آپ پھر وہی کر رہے ہیں جو آپ نے پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے قبل کیا تھا اور دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں جس کا اعادہ کیا تھا۔ اب ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد مختار اور نمائندہ انجمن تسلیم کریں اور دوسری طرف آپ کانگرس اور تمام ملک کے دوسرے ہندوؤں کی نیابت کریں۔ یہ صرف اس بنیاد پر ہو سکتا ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور کوئی ایسا نظام پیدا کریں جس کے ذریعے اسی مقصد کے لیے کام کیا جائے۔"

نہرو کا خط بنام قائداعظم:۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ سے قائداعظم محمد علی جناح کے نام ایک خط لکھا' جس میں دریافت کیا گیا تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافی مسائل کیا ہیں؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے بعد بھی دونوں فریقین میں مراسلت جاری رہی۔

سید حسن ریاض اس مراسلت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ تحریری بحث صرف یہ ثابت کرنے کے لیے شروع کی تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی متنازعہ فرقہ وارانہ مسئلہ موجود ہی نہیں ہے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان فرقہ وارانہ مسئلے پر کوئی گفت وشنید نہ ہو۔"

جناح اور گاندھی کی ملاقات:۔

ایک خط کے ذریعے طے پایا کہ مہاتما گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح کی ملاقات ۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہوگی۔ پروگرام کے مطابق مہاتما گاندھی قائداعظم سے ان کی رہائش گاہ (بمبئی) میں ملاقات کی' جس میں موضوع سخن مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین سمجھوتا تھا۔ مہاتما گاندھی نے کہا کہ:۔

"میں نہ ہندوؤں کے نمائندے کی حیثیت سے گفتگو کرسکتا ہوں اور نہ کانگرس کے نمائندہ کی حیثیت سے۔"

تاہم اس ملاقات میں طے پایا کہ ہندو مسلم سمجھوتا کے ضمن میں صدر مسلم لیگ اور صدر کانگرس کے مابین گفتگو ہوگی ان دنوں مسلم لیگ کے صدر قائداعظم اور کانگرس کے صدر مسٹر سوبھاش چندر بوس تھے۔

بوس' جناح ملاقات:۔

قائداعظم محمد علی جناح نے کانگرس کے صدر مسٹر سوبھاش چندر بوس سے ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ کانگرس مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد اور مختار ومجاز نمائندہ انجمن تسلیم کر کے ہندو مسلم مسئلے میں سمجھوتا کرنے کے لیے رضامند ہو جائے۔

کانگرس کی طرف سے یہی اصرار کیا گیا کہ مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کا اس کو بھی حق ہے۔

مسلم لیگ کا اجلاس:۔

مارچ ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس پٹنہ میں منعقد ہوا' جس میں ایک آٹھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی' جس کے سربراہ نواب راجا سید محمد مہدی آف پیر کوٹ مقرر ہوئے اس کمیٹی کے اراکین میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے:۔

(۱) محمد اشراف احمد

(۲) حاجی رشید احمد

(۳) میاں غیاث الدین (ایم ایل اے)

(۴) مولوی عبدالغنی (ایم ایل اے)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) سید حسن ریاض
(۶) سید تقی ہادی
(۷) سید ذاکر علی
(۸) اے پی حبیب اللہ

مذکورہ کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی اسے "پیرپور رپورٹ" کا نام دیا گیا کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۱۵ نومبر ۱۹۳۸ء کو پیش کی تھی۔

قائداعظم کا دورۂ سندھ:۔

قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کو فعال بنانے اور مسلمانوں کو اپنے نظریات سے آگاہ کرنے کے لیے ۱۹۳۸ء میں سندھ کا دورہ کیا انہوں نے مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے جلسوں میں دو قومی نظریہ پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ ہندو اور مسلمان دو ایسی قومیں ہیں؛ جو ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اب زیادہ دیر تک اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ دونوں قوموں کے نظریات میں بعد المشرقین ہے اور یہ آپس میں کبھی نہ ملنے والی اقدار و روایات کی حامل ہیں۔

مسلم لیگ کے جلسے اور جلوسوں کی بدولت مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوگئی اور وہ جوق در جوق مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہوگئے۔

مُسلم لیگ کا خصوصی اجلاس (کلکتہ)

مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس ۱۸ تا ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کلکتہ میں منعقد ہوا؛ جس میں اس جھنڈے کو مسلم لیگ کا جھنڈا قرار دیا گیا؛ جو قائداعظم نے لکھنؤ کے اجلاس میں کھولا تھا۔

مُسلم لیگ کا سالانہ اجلاس (پٹنہ):۔

مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس ۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء پٹنہ میں منعقد ہوا اس اجلاس میں میاں فیروز الدین احمد (میونسپل کونسلر لاہور) نے مسٹر محمد علی جناح کے لیے "قائداعظم" کا لقب تجویز کیا؛ جس کی بہت سے حضرات نے تائید کی۔ اس کے بعد یہ لقب زبان زد عام ہوگیا اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

اس اجلاس کے انعقاد تک علامہ محمد اقبال اور مولانا شوکت علی انتقال کر چکے تھے قائداعظم نے علامہ اقبال کی موت پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

"ڈاکٹر سر محمد اقبال کی موت مُسلم ہندوستان کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ وہ میرے ذاتی دوست تھے اور انہوں نے ایسی نظمیں کہیں جو دُنیا میں بہترین ہیں وہ اس وقت تک زندہ رہیں گے؛ جب تک اسلام زندہ ہے ان کی اعلیٰ شاعری ہندوستانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمانوں کی تمناؤں کی ترجمان ہے اور اس کے اثرات عالیہ سے ہم نسلاً بعد نسل فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔"

قائداعظم نے مولانا شوکت علی کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مولانا شوکت علی عظیم شخص تھے ایسے شخص کہ جس مقصد پر ان کو اعتقاد ہوتا وہ اس کے لیے ہر قربانی کرنے کو تیار اور رضامند رہتے تھے۔ وہ میرے ساتھی اور ذاتی دوست تھے' وہ جو راہ اختیار کر لیتے تھے' اس سے الگ ایک انچ نہیں ہٹتے تھے اور آخر تک وہ مسلم لیگ کی ایسے جوش سے خدمت کرتے رہے کہ اس میں فرق نہیں آیا۔ یہ صرف میرا ذاتی نقصان نہیں' بلکہ قومی نقصان ہے' جس پر تمام ہندوستان میں غم کیا گیا۔"

قائداعظم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج میں اس امر کا بخوشی اظہار کرنے کے قابل ہوں کہ مسلم لیگ نے بیوروکریسی کی نظروں میں ایک باوقار مقام حاصل کر لیا ہے کانگرس نے مسلمانوں اور نوجوانوں کو ہر طرح سے گمراہ کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوششیں کی ہیں۔ کانگرس دعویٰ کرتی رہی ہے کہ وہ آزادئ وطن کے لیے کوشاں ہے' لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں تھا' کانگرس کا اصل مسئلہ "دال بھات" یعنی معاشی مسئلہ تھا۔ کانگرس نے مسلمانوں کو اپنا حاشیہ بردار بنا کر انہیں غیر مشروط طور پر ہندو راج کے تابع کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اس طرح اب تو کانگرس نے ہندو مسلم اتحاد کی تمام امکانی صورتیں بھی ختم کر دی ہیں۔ بلکہ اب تو کانگرس خود ہی ہندو مسلم راج میں مسلمانوں کی ہر طرح کی تلافیاں کر دے گی' لیکن اب مسلمان آج کے حالات میں کانگرس سے کسی قسم کا تحفہ نہیں مانگتے' بلکہ مسلمان اب اپنا حق مانگنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔"

قائداعظم نے کانگرس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں قائل ہو گیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی قائل ہو گئے ہیں اور جو اب تک قائل نہیں ہوئے ہیں' وہ جلد قائل ہو جائیں گے اور جو دیانت کے ساتھ غلطی میں مبتلا ہیں' وہ بھی قائل ہو جائیں گے کہ کانگرس قومی جماعت نہیں ہے۔ البتہ وہ قائل نہیں ہو سکتے جو اپنے مقاصد میں بددیانت ہیں یہ ہمارے ملک کی بدنصیبی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک المیہ ہے کہ کانگرس کی قیادت عالیہ اس کا تہیہ کیے ہوئے ہے اور بالکل تہیہ' کہ اس ملک کے تمام دوسرے فرقوں اور کلچروں کو مسل ڈالے اور ہندو راج قائم کر دے۔ گفتگو سوراج کی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ہندو راج وہ گفتگو کرتے ہیں قومی گورنمنٹ کی مگر چاہتے ہیں ہندو گورنمنٹ' لیکن یہ بلبلہ جلد ہی توڑ دیا گیا۔ اس طاقت کے نشے میں جو نئے آئین کے تحت ملی ہے اور سات صوبوں کی اکثریت کے ساتھ ہی کانگرس کا فریب ذرا جلد ظاہر ہو گیا ہے میں اس پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے' میں ختم کر چکا۔ مسلمانوں کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ کے لیے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات قابلِ تہنیت ہے۔ کہ وہ مسلمانوں میں نمایاں قومی احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا مسلمانوں کی حالت ایک ایسے آدمی کی سی تھی' جس نے اخلاق' ثقافتی اور سیاسی احساس کھودیا ہو۔ آپ ابھی تک اخلاقی' ثقافتی اور سیاسی احساس کی سرحد تک بھی نہیں پہنچے ہیں۔ آپ صرف اس مقام پر آئے ہیں جہاں بیداری شروع ہوتی ہے آپ کے سیاسی احساس میں ابھی صرف حرکت پیدا ہوئی ہے۔ آپ کو ابھی اپنے قومی وجود کو ترقی دینا ہے اور قومی تشخص کو ابھارنا ہے یہ بہت بڑا کام ہے جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا، ہم ابھی سرحد پر ہیں' لیکن مجھے اپنی قوم کی ترقی کی بڑی امیدیں ہیں۔ میں نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا کہ ہم ایسا حیرت انگیز مظاہرہ کرسکیں گے' جو ہم آج دیکھ رہے ہیں' مگر پھر بھی ہم مسئلے کے آغاز ہی میں ہیں۔"

حضرت قائداعظم نے یہ بھی فرمایا:۔

"آج ملک میں چار طاقتیں اور جماعتیں ہیں۔ ایک برطانوی حکومت ہے' دوسری ہندوستانی حکمران اور ریاستی سربراہ' تیسری ہندو اور چوتھی مسلمان.....میں یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں کہ کانگرس صرف اور صرف ہندوؤں ہی کی جماعت نہیں ہے۔ بتایئے بھلا کانگرس کو مسلمانوں سے بھی کوئی سروکار ہے؟ اس طرح کانگرس عیسائیوں سے بھی کوئی واسطہ نہیں رکھتی' بلکہ میں یہ حقیقت بلاتردید بتاتا ہوں کہ کانگرس کو چھوٹی جاتیوں سے بھی کوئی ہمدردی نہیں ہے......کانگرس تو غیر براہمنوں کی بھی نمائندگی نہیں کرتی کانگرس پورے ہندوؤں کی بھی جماعت نہیں ہے' کیونکہ اگر کانگرس ہندوؤں ہی کی پوری طرح سے نمائندگی کرتی ہے تو پھر ہندو سبھا کیا ہے؟ لبرل فیڈریشن کیا ہے؟ بس اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ کانگرس ملک کی واحد سب سے بڑی جماعت ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ بس یہ محض ایک ہندو ادارہ ہے' ایک ہندوانہ جماعت ہے۔ کانگرس کے کرتا دھرتا افراد نے کانگرس کے بارے میں یہی سوچ رکھا ہے کہ کانگرس ملک میں ہندو راج نافذ کرے۔ کانگرس والے سوراج کی بھی باتیں کرتے ہیں' اس سے بھی ان کی مراد ہندو راج ہی کا قیام ہے۔"

قائداعظم نے انڈین سٹیٹس (Indian States) پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ملک کی موجودہ صورتِ حال میں مسلم لیگ انڈین سٹیٹس کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہیں کرنا چاہتی' لیکن میں یہ امر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اگر کانگرس نے کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلمان ریاست' مثلاً حیدرآباد وغیرہ کے معاملات میں مداخلت کی تو پھر مسلم لیگ اس کارروائی کو ایک تازہ مداخلت سمجھ کر ہندو ریاستوں میں بھی مداخلت کرے گی ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو کسی بھی طور ہندوؤں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے اور انہیں کانگرس کے ہاتھوں کسی بھی وقت کھلونا نہیں بننے دیں گے۔"

قراردادیں:۔

اس اجلاس میں پندرہ قراردادیں منظور کی گئیں' جن کا خلاصہ سید حسن ریاض نے اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں بیان کیا ہے ذیل میں انہی کے حوالہ سے قراردادوں کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے:۔

(۱) علامہ اقبال کی وفات پر اظہار غم

(۲) مولانا شوکت علی کی وفات پر اظہار غم

(۳) اتاترک مصطفےٰ کمال کی وفات پر اظہار افسوس

(۴) چوتھے ریزولیوشن میں ان مظالم کا ذکر کرنے کے بعد جو بہار' یوپی اور سی پی میں مسلمانوں پر ہوئے تھے اور مسلمانوں کی طرف سے تمام آئینی تدابیر کے باوجود ان صوبوں کی حکومتیں ان کا مداوا نہ کر سکی تھیں' آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کو یہ اختیار دیا جائے کہ جب ضرورت ہو وہ ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کا فیصلہ کرے۔

(۵) پانچواں ریزولیوشن فلسطین سے متعلق تھا' نہایت مفصل اور پرزور۔

(۶) چھٹے ریزولیوشن میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلم خواتینِ ہند کی سب کمیٹی بنائی جائے اور یہ قائم کی گئی۔

(۷) ساتواں ریزولیوشن عہدہ داروں کے انتخاب کے متعلق منظور ہوا۔

(۸) آٹھواں ریزولیوشن دیسی ریاستوں میں ہندو انجمنوں کی شورشوں اور شرارتوں پر تھا۔ اس میں مسلم لیگ نے یہ اعلان کیا کہ اگر ہندو انجمنیں باز نہ آئیں تو مسلمانوں کے جائز مفاد کی حفاظت کے لیے مسلم لیگ ضروری اقدامات کرنے پر مجبور ہوگی۔

(۹) نویں ریزولیوشن کے ذریعے مسلم لیگ کے دستور میں ترمیمات کی گئیں۔

(۱۰) دسویں ریزولیوشن میں مسلم لیگ نے اپنی اس رائے کا اعادہ کیا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں وفاق کی جو اسکیم ہے' وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو قبول کیا جائے اور ساتھ ہی صدر مسلم لیگ کو یہ اختیار دیا کہ اگر کوئی نئے حالات پیدا ہوں تو وہ حسب ضرورت ایسا طریقہ اختیار کریں جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مناسب ہو۔

(۱۱) گیارھویں ریزولیوشن میں برھما کے ان مسلمانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا' جن کو ہنگاموں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نقصان پہنچا تھا۔

(۱۲) بارھویں ریزولیوشن میں بلوچستان کے لیے آئین کا مطالبہ کیا گیا۔

(۱۳) تیرھویں ریزولیوشن میں برطانیہ کی اس آگے بڑھنے کی پالیسی کی مذمت کی گئی' جو اس وقت اس نے سرحد کے آزاد علاقے میں اختیار کر رکھی تھی۔

(۱۴) چودھویں ریزولیوشن پارلیمینٹری بورڈوں کے متعلق منظور ہوا۔

(۱۵) پندرھویں ریزولیوشن میں مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فضول خرچی سے باز رہیں زندگی میں سادگی اختیار کریں۔

کونسل آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس:۔

۲۷ اور ۲۸ اگست ۱۹۳۹ء کو کونسل آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ہوا' جس میں مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی گئی' جس میں قرار پایا کہ:۔

(۱) مسلمانوں کے معاملہ میں حکومت برطانیہ کی اس پالیسی پر اظہار افسوس کے ساتھ کہ اس نے مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ان پر ایسا دستور مسلط کرنے کی کوشش کی اور خصوصاً وہ فیڈریشن جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں ہے جسکے ذریعے سے ایک مستقل فرقہ وارانہ (مذہبی) اکثریت کو ان کے مذہبی' سیاسی' معاشرتی اور اقتصادی حقوق پامال کرنے کا موقع دیا گیا ہے اور اس پر کہ وائسرائے نے ان صوبوں میں جہاں کانگرس کی حکومتیں ہیں' اقلیتوں کی حفاظت اور ان کے واسطے انصاف حاصل کرنے کے لیے خاص اختیارات برتنے میں سخت لاپرواہی برتی ہے اور فلسطین کے عربوں کے مطالبات منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کونسل کی یہ رائے ہے کہ اگر ان حالات میں حکومت برطانیہ یہ چاہتی ہے کہ مستقبل کی مہمات میں مسلمانانِ عالم اور خصوصاً مسلمانانِ ہند کی ہمدردی اور تائید اس کو حاصل ہو' اس کو چاہیے کہ مسلمانانِ ہند کے مطالبات بلاتاخیر پورے کرے۔

(۲) کونسل اس وقت یہ طے کرنا قبل از وقت سمجھتی ہے کہ عالمگیر جنگ شروع ہونے کی صورت میں مسلمانوں کی روش کیا ہوگی۔

(۳) اس اثناء میں کونسل' مسلم لیگ کو یہ ہدایت کرتی ہے کہ اگر ضرورت ہو تو اسلامی ممالک سے رابطہ پیدا کر کے ان کی رائے معلوم کرے۔

(۴) اس صورت میں کہ کوئی فوری مہم درپیش آئے' ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کو یہ اختیار ہوگا کہ اس کے متعلق فیصلہ کرے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنگ عظیم دوم اور مسلم لیگ کا کردار:۔

برطانیہ نے ۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا حکومتِ ہند نے ہندوستان سے تعاون حاصل کرنے کی اپیل کی اور قائداعظم محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی کو ملاقات کے لیے بلایا۔ مسٹر گاندھی نے تعاون کے سلسلہ میں جو شرائط پیش کیں، وہ حکومتِ ہند کے نزدیک تقریباً ناقابلِ قبول تھیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے جو تجاویز پیش کی گئیں ان کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) آل انڈیا مسلم لیگ نے قرار دیا کہ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت جنگ عظیم کے خطرات کے پیشِ نظر حکومت کا یہ اقدام بالکل بجا ہے کہ وہ دستورِ ہند کے وفاقی حصے کو جنگ کے خاتمہ تک ملتوی کر دے اور جنگ کے خاتمہ کے بعد اس پر نظرثانی کرے۔

(۲) آئندہ دستور کے نفاذ سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کو مشورے کے لیے مذاکرات میں ضرور شامل کرے اور دستور میں مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے منافی کوئی شق شامل نہ کی جائے۔

(۳) مرکز میں بننے والی وزارت میں مسلم لیگ کی نمائندگی پچاس فیصد ہونی چاہیے۔

(۴) برطانوی حکومت یقین دلائے کہ ہندوستان کی مسلم فوجیں کسی مسلمان ملک کے خلاف استعمال نہیں کی جائیں گی نیز یقین دلایا جائے کہ مسئلہ فلسطین عربوں کی مرضی کے مطابق حل کیا جائے گا۔

(۵) مسلمان اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی شکایات کے ازالہ کا یقین دلایا جائے۔

(۶) قوم کو جنگ کا مقصد بتایا جائے اور اس کی حمایت حاصل کی جائے۔

(۷) وعدہ کیا جائے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا اور دستور ساز اسمبلی کو آزادی کا آئین کا بنانے کا حق حاصل ہو جائے گا۔

یوم نجات:۔

کانگرس نے برطانوی حکومت کے خلاف احتجاجاً تمام کانگرسی وزارتیں ختم کر دیں۔ سب سے پہلے ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مدراس کی وزارت مستعفی ہوئی پھر ۱۴ نومبر ۱۹۳۹ء تک تمام کانگرسی وزارتوں نے اپنے استعفے پیش کر دیئے جو منظور کر لیے گئے پنجاب اور سندھ میں وزارتیں بدستور قائم رہیں، آسام میں سر محمد سعد اللہ نے وزارت بنائی، اس صورتِ حال میں قائداعظم محمد علی جناح نے مطالبہ کیا کہ کانگرسی حکومتوں کے خلاف الزامات پر ایک رپورٹ مرتب کرنے کے لیے ایک رائل کمیشن تشکیل دیا جائے، جس کے اراکین میں جج اور پریوی کونسل آف دی لارڈز کا ایک چیئرمین شامل ہو۔

کانگرس کے مستعفی ہونے کے بعد مسلم لیگ اور عام مسلمانوں نے مل کر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نجات'' منایا۔ اس یوم نجات میں بعض غیر مسلم اقلیتوں نے بھی حصہ لیا' یوم نجات منانے کا اعلان خود قائداعظم نے ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کیا تھا۔ ''یوم نجات'' کے سلسلہ میں سید حسن ریاض لکھتے ہیں:۔

> ''قائداعظم کی ہدایت کے مطابق تمام ہندوستان میں چھوٹے دیہات سے لے کر بڑے شہروں تک ایسے امن و امان کے ساتھ یوم نجات منایا گیا کہ تمام دُنیا کو اس پر حیرت ہوگئی مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقلیتوں نے بھی یوم نجات میں شرکت کی۔ پارسی' پست اقوام اور جسٹس پارٹی کے لوگ تو وہ تھے' جن کو مسلمانوں ہی کی طرح کانگرس کی وزارتوں سے شکایت تھی۔ لہٰذا وہ اس میں شریک ہوئے' لیکن مسلم لیگ کی تقویت کے لیے بڑی بات یہ ہوئی کہ بعض ان ہندوؤں نے بھی' جو کانگریسی نہ تھے' اس کا اعتراف کیا کہ یوم نجات منانے میں مسلمان حق پر ہیں۔''

مسلم لیگ ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء

(قراردادِ پاکستان سے قیام پاکستان تک)

کونسل آف مسلم لیگ کا اجلاس (۱۹۴۰ء):۔

کونسل آف مسلم لیگ کا ایک اجلاس ۲۵ فروری ۱۹۴۰ء کو دہلی منعقد ہوا' جس میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات پر غور و خوض کیا گیا قائداعظم نے اجلاس میں ان نکات کا ذکر کیا' جن کی بنیاد پر انہوں نے وائسرائے ہند سے بات چیت کی تھی۔ اس اجلاس میں قائداعظم نے مسلمانوں کے مندرجہ ذیل پانچ مطالبات پیش کیے۔

(۱) ہندوستانی افواج کو اپنے ملک کے تحفظ کے لیے رنگ و نسل کے امتیاز کے بغیر استعمال کیا جانا چاہیے۔ مخالفین نے یہ غلط فہمی پیدا کر دی ہے کہ مسلمانانِ ہند ملک کی حفاظت سے گریزاں رہیں گے۔ یہ بات غلط ہے اصل مسئلہ یہ نہیں ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنے ملی تقاضوں کے تحت' ہندوستان سے باہر کسی مسلمان طاقت کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانے کا عزم رکھتے ہیں۔

(۲) مسلم لیگ کا مطالبہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو کالعدم قرار دے کر نئی آئینی سکیم اور اصلاحات کا نفاذ نئے حالات اور تقاضوں کے تحت کیا جائے۔

(۳) کوئی آئین مسلم لیگ کی رضامندی اور منظوری کے بغیر نہ بنایا جائے۔

(۴) عربوں کے مسائل منصفانہ اور باعزت طور پر حل کیے جائیں۔

(۵) ایسے علاقے جہاں پر کانگرسی وزارتیں قائم تھیں' وہاں پر کانگرس نے جو ظلم ڈھائے ہیں' ان کی چھان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بین کرنے کے لیے ایک ٹریبونل مقرر کیا جائے۔

قائداعظم نے حاضرین جلسہ کو بتایا کہ وائسرائے ہند نے انہیں یقین دلایا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو منسوخ کر کے نئی آئینی سکیم مرتب کی جائے گی اور مسلمانوں کی منظوری کے بغیر نہ تو کوئی آئین بنایا جائے گا اور نہ ہی نافذ کیا جائے گا۔

اس اجلاس میں قائداعظم نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا کہ:۔

> ''لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہماری منزلِ مقصود کون سی ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ اب بھی منزل مقصود نہیں سمجھ سکے تو آپ کبھی نہیں سمجھ سکیں گے کہ ہماری منزل کیا ہے۔ اس سوال کا جواب نہایت واضح ہے کہ برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح گاندھی اور کانگرس بھی ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتی ہے' لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم نہ برطانیہ کو اور نہ گاندھی کو مسلمانوں پر حکومت کرنے کی اجازت دیں گے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں۔ آیئے اپنے اندر اتحاد اور استقامت پیدا کریں اور میرا یہ پیغام تمام مسلمانوں تک پہنچا دیں اور اس امر کی وضاحت بھی کر دیں کہ مسلم لیگ کیا کچھ مانگتی اور چاہتی ہے۔''

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس (لاہور):۔

یہ بات آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ۲ جولائی ۱۹۳۹ء کے اجلاس میں' جو بمبئی میں منعقد ہوا تھا طے کر لی گئی تھی کہ مسلم لیگ کا آئندہ سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوگا۔ چنانچہ پنجاب میں اثر و رسوخ رکھنے والے سیاستدان سر سکندر حیات خاں اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ نے مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور جلسہ کے انعقاد کے لیے ایک مجلس استقبالیہ تشکیل دے دی، پھر یہ بھی طے کر لیا گیا کہ مسلم لیگ کا یہ اجلاس ۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کی بادشاہی مسجد کے پہلو میں واقع منٹو پارک (موجودہ اس اجلاس سے قبل کی صورت حال کے بارے میں سید حسن ریاض اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں مینار پاکستان کے گراؤنڈ) میں منعقد ہوگا لکھتے ہیں کہ:۔

''مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس مارچ ۱۹۴۰ء کی ۲۲ تاریخ سے لاہور میں ہونے والا تھا' اس کے لیے بڑی تیاریاں تھیں' مگر اس میں ایک بے لطفی ہو گئی۔ وہ جنگ کا زمانہ تھا۔ حکومت نے ان تمام رضا کار جمعیتوں کے مظاہرے اور پریڈیں ممنوع قرار دے دی تھیں' جو فوجی یا نیم فوجی وضع کی تھیں۔ خاکسار تنظیم میں فوج کی بڑی مشابہت تھی اور اس کا تمام مشغلہ ہی قواعد' پریڈ اور فوجی انداز پر سلامیاں تھیں۔ لہٰذا وہ ممانعت اس پر بھی عائد ہوئی۔ خاکساروں نے لاہور میں اس ممانعت کی خلاف ورزی کی۔ پولیس سے اس کا تصادم ہوا' پولیس نے گولی چلائی۔ سرکاری بیان یہ تھا کہ بتیس خاکسار ہلاک ہوئے اور عام خیال یہ کہ اس سے بہت زیادہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ حادثہ ۱۹ مارچ کو واقع ہوا' مسلم لیگ کے اجلاس سے صرف دو روز قبل، قائداعظم کو گوارا نہ ہوا کہ حسب معمول بحیثیت صدر اجلاس ان کا جلوس نکلے۔ وہ بجائے اس کے زخمی رضا کاروں کی عیادت کے لیے اُسپتالوں میں گئے ان کو اس کا خیال تھا کہ وہ نقیص' جو حکومت پنجاب اور رضا کاروں کے درمیان پیدا ہو گیا تھا اور زیادہ نہ بڑھے۔''

مذکورہ بالا صورت حال کے بارے میں محمد علی چراغ اپنی کتاب ''تاریخ پاکستان'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

> ''۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کی صبح یکا یک خاکساروں کے جتھے قواعد (چپ راست کی پریڈ) کرتے ہوئے بھاٹی دروازہ کے اندر نمودار ہوئے پولیس نے روکنا چاہا' لیکن خاکساروں نے اپنے صیقل شدہ بیلچوں سے پولیس کے سپاہیوں اور افسروں پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے جواب میں پولیس نے گولی چلا دی۔ کئی خاکسار گولیوں کا نشانہ بن گئے پھر بپھرے ہوئے خاکساروں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کا سر قلم کر دیا' جس نے خاکساروں پر گولی چلانے کا حکم دیا تھا۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ مسٹر بیٹی کے قتل کے بعد مسلح پولیس کی کئی لاریاں وہاں پہنچ گئیں اور پھر انہوں نے خاکساروں کا بڑی بیدردی کے ساتھ قتلِ عام شروع کر دیا۔ اس کارروائی کے ساتھ ہی لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا اور لاہور کی فضائیں ایک بار پھر رنج و اشتعال سے بھر گئیں۔ اس ساری نازک صورت حال کے باوجود قائداعظم محمد علی جناح اپنے پروگرام کے مطابق مسلم لیگ کے اس اجلاس کے انعقاد کے لیے ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور پہنچ گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے سب سے پہلے لاہور پہنچ کر زخمی اور مضروب خاکساروں کی ہسپتال جا کر تیمارداری کی۔ اگلے دن انہوں نے ایک وفد کے ہمراہ منٹو پارک جا کر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا۔''

بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ حکومت چاہتی تھی کہ مسلم لیگ کا اجلاس منعقد نہ ہونے پائے یا اسے ملتوی کر دیا جائے اس لیے اس دوران حالات کی خرابی کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ حکومت نے تجویز پیش کی تھی کہ مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کو ملتوی کر دیا جائے لیکن قائداعظم نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ بعضوں کا خیال ہے۔ کہ مسلم لیگ کے اجلاس سے قبل حالات کو خراب کرنے کی کوشش' خاکسار پارٹی کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔

اجلاس ۲۲ مارچ:۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس' طے شدہ پروگرام کے مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (لاہور) میں مقررہ وقت پر شروع ہوا' جس کی صدارت حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے فرمائی۔ انہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کسی لکھی ہوئی تقریر کے بجائے فی البدیہہ زبانی تقریر کی انہوں نے فرمایا:۔

"آج ہم پورے پندرہ مہینوں کے بعد اپنے اس اجلاس میں شریک ہو رہے ہیں اس دوران میں بہت سے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ اس وقت صرف اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ مسلم لیگ روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔"

قائد کی تقریر کا متن:۔

قائد اعظم کے خطبہ صدارت سے ایک طویل اقتباس ملاحظہ فرمایئے' جو سید حسن ریاض نے اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں درج کیا ہے:۔

"یہ مسئلہ جو ہندوستان میں ہے' قوتوں اور فرقوں کے درمیان نہیں' بلکہ بین الاقوامی ہے اور اس بین الاقوامی ہی مان کر حل کرنا چاہیے۔ جب تک یہ بنیادی حقیقت سمجھ میں نہ آئے گی' اس وقت تک کوئی دستور وضع کیا جائے' وہ تباہی پر منتج ہوگا اور صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ ہندوؤں کے لیے اور برطانویوں کے لیے بھی مضر اور تباہ کن ثابت ہوگا۔ اگر حکومتِ برطانیہ اس برصغیر کے باشندوں کے لیے یہ چاہتی ہے کہ ان کو امن اور خوشی حاصل ہو اور اس کی یہ خواہش واقعی مخلصانہ ہے' تو اس کی صرف ایک صورت ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے بڑی اقوام کے لیے جداگانہ قومی وطن منظور کیے جائیں' جن میں وہ خود اختیاری کے ساتھ قومی ریاستیں قائم کریں۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان ریاستوں میں باہم عداوت ہو۔ البتہ ان کی یہ رقابت اور طبعی خواہش اور کوشش جاتی رہے گی کہ ایک دوسرے کے اجتماعی نظام پر چھا جائے اور ملک کی حکومت میں سیاسی برتری حاصل کر لے۔ بین الاقوامی معاہدات کے ذریعے سے ان کے درمیان خیر خواہی اور خیر سگالی پیدا ہو جائے گی اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ وہ امن سے رہ سکیں گے مزید یہ کہ اس سے اقلیتوں کا مسئلہ حل کرنے میں بڑی آسانی ہوگی ہندوستان اور مسلم ہندوستان کے درمیان باہمی رضا و رغبت سے معاملات طے ہو جائیں گے اور اس سے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفاد کی زیادہ مؤثر طریقے پر حفاظت ہو جائے گی۔

یہ سمجھنا بہت ہی مشکل ہے کہ اسلام اور ہندویت کی حقیقی فطرت ہمارے ہندو دوستوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی وہ مذہب کے عام مفہوم میں مذہب ہی میں نہیں بلکہ واقعی دو جداگانہ اور مختلف اجتماعی نظام ہیں اور یہ محض خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک مشترکہ قوم بن سکیں گے اور ایک ہندوستانی قوم کا یہ مغالطہ حدود سے بہت ہی گزر گیا ہے اور ہماری بہت سی مصیبتوں کا باعث ہے اور اگر ہم نے جلد اپنے خیالات عقائد پر نظر ثانی نہ کی تو ہندوستان تباہ ہو جائے گا ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق دو مختلف مذہبی فلسفوں' معاشرتی رواجوں اور ادبیات سے ہے نہ ان کے درمیان باہم شادیاں ہوتی ہیں' نہ یہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دو ایسی تہذیبوں کے پیرو ہیں' جن کی بنیاد متصادم خیالات اور تصورات پر ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ وہ تاریخ اور ہے جس پر ہندوؤں کو فخر اور ناز ہے اور وہ اور ہے جس پر مسلمان نازاں ہیں اور جس سے ان کے دلوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں امنگ پیدا ہوتی ہے۔ ان کی رزمیات الگ الگ ہیں' ان کے وہ بہادر مختلف ہیں' جن کی یہ تعریف کرتے ہیں اوران کے وہ واقعات مختلف ہیں جو قابلِ یادگار ہیں۔ اکثر یہ صورت ہے کہ ایک کے نزدیک شجاعت میں جو مثالی شخصیت ہے' وہ دوسرے کی نظر میں دشمن ہے اور اسی طرح یہ ہے کہ ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہے۔ دو ایسی قوموں کو ایک نظام ریاست میں اس طرح باندھنے کا نتیجہ' کہ ان میں ایک اکثریت ہو اور دوسری اقلیت' یہ ہوگا کہ ان میں بے چینی بڑھے گی اور بالآخر وہ نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔

تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں' جیسی برطانیہ عظمیٰ اور آئر لینڈ اور چیکوسلاواکیہ اور پولینڈ کے اتحادوں کی۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ برِصغیر ہند کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹے جغرافیائی رقبے' جو یکجا رہنے کی صورت میں ایک ملک کہے جاتے ہیں' اتنی ہی ریاستوں میں تقسیم کر دیئے گئے' جتنی ان میں قومیں آباد تھیں جزیرہ نمائے بلقان میں سات یا آٹھ خود مختار ریاستیں ہیں اسی طرح جزیرہ نمائے آئی بریا ہے' جو پرتگالیوں اور ہسپانویوں کے درمیان تقسیم ہوا' مگر ہندوستان کے اتحاد کے لیے اور ایک قوم کی بنیاد پر' جس کا کوئی وجود نہیں' یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ایک مرکزی حکومت ہونی چاہیے۔ حالانکہ بارہ سو برس کی تاریخ شاہد ہے کہ اتحاد حاصل نہیں ہو سکا اور ہندوستان ہمیشہ ہندو اور مسلم ہندوستان میں تقسیم رہا۔ ہندوستان کا موجودہ مصنوعی اتحاد صرف اس وقت سے ہے کہ انگریزوں نے اس ملک پر تسلط حاصل کر لیا اور برطانوی سنگینوں سے یہ قائم ہے' لیکن جہاں برطانوی حکومت ختم ہوئی' جس کا ملک معظم کی گورنمنٹ کے حالیہ بیان میں کنایتاً ذکر ہے' ایسی کامل ٹوٹ پھوٹ ہوگی اور ایسی سخت تباہی کے ساتھ کہ مسلمانوں کے ماتحت' گذشتہ ایک ہزار برس میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ یقیناً یہ وہ بُرا واقعہ ہوگا' جو ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد اہلِ برطانیہ ہندوستان کے لیے چھوڑنا پسند نہ کریں گے اور نہ ہندو اور مسلمان اس اختلال کا خطرہ گوارا کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

مسلم ہندوستان کوئی ایسا دستور قبول نہیں کرے گا' جو لازماً ہندو اکثریت پر منتج ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو اگر کسی ایسے جمہوری نظام کے تحت یکجا کیا جائے گا' جو اقلیتوں پر مسلط کیا گیا ہو' تو اس کے معنی صرف ہندو وراج ہوں گے جس قسم کی جمہوریت کانگرس کی اعلیٰ قیادت چاہتی ہے' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام میں جو سب سے زیادہ قیمتی ہے' وہ تباہ ہو جائے گا۔ گذشتہ ڈھائی سو سال کے اندر ہمیں صوبائی دستوروں کا خوب تجربہ ہو چکا ہے ایسی حکومت کا اگر پھر اعادہ کیا گیا' تو خانہ جنگی ہوگی اور ایسی نجی فوجیں بھرتی کی جائیں گی' جن کے لیے مسٹر گاندھی نے سکھر کے ہندوؤں سے کہا ہے کہ اپنی حفاظت کریں' خواہ عدم تشدد سے یا تشدد سے' چوٹ کے بدلے میں چوٹ اور اگر ان سے یہ نہ ہو سکے تو ان کو چاہیے کہ ترکِ وطن کریں۔

جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اور سمجھا جاتا ہے' مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ذرا کوئی آنکھیں کھول کر دیکھے' تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس نقشے کی رو سے' جو برطانیوں نے بنایا ہے' ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے چار میں مسلمانوں کو کم بیش غلبہ حاصل ہے اور وہ اس کے باوجود حکومتیں چلا رہے ہیں کہ کانگرس کی اعلیٰ ہندو قیادت عدم تعاون اور سول نا مقابعت کے لیے تیاریاں کر رہی ہے۔ قومیت کی ہر تعریف کی رُو سے مسلمان ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قوم ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے پاس قومی وطن ہو‘ ان کا اپنا ملک ہو اور اپنی ریاست و دولت ہو۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ باامن و اتحاد رہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اپنے تصورات اور اپنے مزاج کے مطابق اور جس طرح ہمارے خیال میں بہتر ہو‘ روحانی‘ ثقافتی‘ اقتصادی اور سیاسی زندگی میں ترقی کرے۔ دیانت کا یہ تقاضہ ہے اور ہماری قوم کے کروڑوں آدمیوں نے ہم پر یہ مقدس فرض عائد کر دیا ہے کہ ہم کوئی ایسا باعزت اور پُرامن حل نکالیں‘ جو سب کے حق میں منصفانہ ہو‘ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ہم پر دھمکیوں اور تخویف کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور جو نصب العین ہم نے معین کر لیا ہے اور جو مقصد ہمارے سامنے ہے‘ ان کی وجہ سے ہم اس کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ جو مطمحِ نظر ہم نے اپنے سامنے رکھ لیا ہے‘ اس کو حاصل کرنے کے لیے ہم کو چاہیے کہ تمام دشواریوں اور نتائج کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیں اور وہ تمام قربانیاں دینے کے لیے کمربستہ رہیں‘ جن کی ضرورت ہو۔“

قائداعظم نے حاضرینِ جلسہ اور تمام مسلمانوں کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا۔

”دوستو!... میں چاہتا ہوں کہ تم قطعی فیصلہ کر لو اور پھر تدابیر پر غور کرو‘ اپنی تنظیم کو مستحکم کرو‘ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو متحد کرو۔ میرا خیال یہ ہے کہ عام مسلمان بالکل بیدار ہیں۔ وہ صرف تمہاری رہنمائی اور قیادت چاہتے ہیں۔ اسلام کے خادم بن کر آگے بڑھو اور اقتصادی‘ معاشرتی‘ تعلیمی اور سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی تنظیم کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم وہ طاقت بنو گے‘ جس کو ہر شخص تسلیم کرے گا۔“

قرارداد:۔

اس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی‘ جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

”آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس خاکساروں اور پولیس کے دردناک واقعے پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتا ہے اور اس واقعے کے نتیجے میں ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو جو بھاری جانی نقصان ہوا ہے‘ جس میں کئی جانیں ضائع ہوئی ہیں‘ متعدد لوگ زخمی اور مجروح ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ یہ اجلاس ان لوگوں کے خاندانوں اور لواحقین کے ساتھ پُرخلوص ہمدردیوں کا اظہار کرتا ہے۔

یہ اجلاس مزید یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس سانحہ کی تحقیق و تفتیش کے لیے حکومت ایک غیر جانبدار اور خودمختار کمیٹی قائم کرے‘ جس کے ممبران پورے اعتماد کے ساتھ ایک رپورٹ تیار کریں اور مکمل تحقیقاتی رپورٹ جلد از جلد مرتب کریں۔“

اس اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کی گئی کہ حکومت خاکسار تحریک پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ واپس لے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قراردادِ پاکستان:۔

سید حسن ریاض اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں بتاتے ہیں کہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کی شب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ہوا' جس میں صدر (قائداعظم) کی تقریر کی روشنی میں ایک قرارداد مرتب کی۔ اسی شب (۲۲ مارچ) مسلم لیگ کا اجلاس بھی منعقد ہوا' جس میں قراردادِ پاکستان' پیش اور منظور کی گئی وہ لکھتے ہیں۔

''مسٹر اے کے فضل الحق نے' جو اس زمانے میں بنگال کے وزیرِ اعلیٰ تھے' ریزولیشن کی تحریک پیش کی اور چودھری خلیق الزمان صاحب ایم' ایل' اے یو پی نے تائید کی اور ان کے بعد مندرجہ ذیل حضرات نے مزید تائید کی:۔

(۱) مولانا ظفر علی خاں' ایم' ایل' اے' مرکزی پنجاب
(۲) سردار اورنگزیب خاں' ایم' ایل' اے' صوبہ سرحد
(۳) حاجی عبداللہ ہارون' ایم' ایل' اے' مرکزی سندھ
(۴) خان بہادر نواب محمد اسماعیل' ایم' ایل' سی' صوبہ بہار
(۵) قاضی محمد عیسیٰ صدر مسلم لیگ بلوچستان
(۶) عبدالحمید خاں' ایم' ایل' اے' مدارس
(۷) آئی' آئی چندریگر' ایم' ایل' اے' بمبئی
(۸) سر عبدالروف شاہ' ایم' ایل' اے' سی پی
(۹) ڈاکٹر محمد عالم' ایم' ایل' اے' پنجاب
(۱۰) سید ذاکر علی' یوپی
(۱۱) بیگم مولانا محمد علی جوہر (یوپی)
(۱۲) مولانا عبدالحامد بدایونی' یُوپی

وہ قرارداد (قراردادِ پاکستان) جو مسلم لیگ نے ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کی شب منظور کی تھی' اگلے دن یعنی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں مولوی فضل الحق' وزیرِ اعلیٰ بنگال نے پڑھ کر سنائی۔ یہ اجلاس قائداعظم کے زیرِ صدارت منٹو پارک (لاہور) میں منعقد ہوا تھا' جس میں حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔

قرارداد کا متن:۔

قراردادِ پاکستان کے شروع میں کہا گیا تھا کہ:۔

''کونسل اور مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے جو لائحہ عمل ۲۷ اگست' ۱۷ اور ۱۸ ستمبر اور ۲۲ اکتوبر کو قرار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دادیں منظور کر کے آئینی امور کے بارے میں پیش کی تھی، مسلم لیگ کا یہ اجلاس اسے منظور اور پیش کرتے ہوئے ان کی تصدیق وتائید کے بعد پرزور الفاظ میں واضح کرتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت جو فیڈریشن سکیم پیش کی گئی ہے، وہ موجودہ صورت حال میں ناقابلِ عمل ہونے کے باعث مسلمانانِ ہند کے لیے قطعی طور پر ناقابلِ قبول ہے۔"

اس اجلاس میں یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلان جو وائسرائے ہند نے 18 اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ملک معظم کی حکومت کی جانب سے جاری کیا ہے، اس کے تحت ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے مفادات اور فرقوں سے مشورے کے بعد جائزہ لیا جائے اسلامی ہندوستان اس مد میں اس وقت تک مطمئن نہیں ہوسکتا، جب تک پوری آئینی سکیم کو ازسرِنو ترتیب نہ دیا جائے اور یہ بھی کہ کوئی ترمیم یا نظرثانی شدہ دستوری خاکہ اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوگا جب تک اس کے لیے مسلمانوں کی رضامندی اور منظوری حاصل نہ کی گئی ہوگی۔"

قرارداد پاکستان کا متن، سید حسن ریاض نے اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں یوں درج کیا ہے:۔

"قرار پایا کہ غور وخوض کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی یہ رائے ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس کے اس ملک میں قابل عمل اور مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا کہ وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی ہو یعنی یہ کہ:۔

(۱) حد بندی کر کے اور ملکی تقسیم کے اعتبار سے حسب ضرورت ردوبدل کر کے متصل واحدوں کو ایسے منطقے بنادیا جائے کہ وہ علاقے جن میں مسلمان بہ اعتبار تعداد اکثریت ہیں، جیسے ہندوستان کے شمال ومغربی اور مشرقی منطقوں میں، اس طرح یکجا ہو جائیں کہ وہ ایسی خودمختار ریاستیں بنیں، جن کے واحدے اندرونی طور پر بااختیار اور خودمختار ہوں۔

(۲) یہ کہ ان واحدوں میں اور ان علاقوں میں اقلیتوں کے لیے ان کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفاد کے تحفظ کے لیے ان کے مشورے سے بقدر ضرورت مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات معین طور پر دستور کے اندر مہیا کیے جائیں اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جہاں مسلمان اقلیت ہیں حسب ضرور مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفاد کی حفاظت کر لیے، ان کے مشورے سے معین طور پر دستور کے اندر رکھے جائیں۔

یہ اجلاس ورکنگ کمیٹی کو یہ مزید اختیار دیتا ہے کہ ان بنیادی اصولوں کے مطابق، دستور کی ایسی ایک اسکیم مرتب کرے، جس میں اس کا انتظام ہو کر بالآخر یہ جداگانہ علاقے ایسے تمام اختیارات لے سکیں، جیسے دفاع، امور خارجہ، رسل ورسائل، کروڑ گیری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(کسٹمز) اور دوسرے امور جو ضروری ہوں۔"

قرارداد ہذا کے نام کی وضاحت:۔

مذکورہ بالا قرارداد کو جو مسلم لیگ نے لاہور کے اجلاس میں منظور کی "قرارداد لاہور" کہا جاتا ہے۔ اس میں چونکہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن (پاکستان) کے حصول کی بنیاد رکھی گئی تھی اس لیے اسے "قرار داد پاکستان" بھی کہا جاتا ہے۔

سید حسن ریاض اس قرارداد کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"خطبہ صدارت میں' ریزولیشن میں اور محرک و موئدین کی تقریروں میں 'پاکستان" کا قطعی ذکر نہ تھا۔ اس ریزولیشن کو محض "تقسیم ہند کا ریزولیشن" کہا گیا۔ البتہ بیگم محمد علی نے اپنی تقریر میں اس کو "پاکستان کا ریزولیشن" کہا اور وہ بھی اس وجہ سے کہ چودھری رحمت علی کی کوشش اور سعی سے یہ لفظ مشہور ہو چکا تھا۔ وہ اس سے واقف تھیں۔ ان کو یہ آسان معلوم ہوا کہ "تقسیم برصغیر ہند کی قرارداد" کی جگہ اس کو "پاکستان ریزولیشن" کہیں۔ پھر ہندو پریس نے تو طعن و طنز کے طور پر اس نام کو ایسا اچھالا کہ زبان زد عوام ہو گیا۔ بالآخر مسلم لیگ نے بھی یہ خیال آسانی ریزولیشن کا نام "پاکستان ریزولیشن" اور اس دولت کا نام جس کے قیام کے لیے وہ کوشاں تھی "پاکستان" ہی قرار دے دیا۔"

قراردادِ پاکستان پر تبصرہ:۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں قراردادِ پاکستان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"مسلم لیگ کا لاہور میں منعقدہ ستائیسواں اجلاس اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک انقلاب آفرین باب کا آغاز کرتا ہے مسلمانانِ ہند گذشتہ نصف صدی سے سیاسی گمراہی میں مبتلا تھے' لیکن لاہور کے اس اجلاس نے انہیں ایک صحیح تصور حیات دیا یہ نظریہ مسلمانانِ ہند کے سامنے ۱۹۳۰ء میں موجود تھا۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے اپنے خطبہ صدارت (الہ آباد) میں شمالی ہند میں ایک اسلامی حکومت کے قیام کی تجویز پیش کی تھی انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانانِ ہندوستان میں اسلام تمدنی قوت کی حیثیت سے صرف اس وقت تک زندہ رہ سکتا ہے اور اسلام کی ثقافتی قوت کی بقا اسی میں ہے کہ ملک کے ایک حصے میں اس کی مرکزیت قائم ہو جاتے لہٰذا قرارداد لاہور جسے بعد میں قراردادِ پاکستان کا نام دے دیا گیا کے بعد تو مسلمانوں کی منزل ان کے بالکل سامنے تھی۔ انہیں اپنی اکثریت کے صوبوں میں ان کا اپنا راج اور ملک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دکھائی دینے لگا تھا' بلکہ ہندوستان کے حکمران طبقہ یعنی برطانیہ کو بھی اب یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان اپنے جداگانہ تشخص اور ثقافت کے احساس سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں' اس لیے اب وہ کسی طرح کے تشدد کو بطور پالیسی اختیار کرنے کو نہ بُرا سمجھتے ہیں اور نہ اس سے کنارہ کش ہونے کے لیے تیار ہیں۔"

مسلم لیگ کی یادداشت:

۲۷ جون ۱۹۴۰ء کو وائسرائے ہند نے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اور فرمائش کی کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبات تحریری طور پر حکومت کو بھجوائیں۔ چنانچہ قائداعظم نے وائسرائے ہند کو مندرجہ ذیل تجاویز (ایک یادداشت کی صورت میں) تحریری طور پر ارسال کیں:۔

(۱) یہ کہ شہنشاہ برطانیہ کی گورنمنٹ کو چاہیے کہ صاف الفاظ میں مسلمانوں کو اس امر کا قطعی یقین دلائے کہ مسلم ہندوستان کی پیشگی رضامندی کے بغیر حکومت برطانیہ کوئی عارضی یا مستقل دستور اسکیم منظور نہیں کرے گی۔

(۲) یہ کہ یورپ میں بڑی تیزی سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں اور ہندوستان کو جو شدید خطرہ درپیش ہے' ان کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بات کا پورا احساس ہو گیا ہے کہ اہتمام جنگ کو قوت دینے اور ہندوستان کی داخلی سلامتی اور اس کے امن وسکون کو برقرار رکھنے اور خارجی حملے کو دفع کرنے کے لیے ہندوستان کے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں' لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ حکومت برطانیہ اس کے لیے رضامند اور تیار ہو کہ مرکز اور صوبوں کی حکومتوں میں مسلم قیادت کو برابر کے شرکاء کی حیثیت سے ساتھ لے۔ بہ الفاظ دیگر مسلم ہندوستان کی قیادت پر برابر والوں کی حیثیت سے پورا اعتماد کیا جائے اور ان کو مرکز اور صوبوں کی حکومت کے اختیار اور کنٹرول میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

بقول سید حسن ریاض' مذکورہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کے لیے قائداعظم نے یہ فرمائش کی کہ عارضی طور پر اور دورانِ جنگ میں مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں تاکہ مُسلم قیادت اختیار حکومت میں شریک ہو کر' حکومت کے ساتھ تعاون کر سکے:۔

(۱) یہ کہ وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کو حالیہ دستور اور موجودہ آئین کے دائرے کے اندر وسعت دی جائے اور وہ مزید گفتگو سے طے ہو کہ ارکان کی اضافی تعداد کیا ہو گی' مگر یہ ملحوظ رہے کہ اگر کانگرس شریک ہو' تو مسلمان نمائندوں کی تعداد ہندو نمائندوں کے برابر' ورنہ اضافی ارکان میں ان کی اکثریت ہونی چاہیے" کیونکہ اس صورت میں ذمہ داری کا بڑا بار ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر رہے گا۔

(۲) یہ کہ ان صوبوں میں' جہاں دفعہ ۹۳ نافذ ہے' غیر سرکاری ایڈوائزر مقرر ہونے چاہئیں۔ ان کی تعداد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مزید گفتگو سے طے ہو اور غیر سرکاری ایڈوائزروں میں اکثریت مسلمان نمائندوں کی ہو اور جہاں کہیں صوبائی حکومتوں کا انتظام پارٹیوں کے مجموعے یا مخلوط وزارت سے ہو سکتا ہو وہاں لازماً یہ متعلقہ پارٹیوں کا کام ہوگا کہ باہمی رضامندی سے معاملات درست کریں۔

(۳) ایک وار کونسل ہونی چاہیے جو مع صدر ۱۵ ارکان پر مشتمل ہو ہز ایکسیلنسی وائسرائے اس کی صدارت کریں۔ مجھ کو وار کنسلٹیٹو کمیٹی کا نام پسند نہیں ہے۔ باقاعدگی کے ساتھ اس کونسل کے جلسے ہوں جن میں عام صورت حال اور اس میں جو تبدیلیاں ہوں ان کا یہ معائنہ کرے، ان پر غور و بحث کرے امور جنگ کے انصرام میں عمومیت کے ساتھ حکومت کو مشورہ دے اور دفاع کے کام کو ترقی دینے کی کوشش کو تیز تر کرے۔ اس کونسل میں والیان ریاست کو شریک کر کے ان کا تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر کانگرس اس میں شریک ہونا چاہے تو مسلمانوں کی نیابت ہندوؤں کے برابر ہو ورنہ مسلمانوں کی اکثریت ہو۔

وار کونسل اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے لیے مسلمان نمائندے اور گورنروں کے اضافی غیر سرکاری ایڈوائزر مسلم لیگ چنے گی۔

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس:۔

۱۴ اگست ۱۹۴۰ء کو بمبئی میں قائداعظم کی رہائش گاہ پر ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا، جس میں وائسرائے ہند کے بیان اور وزیر ہند کی تقریر کو ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق اس نقطہ نظر اور مؤقف کی طرف ترقی قرار دیا گیا، جو مسلم لیگ نے اپنے بیان میں اختیار کیا تھا۔ اس اجلاس میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ مسلم لیگ قرارداد لاہور اور اس کے اصولوں پر قائم ہے اور ہندوستان کی تقسیم چاہتی ہے اور مسلم لیگ اس امر کی قائل ہے کہ مسلمانانِ ہند بجائے خود ایک قوم ہیں اور خود ارادیت کے حصول کے لیے وہ اپنا حق استعمال کریں گے اس اجلاس میں وہ تجاویز بھی دہرائی گئیں جو ایک یادداشت کی صورت میں قائداعظم نے وائسرائے ہند کو پیش کی تھیں۔ علاوہ ازیں وائسرائے ہند نے ان دنوں جو بیان دیا تھا، اس کی توضیحات طلب کرنے کے لیے بھی درخواست کی گئی۔

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس (۱۹۴۱ء)

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس ۲۲ فروری ۱۹۴۱ء کو دہلی میں منعقد ہوا، جس میں وزیر ہند مسٹر ایمری کی تقریر میں استعمال کیے گئے لفظ ''ہندوستانی'' کے مفہوم پر تنقید و اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا کہ ''ہندوستانی'' کی اصطلاح اپنے معنی کے اعتبار سے اس سے تین گنا سے بھی زیادہ قوموں پر منطبق ہوتی ہے جتنی پر ''یورپین'' کی اصطلاح ورکنگ کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعے اعلان کیا کہ:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسلمان اس پر نازاں ہیں کہ وہ ہندوستانی ہیں اور یہ ان کا اعتقاد ہے کہ ہندوستان ہندوستانیوں کے لیے ہے۔ مسلمانوں نے اسی اسپرٹ میں لاہور کا ریزولیوشن منظور کیا ہے' کیونکہ مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے آئینی مسئلے کا واحد حل یہی ہے' جس سے اس وسیع برصغیر کی آبادی کے تمام عناصر اور مفاد کے درمیان امن' اتحاد اور اطمینان پیدا ہو سکتا ہے۔"

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے اپنی ایک دوسری قرارداد میں طے کیا کہ مسلم لیگ ۲۳ مارچ کا دن ہر سال اس طرح منائے کہ اس میں پاکستان ریزولیوشن کے اصولوں کی تشریح کی جائے اور اس امر کی وضاحت کی جائے کہ ہندوستان کے مسئلے کا واحد حل تقسیم ہندوستان' یعنی مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا حصول ہے۔ ایک اور قرارداد میں طے کیا گیا کہ ہر تیسرے مہینے صوبائی اور ضلع لیگیں "ہفتہ مسلم لیگ" منائیں جس میں مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی تشریح کی جائے' مسلم لیگ کے نئے ممبر بنائے جائیں اور مسلمانوں کی اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی ترقی کے لیے تعمیری کام کیا جائے۔

مسلم لیگ کا اجلاس (مدارس' ۱۹۴۱ء)

مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان اجلاس ۱۲ تا ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء مدارس میں منعقد ہوا' جس میں گڑبڑ ڈالنے کے لیے ہندوؤں نے ناکام کوشش کی۔ سید حسن ریاض کا بیان ہے کہ اس کا آغاز ۱۰ اپریل ۱۹۴۱ء کو ہوا تھا' جس میں قائداعظم اپنی علالت کی بنا پر شریک نہیں ہو سکے تھے انہوں نے ۱۴ اپریل کی شب کو منعقد ہونے والے اجلاس کی صدارت کی تھی اور خطبہ صدارت بھی دیا تھا۔ یہ تقریر فی البدیہہ زبانی طور پر کی گئی تھی۔

سید حسن ریاض اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں بتاتے ہیں کہ ابتدا میں قائداعظم نے مسلم لیگ کی پنج سالہ سرگرمیوں کا ذکر کیا' اس کو پنجسالہ پروگرام کہا اور پھر یہ فرمایا:۔

"اس میں ہم ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک مسلم ہندوستان کی تنظیم کرنے میں اس طرح کامیاب ہوئے ہیں کہ وہ غیر معمولی ہے۔ میرے خیال میں یہ صحیح ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد مسلمان ایسی خوبی کے ساتھ منظم' ایسے زندہ اور سیاسی اعتبار سے ایسے بیدار کبھی نہ تھے' جیسے آج ہیں ہم نے مسلم ہندوستان کے لیے خود اپنا جھنڈا بنا لیا ہم نے وہ پلیٹ فارم بنا لیا جو قابلِ توجہ ہے اور ہندوستان کے کامل اتحاد کا مظہر ہے ہم نے صاف الفاظ میں اپنا نصب العین بیان کر دیا' جسے مسلم ہندوستان اندھیرے میں ٹٹول رہا تھا اور وہ نصب العین پاکستان ہے۔

اب مجھے بیان کرنے دیجئے کہ مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہے؟ خوب صاف صاف اور ایسا واضح جتنا کہ مجھ سے ممکن ہے ہم ہندوستان کے شمالی و مغربی اور مشرقی منطقوں میں بالکل خودمختار ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں' جن کے اختیار میں پورے طور پر یہ شعبے ہوں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) دفاع

(۲) امور خارجہ

(۳) مواصلات

(۴) کروڑ گیری (کسٹمز)

(۵) سکہ

(۶) مبادلہ وغیرہ

اور ہم موجودہ حالات میں وہ دستور نہیں چاہتے جو پورے ہندوستان کے لیے مرکز میں ایک گورنمنٹ کے ساتھ ہو ہم ہرگز اس پر رضامند نہ ہوں گے۔ اگر آپ ایک مرتبہ اس پر رضامند ہو جائیں تو میں بتائے دیتا ہوں کہ مسلم ہندوستان کا وجود مٹا دیا جائے گا جہاں تک شمالی و مغربی اور مشرقی منطقوں کے آزاد قومی وطنوں کا تعلق ہے ہم ہرگز ان پر کسی مرکزی حکومت کے اختیار کی تصدیق کے لیے دستخط نہیں کریں گے۔

حکومتِ برطانیہ کی پالیسی اور ڈپلومیسی ہندو ہندوستان کی قیادت کو احمق بنا رہی ہے' اس کو چکمہ دے رہی ہے اور متحدہ ہندوستان اور جمہوریت کا دلفریب لالچ دے رہی ہے گویا یہ دو گاجریں ہیں' جو وہ گدھوں کے سامنے نچا رہی ہے میں ہندو قیادت سے یہ کہتا ہوں کہ تم ابھی نہیں سمجھے ہو مگر حکومت برطانیہ واقعی جانتی ہے کہ تدبیر ورائے کا آخری شائبہ تک تم سے جا چکا ہے حکومتِ برطانیہ جانتی ہے کہ مسلم ہندوستان پورے ہندوستان کے لیے ایسا دستور ہرگز منظور نہیں کرے گا' جس میں ایک مرکزی گورنمنٹ ہو اور برطانوی مدبرین جانتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت اور پارلیمنٹری طرز حکومت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک مضحکہ خیز تماشا ہے.... جمہوریت کی ابتداہی اکثریت کی حکومت کے تصور سے ہوئی ہے ایک معاشرے میں اکثریت کی حکومت قابل فہم ہے' اگرچہ وہ وہاں بھی ناکام رہی۔ نیابتی حکومت ایک قوم میں جو متحد اور ایک جزو ہو' قابلِ فہم ہے' مگر آپ چند منٹ سوچیے' کیا ایسا طرزِ حکومت اس صورت میں چل سکتا ہے یا کامیاب ہو سکتا ہے؟ کہ آپ کے ہاں مختلف قومیں ہیں' قوموں سے بھی زیادہ اس برِ صغیر میں دو مختلف معاشرے ہیں' مسلم معاشرہ اور ہندو معاشرہ' اور خصوصیت سے اس سرزمین میں ایک اور قوم ہے اور وہ دراوڑ ہیں۔"

اور دراوڑوں سے قائد اعظم نے کہا:۔

"اپنی تاریخ کے مطابق آگے بڑھو مجھے آپ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے' وہ میں کروں گا اور آپ دراوڑستان قائم کر سکتے ہیں سات فیصد مسلمان دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے اور آپ کے ساتھ سلامتی' انصاف اور خوش معاملگی کی بنیاد پر رہیں گے۔"

اقلیت کے متعلق قائد اعظم نے فرمایا:۔

"جہاں کہیں اقلیت ہو' اس کے لیے تحفظات ہونے چاہئیں ...کوئی گورنمنٹ کامیاب نہیں ہو سکتی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اگر اس کی پالیسی اور پروگرام اقلیتوں کے لیے غیر منصفانہ اور بدمعاملگی پر مبنی ہو۔''

قائداعظم نے مسلم لیگ کی آئیڈیالوجی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''مسلم لیگ کی آئیڈیالوجی اس بنیادی اصول پر مبنی ہے کہ مسلمانانِ ہند ایک الگ قوم ہیں اور جو کوشش اس کے لیے کی جائے گی کہ ان کے قومی اور سیاسی تشخص و وحدت کو مٹا کر ان کو ہندو قومیت میں ضم کر دیا جائے' یہی نہیں کہ اس کی ہم مخالفت کریں گے' بلکہ جو لوگ یہ کریں گے' ان کے لیے یہ کوشش فضول ثابت ہوگی۔''

قائداعظم نے وائسرائے ہند سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بیان کرنے کے بعد مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ بڑے مسائل جو انسانوں کی موت اور زیست پر اثر انداز ہیں' ان کو ہم تقریریں کر کے اور اپنے دشمنوں کی شرارتیں ظاہر کر کے حل نہیں کر سکتے وہ ہتھیار جو آپ کو ڈھالنا ہے' جتنی جلد وہ آپ ڈھالیں بہتر ہے اور وہ ہتھیار یہ ہے کہ آپ خود اپنی طاقت پیدا کریں اور اپنی ایسی کامل تنظیم کہ کوئی خطرہ' کوئی طاقت اور کوئی دشمن تنہا یا اپنے معاونوں کے ساتھ آپ کے سامنے آئے' آپ اس کا مقابلہ کریں۔''

بقول محمد علی چراغ' قائداعظم نے اپنی تقریر کے اختتام پر نوٹ آف وارننگ کے طور پر فرمایا:۔

''مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ میں نے اپنی تقریر میں آپ کا بہت زیادہ وقت لے لیا ہے' لیکن میں اپنی تقریر کے آخر میں ایک نوٹ کے طور پر یوں بیان کرتا ہوں اور یہ نوٹ آف وارننگ حکومت برطانیہ کے لیے ہے' کیونکہ اس وقت براعظم پر اس کی حکومت ہے اور وہی اس خطۂ ارض پر قابض ہے۔ میری آرزو ہے کے آپ براہِ کرم تسلی اور تشفی کی پالیسی ترک کر دیں۔ اس پالیسی کو جنگ کی کوششوں کی تردید کرنے والوں کے لیے بند کر دیں۔ کیا آپ ایسے نازک موقعے پر انہیں کوئی اہم حیثیت اور مقام دینا چاہتے ہیں یا جنگ کے بعد انہیں کوئی مقام بخش دیں گے؟ اس ملک میں برطانوی پالیسی کی بنیادوں میں تبدیلی پیدا کیجیے۔ آپ لوگ ان لوگوں کے ساتھ وفادار نہیں ہیں' جو آپ کا ساتھ دینا چاہتے ہیں اور خلوصِ دل سے آپ کی حمایت کرتے ہیں' لیکن آپ محض ان لوگوں کو اپنی پناہ میں رکھتے ہیں کہ جن کے سیاسی عزائم مذموم ہیں اور ان کی اقتصادی پالیسیاں بھی بے عمل ہیں' اس لیے اپنی اس پالیسی کو ترک کر دیجیے' اس لیے کہ آپ ان لوگوں کے لیے یہ کام کر رہے ہیں کہ جنہیں آپ کے اس کام سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ اگر آپ واقعی خلوصِ دل سے حمایت اور مسلمانانِ ہند کا تعاون چاہتے ہیں تو اپنے پتے پھینک کر کرئی ایکشن لیجیے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قراردادیں:۔

مسلم لیگ کے مدراس کے اجلاس میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں۔ ایک قرارداد میں قرارداد پاکستان کو اپنی غرض، مقصد اور عقیدہ قرار دیا گیا۔ ایک دوسری قرارداد میں حکومتِ برطانیہ کو متنبہ کیا گیا کہ اگر اس نے مسلم لیگ کی منظوری کے بغیر کسی قسم کی مستقل یا عارضی آئینی تبدیلی کی وہ اس کی طرف سے بدترین اعتماد شکنی اور ان تمام مواعید و اعلانات کی خلاف ورزی ہوگی، جو ۸ اگست کے اعلان سے لے کر وزیرِ ہند کے تقریر تک اس کی طرف سے کیے گئے ہیں اور مسلم لیگ مخالفت کے لیے ہر تدبیر و طریقہ اپنانے پر مجبور ہوگی۔

ایک اور قرارداد میں مسلم لیگ نے حکومت برطانیہ سے سخت اصرار کیا کہ صوبائی مجالس واضعانِ قانون کے آئندہ انتخابات ملتوی نہ کیے جائیں، بالخصوص ان صوبوں میں ایسا ہرگز نہ کیا جائے، جن صوبوں میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا عمل و نفاذ جاری ہے۔

مسلم ورکنگ کمیٹی اکا اجلاس (بمبئی):۔

جب حکومت ہند نے ڈیفنس کونسل کے ممبران میں مسلم لیگ اور کانگرس کو شامل کرنے اعلان کیا تو اس پیشکش کو دونوں جماعتوں نے مسترد کر دیا تاہم وائسرائے ہند نے سر سلطان احمد کو ایگزیکٹو کونسل کا رکن نامزد کر دیا اور سر سعد اللہ، سر سکندر حیات، اور فضل الحق وغیرہ کو بھی ممبر بنالیا۔ اس پر مسلم لیگ نے ان کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

چنانچہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۲۴ تا ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء بمبئی میں منعقد ہوا جس میں ڈیفنس کونسل کی رکنیت قبول کرنے والے مسلم لیگ کے اراکین کو نوٹس دیا گیا کہ وہ دس روز کے اندر کونسل سے مستعفی ہو جائیں، بصورت دیگر ان کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے گی۔

اس نوٹس کے بعد سر سکندر حیات اور سر سعد اللہ فوری طور پر ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہو گئے فضل الحق، سر سلطان احمد اور بیگم شاہنواز نے مسلم لیگ کے نوٹس کی پروا نہ کی تو انہیں مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا۔

اس اجلاس میں اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا کہ وائسرائے نے مسلم لیگ کے لیڈر کی لاعلمی میں مسلم لیگ کے ارکان کو ایگزیکٹو کونسل اور نیشنل ڈیفنس کونسل میں شراکت کی ترغیب دی تھی۔

پاکستان کانفرنس:۔

دسمبر ۱۹۴۱ء میں منعقد ہونے والی "پاکستان کانفرنس" کی صدارت سیکرٹری مسلم لیگ خان لیاقت علی خاں نے کی۔ انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

"پاکستان کا مفہوم یہ ہے کہ ہندوستان کو دو ایسے خودمختار اور آزاد حصوں میں تقسیم کر دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے کہ جہاں ہندو اور مسلمان اپنے اپنے ملک پر خود آزادانہ حکومت کریں۔"

بنگال لیگ کانفرنس:۔

فروری ۱۹۴۲ء میں پراونشل مسلم لیگ (بنگال لیگ) کانفرنس سراج گنج میں منعقد ہوئی، جس میں قائداعظم نے بھی شرکت فرمائی انہوں نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندوستانی مسلمان ایک قوم ہیں، اس لیے وہ ہندوستان میں کسی ایسی حیثیت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جس میں انہیں ہندوؤں کے برابر مقام نہ دیا گیا ہو۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے کہ اس ملک میں ہمارے بہت سے دشمن ہیں اور اسی طرح حکومتِ برطانیہ بھی مسلمانوں کے دوستوں میں نہیں ہے۔ حکومتِ برطانیہ کی اپنی پالیسی اور اپنا پروگرام ہے، اس لیے جس طرح ہندوؤں کا اپنا پروگرام ہے ہمارا بھی اپنا علیحدہ پروگرام اور جداگانہ پالیسی ہے۔"

قائداعظم نے بنگال کو کنول کے پھولوں کا گلدستہ قرار دینے اور بنگال کی صورت حال کا ذکر کرنے کے بعد حکومتی پالیسی پر بھی تنقید کی اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے فرمایا:۔

"میں اس اجتماع میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ کسی پالیسی کے نفاذ کے لیے جو طاقت یا لوگ مسلم لیگ کے خلاف بلکہ بنگال مسلم لیگ کے خلاف کام کر رہے ہیں، وہ اس امر کو باور کر لیں کہ وہ ایسے حالات کو شدت اور نزاکت بخش رہے ہیں اور یہ شدت اور نزاکت ایسی ہوگی کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہوگی۔ ایسے لوگوں کو بخوبی یہ جان لینا چاہیے کہ ہم صرف باتیں ہی نہیں بناتے ہم ہر استبداد کے خلاف ہیں اور اس کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں، اس لیے میں متنبہ کرتا ہوں کہ ہم پر جبراً کوئی پالیسی یا سکیم نافذ نہ کی جائے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔"

یوم پاکستان:۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو مسلم لیگ کی اپیل پر پورے ہندوستان میں "یوم پاکستان" منایا گیا۔ اسی شام حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر مسلمانوں کے مقاصد اور مفادات کے خلاف کوئی سکیم نافذ کی گئی تو ہم اس سلسلے میں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایسی کسی سکیم کو ہم نہ صرف رد کر دیں گے بلکہ اس کے خلاف شدید مزاحمت بھی کریں گے۔ ہماری یہ مزاحمت ہماری اپنی بساط کے مطابق ہوگی۔ اگر ہمیں اس مساعی میں مرنا بھی پڑا تو یقیناً ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑتے ہوئے موت کو قبول کریں گے اور اگر کوئی اور بھی شرارت، تجویز یا سازش ہمارے خلاف کی گئی تو وہ چاہے ہندوؤں کی طرف سے ہو یا برطانوی حکمرانوں کی جانب سے، وہ چاہے ایسی شرارت متحدہ ہو کر کریں یا علیحدہ علیحدہ رہ کر کسی سازش پر عمل پیرا ہوں، ہم اس کے خلاف اس وقت تک مزاحمت کرتے رہیں گے کہ جب تک ہم موت سے ہمکنار نہیں ہو جاتے۔"

قائداعظم نے اپنی ولولہ انگیز تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمیں یہ معلوم ہے کہ مسلم لیگ کو چند ایک مسلمان ایجنٹوں نے گزند پہنچانے کی ناکام کوشش کی ہے یہ ایجنٹ کانگرس کے بھی ہیں اور برطانوی حکومت کے بھی۔ ایسی ہی ایک مخلوق کانگرس کے اندر بھی موجود ہے کہ برطانوی سامراجیت کو تحفظ دینا چاہتی ہے۔ بہر صورت ان ایجنٹوں نے پریس کے ذریعے شہرت حاصل کی ہے، لیکن یاد رکھیے! میں ہرگز اس مسلمان کو اپنے میں سے نہیں سمجھ سکتا کہ جو دشمنوں کے کیمپ میں رہ کر ہم پر چھرے گھونپ رہا ہو۔ ایسا مسلمان ہمارے لیے بالکل ناقابلِ قبول ہے۔ ایسی کوئی بھی کوشش کہ جو مسلمانوں اور مسلم لیگ کے مابین غلط فہمی اور اختلاف پیدا کرنے کی موجب بن سکتی ہے، وہ کوشش بے سود اور مضحکہ خیز ہو گی آپ لوگوں نے دُنیا پر واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک باضابطہ اور بااختیار جماعت ہے۔"

مُسلم لیگ کا انتیسواں سالانہ اجلاس (الہ آباد):۔

مسلم لیگ کا انتیسواں سالانہ اجلاس ۴ تا ۶ اپریل ۱۹۴۲ء الہ آباد میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم نے اپنے خطبہ صدارت، کرپش مشن کی تجاویز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

خواتین وحضرات!

"اب چند الفاظ میں، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے معنی کیا ہیں اور اس کو میں کیا سمجھا ہوں.... اصل مقصد یہ ہے کہ ایک نئی ہندوستانی یونین پیدا کی جائے اس غرض کے لیے مجلس واضع دستور قائم کی جائے اور وہ مجلس مختار مطلق ہو گی۔ یہ مختار مطلق مجلس سر سٹیفورڈ کرپس کے الفاظ میں اپنا کام ایک آل انڈیا یونین کی ترجیح کے ساتھ کرے گی...اب اس مجلس کی ترکیب کا خیال کیجیے اور پھر اس پر کہ یہ جداگانہ انتخاب سے نہیں پروپروشنل ریپریذنٹیشن (یعنی نیابت متناسبہ) کے ذریعے منتخب کی جائے گی جس وقت یہ مجلس قائم ہو جائے گی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ سوائے ایک یونین کے کسی اور نتیجے پر کیسے پہنچ سکتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی یہ ترکیب معین کی گئی ہے، لیکن اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بعد کہ مجلس وضع دستور اکثریت محض سے دستور وضع کر چکے گی تو یہ سچ ہے کہ ایک صوبے کو یا کئی صوبوں کو جو یہ دستور منظور نہ کریں' اس کا موقع دیا گیا ہے کہ وہ ایک اور امتحان میں پڑیں' مگر یہ یاد رکھیے کہ مسلمان جداگانہ انتخاب کے ذریعے بھی ۲۵ فیصد سے زیادہ نہ ہوں گے اور نیابت متناسبہ کے ذریعے تو مجلس واضع دستور میں ان کی تعداد اس سے بھی کم ہو گی لہٰذا غیر مسلم بہت بڑی اکثریت میں ہوں گے اور اکثریت اس کی تائید میں ہو گی کہ صرف ایک یونین ہو۔ جب یہ ہو چکے گا تو ایک صوبے کو یا کئی صوبوں کو جو اس سے خوش نہ ہوں' یہ تشفی دی گئی ہے کہ تمہارے لیے ایک موقع اور ہے سر اسٹیفورڈ کی یہ تجویز ہے کہ اگر ۴۱ فیصد رائیں دستور کے خلاف ہوں تو استصواب رائے کیا جائے گا اور وہ استصواب رائے پورے صوبے کا ہو گا۔"

قائداعظم نے کرپس مشن کی تجاویز کو ہدف ملامت بناتے ہوئے انہیں مسترد کر دیا اور اسے مسلمانوں کے لیے مایوس کن قرار دیا۔ اپنی تقریر کے آخر میں قائداعظم نے فرمایا:۔

"پاکستان اسکیم کے معاملے میں' جو مسلم ہندوستان کے لیے موت اور زیست کا مسئلہ ہے' خصوصیت سے ہماری پریشانیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ لہٰذا ہم اس کے لیے کوشش کریں گے کہ پاکستان کا اصول' جس کو اس دستاویز میں زیرِ نقاب تسلیم کیا گیا ہے' صاف الفاظ میں مانا جائے اور جب تک ہم کو یہ معلوم نہ ہو کہ مسلمانوں کے لیے اس سے علیحدگی یا اس میں شرکت کا حق صاف طور پر بیان ہو گیا ہے' ہمیں اطمینان نہیں ہو گا ہم یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ پھر وہی ہو جیسا گذشتہ جنگ کے بعد' جب وعدوں کی قیمت میں ہم خون' روپیہ اور سامان دے چکے' تو فلسطین میں ہوا تھا۔"

ورکنگ کمیٹی کا اجلاس:۔

۱۱۔ اپریل ۱۹۴۲ء کو مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں' جو الٰہ آباد میں منعقد ہوا تھا' مسلم لیگ کی طرف سے کرپس مشن کی تجاویز کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ مسلمان ہرگز کسی ایسے آئین کو قبول نہیں کریں گے' جس میں ان کے نصب العین کو پیشِ نظر نہ رکھا گیا ہو۔

پریس کانفرنس میں جناح کا بیان:۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۳۔ اپریل ۱۹۴۲ء کو ایک پریس کانفرنس میں ایک وضاحتی بیان جاری کیا اس کانفرنس میں انہوں نے کرپس مشن تجاویز کو مسترد کرنے کی تفصیلات بیان کیں اور کانگرس کے اس دعوٰی کو رد کیا کہ وہ ہندوستان کی واحد نمائندہ و ذمہ دار جماعت ہے انہوں نے فرمایا:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ کانگرس اور سر سٹیفورڈ کرپس کے مابین کوئی متبادل تجاویز بھی زیر بحث آئی ہیں کہ نہیں' لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہز میجسٹی گورنمنٹ کو اس طرح کی کسی متبادل سکیم کے نفاذ کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ امر تو میرے علم میں ہے کہ ہندوستان کی کسی مشترکہ کابینہ میں اگر ہندو مہاسبھا سکھوں اور مسلم لیگ کے نمائندہ لوگ بھی شامل ہوتے تو بقول پنڈت جواہر لال نہرو ایسی صورت میں بھی کانگرس کو فوقیت حاصل رہے گی' مثلاً اگر کل پندرہ ممبر بھی ہوئے تو ان میں آٹھ کانگرس کے ہوں گے اور نہرو نے یہاں تک بھی کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کو یہ صورت حال منظور نہیں ہے تو وہ مستعفی ہو جائیں' لیکن میں یہاں پر کانگرس اور پنڈت نہرو کی بات نہیں کرتا۔ صرف اتنا کہوں گا کہ اگر کانگرس کی تجاویز متبادل کے طور پر مان لی گئیں تو یہ مسلمانوں کے لیے موت کے پیغام سے کم نہ ہوں گی۔''

قائداعظم نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اگر تو تمام سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کر لیتی ہیں تو پھر اس ضمن میں پاکستان کی علیحدگی کے بارے میں دیگر تفصیلات بھی طے کر لی جائیں گی' لیکن اگر مطالبۂ پاکستان کو تسلیم نہیں کیا جاتا تو پھر ہمیں صورت حال کے تحت کسی بھی حل یا آئین اور آئینی سکیم سے ہرگز اتفاق نہیں ہوگا اور اسی طرح جو مطالبہ کانگرس نے کیا ہے اور جس کی جھلک پنڈت جواہر لال نہرو کی سر سٹیفورڈ کرپس سے خط و کتابت میں ملتی ہے' وہ مطالبہ سراسر متعصبانہ ہے اور مطالبۂ پاکستان کے خلاف ہے۔ ہمیں ان تجاویز کی کوئی پروا اور واسطہ نہیں ہے۔''

قائداعظم کا بیان:۔

کانگرس نے جب سول نافرمانی کا فیصلہ کر لیا تو قائداعظم نے ۲۱ جولائی ۱۹۴۲ء کو غیر ملکی اخبارات کو بیان دیتے ہوئے فرمایا:۔

''کانگرس کا یہ فیصلہ کہ اگر برطانوی فوراً ہندوستان چھوڑ کر نہ جائیں تو وہ عوامی پیمانے پر سول نافرمانی شروع کرے گی' مسٹر گاندھی اور ہندو کانگرس کے اس پروگرام میں انتہا درجے کی بات ہے کہ استحصال بالجبر کے طور پر اور دبا کر برطانیہ کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ ایسا طرز حکومت دینا منظور کرے اور اس حکومت کو اختیارات منتقل کر دیے جائیں۔ جس سے برطانوی سنگینوں کی حفاظت میں فوراً ہندو راج قائم ہو جائے اور مسلمانوں کو دوسری اقلیتوں کو اور دوسرے مفاد کو کانگرس راج کا محتاج کر دیا جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قائداعظم نے مسٹر گاندھی کے گھناؤنے کردار پر تنقید کرنے کے بعد فرمایا کہ:۔

"یہ بالکل ظاہر ہے کہ حکومت برطانیہ دو وجوہ کی بنا پر یہ نہیں کر سکتی کہ مسٹر گاندھی کے مطالبات پر ہتھیار ڈال دے۔ اول اس وجہ سے کہ یہ ہندوستان کے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کے اس مصمم ارادے کی مخالفت ہوگی کہ وہ ہندوستان میں پاکستان چاہتے ہیں اور ہرگز ہندوراج یا ایسی وحداتی مرکزی حکومت منظور نہیں کریں گے، جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہو دوسرے اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ بدعہدی ہوگی کہ وہ اپنے تمام اعلانات کی خلاف ورزی کریں، جس میں آخری وعدہ وہ ہے جو اگست ۱۹۴۰ء میں کیا گیا۔

یہ حکومتِ برطانیہ کو چیلنج ہے اور اس میں اپنی حفاظت کی پوری قابلیت ہے، لیکن مسلمانانِ ہند کو بھی چیلنج ہے، کیونکہ مسٹر گاندھی نے صرف ان کے مطالبات ہی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ ان سے پوچھے اور مشورہ کیے بغیر وہ یہ تحریک شروع کر رہے ہیں، جس کا صرف یہ ایک مقصد ہے کہ جیسے بھی ہو سکے وہ صورت حال پیدا کریں، جو پاکستان اسکیم کو تباہ کر دے۔ مسلم ہندوستان محض تماشائی نہیں رہ سکتا۔ میں جلد ہی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ طلب کر رہا ہوں اور اس میں ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم کیا طریقہ اختیار کریں۔"

ورکنگ کمیٹی کا اجلاس:۔

کانگرس کی سول نامتابعت کے نتیجے میں ملکی حالات خراب ہو گئے تو اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس بمبئی میں ۱۶۔ اگست تا ۲۰۔ اگست ۱۹۴۲ء منعقد ہوا۔

اس اجلاس میں جو قرارداد منظور کی گئی، اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:۔

(۱) کانگرس نے سول نامتابعت کی تحریک صرف اس لیے شروع نہیں کی گئی کہ حکومت برطانیہ کو اس بات پر مجبور کر دیا جائے کہ وہ حکومت کے اختیارات ہندوؤں کے اعلیٰ طبقے کے حوالے کر دے اور پھر وہ اس قابل نہ رہے کہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں سے کیے ہوئے وعدے پورے کر سکے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو کانگرس کے احکام اور شرائط ماننے پر زبردستی مجبور کر دیا جائے۔

(۲) یکم مئی ۱۹۴۲ء کو کانگرس نے جو مطالبہ کیا تھا اور مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے خلاف جو قرارداد منظور کی تھی، وہ مسلمانوں کو نامنظور ہے۔

(۳) ملک کی آزادی اور باشندگانِ ہند کے لیے حصول استقلال پر مسلمان دوسروں سے ذرہ برابر کم مصر نہیں ہیں اور یہی مسلم لیگ کا عقیدہ ہے۔ اس کا قطعی یقین ہے کہ کانگرس کی حالیہ تحریک ان تمام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عناصر کے استقلال کے لیے نہیں ہے' جن سے ملک کی زندگی مرکب ہے' بلکہ اس لیے ہے کہ ہندوراج قائم کریں اور مسلمانوں کے نکتۂ نظر پر مہلک ضرب لگائیں۔

(۴) حکومت برطانیہ نے مسلم لیگ کے تعاون کی پیشکش تو قطعی نظرانداز کر دی ہے' لیکن اس کے مقابلے میں سراسٹیفورڈ کی تجاویز کے اندر کانگرس کے یہ مطالبات معناً منظور کر لیے ہیں کہ دولتِ مشترکہ اقوام سے علیحدگی کا حق ہوگا اور جنگ کے بعد دستور وضع کرنے کے لیے ایسی دستوری اسمبلی قائم کی جائے گی' جس میں ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت ہوگی۔ ان تجاویز میں پاکستان کے قیام کا صرف امکان تسلیم کیا گیا ہے اور محض یہ فرض کر کے کہ الحاق کی سکیم میں وہ مضمر ہے۔

(۵) مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی یہ قطعی رائے ہے کہ اگر مسلمان عوام میں اس کے لیے جوش پیدا کرنا ہے کہ وہ سرگرمی سے اہتمام جنگ کریں اور ان تمام قربانیوں کے ساتھ' جو اس کے لیے درکار ہیں' تو یہ ضروری ہے کہ ان کو اس امر کا یقین دلایا جائے کہ اس کے ذریعے سے پاکستان کا مطمح نظر حاصل ہوگا' اس لیے مسلم لیگ حکومت برطانیہ سے یہ فرمائش کرتی ہے کہ بلا تاخیر ایسا صاف اعلان کرے' جس سے مسلمانوں کے لیے حق خودارادیت کی ضمانت حاصل ہو جائے اور اس بات کا عہد کرے کہ مسلمانوں کے فیصلہ استصواب رائے عامہ کی پابندی اور پاکستان اسکیم کے ان بنیادی اصولوں کے مطابق عمل درآمد کرے گی' جو مسلم لیگ کے قرارداد لاہور (منظور شدہ مارچ ۱۹۴۰ء) نے معین کر دیئے ہیں۔

(۶) مسلمانوں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ کانگرس کی سول نامتابعت کی تحریک میں ہرگز شامل نہ ہوں۔

نئی دہلی پریس کانفرنس میں قائداعظم کا بیان:۔

حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء کو ایک پریس کانفرنس میں مسلم لیگ کا عندیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کے تصفیئے یا اطمینان بخش حل کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے کہ جو تمام جماعتوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔ اس میں یہ لازمی امر ہے کہ مسلمانوں کو ان کی علیحدہ خوداختیاریت کا حق دیا جائے۔ اگر کسی آئین یا موجودہ آئینی ڈھانچے میں مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم نہیں کیا جاتا تو پھر تمام کوششیں اکارت رہیں گی اور ان تمام تحریکوں کا مقصد یہ ہوگا کہ ایک بیچاری اُڑتی ہوئی مکھی خود بخود مکڑے کے جالے کی جانب بڑھ رہی ہے' کیونکہ اگر کوئی صوبائی حکومت آئین اور آئینی ڈھانچے سے باہر بنا دی جاتی ہے' تو اس کے لیے موجودہ آئین میں کئی تبدیلیاں کرنی پڑیں گی اور اگر ایک بار یہ آئینی تبدیلیاں کر دی گئیں تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر انہیں ختم کرنا مشکل ہو جائے گا' اس لیے میں بنیادی طور پر اس امر پر زور دیتا ہوں کہ ہم اب جنگ کی حالت میں کسی مجبوری کے تحت کسی صوبائی حکومت کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتے اور ہم ہرگز کسی ایسے امر پر بھی زور نہیں دیتے کہ جو مطالبۂ پاکستان کے منافی ہو۔"

قائداعظم نے کانگرس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جہاں تک کانگرس کے مطالبات کا تعلق ہے' اس ضمن میں مسٹر چرچل نے بھی اپنی تقریر میں واضح کر دیا ہے کہ کانگرس ہندوستان کے تمام لوگوں کی ہرگز نمائندگی نہیں کرتی اور نو کروڑ مسلمان بھی کانگرس کے کسی فیصلے کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں' اس لیے میں کانگرس کی کسی تحریک کے حق میں نہیں ہوں۔ کانگرس کی یہ تحریک سراسر برطانیہ اور حکومتِ برطانیہ کے خلاف ہے۔ کانگرس کی یہ جنگ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے بھی خلاف ہے۔ خلاصتہً کانگرس کی کارروائی غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔ اپنی تحریک میں کانگرس اگر حکومتِ برطانیہ سے کوئی شرط منوالیتی ہے' تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر غیر کانگرسی پر حکومت کرنے کا اختیار بھی حاصل کر سکتی ہے۔"

اس پریس کانفرنس کے آخر میں قائداعظم نے فرمایا:۔

"سابق برسوں میں مسلمانانِ ہند کی صورت اور کیفیت خربوزے کی سی رہی ہے کہ جس پر چھری گرے تو کاٹا تو بہرحال خربوزہ ہی جائے گا۔ آپ برطانوی پالیسی کی شدت اور اس کی سختی کو محسوس کریں۔ کل کو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہم حکومتِ برطانیہ سے کسی قسم کے تعاون کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یقین مانیے! اس طرح صورت حال بہت نزاکت اختیار کر جائے گی۔ ہم نے جو مصائب برداشت کیے ہیں' اس سے بھی پانچ سو گنا زیادہ مصائب ہم پیدا کر سکتے ہیں' لیکن اس ساری صورت حال کے باوجود مسلمانوں کا جو رویہ اور سلوک رہا ہے' وہ اصل میں مسلمانوں کا مزاج ہے مسلمان اسی مزاج ہی میں پروان چڑھتا ہے ہم مسلمان اگر چاہیں تو ہم جنگی کوششوں کو بہت تیزی دے سکتے ہیں۔"

مسلم لیگ کا تیسواں سالانہ اجلاس:۔

مسلم لیگ کا تیسواں اجلاس ۱۹۴۲ء کے اواخر میں دہلی میں منعقد ہوا' جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے مسلم لیگ کے صدر منتخب ہونے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے کہ آج ہر آدمی اس پر رشک کرتا اور تمنا کر سکتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں اور پنجاب کے لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ متحد ہو کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حصول پاکستان کی طرف قدم اٹھائیں۔ انہوں نے اقلیت کے صوبوں کے مسلمانوں کو مستقبل میں پیش آنے والی دشواریوں اور تکالیف کا تذکرہ نہایت دکھ بھرے انداز میں ذکر کرتے ہوئے کانگرس اور ہندوستانی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''میں ایک مرتبہ پھر اس واقعے کی طرف حکومتِ برطانیہ کی توجہ مبذول کرتا ہوں فی الحقیقت یہ بہت ہی نازک صورت حال ہے اور میں اس پلیٹ فارم پر اس کو مطلع کرتا ہوں کہ ہماری مایوسی اور تلخی کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ میں اور زیادہ سخت بات کہنا نہیں چاہتا' مگر یہ کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ جو بُرا برتاؤ کیا ہے' وہ اس کے لیے خطرناک ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم یہی کیے جاؤ۔ ہمارا مطالبہ کیا ہے' بس یہی کہ اعلان کرو مسلم لیگ حکومت برطانیہ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بلا تاخیر' صاف' واضح اور مبہم اعلان کرے' جس میں مسلمانوں کے لیے یہ ضمانت ہو کہ ان کو حقِ خود ارادیت ملے گا اور وعدہ کرے کہ اس ریزولیشن کے مطابق' جو آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۰ء میں منظور کیا تھا' اور یہ کہ مسلمانانِ ہند سے استصواب رائے کیا جائے گا اور اس کا جو فیصلہ ہوگا' اس کی تعمیل کی جائے گی۔''

اس اجلاس میں سر سکندر خاں وزیر اعلیٰ پنجاب اور سر عبداللہ ہارون کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا اور بعض قراردادیں منظور کی گئیں۔ ایک قرارداد میں حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا گیا کہ:۔

> ''مسلمان ایسے وفاقی دستور کی اپنی پوری طاقت سے مخالفت کریں گے' جو لازماً جنگ اور خونریزی اور مصائب پر منتج ہوگی اور جس کی پوری ذمہ داری تنہا حکومت برطانیہ پر ہوگی۔''

طے پایا کہ:۔

> ''آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس اس امر کا بالکل قائل ہے کہ پاکستان کے اس نصب العین کا حصول' جس کی مسلمانوں کو تمنا ہے' مسلمانوں کی مسلسل کوشش' بطیبِ خاطر قربانیوں اور مصمم عزم سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی لیے ان کو چاہیے کہ وہ طاقت پیدا کریں' جو اس مہم کے لیے درکار رہو۔''

ایک اور قرارداد میں صدر مسلم لیگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے اور اس سے متعلقہ تمام ضروری اقدامات کو جس طرح مناسب سمجھیں' عمل میں لائیں' بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کی پالیسی' اصولوں اور نصب العین کے مطابق ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسلم لیگ کو حکومت سے لڑانے کی کوشش:ب

مسٹر گاندھی اور کانگرس کا دعویٰ تھا کہ کانگرس پورے ہندوستان کی نیابت کرتی ہے' لیکن مسلم لیگ نے اس دعویٰ کو بار بار مسترد کیا۔ اسی اثنا میں حکومت نے مسٹر گاندھی اور بعض دیگر کانگرسی لیڈروں کو گرفتار کرلیا اس صورت حال میں کانگرس نے مسلم لیگ اور حکومت کو لڑانے اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نظر سے گرانے کی انتہائی کوشش کی اس صورت حال کے ضمن میں سید حسن ریاض لکھتے ہیں کہ:۔

''مسٹر گاندھی اور ارکان کانگرس ورکنگ کمیٹی کی گرفتاری کے بعد' بعض ہندو لیڈروں نے' اس کے لیے اصرار کیا کہ قائداعظم مسٹر گاندھی کی رہائی کے لیے کوشش کریں۔ یہ ہندو لیڈروں اور اخبارات کی طرف سے عجیب قسم کی خواہش تھی کانگرس کی یہ جنگ جو ۸۔ اگست ۱۹۴۲ء کے ریزولیوشنوں سے شروع ہوئی تھی' دراصل مسلمانوں کے مطالبہ حق خود ارادیت کے خلاف تھی اور ثانوی درجے میں اس لیے حکومتِ برطانیہ کے خلاف تھی کہ وہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے کانگرس کا مطالبہ قبول کرنے کو تیار نہ تھی۔ اس صورت میں مسلم لیگ کا لیڈر مسٹر گاندھی کی رہائی کے لیے کوشش کیوں کرے قائد اعظم سے اپلیں کی جارہی تھیں اور ان پر اصرار تھا۔ یہ محض اس لیے کہ' مگر پھر قائداعظم کے خلاف رائے عامہ کو اشتعال دیا جائے کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس ورکنگ کمیٹی کے ارکان مسلم لیگ کی وجہ سے جیل میں ہیں۔ اگر مسلم لیگ نیشنل گورنمنٹ کے مطالبے پر رضامند ہو جائے اور پاکستان کا مطالبہ واپس لے لے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سمجھوتا ہو جائے۔ قومی مسائل کے حل کا یہ کوئی معقول طریقہ نہ تھا۔

ہندو لیڈروں کی ان اپیلوں اور درخواستوں کے جواب میں قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی کے خطبہ صدارت میں یہ کہہ دیا کہ اگر مسٹر گاندھی کے خیالات میں تبدیلی ہوئی ہے' تو وہ مجھے خط لکھیں۔ ایسا خط روکنے کی۔ گورنمنٹ کو ہمت نہیں ہوگی اس پر مسٹر گاندھی نے قائداعظم کو خط لکھا اور بجائے وہ بات لکھنے کے' جو قائداعظم نے کہی تھی' اس میں انہوں نے صرف قائداعظمؒ سے ملنے کی خواہش کی گورنمنٹ نے وہ خط روک لیا اس پر ہندو اخبارات نے بڑا شور کیا اور قائداعظم کو طعنے دیئے کہ وہ خط روک لیا گیا' جو مسٹر گاندھی نے ان کو لکھا تھا۔ اس سے ہندوؤں کا منشاء یہ تھا کہ مشتعل ہو کر' مسلم لیگ گورنمنٹ سے لڑ پڑے' مگر وہ کیوں لڑتی؟ مسٹر گاندھی ۸ اگست کے ریزولیشن پر قائم تھے لہٰذا اس پر بھی قائم کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے محروم کیا جائے۔ بہر حال یہ لغو پروپیگنڈا اخبارات میں جاری رہا۔"

قائداعظم پر قاتلانہ حملہ:۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھتے ہیں:۔

"۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو لاہور میں خاکسار تنظیم کے ایک رکن رفیق صابر نے قائداعظم پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ اس قاتلانہ حملہ میں قائداعظم اپنی ذہانت، ہوشیاری اور سب سے بڑھ کر تائید ایزدی سے بال بال بچ گئے۔"

سید حسن ریاض اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو بمبئی میں قائداعظم پر ایک خاکسار نے قاتلانہ حملہ کیا۔ قائداعظم نے مدافعت کی، اس لیے اس کا وار کارگر نہ ہوا۔ قائداعظم کے چہرے پر خفیف زخم آئے۔ چند روز کے بعد وہ تندرست ہو گئے۔"

مُسلم لیگ کا اکتیسواں سالانہ اجلاس:۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اکتیسواں سالانہ اجلاس ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کراچی میں منعقد ہوا۔ ۲۲ دسمبر کو قائداعظم کا جلوس بڑا عظیم اور عالیشان تھا، جس کے اختتام پر پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی۔

قائداعظم نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:۔

"میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلم ہندوستان نے، اور اس مقصد کی خدمت کے لیے، جو ہم لے کر کھڑے ہوئے ہیں، اگر کبھی مجھے آواز دی تو میں پیچھے نہ ہٹوں گا اور نہ پس و پیش کروں گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ سات برس سے زیادہ ہوئے، جب ہم نے مسلم لیگ کی از سر نو تنظیم اور اس کو قوت دینے کے لیے کام شروع کیا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ بلا مبالغہ یہ ناقابل تردید واقعہ ہے کہ محنت و مشقت کے ان سخت سات برسوں میں ہم نے ایسی نمایاں ترقی کی ہے کہ صرف ہمارے دوست ہی نہیں، بلکہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔"

قائداعظم نے مسلم لیگ کی مخالف قوتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم نے مخالفتوں اور ملامتوں کے درمیان بھی زندہ رہنا سیکھ لیا ہے۔ ہماری مخالفت حکومت بھی کرتی رہی ہے اور بیوروکریسی نے بھی اس ضمن میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ہمیشہ مخالفت پر تلی رہی شائد لوگوں کا حافظہ کمزور ہے بہتر یہی ہے۔ کہ میں ایک بار پھر دُہراؤں کہ پہلی مخالفت بیوروکریسی کی جانب سے تھی، لیکن یہ مخالفت اس کی اپنی ہی کمزوریوں کی نذر ہو کر رہ گئی پھر مخالفتوں کا دوسرا حملہ کانگرس کی جانب سے ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کانگرس کا یہ حملہ کوئی پہلا حملہ نہیں تھا۔ کانگرس تو ایسے حملے کرنے کی عادی ہو چکی ہے۔ جب کانگرس میں وزارتیں قائم ہوئیں تو مسلم لیگ کی حیثیت ان کے لیے نا قابلِ برداشت ہو گئی گویا مسلم لیگ ان کے لیے ایک وبال بن چکی تھی۔ مسلم لیگ نے ان متعصبانہ کانگرسی حکومتوں کے خاتمے کا مطالبہ کیا اور حکومت نے مسلم لیگ سے کہا کہ وہ کانگرسی حکومتوں کو ختم کر دینے کے لیے کانگرس سے مطالبہ کرے۔ لہٰذا مسلم لیگ نے کانگرس سے بھی یہی مطالبہ کیا پھر بعض حوالوں سے مسلمانوں سے یہ بھی کہا جاتا رہا کہ وہ اپنے مطالبات ترک کر کے کوئی معاہدہ کر لیں۔ یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو کبھی انتخابات کے وعدہ فردا پر ٹرخایا جاتا رہا اور کبھی عدم انتخابات کا اشارہ کیا گیا۔ ان سب سے بڑھ کر کانگرسی مسلمانوں، جمعیت العلماء، مجلس احرار، آزاد کانفرنس، مومنوں، شیعوں اور سنیوں کی انجمنوں کے دباؤ اور ان کی کارروائیوں، حتیٰ کہ ہر کوشش اور حوالے سے مسلم لیگ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی رہی مسلمانوں کو ہر طرح سے پریشان اور بے امن رکھا گیا، لیکن آج دشمنوں کا طریقہ واردات ذرا مختلف ہو چکا ہے آج کل وہ رقیق، عیارانہ اور پُر فریب زیر زمین خفیہ حربوں سے مسلم لیگ کو نقصان پہنچا رہے ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج ہم مسلمان اپنے افکار و خیالات میں مکمل طور پر متحد اور مستحکم ہیں۔"

قائداعظم نے مسلمانوں اور مسلم لیگ کے مخالفوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں ادب کے ساتھ اپنے مخالفوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں، وہ کانگرسی ہوں یا ہندو لیڈرز کہ اب تم ہم کو نہیں توڑ سکو گے۔ جتنی جلد تم یہ سمجھ جاؤ بہتر ہے۔ ہمارے معاملات میں دخل دینا بند کر دو۔ اگر تم ہم سے صلح کرنا چاہتے ہو اور معاملہ کرنا چاہتے ہو، تو ہم باعزت شرائط پر گورنمنٹ سے بھی سمجھوتا کرنے کو تیار ہیں اور ہندوؤں سے بھی۔"

قائداعظم نے فرمایا:۔

"اب وقت آیا ہے کہ ہم اپنی کوششوں کا جائزہ لیں آج اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمام دُنیا میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ اور مختار انجمن ہے۔ ہماری تائید پر کروڑوں مسلمان ہیں، ہمارا ایک جھنڈا ہے، ہمارا ایک پلیٹ فارم ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ہمارا معین نصب العین پاکستان ہے ہم نے خیال اور مطمح نظر کا پورا اتحاد قائم کر دیا ہے۔ اب اس میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے۔ ہم اپنے مطمح نظر پر اور اپنے خیالات میں بالکل متحد ہیں۔"

قائداعظم نے مسلمانوں کو منزل مقصود کی جانب بڑھنے کے لیے مزید اقدام کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اب وہ منزل آ گئی ہے، جس میں یہ بالکل ضروری ہو گیا ہے کہ ہم مزید اقدام کریں، ایک ایسا تنظیمی نظام پیدا کریں جو رہنمائی کرے اور عمل کے لیے نہایت مؤثر اور صحیح ہو اور ہم کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔ جس طرح ہم نے سات برس کے بعد فکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وعمل میں اتحاد پیدا کیا ہے اسی طرح ہم کو عمل میں اتحاد پیدا کرنا چاہیے"۔

قائداعظم نے اپنی تقریر کے دوران آگے بڑھنے کے لیے پروگرام بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

"سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آیئے! ہم لوگوں کو علمی ادبی سیاسی سماجی اور معاشی سطح پر بلند کرنے کا پروگرام بنائیں۔ اس مقصد کے لیے ہمیں نہ تو کسی پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کا دست نگر ہونے کی حاجت ہے بلکہ یہ سب کچھ ہمیں خود آپ کرنا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی منزل مقصود پاکستان صرف اپنی ہی قوتوں اور کوششوں ہی سے حاصل کر سکتے ہیں ہندو ہمیں پاکستان نہیں دے سکتے۔ ہندو اس امر میں زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ہماری مخالفت ترک کر دیں تا کہ ہم اپنی آزادی حاصل کر سکیں اور وہ اپنی آزادی حاصل کر سکیں۔ دونوں کو آزادی برطانوی حکومت دے سکتی ہے کیونکہ اس کا ابھی اقتدار قائم ہے لیکن میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ انگریز کی پالیسی اور خواہش چاہے کچھ بھی ہو ہمیں اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے۔ وہ ہمیں پاکستان حاصل کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔"

قائداعظم نے مسلم لیگ کی ایک "ایکشن کمیٹی" بنانے کی تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اب وہ منزل آگئی ہے جس میں یہ بالکل ضروری ہے کہ آپ کی ایک کمیٹی آف ایکشن ہو جو کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سات ارکان پر مشتمل ہو۔ اس کمیٹی کا کام صرف یہی نہ ہو کہ یہ تنظیم کرے اور زیادہ سے زیادہ تنظیم کرے اور ایسا رابطہ پیدا کرے جس سے تمام ہندوستان کے لیے مسلمانوں کی ایک پالیسی قائم ہو جائے اور اتحاد پیدا کرے بلکہ وقتاً فوقتاً جو تجاویز جو رائیں اور مطالبات آئیں ان کا معائنہ کرے اور ان پر غور کرے دوسرے الفاظ میں ہم ایک کمیٹی چاہتے ہیں جس کے ساتھ عملہ (سیکرٹریٹ) ہو۔"

قائداعظم نے بتایا کہ:۔

"ہمارے پاس بہت روپیہ تو نہیں ہے۔ میں نے کم از کم دس لاکھ روپے کے لیے اپیل کی تھی۔ اس میں سے ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ مجھے وصول ہوا ہے۔ وہ اسی کام کے لیے ہے۔"

قائداعظم نے مسلم لیگ کا آل انڈیا پارلیمنٹری بورڈ تشکیل دینے کی تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ کو معلوم ہے کہ مسلم لیگ کی پارلیمنٹری سرگرمیاں بڑھ رہی ہیں اور ہم ضمنی الیکشن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑ رہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں ضمنی الیکشن تھے۔ حال میں شکار پور کا ضمنی الیکشن ہوا۔ اب آپ کی پارلیمنٹری سرگرمیوں کے لیے یہ بالکل ضروری ہے کہ کوئی ایسا ادارہ ہو جس کو سب پر فوقیت حاصل ہو۔ اس مقصد کے لیے میں ادب کے ساتھ یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اب آپ کا ایک آل انڈیا پارلیمنٹری بورڈ ہونا چاہیے' جو تین ارکان پر مشتمل ہو۔"

کمیٹی آف ایکشن اور پارلیمنٹری بورڈ کا قیام:۔

قائداعظم کی تجاویز کے مطابق' مسلم لیگ کی جنرل کونسل کمیٹی کے اجلاس میں کمیٹی آف ایکشن اور آل انڈیا پارلیمنٹری بورڈ تشکیل دینے کی قراردادیں منظور کی گئیں اور پھر عملی طور پر یہ ادارے وجود میں لائے گئے۔
کمیٹی آف ایکشن کے صدر نواب محمد اسماعیل خاں اور کنوینر نوابزادہ لیاقت علی خاں مقرر ہوئے آل انڈیا پارلیمنٹری بورڈ کے تین ارکان میں نوابزادہ لیاقت علی خاں' چودھری خلیق الزمان اور سید حسین امام شامل تھے۔

لارڈ ویول کی تجاویز اور شملہ کانفرنس:۔

۱۴ جون ۱۹۴۵ء کو سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا لارڈ ویول نے حکومتِ برطانیہ کی ایما پر ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل کے ضمن میں اعلان کیا کہ اس میں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈر بھی شامل ہوں گے۔ اس کے بعد لارڈ ویول نے شملہ میں ہندوستانی لیڈروں کی کانفرنس منعقد کی' جس میں قائداعظم بھی شامل تھے۔ یہ کانفرنس ناکام ہوئی۔
شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۴ جولائی ۱۹۶۵ء کو اخباری نمائندوں کی ایک کانفرنس میں یہ بیان دیا:۔

"ویول پلان کے آخری جائزے اور تجزیے میں ہم نے یہ پایا کہ وہ ایک جال اور پھندا تھا۔ وہاں ایک اتحاد قائم تھا' جس میں یہ سب تھے: گاندھی' ہندو کانگرس جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے لیے قومی خود مختاری قائم ہو' دوسرے جغرافیائی وحدت کے مبلغ لارڈ ویول اور گلینسی اور خضر حیات خاں جو اس کے درپے ہیں کہ پنجاب کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کریں۔ یہ اتحاد اس کے لیے کوشاں تھا کہ ہم کو دھکیل کر اس انتظام میں پھنسا دے۔ لارڈ ویول نے جو تجویز کیا تھا' اگر ہم اس پر متفق ہو جاتے تو گویا ہم اپنے لیے موت کی سزا کے حکم پر خود ہی دستخط کرتے۔"

ہمارا موقف یہ تھا اور یہ ہم نے ۱۹۴۰ء کے بعد متواتر حکومتِ برطانیہ پر واضح کر دیا تھا کہ ہم کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبوری عارضی حکومت پر نہ اس وقت تک غور کر سکتے ہیں اور نہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں' جب تک کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ایسا اعلان نہ ہو' جس میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت کی جائے اور یہ وعدہ کیا جائے کہ جنگ کے بعد یا اس قدر جلد' جتنا کہ ممکن ہو' حکومت برطانیہ مسلم لیگ کے ان بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر' جو قرارداد مارچ ۱۹۴۰ء میں ہیں' پاکستان قائم کرے گی۔ یہ پہلی شرط تھی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ ہم اقلیت نہیں' قوم ہیں اور ہم عارضی انتظام میں اس وقت کی ضرورت کا خیال کر کے' جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے اور اس ارادے سے کہ اہتمام جنگ میں پورا تعاون کریں گے' صرف اس بنیاد پر شریک ہوں گے کہ مجوزہ ایگزیکٹو کونسل میں مسلمانوں کی تعداد دوسروں کے برابر ہو۔ ویول پلان نے ان دونوں تجویزوں کو ختم کر دیا اور ہم سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم شدید ترین قربانی دیں۔"

عام انتخابات کا اعلان:۔

لارڈ ویول سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا نے ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء کو اعلان کیا کہ عام انتخابات موسم سرما میں ہوں گے۔

انتخابات کی تیاریاں:۔

عام انتخابات کے اعلان کے بعد مسلم لیگ نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا اور اس مقصد کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ مسلم لیگ نے اپنے منشور میں واضح کیا کہ مسلمانانِ ہندوستان اس منشور اور اس بنیاد پر انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں کہ:۔

"ہندوستان کے مسلمان ایک قوم ہیں اور پاکستان ہی ہندوستان کے تمام مسائل کا ایک دانشمندانہ حل ہے۔"

مسلم لیگ نے مرکز سے لے کر صوبوں تک کے نظام میں بہتری پیدا کی اس نے نوابزادہ لیاقت علی خاں کی سربراہی میں مسلم لیگ کا نیا پارلیمنٹری بورڈ تشکیل دیا۔ اس کے اراکین میں چودھری خلیق الزمان اور سید حسین امام شامل تھے۔ کمیٹی آف ایکشن اور ورکنگ کمیٹی کو فعال بنانے کے لیے انہیں ضروری اختیارات سونپ دیے گئے۔ قائداعظم نے خود ملک بھر کا دورہ کیا اور آئندہ انتخابات کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے جگہ جگہ تقریریں کیں۔ ہندوستان بھر کے جید علماء (ماسوائے کانگرسی علماء) نے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ ان کوششوں کی بدولت مسلمان عوام "پاکستان" کے نام سے روشناس ہوئے اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو گیا۔

سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات:۔

۲۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کو سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی (مرکزی مجلس واضعانِ قانون) کے انتخابات منعقد ہوئے جن میں مسلم لیگ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سید حسن ریاض کا کہنا ہے کہ مرکزی مجلس واضعانِ قانون کے انتخابات ہیں:۔

''مسلم لیگ نے ہر نشست پر فتح حاصل کی۔ کانگریسی مسلمان ہر نشست پر ناکام ہوئے اور بہت سے مقامات پر ان کی ضمانتیں تک ضبط ہوئیں۔ غیر مسلم حلقوں میں کانگرس کامیاب ہوئی اور اس نے ہندو مہاسبھا اور دوسری پارٹیوں کے مقابلے میں عظیم اکثریت حاصل کی۔ اس الیکشن کے بعد پوری اسمبلی کی ترکیب یوں ہوئی:۔

مسلم لیگ:۳۰ (یعنی سو فیصد مسلمان نشستوں پر کامیابی)

کانگرس:۵۷

آزاد:۵

اکالی سکھ:۲

یورپین:۸

منتخب نشستوں کی کل تعداد ۱۰۲ تھی، وہ اس طرح پوری ہوگئی۔''

مسلم لیگ (مسلمانوں) کا یوم فتح:۔

سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کی خوشی میں مسلمانانِ ہند نے ملک بھر میں ''یومِ فتح'' منایا۔

سید حسن ریاض لکھتے ہیں کہ یوم فتح کے سلسلہ میں

''دہلی میں ایک عظیم جلسہ منعقد ہوا۔ بعض دستکاروں نے قائداعظم کو خدمت میں ہدیے پیش کیے۔ ان میں ایک چھوٹی سی توپ اور اس کے کارتوس بھی تھے۔ لوگ بڑے جوش سے نعرے لگا رہے تھے۔ ان میں جان دینے کا ذکر بھی تھا اور سر دینے کا بھی۔ عوام کا مجمع تھا' اس لیے قائداعظم نے اردو میں تقریر کی۔''

قائداعظم کی اردو تقریر کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:۔

''بھائیاں!

آپ نے لکھنؤ کی اُردو سنی' آپ نے دہلی کی اُردو سنی اب آپ بمبئی کی اُردو سنیئے' آج آپ نے مجھے کئی کھلونا چیزیں دی ہیں۔ اس کے بھی کچھ معنیٰ ہیں ہٹلر نے اپنے ریفرنڈم میں سو فیصدی رائیں حاصل کی تھیں۔ اس کے پاس فوجیں تھیں' ائیر فورس تھی' نیوی تھی' تو نچاتے تھے' گستاپو (خفیہ جابر پولیس) تھی۔ آپ نے مرکزی اسمبلی کے الیکشن میں سو فیصدی سیٹوں پر قبضہ کیا ہے۔ مسلمانوں کی تیس سیٹیں تھیں' یہ سب مسلم لیگ نے لے لیں ہمارے پاس نہ فوج ہے' نہ ائیر فورس ہے' نہ نیوی ہے' نہ پولیس ہے' نہ خزانہ ہے۔ مسلم لیگ کو یہ فتح آپ کی مدد سے حاصل ہوئی ہے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ پاکستان کے لیے جان دے دیں گے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور آپ پاکستان کے لیے سردے دیں گے بیشک آپ یہ سب کریں گے' مگر میں آج آپ سے نہ جان مانگتا ہوں اور نہ سر مانگتا ہوں' صوبے کے الیکشن دہلی میں نہیں ہوں گے اور سب جگہ ہوں گے۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے ووٹ مسلم لیگ کو دے دو' پھر انشاء اللہ ہم سب سنبھال لیں گے۔"

صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات (۱۹۴۶ء):۔

۲۲ فروری ۱۹۴۶ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات شروع ہوئے جن میں مسلم لیگ نے مسلم حلقوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

صوبائی انتخابات مرحلہ وار منعقد کیے گئے۔ پہلے ان صوبوں میں انتخابات کرائے گئے' جہاں وزارتیں قائم تھیں اور کام کر رہی تھیں' یعنی مندرجہ ذیل صوبوں میں۔

(۱) صوبہ پنجاب

(۲) صوبہ سرحد

(۳) صوبہ سندھ

(۴) آسام

دوسرے مرحلہ پر ان صوبوں میں انتخابات کرائے گئے جہاں دفعہ ۹۳ کے تحت گورنر حکمران تھے۔ یہ صوبے ہندو اکثریت کے صوبے تھے۔ بنگال میں اگرچہ وزارتیں قائم تھیں' مگر اس کے انتخابات بعد میں ہوئے۔

محمد علی چراغ نے اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں بتایا ہے کہ صوبائی انتخابات میں مسلمانوں کے لیے کل ۴۹۵ نشستیں مختص کی گئی تھیں' جن میں سے مسلم لیگ نے ۴۴۶ نشستیں حاصل کی۔ محمد علی چراغ نے نتائج کا جو گوشوارہ درج کیا ہے' اس میں بنگال' پنجاب' آسام' سندھ' مدراس' سرحد' بمبئی' صوبجات مرکزی' اڑیسہ اور بہار میں مسلم لیگ کی حاصل شدہ تعداد ۴۸۸ بنتی ہے۔ حسن ریاض نے پنجاب' سرحد' بنگال' بہار' صوبہ متحدہ' مدراس' صوبہ متوسط' اڑیسہ اور آسام سے حاصل ہونے والی نشستوں کی تعداد ۴۰۸ بیان کی ہے۔

ذیل میں سید حسن ریاض کی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" سے ایک اقتباس درج کیا جا رہا ہے' جو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابی نتائج کے ضمن میں تفصیل فراہم کرتا ہے۔

پنجاب:۔

"پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کی کل ۸۶ نشستیں تھیں۔ مسلم لیگ نے ان میں سے ۷۵ حاصل کیں کانگرس نے غیر مسلم نشستوں سے ۵۱ حاصل کیں۔ پنتھ اکالیوں نے ۲۲' یونینسٹ نے ۲۰ باقی ۷ نشستیں آزاد اُمیدواروں کو ملیں بعد کو چار اور کامیاب ارکان مسلم لیگ پارٹی میں شریک ہوئے۔ اس طرح مسلم لیگ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ارکان کی مجموعی تعداد ۷۹ ہوگئی.... تین ضمنی انتخابات ابھی ہونے کے لیے باقی تھے۔

اگرچہ مسلم لیگ سب سے بڑی پارٹی تھی' لیکن ۱۷۵ ارکان کے پورے ایوان میں ۷۹ ارکان وہ قطعی اکثریت نہ تھے کہ بغیر دوسری پارٹی کی شرکت کے مسلم لیگ اپنی وزارت قائم کر لیتی۔ کانگرس اور اکالی سکھوں کے درمیان اتحاد قائم ہوگیا۔ یہ دوسرے درجے کی بڑی پارٹی ہوگئی۔ کانگرس' اکالی پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان حکومت بنانے کے مسئلے پر گفت وشنید ہوئی۔ کانگرس' اکالی پارٹی نے تین ایسی شرطیں پیش کیں' جن میں دو مسلم لیگ کے بنیادی اُصولوں کے خلاف تھیں:۔

(۱) ایک یہ کہ کانگرس' اکالی پارٹی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اپنی طرف سے وزارت کے لیے کسی مسلمان کو نامزد کردے۔

(۲) دُوسری یہ کہ صوبے کی اسمبلی میں "پاکستان" کا مسئلہ کبھی نہ آئے۔

(۳) تیسری شرط یہ تھی کہ مسلم لیگ کے جتنے وزیر ہوں گے' اتنے ہی کانگرس اکالی پارٹی کے ہوں گے۔ اکالی سکھوں نے مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد کے لیے یہ شرط پیش کی کہ اس لہر کا یقین دلایا جائے کہ اگر پاکستان قائم ہوا تو سکھوں کی آزاد ریاست بھی قائم ہوگی۔ آخر میں یہ ہوا کہ کانگرس' اکالی سکھ اور یونینسٹ باہم مل گئے اور گورنر نے خضر حیات صاحب کو وزارت قائم کرنے کی دعوت دی۔"

صوبہ سرحد:۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو ۱۷ نشستیں ملیں۔ کانگرس نے ۱۹ مسلم نشستوں پر قبضہ کیا۔ ہندو اور مسلم مل کر کانگریسی نشستوں کی مجموعی تعداد تیس ہوئی۔ دو مسلم نشستیں آزاد مسلمانوں کو ملیں۔ ایک نشست اکالی سکھ نے حاصل کی ڈاکٹر خان صاحب نے صوبہ سرحد میں کانگرس کی حکومت قائم کی۔"

صوبہ سندھ:۔

سندھ میں یہ ہوا کہ بالکل الیکشن کے قریب جی' ایم' سید نے مسلم لیگ سے بغاوت کی اور اپنی ایک الگ پارٹی قائم کر کے الیکشن لڑے۔ مسلم لیگ نے الیکشن میں ۲۷ نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ بعد میں ایک اور کامیاب مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہوگیا اور مسلم لیگ پارٹی کے ارکان کی تعداد ۲۸ ہوگئی۔ چار مسلم نشستیں جی' ایم' سید نے حاصل کیں' تین کانگریسی مسلمانوں نے اور کانگرس کو ۲۱ غیر مسلم نشستیں ملیں۔ ان کے علاوہ ایک مزدوروں کا نمائندہ تھا اور تین یورپین تھے۔ جی' ایم سید نے کانگرس نیشنلسٹ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کیا۔ اس طرح دونوں پارٹیوں کی تعداد اٹھائیس اٹھائیس ہوگئی۔ گورنر نے سر غلام حسین ہدایت اللہ کو' جو مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر تھے' وزارت قائم کرنے کی دعوت دی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آسام:۔

''آسام میں کانگرس نے تمام غیر مسلم نشستیں حاصل کیں اور مسلم لیگ نے تمام مسلم نشستیں۔ان غیر مسلم نشستوں کی تعداد ۵۸ تھی' اس لیے مسٹر بردولی آسام کے وزیر اعلیٰ ہوئے۔ مسلم لیگ کو اس شرط پر وزارت میں دو نشستیں پیش کی گئیں کہ وہ کانگرس کا پارلیمنٹری پروگرام قبول کر لے۔ یہ مسلم لیگ نے قبول نہیں کیا۔ دوسری بات مسلم لیگ کے لیے یہ قابل کراہت تھی کہ کانگرس پارٹی نے مسلم لیگ کو چڑانے کے لیے' وزارت میں ایک غیر لیگی مسلمان کو بھی رکھا تھا۔''

بنگال:۔

بنگال کے الیکشن بعد میں ہوئے۔ یہاں مسلم لیگ نے ۱۱۶ نشستوں میں سے ۱۱۳ حاصل کیں۔ کانگرس نے ۸۷ ایوان کے ارکان کی مجموعی تعداد ۵۵۰ تھی۔ لہٰذا مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر مسٹر حسین شہید سہروردی نے وزارت قائم کی۔ انہوں نے مخلوط وزارت کے لیے کانگرس سے گفت وشنید کی' مگر کانگرس نے یہ منظور نہ کیا۔ بالآخر انڈیپنڈنٹ ارکان کے تعاون سے بنگال میں مسلم لیگ کی وزارت قائم ہو گئی۔''

بہار:۔

بہار میں اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد ۱۵۲ تھی' جن میں مسلمانوں کی ۴۰' مسلم لیگ کی ۳۴ نشستیں جیتیں۔ ۵ نشستیں مومنوں نے حاصل کیں (یہ کانگرس کے طرفدار تھے) اور ایک راست کانگرس نے غیر مسلم نشستوں میں ۹۷ کانگریس کو ملیں۔ بقیہ نشستیں انڈیپنڈنٹ امیدواروں کے حصے میں آئیں۔''

صوبہ متحدہ:۔

صوبہ متحدہ کی اسمبلی کے ارکان کی مجموعی تعداد ۲۲۸ تھی۔ مسلم لیگ نے ۶۶ مسلم نشستوں میں سے ۵۴ حاصل کیں۔ تمام غیر مسلم نشستیں کانگرس کو گئیں۔''

مدارس:۔

مدراس میں مسلمانوں کی کل ۲۹ نشستیں تھیں۔ یہ سب مسلم لیگ نے جیتیں۔ غیر مسلم نشستیں کانگرس کے حصے میں آئیں۔''

صوبہ متوسط:۔

''صوبہ متوسط کی مجلس واضعان قانون کی نشستوں کی مجموعی تعداد ۱۱۲ تھی' جن میں مسلمانوں کی ۱۴ تھیں۔ مسلم لیگ نے ان میں سے ۲ حاصل کیں اور کانگرس نے ۹۰''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اڑیسہ:۔

اڑیسہ کی اسمبلی مسلمانوں نے ۱۴ اور کانگرس نے ۴۷ نشستیں حاصل کیں۔

الیکشن کے بعد کی صورت حال پر تبصرہ:۔

احمد سلیم نے اپنی کتاب ''ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں'' میں الیکشن ۱۹۴۵۔۴۶ء کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

''مسلم لیگ کی اس کامیابی نے سیاسی اور سماجی سطح پر زبردست ہلچل پیدا کی۔ اس نے ایک طرف قدامت پرست اور رجعت پسند ملاؤں کے خواب منتشر کر دیئے جنہوں نے مغربیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے جناح کو ''کافرِ اعظم'' قرار دیا تھا اور دوسری طرف نام نہاد جدیدیت پسند اور انگریز نواز یونینسٹ سیاستدانوں کی سیاست کی بساط لپیٹ دی تھی جو مسلم لیگ کو ایک فرقہ پرست جماعت کہہ کر رد کر دیا کرتے تھے۔ سیاسی سطح پر ان انتخابات نے ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ قومی اسمبلی میں مسلم لیگ کی سو فیصد کامیابی کے بعد سے ہی برطانوی حکمرانوں نے ایک متحدہ ہندوستان قبول نہ کرنے کے جواب میں ایک ''کٹا پھٹا پاکستان'' تجویز کرنا شروع کر دیا تھا اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ متحدہ ہندوستان قبول کر لو ورنہ تمہیں ضلعی آبادی کی بنیاد پر بنگال اور پنجاب کے تقسیم شدہ مسلمان ضلعوں والا پاکستان ملے گا۔ اس سلسلے میں بعض صوبوں کے گورنر انتہائی فعال تھے خصوصاً یوپی اور بنگال کے گورنر نے مسلم لیگی رہنماؤں سے ایسی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو ''متحدہ ہندوستان'' یا ''کٹا پھٹا پاکستان'' کے دو قطعی حل سامنے لا رہا تھا۔ مسلم لیگی رہنما پاکستان کے بارے میں زیادہ پُر یقین نہیں تھے اور مسلم عوام کی پُر جوش اور فیصلہ کن قوت کے بجائے وہ مسئلے کا حل انگریزی تائید و رضا مندی میں دیکھتے تھے یوپی کے مسلم لیگی رہنما چودھری خلیق الزمان جب گورنر یوپی وائلی سے ملے تو وائلی نے اس ملاقات کے بارے میں وائسرائے کو رپورٹ دیتے ہوئے لکھا: ''میں نے اس کو پسند کیا ہے، لیکن سب سے گہرا تاثر جو اس کے ساتھ گفتگو کے دوران مجھے ملا وہ یہ تھا کہ اسے پاکستان کے بارے میں مجھ سے زیادہ یقین نہیں ہے۔''

احمد سلیم آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

''دوسری طرف ان نتائج کے بعد انگریزی حکومت کے بعض عناصر نے سنجیدگی سے پاکستان کے حق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں دلائل دینے شروع کر دیئے۔ اگرچہ برصغیر کو متحد رکھنے کی کوششیں بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں اور ان کوششوں کے جواب میں مسلمانوں کا ردعمل بھی سامنے آ رہا تھا۔"

محمد علی چراغ صوبائی انتخابات ۱۹۴۶ء پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات اپنے نتائج کے اعتبار سے مسلم لیگ کی کامیابی اور کامرانی کے غماز تھے، لیکن مسلم لیگ نے اگرچہ پانچ صوبوں میں اکثریت حاصل کر لی تھی اس کے باوجود اشتراکی تشکیل کے حوالے سے مسلم لیگ صرف بنگال اور سندھ میں اپنی وزارتیں قائم کر سکی تھی۔ اس صورت حال نے بھی قائداعظم محمد علی جناح کے پائے استقامت میں لغزش نہ آنے دی تھی، بلکہ قائداعظم ان تمام مسائل کے حل کی خاطر مطالبۂ پاکستان کی حمایت کرتے اور اسی پر زور دیتے رہے۔"

مسلم لیگ کا کنونشن:۔

قائداعظم کی دعوت پر، دہلی کے امپیریل ہاؤس میں ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ کے منتخب صوبائی اور مرکزی رہنماؤں کا ایک کنونشن منعقد ہوا، جس میں ۴۷۰ سے زائد منتخب شدہ اراکین نے شرکت کی۔ اس کنونشن میں بعض سکھ لیڈروں نے بھی شرکت کی۔ اس کنونشن کی صدارت قائداعظم نے فرمائی۔ کنونشن میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال، ہندو مسلم کشمکش، مسلمانانِ ہند کے جذبات و تصورات اور دیگر اہم موضوعات پر مختلف مقررین نے اظہارِ خیال کیا۔

مسلم لیگ کے اس کنونشن میں ایک قرارداد منظور کی گئی، جس کے ابتدائی حصے میں ان اسباب کا ذکر کیا گیا تھا، جن کے باعث مسلمان ہندوستان کی تقسیم کو ضروری سمجھ رہے تھے۔ اس کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ:۔

"یہ کنونشن مکرر اعلان کرتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر اگر کوئی دستور مسلط کرنے کی یا مرکز میں مسلم لیگ کے مطالبے کے خلاف جبراً عبوری انتظام قائم کرنے کی کوشش کی گئی، تو مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی مفر نہ رہے گا کہ وہ اپنی بقا اور قومی تحفظ کے لیے تمام ممکن طریقوں سے اس کی مخالفت کریں۔"

محمد علی چراغ نے اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھا ہے کہ مسلمان رہنماؤں کے اس کنونشن میں ایک قرارداد پیش کی گئی، جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ:۔

"ہندوؤں میں ذات پات کا نظام رائج ہے اور اس کے تحت انسانوں کے درمیان حد بندیاں قائم ہیں۔ قریباً چھ کروڑ شودر ایسے ہیں کہ انہیں تو بڑی جاتیوں کے ہندو چھونے تک کی اجازت نہیں دیتے، اس لیے ہندومت میں کسی طرح کی قومیت کی تشکیل کی یا برابری اور جمہوریت کی صریحاً نفی پائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس یہ شریفانہ خصائص اسلام میں موجود ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جداگانہ سماجی، سیاسی، تاریخی، ثقافتی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاشی اصول وضوابط ہیں اس لیے دونوں کا کسی طرح کا اشتراک ناممکن اور محال ہے۔ اس ملک میں مغربی قسم کی جمہوریت کارگر ثابت نہیں ہوسکتی۔ اس مغربی جمہوریت کی جھلک ہم نے کانگرس کی قریباً ڈھائی سالہ حکومت کے دوران دیکھ لی تھی۔ اس دوران میں مسلمانوں کو کسی طرح کا کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ بعض صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود ہندو کانگرس اپنی ہی من مانیاں کرتی رہی۔ اس لیے مسلمانوں کو پورے تحفظات فراہم کرنے کے لیے ان کی اکثریت کے صوبوں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں پنجاب، سرحدی صوبہ، سندھ اور جنوب مغرب میں بلوچستان پر مشتمل خود مختار زون بنا دیے جائیں اور اس کنونشن میں موجود مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے مسلم لیگ کے نمائندے یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ کسی طرح متحدہ آئینی منصوبے میں شرکت نہیں کریں گے۔ اس تجویز کے تحت مسلمانوں کی اکثریت کے جو صوبائی آئینی منصوبے میں شرکت نہیں کریں گے اس تجویز کے تحت مسلمانوں کی اکثریت کے جو صوبائی زون بنیں انہیں "پاکستان" کا نام دیا جائے اور اس ضمن میں پاکستان کے یہ زون جلد از جلد بغیر کسی تاخیر کے قائم کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ ہندوستانی خطوں اور پاکستانی خطوں میں جو اقلیتیں بچیں انہیں خاطر خواہ تحفظات فراہم کیے جائیں۔

یہ بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے لیے دو جداگانہ آئین سازی کی مجالس بنا دی جائیں۔ اس کے علاوہ یہ کنونشن، یہ بھی واضح کرتا ہے کہ ان حالات میں اگر کسی طرح کی کوئی متحدہ ہندوستان کی سکیم یا مرکز میں کسی عبوری حکومت کے قیام کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تو مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ وہ اس کے خلاف مزاحمت کریں۔"

شملہ کانفرنس میں شرکت:۔

برطانیہ کے وزارتی وفد (کابینہ مشن) نے ہندوستان کا دورہ کیا اور دیگر ہندوستانی لیڈروں سے ملاقات کے علاوہ مسلم لیگ کے سربراہ قائداعظم سے بھی ملاقات کی۔ پھر کابینہ مشن نے شملہ میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں کانگرس کے علاوہ چار مسلم رہنماؤں، قائداعظم، محمد اسماعیل خاں، عبدالرب نشتر اور محمد اسمٰعیل خاں کو مدعو کیا گیا۔ کابینہ مشن نے جو آئینی تجاویز پیش کیں، ان پر مسلم لیگ مطمئن نہیں تھی۔ بعد میں قائداعظم نے مذکورہ تجاویز کے ضمن وائسرائے ہند سے خط و کتابت بھی کی۔

عبوری حکومت:۔

۱۶ جون ۱۹۴۶ء کو وائسرائے ہند نے کابینہ مشن کے حوالے سے ایگزیکٹو کونسل کے ممبران میں پانچ مسلم لیگی لیڈروں یعنی قائداعظم محمد علی جناح، عبدالرب نشتر، نوابزادہ لیاقت علی خاں خواجہ ناظم الدین اور نواب اسماعیل خاں کو شامل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ کونسل عبوری حکومت چلانے کے لیے تشکیل دی جا رہی تھی۔ قائداعظم نے فرمایا کہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے اس عہدے کو قبول نہیں کریں گے۔ ۲۶ جون کو جب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکومت نے ایک عارضی نگران حکومت کا اعلان کیا تو مسلم لیگ نے اس میں شمولیت سے انکار کر دیا بعد میں جب وائسرائے ہند نے اعلان کیا کہ منتخب نمائندگان ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء تک اپنا چارج سنبھال لیں، تو مسلم لیگ نے اپنی جانب سے نوابزادہ لیاقت علی خاں، آئی آئی چندریگر، سردار عبدالرب نشتر، ظفر علی خاں کے نام تجویز کیے، جبکہ شیڈولڈ کاسٹس کی جانب سے جوگندر ناتھ منڈل کو اس عبوری حکومت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور عبوری حکومت کے لیے مذکورہ اراکین نے حلف بھی اٹھالیا۔ قائداعظم کے نزدیک اس عبوری حکومت کی حیثیت محض ایگزیکٹو کونسل کی تھی اور اس میں کانگرس کے اراکین بھی شامل تھے۔ اس وزارتی کونسل کا وائس پریذیڈنٹ پنڈت جواہر لال نہرو کو بنایا گیا تھا، جو خود کو وزیراعظم سمجھتے تھے۔ وائسرائے ہند نے نئی عبوری حکومت کا اجلاس ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو منعقد کرنا چاہا لیکن مسلم لیگ نے قائداعظم کی خواہش پر اس اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے بعد حکومت برطانیہ کی خواہش پر قائداعظم لندن گئے، بعد میں کانگرس کے نمائندے بھی وہیں پہنچ گئے۔ مذاکرات ہوئے، لیکن ناکام رہے۔ مذاکرات کے دوران قائداعظم نے فرمایا:۔

"پاکستان مسلمانانِ ہند کا ایک نصب العین ہے اور اس پر مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اس کی اب کوئی متبادل صورت نہیں ہے، اس لیے اس نصب العین کے خلاف اگر کوئی بھی کارروائی ہوئی، تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ مسلمانانِ ہند جواباً ہندوستان میں خانہ جنگی کریں، لیکن چونکہ ہمارا مطالبہ مبنی برحق ہے، اس لیے کامیابی اب ہمارا مقدر بن چکی ہے۔"

۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو وائسرائے کی کونسل کا اجلاس ہوا تو اس میں مسلم لیگ کا کوئی نمائندہ شریک نہ ہوا۔ اس کے بعد کانگرس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مسلم لیگی اراکین سے استعفے طلب کرے۔ وائسرائے ہند نے نوابزادہ لیاقت علی خاں کو بلا کر اس مطالبہ سے آگاہ کیا بعد میں نوابزادہ نے اس کا تفصیلی جواب دیا۔ حکومت نے کانگرس کے مطالبہ کے حق میں کوئی مؤثر کارروائی نہ کی۔

تحریکِ سول نافرمانی:۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھتے ہیں:۔

"مسلم لیگ نے اس سے کچھ عرصہ قبل مسلم لیگ کے نیشنل گارڈ کے دفتر قائم کر لیے تھے، لیکن حکومت برطانیہ نے ان پر سختی کے اقدامات کیے اس طرح مسلمانوں کی جانب سے سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک بہت شدت اختیار کر گئی۔ مسلمانوں کی پے در پے گرفتاریاں ہونے لگیں، تو قائداعظم محمد علی جناح نے وائسرائے ہند سے مطالبہ کیا کہ وہ معاملے کی نزاکت کو سمجھیں اور کوئی خاطر خواہ حل تلاش کر کے مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کو تسلیم کریں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکومتِ برطانیہ کا اعلان:۔

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو وزیراعظم برطانیہ مسٹر اٹیلی نے دارالعوام میں اپنی حکومت کی طرف سے اعلان کیا کہ جون ۱۹۴۸ء سے پہلے پہلے ہندوستان کے انتقال اقتدار کا بندوبست کر لیا جائے گا۔

تقسیمِ ملک کا منصوبہ:۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے نئے وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے اپنا چارج سنبھال لیا اور وسط اپریل میں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈروں سے ملاقات کرنے کے بعد محسوس کیا کہ اب تقسیم ملک کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ یکم مئی ۱۹۴۷ء کو کانگرس نے اصولی طور پر تقسیم ملک کے منصوبہ کو تسلیم کر لیا چنانچہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ملک کا منصوبہ بنا کر حکومت برطانیہ سے منظور حاصل کر لی۔ پھر لارڈ ماؤنٹ بیٹن خود لندن گیا اور واپسی پر ۳ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ملک کا باقاعدہ اور باضابطہ اعلان کر دیا۔ اسی دوران لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کیا کہ ممکن ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک پاکستان اور انڈیا (بھارت) کو اقتدار منتقل کر دیا جائے۔

قائداعظم کی تقریر:۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کو حکومت کی ایما پر آل انڈیا ریڈیو سے قوم کے نام خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے یہ تقریر غیر سرکاری حیثیت سے کی انہوں نے دوران تقریر فرمایا:۔

> ''ہز میجسٹی حکومت کا منصوبہ کہ جس میں لوگوں کی منشاء کے مطابق انتقال اقتدار کی سکیم بیان کی گئی ہے' وہ اس سے پیشتر ریڈیو سے نشر ہو چکی ہے۔ کل وہی منصوبہ پریس میں بھی چھپ جائے گا۔ اس منصوبے میں ہماری ضروریات کے مطابق صرف ایک طرح کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اب ہمیں ٹھنڈے دل سے' متانت کے ساتھ اور غیر جذباتی انداز میں اس پر غور و خوض کرنا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں ہندوستان کے چالیس کروڑ لوگوں کے مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی فیصلہ کرنا ہے۔ اب تک ہم نے جو کام کیا ہے اس کی خطۂ ارض پر مثال ملنا مشکل ہے' اس لیے میں ہندوستان کے تمام لوگوں' خصوصاً مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس فیصلہ کن لمحہ پر امن اور سکون قائم رکھیں اور قانون کی بالادستی کو برقرار رکھیں۔ میں خدا سے دست بہ دُعا ہوں کہ وہ ہمیں اس نازک موقع پر ذمے داریوں سے بہتر طور پر سبکدوش ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب یہ ہم پر مدار کرتا ہے کہ جو سکیم پیش کی گئی ہے' اسے ہم ایک مفاہمت کے طور پر تسلیم کر لیں یا اسے حتمی فیصلے کے طور پر مان لیں۔ اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے اجلاس' جو ۹ جون ۱۹۴۷ء کو منعقد ہوگا' اس کی منظوری سے کیا جائے گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قائداعظم نے وائسرائے ہند کے منصوبے کی تعریف کی اور صوبائی مسلم لیگ سے اپیل کی کہ اب وہ سول نافرمانی کی تحریک ختم کر دے اور لوگوں کو آئندہ ریفرنڈم کے لیے تیار کرے۔ انہوں نے صوبہ سرحد کے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ ریفرنڈم کے ذریعے پاکستان کی حمایت کریں اور اس کا ساتھ دیں۔

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس:۔

۹، ۱۰ جون کو مسلم لیگ کی کونسل کا ایک باضابطہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

> ''کونسل آف دی آل انڈیا مسلم لیگ، ہز میجسٹی گورنمنٹ کے ۳ جون ۱۹۴۷ء کے منصوبہ کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس منصوبے میں انتقال اقتدار کی جو سکیم پیش کی گئی ہے، اُسے قبول کیا جائے۔ کابینہ مشن منصوبہ اب اس منصوبے کے بعد فرسودہ ہو گا۔ کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہندوستان کے مسائل کا واحد حل یہی ہے کہ برصغیر کو دو حصوں، پاکستان اور ہندوستان کے مسائل کا واحد حل یہی ہے کہ برصغیر کو دو حصوں، پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے۔ اسی طرح کونسل پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر اتفاق نہیں کرتی ہے، لیکن اس ضمن میں کونسل مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح کو پورے اختیارات دیتی ہے کہ وہ اس منصوبے پر کسی بھی طرح کی مفاہمت یا فیصلہ کر لیں۔ اس ضمن میں بنیادی تفصیلات اور امور پر بھی بات چیت کر لیں اور منصوبے کے بنیادی اصولوں کو مصالحت کے طور پر مسلم لیگ کونسل انہیں قبول کرتی ہے، اس لیے کونسل قائداعظم محمد علی جناح کو ضروری اور حتمی اقدامات کی پوری اجازت اور اختیارات دیتی ہے۔''

قانون آزادی ہند ۱۹۴۷ء:۔

۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو قانون آزادئ ہند نافذ کر دیا گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے انڈیا میں دو خود مختار مملکتیں یعنی ہندوستان اور پاکستان قائم کر دی جائیں گی۔

پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس:۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا اس اسمبلی کے اراکین وہی تھے، جو ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں، جو حکومتِ ہند نے کرائے تھے، کامیابی حاصل کر چکے تھے اس اجلاس میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا:۔

> ''اس براعظم میں دو آزاد اور خود مختار مملکتوں کے قیام کے منصوبے سے جو عدیم المثال طوفانی انقلاب آیا ہے، اس پر ہم خود حیران نہیں، بلکہ ساری دُنیا ششدر رہ گئی ہے۔ اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم اس عظیم مملکتِ پاکستان کو خوشحال اور خوش بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔"

رسمِ انتقالِ اقتدار:۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح ۷ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی پہنچے، جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن بحیثیت وائسرائے اور گورنر جنرل غیر منقسمہ ہندوستان بھی کراچی پہنچ گئے۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ہمراہ پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کراچی میں، سندھ اسمبلی کی عمارت میں پہنچے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہز میجسٹی شاہ انگلستان کا پیغام پڑھ کر سنایا اور اعلان کیا کہ کل سے پاکستان اور ہندوستان الگ الگ آزاد اور خود مختار ریاستیں ہوں گی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بعد حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا:۔

"وہ رواداری اور خیر سگالی جو شہنشاہ اکبر نے غیر مسلمانوں کے حق میں برتی نئی چیز نہیں، بلکہ وہ تیرہ صدیاں قبل کی ہے، جب ہمارے پیغمبرؐ نے صرف باتوں سے نہیں، بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کے ساتھ عملاً انتہائی رواداری اور خیر خواہی کا برتاؤ کیا تھا اور ان کے مذہب اور عقائد کا احترام مسلمانوں کی پوری تاریخ اسی قسم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے جہاں کہیں حکومت کی، انہی اعلیٰ انسانیت پرور اصولوں کے ساتھ کی، جن کی پیروی ہونی چاہیے اور جن پر عمل کرنا چاہیے۔"

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء قائداعظم محمد علی جناح نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی موجودگی میں پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد وزرائے مملکت نے بھی حلف اٹھایا۔ اس طرح پاکستان باضابطہ طور پر ایک خود مختار اور آزاد ملک کی حیثیت سے وجود میں آ گیا۔

پاکستان مُسلم لیگ

(۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۹ء)

مُسلم لیگ کی حکومت:۔

قیام پاکستان پر جو حکومت بنی وہ مُسلم لیگ ہی کی حکومت تھی۔ جن لوگوں کو وزارتی عہدے ملے وہ مسلم لیگ کے منتخب شدہ اراکین تھے۔

پاکستان مسلم لیگ:۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا آخری اجلاس ہوا، جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں مسلم لیگ کی تشکیل نو کے ضمن میں طے پایا کہ مسلم لیگ کو دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں بانٹ دیا جائے:۔

(ا) پاکستان مسلم لیگ' جو پاکستان کی حکمران جماعت کے فرائض انجام دے۔

(۲) انڈیا مسلم لیگ' جو بھارت میں مسلمانوں کے لیے کام کرے۔

چنانچہ اب پاکستان میں کام کرنے والی مسلم لیگ کا نام ''پاکستان مسلم لیگ رکھ دیا گیا ۱۹۴۸ء میں اس کا نام ''آل پاکستان مسلم لیگ'' رکھ دیا گیا۔

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس:۔

۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان مسلم لیگ کونسل کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا' جس میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آخری دفعہ شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں جو اہم قرارداد منظور ہوئی' اس میں کہا گیا تھا کہ:۔

''کونسل اسلامیانِ پاکستان اور مملکت کے تمام دوسرے وفادار شہریوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و ترقی میں حتی الوسع زیادہ سے زیادہ حصہ لیں' کم سے کم عرصہ میں اس مملکت کو معاشرتی انصاف پر مبنی ایک مثالی جمہوری مملکت کے طور پر دُنیا میں باعزت مقام و مرتبہ حاصل ہو سکے اور یہ مملکت اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی آزادی اور عالمی امن کی علمبردار بن سکے اور پاکستان ایک ایسا ملک بن سکے' جو عسکری اعتبار سے مضبوط اخلاقی اور مادی دولت سے مالا مال ہو اور جس میں تمام شہری مساوی حقوق سے بہرہ مند ہوں اور خوف' احتیاج اور جہالت سے مکمل طور پر آزاد ہوں۔''

حافظ تقی الدین اپنی کتاب ''پاکستانی کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''انہی دِنوں جب کراچی میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو اس میں مسلم لیگ کے لیے جناب سہروردی نے ہمہ گیر تنظیم بنانے کی تجویز پیش کی' اس لیے کہ ہندوستان تقسیم ہو چکا ہے اور اب جو بھی لوگ پاکستان میں رہتے ہیں' وہ کسی بھی عقیدہ یا مذہب سے تعلق رکھتے ہوں' انہیں مسلم لیگ میں شامل کرنے کی پالیسی بنائی جائے' مگر قائداعظم نے جواب دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا' ابھی مسلم لیگ صرف مسلمانوں کی جماعت ہی رہے گی۔''

مسلم لیگ کی تشکیل نو اور اتار چڑھاؤ:۔

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کے بعد قائداعظم نے پاکستان مسلم لیگ کی صدارت چھوڑ دی' کیونکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کا خیال تھا کہ سربراہ ملک کو کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بعد پاکستان مسلم لیگ کی تشکیل نو کی گئی۔ لیگ نے چودھری خلیق الزماں کو پاکستان مسلم لیگ کا چیف آرگنائزر مقرر کیا اور انہیں صوبائی، ضلعی اور ابتدائی لیگوں کو منظم کرنے اور رکن سازی کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چودھری خلیق الزمان نے جن عہدیداروں کو نامزد کیا تھا انہی کی مدد سے وہ مسلم لیگ کے صدر بن گئے کچھ دنوں بعد جب مہاجرین نے ان کے گھر کے سامنے ایک احتجاجی مظاہرہ کیا تو وہ مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔

اس سے قبل مسلم لیگ نے یہ اصول طے کیا تھا کہ کسی سیاسی پارٹی (مسلم لیگ وغیرہ) کا کوئی رکن سرکاری عہدہ پر فائز نہیں ہوگا۔ چودھری خلیق الزمان کی مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد مسلم لیگ نے اپنے آئین میں ترمیم کر کے مذکورہ شرط کو ختم کر دیا اور ۱۹۵۰ء میں نوابزادہ لیاقت علی خاں کو پارٹی کا سربراہ بنا دیا گیا۔

مسلم لیگ کا انتشار:۔

ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب "پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں" میں بتاتے ہیں کہ ۱۹۵۰ء میں جب نوابزادہ لیاقت علی خاں مسلم لیگ کے کرتادھرتا بنے تو وہ جماعت کا وقار بحال کرنے میں ناکام رہے ڈاکٹر صاحب نوابزادہ لیاقت علی خاں کی ناکامی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"(۱) اول یہ کہ وہ حکومت کے کاموں میں اتنے معروف تھے کہ ان کے پاس جماعت کے کاموں کے لیے وقت ہی نہیں تھا۔

(۲) دوئم یہ کہ ان پر بحیثیت وزیراعظم تنقید کی جاتی تھی، جس کو بحیثیت صدر مسلم لیگ انہیں قبول کرنا پڑتا تھا۔

(۳) سوئم حکومت سے اتحاد کے بعد مسلم لیگ کی علیحدہ حیثیت بالکل ختم ہو گئی اور وہ حکومت کی باندی بن کر رہ گئی۔

> (۴) چہارم لیاقت علی خاں نے مسلم لیگ کے ممتاز اور مخلص کارکنوں کے مقابلے میں اپنے دوستوں اور دھڑے بندوں کی بیجا طرفداری کر کے صوبوں میں سیاسی فرقہ بندی کو ہوا دی۔ انہوں نے دولتانہ گروپ کی پنجاب میں اور قیوم لیگ کی سرحد میں سرپرستی کی جس کے نتیجہ میں مخلص کارکن مثلاً نواب ممدوٹ، پیر مانکی شریف وغیرہ کو جماعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ مسلم لیگ سے علیحدگی کے بعد انہوں نے اپنی اپنی سیاسی جماعتیں بنالیں۔ اس سے لیگ کے ٹکڑے ہوئے، اس کی مقبولیت کو نقصان پہنچا اور اس کی سیاسی بنیادیں کمزور پڑ گئیں۔"

پروفیسر محمد عثمان نے اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں اس دور کی مسلم لیگ کے حالات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"چودھری خلیق الزمان مسلم لیگ کے سربراہ ہوئے اور لیاقت علی خاں وزیراعظم بنے تو یہ گاڑی کے دو ہموار پہیے ثابت نہ ہوئے اور جب لیاقت علی خاں کے ہاتھوں میں یہ دونوں عہدے اکٹھے ہوئے' گاڑی جب بھی پٹڑی سے اُتر گئی۔ مرکز ہو یا صوبہ دراصل مسلم لیگ ہر جگہ بہت جلد دھڑوں کا شکار ہو گئی۔ مرکز میں لیاقت علی خاں اور خلیق الزمان قدم ملا کر نہ چلے پنجاب میں ممدوٹ اور دولتانہ کی چل نکلی۔ سرحد میں قیوم خاں اور پیر آف مانکی شریف ٹکرا گئے۔ سندھ میں ایوب کھوڑو اور پیر الٰہی بخش میں ٹھن گئی اور مشرقی پاکستان میں بہت جلد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ مسلم لیگ کی ہوا اکھڑ گئی۔ ہر کوئی اقتدار کے پیچھے تھا۔ جسے دیکھو کرسی کی تمنا تھی' مگر خدمت اور کام اور منصوبہ بندی اور بدلے ہوئے حالات میں نئی سوچ اور نئے انداز کا کسی کو خیال نہ تھا۔"

بقول ڈاکٹر صفدر محمود:۔

"مسلم لیگ کی عام حالت یہ تھی کہ وہ ایک ایسی پارٹی بن کر رہ گئی' جس کا کوئی پروگرام نہیں تھا وہ ایک ایسا کارواں تھا' جس کی کوئی منزل نہ تھی اور نچلی سطحوں پر لیگ کے رہنما نہ دیانتدار تھے اور نہ ہی عوام میں مقبول چنانچہ مسلم لیگ کو توانا بنانے کی ضرورت تھی' لیکن کوئی بھی شخص اس تنظیم میں نئی روح پھونکنے کی اہمیت کا حامل نظر نہ آتا تھا۔"

انتخابات:۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے جو اراکین کامیاب ہوئے تھے وہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں بدستور شامل رہے۔ پاکستان بننے پر ۱۹۵۰ء میں مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے گے اور ۱۹۵۱ء میں بعض دیگر صوبوں میں انتخابات منعقد کیے گئے۔ ان انتخابات سے قبل مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے جو مسلم لیگی گروپ بنایا اسے "دولتانہ گروپ" اور نواب ذوالفقار علی ممدوٹ نے جن لیگیوں کو اپنے ہمراہ ملایا اسے "جناح گروپ" کا نام دیا گیا۔ اس طرح پنجاب میں دونوں گروپوں کے مابین زبردست مقابلہ ہوا۔ عقیل عباس جعفری اپنی کتاب "پاکستان کی انتخابی سیاست" میں مذکورہ انتخابات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"پاکستان کے ان پہلے انتخابات کے بارے میں یہ بتانا بے جا نہ ہو گا کہ ان انتخابات میں "جھرلو" کا نام پہلی مرتبہ سُننے میں آیا۔ ان انتخابات میں مجموعی طور پر ۱۹۷

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشستوں پر مقابلہ ہوا۔ مسلم لیگ کے ٹکٹ کے لیے ۸۰۰ سے زائد امیدواروں نے درخواست دی ظاہر ہے کہ ان میں سے فقط ۱۹۷ افراد ہی کو مسلم لیگ کا ٹکٹ مل سکا چنانچہ جن افراد کو ٹکٹ نہیں مل سکا انہوں نے جناح عوامی مسلم لیگ کے دامان عافیت میں پناہ لی۔"

ان دنوں نوابزادہ لیاقت علی خاں وزیراعظم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کے صدر بھی تھے۔ ۱۹۵۰ء کے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں نوابزادہ لیاقت علی خاں خود انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے' حالانکہ وہ وزیراعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔

حافظ تقی الدین لکھتے ہیں کہ:۔

"۱۹۵۰ء میں مغربی پاکستان کی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ انتخابی مہم پر گوجرانوالہ میں وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خاں بھی آئے تھے۔ شیرانوالہ باغ میں مسلم لیگ کا جلسہ ہوا۔ لوگوں نے شکایت کی' رشوت بہت زیادہ ہوگئی ہے' انگریز کے دورِ حکومت میں اتنی رشوت تھی۔ اس پر لیاقت علی خاں نے جواب دیا کہ رشوت لینے والے آپ کے مسلمان بھائی ہیں' کوئی ہندو سکھ تو نہیں۔"

حافظ تقی الدین ۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"۱۹۵۱ء کے انتخابات میں جو مغربی پنجاب میں ہوئے اور پھر بعد میں صوبہ سرحد میں بھی ہوئے۔ مسلم لیگ کے مقابلہ میں عوامی لیگ کے امیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ ان الیکشنوں میں مسلم لیگ نے افسران کے ساتھ مل کر الیکشن جیتنے کا ہر حربہ استعمال کیا پنجاب میں چند ممبران نواب ممدوٹ کے حامی عوامی لیگ کے کامیاب ہوئے' مگر بعد میں جب نواب ممدوٹ سیاست میں غیر متحرک ہو گئے یہ لوگ پھر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ سرحد میں مخالف ممبران کو کامیاب ہی ہونے نہیں دیا گیا تھا وہاں پر صوبہ کے وزیراعلیٰ خان عبدالقیوم خان تھے۔ وہ مقبول عام بھی نہ تھے' مگر انہوں نے الیکشن جیتنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا' مگر کسی مخالف کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ سندھ میں مسلم لیگ کے علاوہ چند وڈیروں کا گٹھ جوڑ بھی تھا جس کے سربراہ جی' ایم سید تھے۔ اسی گروپ کا نام "سندھ عوامی محاذ" تھا' جی' ایم سید' پیر الٰہی بخش' غلام مصطفیٰ بھرگری بھی اس میں شامل تھے۔ انتخابات جیت لینے کے بعد خان لیاقت علی خاں ہی پورے پاکستان کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے۔"

۱۹۵۰۔۵۱ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ نے مندرجہ ذیل غلط باتوں کی بنیاد رکھی:۔

(۱) سرکاری عہدیداروں کا سیاست میں حصہ لینا اور الیکشن میں اپنی جماعت کے امیدواروں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حمایت کرنا۔

(۲) الیکشن جیتنے کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنا۔

(۳) انتخابات میں دھاندلیاں کرنا (بھرلو پھیرنا)

(۴) ذاتی مفاد کے لیے سیاسی وفاداریاں تبدیل کرنا' مثلاً ایک پارٹی سے ٹکٹ نہ ملنے پر اس پارٹی میں شریک ہو جانا جو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے ٹکٹ جاری کرنے' یا کامیاب ہونے کے بعد اکثریتی پارٹی میں شامل ہو جانا۔

(۵) انتخابات کے دوران سرکاری مشینری اور بیورو کریسی وغیرہ کو استعمال کرنا۔

(۶) سیاسی نظریہ اور ضمیر کے بجائے صرف نجی مفادات اور کرسی کو مدِنظر رکھنا۔

(۷) دو قریبی رشتہ داروں کا دو مختلف پارٹیوں میں شامل ہو کر الیکشن لڑنا۔

(۸) قریبی رشتہ داروں کو نوازنا۔

(۹) دھڑے بندی اور ذات برادری کی بنیاد پر ووٹ حاصل کرنا۔

یہ برائیاں مسلم لیگ نے شروع ہی سے پیدا کر دی تھیں' جو پاکستان کے آئندہ انتخابات میں بھی ہتھکنڈوں اور حربوں کے طور پر استعمال ہوتی رہیں۔

مسلم لیگ کے صدور اور سیاسی صورتِ حال:۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو نوابزادہ لیاقت علی خاں کو راولپنڈی کے ایک جلسہ کے دوران سید اکبر نامی ایک قبائلی نوجوان نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین' جو پہلے گورنر جنرل کے عہدہ پر فائز تھے' نے اپنی جگہ ایک سرکاری افسر ملک غلام محمد کو گورنر جنرل بنا دیا اور خود وزیر اعظم کے عہدہ پر متمکن ہو گئے اس کے ساتھ ساتھ وہ پاکستان مسلم لیگ کے صدر بھی بن گئے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی تنظیم پر کوئی خاص توجہ نہ دی' جس کے نتیجے میں مسلم لیگ کے اندران کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا۔ یہاں تک کہ گورنر جنرل غلام محمد نے وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کو برطرف کر دیا اور اسی روز' یعنی ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو محمد علی بوگرا کو وزیر اعظم بنا دیا محمد علی بوگرا ان دنوں امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ وہ پارلیمنٹ کے ممبر نہیں تھے' لیکن انہیں وزارت عظمیٰ کے عہدہ سے نوازا گیا۔ انہیں مسلم لیگ کا صدر بھی بنا دیا گیا۔

صوبائی الیکشن' مشرقی پاکستان:۔

۱۹۵۴ء میں مشرقی بنگال میں الیکشن کرائے گئے' جن میں بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کے باوجود مسلم لیگ کو ۳۱۰ کے ایوان میں سے صرف ۹ نشستیں حاصل ہوئیں۔ بقیہ ۳۰۱ نشستیں حزب مخالف کو ملیں' جن میں مولانا عبدالحمید بھاشانی کی پارٹی عوامی لیگ کو زیادہ ووٹ ملے اور خوب مخالف میں سے مولوی فضل الحق کی سرا مک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پارٹی دوسرے نمبر پر رہی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلم لیگ مشرقی پاکستان میں قیام پاکستان کے شروع ہی سے نامقبول تھی۔

دوسری دستور ساز اسمبلی:۔

پاکستان کی پہلی وفاقی اسمبلی نے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۴ء تک قریباً ۴۷۵ بل بنائے' لیکن وہ آئین سازی نہ کر سکی۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اسے ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو توڑ دیا اور ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ ان دنوں اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین تھے' جنہوں نے گورنر جنرل کے وفاقی اسمبلی توڑنے کے اقدام کو سندھ ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا۔ سندھ ہائیکورٹ نے گورنر جنرل کے اس اقدام کو غیر آئینی قرار دیا تو گورنر جنرل نے فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کر دی' جس کے چیف جسٹس' جسٹس محمد منیر نے گورنر جنرل کے اقدام کو حق بجانب قرار دیا۔

بعد میں یوسف پٹیل کے مقدمہ میں عدالت عالیہ نے حکومت پر زور دیا کہ دستور سازی کے لیے فوری طور پر ایک دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے چنانچہ گورنر جنرل نے انتخابات کا بندوبست کیا۔
دوسری دستور ساز اسمبلی کے لیے انتخابی ادارہ صوبائی اسمبلیوں کے ارا کین پر مشتمل تھا اور ہر صوبائی اسمبلی کا کوٹہ مقرر کیا گیا تھا' جس کے مطابق انہیں دستور ساز اسمبلی کے ارکین کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ یہ دستور ساز اسمبلی ۱۹۵۵ء میں تشکیل پائی۔ اس میں حکومت مسلم لیگ کے متحدہ محاذ کی تھی جبکہ حزب اختلاف کا کردار عوامی لیگ ادا کرتی رہی۔

مسلم لیگ کے نئے صدر:۔

۱۹۵۵ء میں پاکستان مسلم لیگ کے دستور میں از سر نو تبدیلی کر کے وزراء کو مسلم لیگ کا کوئی عہدہ قبول کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور سردار عبدالرب نشتر کو پاکستان مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ سردار عبدالرب نشتر کی وفات کے بعد خان عبدالقیوم خاں مسلم لیگ کے صدر بنے' جو ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء تک مسلم لیگ کے صدر رہے۔

دستورِ پاکستان ۱۹۵۶ء:۔

پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی نے' جو جولائی ۱۹۵۵ء کو وجود میں آئی تھی' ۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو دستور پاکستان کا مکمل پیش کیا جو ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو منظور ہو گیا اور پھر ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ العمل ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارشل لاء ۱۹۵۸ء:۔

۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو صدر سکندر مرزا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس کے بعد ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں نے صدر سکندر مرزا کو فارغ کر کے اقتدار خود سنبھال لیا اور ۱۹۵۶ء کا دستور منسوخ کر کے سیاسی جماعتوں اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی۔

انتخابات ۱۹۶۲ء:۔

جنرل محمد ایوب خاں کے عہد میں ایک آئینی کمیشن نے جو آئین تیار کیا اسے ۸ جون ۱۹۶۲ء کو ''آئین پاکستان'' کے نام سے نافذ کر دیا گیا۔ بعد میں اس آئین کے تحت سیاسی جماعتوں کو بحال کر دیا گیا ۱۹۶۲ء میں انتخابات کا اعلان کر دیا گیا۔

مسلم لیگ کا اجتماع:۔

ڈاکٹر صفدر محمود لکھتے ہیں:۔

''حکومت میں صدارتی نظام کی ابتداء کے بعد ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتیں پھر بحال کر دی گئیں۔ کراچی میں مسلم لیگ کا ایک اجتماع ہوا' جس میں وزراء اور حکومت کے حامی سیاستدان شامل تھے' چونکہ بہت سے پرانے مسلم لیگ ایبڈو (E.B.D.O) کے تحت نااہل قرار دے دیے گئے تھے' اس اجتماع سے دور رہے' اس لیے مسلم لیگ خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ کنونشن مسلم لیگ اور کونسل مسلم لیگ''

کنونشن مسلم لیگ:۔

حافظ تقی الدین کا کہنا ہے کہ:

''صدر ایوب کو جب ایک سیاسی جماعت کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے مسلم لیگ پر قبضہ کرنا چاہا' مگر مسلم لیگی لیڈروں نے انہیں ایسے نہ کرنے دیا' تو جنرل ایوب نے بشمول چودھری خلیق الزمان کو اپنے مطلب کے لیے چند لوگوں کا کنونشن بلا لیا اور الگ مسلم لیگ بنائی' جس کو کنونشن مسلم لیگ کہا جانے لگا۔''

کنونشن مسلم لیگ جنرل ایوب خاں کی ذہنی اختراع تھی اور اپنی وفات تک وہی اس کے صدر رہے۔ یہ مرکز اور صوبوں میں ۱۹۶۸ء تک اکثریتی جماعت رہی۔ اس لیگ کا واحد مقصد حصول طاقت اور تحفظ اقتدار تھا۔ یہ حکومت کی کٹھ پتلی اور ایوب خاں کی لونڈی تھی۔ ایوب خاں کی علیحدگی کے بعد کنونشن لیگ کی سربراہی فضل القادر چودھری (جو وفاقی وزیر اور سپیکر رہ چکے تھے) کے سپرد ہوئی اس لیگ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں پنجاب میں صرف دو نشستیں حاصل کی تھیں بعد میں یہ جماعت ختم ہو گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قیوم مسلم لیگ:۔

خان عبدالقیوم خاں نے پاکستان مسلم لیگ سے الگ ہو کر جو سیاسی جماعت بنائی اسے ''قیوم مسلم لیگ'' کا نام دیا گیا۔ یہ جماعت صوبہ سرحد میں کافی مقبول ہوئی اور اس نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا۔ اس موقع پر اس نے اپنا الگ منشور بھی شائع کیا۔ بعد میں جب عبدالقیوم خاں بھٹو کابینہ میں بطور وزیر داخلہ شامل ہوئے تو قیوم لیگ، پیپلز پارٹی کی ایک ذیلی جماعت بن کر رہ گئی۔ ۱۹۸۸ء میں قیوم لیگ، مسلم لیگ فدا گروپ میں شامل ہو گئی۔

کونسل مسلم لیگ:۔

کونسل مسلم لیگ کا دعویٰ تھا کہ ''اصل مسلم لیگ'' یہی ہے۔ خان عبدالقیوم جو ایوب دور میں سیاست سے کنارہ کش رہے کے بعد خواجہ ناظم الدین کونسل مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے اور اپنی وفات (۱۹۶۴ء) تک اس عہدہ پر کام کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد مشرقی پاکستان کے محمد افضل کونسل مسلم لیگ کے صدر بنے ۱۹۶۷ء میں میاں ممتاز دولتانہ کو کونسل مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔

۱۹۷۲ء میں کونسل مسلم لیگ اور کنونشن مسلم لیگ آپس میں مدغم ہو گئیں اور اس کے صدر حسن اے شیخ مقرر ہوئے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے اس بات کو پسند نہ کیا اور اس سے دور رہے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے پیپلز پارٹی کے اقتدار میں لندن میں پاکستانی سفارت کا عہدہ قبول کر لیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسلم لیگ سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں پیر پگاڑا کے زیر قیادت مسلم لیگ کا ''پگاڑا گروپ'' سامنے آیا، جس میں جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کی بہتات تھی۔

مذکورہ گروپوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہی اصل میں قائداعظم والی مسلم لیگ کا جانشین ہے۔

صدارتی انتخابات ۱۹۶۴ء:۔

۱۹۶۴ء کے صدارتی انتخابات میں جنرل محمد ایوب خاں کے مقابلہ میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح نے الیکشن لڑا۔ محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کرنے والوں میں کونسل مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی، عوامی لیگ، جماعت اسلامی اور نظام اسلام پارٹی شامل تھی۔ ان جماعتوں نے ''متحدہ اپوزیشن پارٹی'' بنائی تھی۔ اس طرح ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ محترمہ فاطمہ جناح نے مسلم لیگ کی طرف سے انتخاب میں حصہ لیا تھا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے انتخابات کے موقع پر جو منشور دیا، وہ متحدہ اپوزیشن پارٹی کا منشور تھا، جس میں مسلم لیگ بھی شامل تھی۔

جنرل محمد ایوب خاں چونکہ برسر اقتدار تھے، اس لیے انہوں نے اپنی کامیابی کے لیے سرکاری مشینری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو استعمال کیا اور بالآخر صدارتی انتخابات میں کامیابی حاصل کر لی۔ عوام کو بے حد صدمہ ہوا کہ بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ کو شکست دے دی گئی ہے۔

عام انتخابات ۱۹۷۰ء اور مسلم لیگ:۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مسلم لیگ (کونسل) نے بھی حصہ لیا۔ قومی اسمبلی کے انتخابات ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ۱۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو منعقد ہوئے۔

بقول ڈاکٹر صفدر محمود ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مشرقی اور مغربی پاکستان سے بالترتیب ۵۰ اور ۶۹ امیدوار کھڑے کیے' لیکن یہ صرف ۹ نشستوں پر کامیاب ہو سکی' جن میں سے سات نشستیں اس نے پنجاب سے حاصل کیں' ان میں ایک امیدوار ممتاز دولتانہ بھی تھے' جنہوں نے انتہائی کم تعداد سے پیپلز پارٹی کے امیدوار کو شکست دی۔"

بقول عقیل عباس جعفری: "مسلم لیگ قیوم گروپ کے ۹ اور کونسل مسلم لیگ کے ۷ امیدوار کامیاب ہوئے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی اور مسلم لیگ پس منظر میں چلی گئی۔ اس کے ایک لیڈر میاں ممتاز دولتانہ نے مسلم لیگ (کونسل) کے ٹکٹ پر انتخاب جیتا تھا' لیکن وہ بھی سفارت کے عہدہ کے لالچ میں پیپلز پارٹی کے پٹھو بن گئے۔

عام انتخابات ۱۹۷۷ء اور مسلم لیگ:۔

۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں' مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا مقابلہ کرنے کے لیے نو سیاسی جماعتوں نے متحدہ محاذ بنالیا' جس میں پاکستان مسلم لیگ بھی شامل تھی' جس کے سربراہ پیر پگارا تھے' جنہیں مرکزی پارلیمانی بورڈ کا چیئرمین بنالیا گیا تھا۔

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں' ۲۰۰ نشستوں میں سے ۳۶ نشستیں قومی اتحاد کو ملیں تو قومی محاذ نے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس بائیکاٹ میں مسلم لیگ (پگاڑا گروپ) بھی شامل تھی۔

مسلم لیگ ضیاء مارشل لاء کے دوران:۔

۵/۶ جولائی ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب' جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ضیاء دور میں مسلم لیگ کی کارکردگی کے ضمن میں ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب "پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں" میں رقم طراز ہیں کہ:

> "صدر ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران مسلم لیگ جمہوری نظام حکومت' ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی' عام انتخابات کا انعقاد' منتخب نمائندوں کو اقتدار کے انتقال کا مطالبہ کرتی رہی' لیکن ان خوابوں کی تعبیر کے لیے مسلم لیگ نے کوئی قابلِ ذکر جدوجہد نہ کی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ پیر صاحب (پگارا) کے مارشل لاء حکومت سے مراسم خوشگوار تھے اور یوں بھی مسلم لیگ کوئی زیادہ جدوجہد میں یقین نہیں رکھتی چنانچہ ۱۹۸۳ء میں اس پارٹی یعنی پاکستان مسلم لیگ (پگارا گروپ) کو ایم آر ڈی یعنی تحریک بحالی جمہوریت میں شامل کرنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا' جو کامیاب نہ ہو سکا۔"

انتخابات ۱۹۸۵ء:۔

۲۵ فروری ۱۹۸۵ء کو مرکزی اور ۲۹ فروری ۱۹۸۵ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوئے یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کرائے گئے تھے۔ انتخابات کے نتیجے میں محمد خاں جونیجو کو پاکستان کا وزیر اعظم بنایا گیا۔

سرکاری مسلم لیگ:۔

محمد خاں جونیجو نے اگرچہ انتخابات میں حصہ مسلم لیگ کی طرف سے نہیں لیا تھا' کیونکہ یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے تھے' لیکن وہ اپنا تعلق مسلم لیگ سے ظاہر کرتے تھے۔ ان کے عہد میں مسلم لیگ کو "سرکاری مسلم" لیگ کہا جانے لگا' جیسا کہ ڈاکٹر صفدر محمود لکھتے ہیں:۔

"جمہوری تقاضوں کے پیشِ نظر پارلیمنٹ میں جماعتوں کی بحالی اور تشکیل کا عمل شروع ہوا اور "سرکاری مسلم لیگ" کی بنیاد رکھی گئی' جسے "پاکستان مسلم لیگ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ ایک طرح سے وہی گروہ تھا' جس کی اکثریت کبھی پگارا گروپ سے متعلق تھی۔ خود محمد خاں جونیجو بھی پگارا لیگ کے رُکن تھے اور بقول پیر صاحب' انہوں نے اپنا مرید حکومت کو اُدھار دیا تھا۔"

محمد خاں جونیجو کی سرکاری مسلم لیگ (پاکستان مسلم لیگ) کی کارکردگی کے بارے میں ڈاکٹر صفدر محمود لکھتے ہیں:۔

"مسلم لیگ نے حکومت میں رہ کر مارشل لاء ختم کروایا' دستور بحال کروایا' بنیادی حقوق بحال کروائے اور ایمرجنسی ختم کروائی' جو بہر حال مسلم لیگ کے قابلِ قدر کارنامے ہیں۔ اس کے دورِ حکومت میں جمہوری آزادیاں بحال ہوئیں اور حکومت نے حزبِ مخالف کو مکمل آزادی دی' پریس کو کھلی چھٹی دی' جس سے بین الاقوامی سطح پر ملک کا امیج بہت بہتر ہوا اور پاکستان جمہوری ممالک کی صف میں آن کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کی ترقی' سڑکوں' سکولوں اور ہسپتالوں کی تعمیر پر کافی توجہ دی گئی۔ خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں ترقی دیکھنے میں آئی۔"

انتخابات ۱۹۸۸ء:۔

جنرل ضیاء الحق نے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی اور جونیجو کابینہ کو برطرف کردیا۔ جونیجو حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلم لیگ کے بعض اراکین نے جنرل ضیاء کا ساتھ دیا میاں نواز شریف کو تو جنرل ضیاء نے اپنی عبوری حکومت میں شامل کرلیا۔

۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو جنرل ضیاء ایک فضائی حادثہ میں چل بسے' تو سینیٹ کے چیئرمین غلام اسحاق نے صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیا۔ انہوں نے ۱۶ نومبر ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی کے اور ۱۹ نومبر ۱۹۸۸ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات جماعتی بنیادوں پر کروائے۔ ان انتخابات میں پیپلز پارٹی کی محترمہ بینظیر بھٹو بھی حصہ لے رہی تھیں' جن کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف جماعتوں نے مل کر اسلامی جمہوری اتحاد قائم کیا۔ اس اتحاد میں مسلم لیگ بھی شامل تھی۔ انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے نمایاں کامیابی حاصل کی' تو اس پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو کو وزیراعظم بنادیا گیا۔

صوبائی سطح پر آئی جے آئی کے میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب' آفتاب احمد خاں شیرپاؤ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ بنے۔ سندھ میں ظفر اللہ جمالی نے وزارت بنائی۔

میاں نواز شریف اپنا تعلق مسلم لیگ سے ظاہر کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اصل مسلم لیگ کے صحیح جانشین وہی ہیں۔

انتخابات ۱۹۹۰ء:۔

۱۶ اگست ۱۹۹۰ء کو صدر غلام اسحاق نے بینظیر بھٹو کی حکومت کے خاتمے اور قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کردیا پھر ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو قومی اسمبلی کے اور ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے گئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے ''پیپلز ڈیموکریٹس الائنس'' کے نام سے مختلف سیاسی جماعتوں سے اتحاد کرلیا' جن میں مسلم لیگ (قاسم گروپ) بھی شامل تھی۔ دوسری طرف اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں نواز شریف تھے' جو خود کو مسلم لیگی ظاہر کرتے تھے اور ان کا گروپ ''مسلم لیگ نواز گروپ کہلاتا تھا۔ تاہم انہوں نے براہ راست مسلم لیگ کے نام پر نہیں' بلکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے رکن کی حیثیت سے انتخابات میں حصہ لیا تھا مذکورہ انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ) نے بھی حصہ لیا تھا۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں' مرکز میں اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کو قریباً دو تہائی اکثریت حاصل ہوئی۔ پنجاب میں بھی اسلامی جمہوری اتحاد نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

انتخابات کے نتائج کے بعد اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں نواز شریف کو وزارت عظمیٰ کا منصب سونپا گیا۔ اب ان کی مسلم لیگ ''نواز گروپ'' کہلانے لگی۔ پنجاب میں ان کی مسلم لیگ نے' صوبہ سرحد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نیشنل پارٹی اور مسلم لیگ نے مل کر مخلوط حکومت بنائی۔ سندھ اور بلوچستان میں بھی مسلم لیگ کولیشن حکومتیں وجود میں آئیں۔

نواز حکومت کی برطرفی اور بحالی:۔

۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو صدر غلام اسحاق نے وزیر اعظم سے اختلافات کی بنا پر قومی اسمبلی توڑ کر بلخ شیر مزاری کو نگران وزیر اعظم قائم کر دیا' اس پر قومی اسمبلی کے سپیکر گوہر ایوب نے سپریم کورٹ میں قومی اسمبلی توڑنے کے حکم کو چیلنج کر دیا۔ عدالت نے ۲۸ مئی ۱۹۹۳ء کو اپنے فیصلہ میں وزیر اعظم کابینہ اور قومی اسمبلی کو غیر مشروط طور پر بحال کرنے کا حکم دیا چنانچہ میاں نواز شریف ایک بار پھر ارکان اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کر کے وزیرِ اعظم بن گئے۔

انتخابات ۱۹۹۳ء اور مسلم لیگ:۔

وزیر اعظم نواز شریف نے ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو صدر غلام اسحاق کو قومی اسمبلی توڑنے کی درخواست کی اور صدر نے اسی وقت اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا اور معین قریشی کو نگران وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ اس کے بعد صدر غلام اسحاق مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ سینٹ کے چیئرمین وسیم سجاد قائم مقام صدر کام کرنے لگے۔ اس حکومت کو ''نگران حکومت'' کا نام دیا گیا۔

نگران حکومت نے ۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو قومی اسمبلی کے اور ۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے' جن میں مسلم لیگ (نواز گروپ) نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے ۸۶ نشستیں لے کر پہلی پوزیشن اور مسلم لیگ (نواز گروپ) نے ۷۲ نشستیں حاصل کر کے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ صوبوں میں نواز گروپ کی مسلم لیگ کا غلبہ رہا۔ مجموعی طور پر پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں نے ۱۸۷ اور مسلم لیگ (نواز گروپ) اور اس کی اتحادی جماعتوں نے ۱۸۲ نشستیں حاصل کیں۔

انتخابات کے نتائج کے بعد محترمہ بینظیر بھٹو اور نواز شریف کے درمیان وزارت عظمی کا انتخاب منعقد ہوا تو بینظیر نے ۱۱۵ اور نواز شریف نے ۷۲ ووٹ حاصل کیے چنانچہ بینظیر بھٹو ملک کی وزیر اعظم قرار پائیں۔

یاد رہے کہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں مسلم لیگ جونیجو گروپ نے بھی حصہ لیا تھا اور اس کے اراکین نے پیپلز پارٹی کی حمایت کی تھی۔

انتخابات ۱۹۹۷ء اور مسلم لیگ:۔

صدر پاکستان فاروق احمد لغاری نے ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو قومی اسمبلی توڑ دی اور ملک معراج خالد کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا۔ نگران حکومت نے ۳ فروری ۱۹۹۷ء کو قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جن میں مسلم لیگ کے نواز گروپ نے قومی اسمبلی کی ۱۳۴ نشستیں حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ صوبائی انتخابات میں بھی (ماسوائے صوبہ سندھ) مسلم لیگ نے اکثریتی جماعت ہونے کا ثبوت دیا۔ چنانچہ نواز گروپ کے سربراہ میاں نواز شریف ملک کے وزیراعظم مقرر ہوئے وہ دوسری بار برسرِ اقتدار آئے تھے۔

مارشل لاء:۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف حکومت کا خاتمہ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

منشور پاکستان مسلم لیگ ۱۹۸۶ء

پاکستان مسلم لیگ نے جنوری ۱۹۸۶ء میں اپنا جو منشور شائع کیا' اس کے شروع میں کہا گیا ہے کہ:۔

''مسلم لیگ کا قیام ۱۹۰۶ء میں مسلمانانِ برصغیر کے اتحاد اور ان کے جائز حقوق کے تحفظ کے لیے عمل میں آیا تھا۔ پینتالیس برس پیشتر (یعنی ۱۹۴۰ء سے) مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے لیے ایک بھرپور جدوجہد کے آغاز کا عزم کیا۔ مسلمانان برصغیر کی یہ جدوجہد قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی' مگر قائداعظم نے عدل ومساوات کے زریں اصولوں کے مطابق ایک صحیح اسلامی جمہوری ریاست کا جو خواب دیکھا وہ ہنوز تشنۂ تعبیر ہے۔''

اس کے بعد پاکستان مسلم لیگ نے اس امر کا عہد کیا ہے کہ آج پاکستان مسلم لیگ جبکہ نظم ونسق کے نئے مراحل طے کر رہی ہے' یہ ان مقاصد کی بہر صورت تکمیل کرے گی' جن کے لیے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ پاکستان مسلم لیگ خود کو عوامی حکومت بنانے کی خواہاں ہے اور اس کے نزدیک اس کا یہ منشور اس کی امنگوں کا ترجمان اور اس کے نصب العین کا عکاس ہے۔ اس کا یہ عزم ہے کہ وہ پاکستان کو:۔

(۱) ایک جدید اسلامی نظریاتی ریاست اور حقیقی فلاحی مملکت بنائے گی۔
(۲) اس ملک میں معاشی عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ ترتیب دے گی۔
(۳) اپنی قوم کو ایک عظیم ترقی یافتہ بنائے گی۔

مسلم لیگ کا یہ منشور مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے ایک ٹھوس لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے پاکستان کے قیام کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے اور اب پاکستان کی تعمیر وترقی کا بنیادی فرض بھی ادا کرے گی۔

پاکستان مسلم لیگ پاکستان کے سب شہریوں کو دعوت دیتی ہے کہ:۔
''آیئے! پاکستان کو قائداعظم کے حسین خوابوں کی سرزمین بنائیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظریاتی بنیادیں:۔

پاکستان مسلم لیگ قائداعظم اور علامہ اقبال کے حوالہ سے یقین رکھتی ہے کہ مسلمانانِ ہند کے لیے ایک علیحدہ ریاست کے قیام کا مقصد اسلامی طرزِ حیات کو اس کے عظیم ثقافتی ورثے اور تہذیبی اقتدار کے ساتھ فروغ دینا تھا اور نظریۂ پاکستان کا مرکزی نقطہ اسلامی قانون کا نفاذ اور عادلانہ معاشرے کا قیام تھا۔ چنانچہ پاکستان مسلم لیگ کا پختہ یقین ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو ایک جدید فنی معاشرے کے تمام بنیادی تقاضوں کو بہتر طریقے سے پورا کر سکتا ہے۔

پاکستان مسلم لیگ یہ عہد کرتی ہے کہ:

(۱) وہ قوم میں نظریاتی بنیادیں مستحکم کرے گی اور عوام میں یک جہتی پیدا کرنے کے لیے میدان میں اُترے گی۔

(۲) تمام قومی پالیسیوں کو از سرِ نو منظم کیا جائے گا تاکہ معاشرے میں اسلامی نظام کی رفتار کو تیز تر کیا جا سکے۔

(۳) علمائے دین، قومی رہنماؤں اور ملک کے تمام پڑھے لکھے طبقوں کی توجہ پاکستان کی نظریاتی اساس اور قومی اتحاد کی طرف مبذول کرائی جائے۔

(۴) ممتاز دانشوروں اور علمائے دین میں فکری ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ایک اسلامی اکیڈمی قائم کی جائے گی۔

(۵) اُمتِ مسلمہ کے وسیع تر مفاد کے لیے متنازعہ فروعی مسائل سے گریز کیا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ مسائل میں اتفاقِ رائے پیدا ہو۔

پاکستان مسلم لیگ وفاقی ڈھانچے کے اندر صوبائی خودمختاری پر پختہ یقین رکھتی ہے اس سلسلہ میں اس کا عہد ہے کہ وہ آئین کی تصریحات پر پورا پورا عمل کرے گی اور مختلف صوبوں اور علاقوں کے عوام کے درمیان وسیع تر ہم آہنگی، قومی یک جہتی اور باہمی جذبۂ اتحاد کے فروغ کے لیے بھرپور جدوجہد کرے گی۔

عادلانہ اقتصادی نظام:۔

پاکستان مسلم لیگ کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک ایسی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں ہے، جس میں:۔

(۱) ہر فرد (مرد اور عورت) کو اقتصادی میدان میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ حصہ لینے کا مساویانہ حق حاصل ہوگا۔

(۲) ہر شہری مرد اور عورت کو اس کی بنیادی ضروریات مہیا کی جائیں گی اور کمزوروں، معذوروں اور حاجتمندوں کی ضروریات پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) ہر علاقہ قومی خوشحالی میں برابر کا شریک ہوگا۔

مذکورہ مقاصد کے لیے پاکستان مسلم لیگ کا پروگرام ہے کہ۔

(۱) عوام کو آزادانہ ماحول میں کام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

(۲) معیشت کو پابندیوں اور ضابطوں سے آزاد رکھنے کے لیے ڈی ریگولیشن جیسے ٹھوس اقدام کیے جائیں گے اور معاشرے کے مختلف عناصر میں خود اختیاری کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تاکہ وہ اپنے معاملات خود طے کر سکیں۔

(۳) ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا جائے گا' جس میں نجی شعبہ کی صلاحیتوں کے بڑھانے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

(۴) بیرونی امداد پر انحصار کرنے کے بجائے خود کفالتی کے لیے جدوجہد کی جائے گی اور ترقیاتی پروگرام کے بہت بڑے حصے کی تکمیل ملکی وسائل ہی سے کی جائے گی۔

دیہی ترقی:۔

پاکستان مسلم لیگ ایک عوامی جماعت کی حیثیت سے دیہی آبادی کی محرومیوں کو ختم اور غربت دور کرنے کے لیے دیہاتی زندگی میں تبدیلیوں کی خواہاں ہے۔ اس سلسلے میں وہ مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے:۔

(۱) منتخب نمائندوں کی بالادستی قائم کرنا۔

(۲) ہر گاؤں میں ''دیہی ترقیاتی کونسل'' قائم کرنا۔

(۳) سرکاری اور متروکہ اراضی کے قابضین سمیت تمام مزارعوں کو ضروری تحفظ فراہم کرکے لیے نے زرعی قوانین میں اصلاح۔

(۴) چھوٹے کاشتکاروں کو تمام ضروری اشیائے زراعت اور خدمات کی فراہمی کے لیے آئندہ پانچ سالوں کے دوران زرعی اور دیہی ترقی پر اخراجات میں اضافہ کرنا' تاکہ مندرجہ ذیل مقاصد بھی پورے ہو سکیں۔

(۱) ۹۰ فیصد سے زائد دیہات میں بجلی کی فراہمی۔

(۲) دیہات میں کھلیانوں سے منڈیوں تک سڑکوں کا جال بچھانا۔

(۳) پینے کا صاف پانی مہیا کرنا۔

(۴) ہر یونین کونسل میں ایک مرکزِ صحت قائم کرنا۔

(۵) ہر گاؤں میں کم از کم ایک پرائمری سکول کھولنا۔

(۶) دیہات میں شرح خواندگی کو دوگنا کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) دیہی علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لیے سہولتیں فراہم کرنا اور ٹیکس میں مکمل چھوٹ دینا زرعی ترقی کی رفتار میں اضافہ کے لیے پاکستان مسلم لیگ کا پروگرام یہ ہے کہ:۔

(۱) تجارتی پالیسی میں اس طرح تبدیلی کی جائے گی کہ زراعت ایک مکمل فائدہ مند اقتصادی صنعت کی شکل اختیار کر سکے۔

(۲) ایسے اقدام کیے جائیں گے جن سے چھوٹے کاشتکار معلومات' اشیائے ضرورت اور مارکیٹ تک رسائی حاصل کر سکیں۔

(۳) امداد باہمی کی تحریک کو دیہی آبادی کی ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جدید خطوط پر استوار کیا جائے گا۔

(۴) زرعی قرضہ جات کے نظام میں اس طرح اصلاح کی جائے گی کہ چھوٹے کاشتکار کل قرضوں کا کم از کم ۵۰ فیصد حصہ حاصل کر سکیں۔ قرضے پیداواری یونٹ کے بجائے اراضی کی موجودہ قیمت کی بنیاد پر دیئے جائیں گے۔

(۵) اہم فصلوں کی امدادی قیمتوں کا تعین روز افزاوں لاگتوں اور بین الاقوامی سطح پر قیمتوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر کیا جائے گا۔

(۶) تیل والے بیجوں کی پیداوار میں خود کفیل ہونے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے۔

(۷) زرعی درآمد پر پابندیاں ختم کر دی جائیں گی۔

(۸) دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کا دیرینہ مسئلہ حل کیا جائے گا۔

(۹) واٹر مینجمنٹ پروگرام میں توسیع کی جائے گی۔

(۱۰) فصلوں کی انشورنس سکیم کا آغاز کیا جائے گا۔

(۱۱) سیم اور تھور کے خاتمہ کے لیے وسیع تر منصوبے تیار کیے جائیں گے۔

(۱۲) قومی زرعی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

صنعتی ترقی:۔

منظم صنعتی ترقی اور زرعی شعبے میں مسلسل فروغ پاکستان مسلم لیگ کی اقتصادی پالیسی کے دو بنیادی اصول ہیں۔ وہ ریاست کے کنٹرول میں جکڑی ہوئی معیشت کو آزاد کرنے کی خواہاں ہے اور دفاع کے سوا ہر شعبے میں صنعتوں پر عائد پابندیوں کو دور کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ وہ پاکستان کو جلد از جلد ایک جدید صنعتی ملک بنانا چاہتی ہے اور ٹیکس میں موجودہ چھوٹ کے علاوہ تمام نئی صنعتوں کو پیداوار شروع کرنے کے پہلے تین سال کے لیے ٹیکس سے مکمل چھوٹ کی سہولت فراہم کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ تاکہ ملک میں صنعتی سرمایہ کاری اور روزگار کے غیر معمولی مواقع پیدا کیے جا سکیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان مسلم لیگ صنعتی ترقی کی منزل کے حصول کے لیے شعبہ جاتی سہولتوں کے فروغ کو ناگزیر قرار دیتی ہے اور عہد کرتی ہے کہ اس سلسلے میں موجود عدم توازن کو دور کرنے کے لیے حسب ذیل اقدام کرے گی:۔

(۱) ایک توسیع پذیر صنعتی شعبے کی مکمل ضروریات کے مطابق توانائی کی فراہمی۔
(۲) صنعتی شعبے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بہتر ذرائع مواصلات بشمول ڈاک' تار اور ٹیلیفون کی سہولتوں کی فراہمی۔
(۳) اہم صنعتی علاقوں اور شہری مراکز میں ذرائع نقل وحمل کے نظام کی بہتری۔
(۴) کم ترقی یافتہ علاقوں میں صنعت کے فروغ کے لیے ترغیبات اور شعبہ جاتی سہولتوں کی فراہمی۔
(۵) ایک کھڑکی تمام کام کے اصول کے مطابق نئی صنعتوں کی منظوری کے لیے طریقہ کار کو آسان بنانا۔
(۶) صنعتی قرضہ جات کے نظام کو بہتر بنانا تاکہ زمیندار زرعی اراضی اور دیہی املاک کی موجودہ قیمتوں کی بنیاد پر قرضے حاصل کرسکیں۔
(۷) دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں خصوصاً زراعت پر مبنی صنعتوں کی حوصلہ افزائی۔
(۸) آئندہ پانچ سالوں میں ٹیکسوں کو سادہ مناسب اور متوازن بنانے کے نظام کی منصوبہ بندی۔

توانائی:۔

پاکستان مسلم لیگ توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لیے درمیانے اور طویل مدت کے منصوبے تیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ان منصوبوں کا مقصد اس امر کو یقینی بنانا ہوگا کہ:۔

(۱) توانائی کی موجودہ کمی پر تیزی سے قابو پایا جائے اور آئندہ چار سالوں میں لوڈ شیڈنگ کا حل تلاش کر لیا جائے۔
(۲) زراعت' صنعت اور ٹرانسپورٹ کے شعبے میں مطلوبہ توسیع اور گھریلو ضروریات کے لیے ضروری توانائی میسر آسکے۔
(۳) برآمدی توانائی پر انحصار کم کرکے توانائی کے ملکی وسائل یعنی کوئلہ' تیل' گیس اور آبی وسائل سے استفادہ کیا جائے۔
(۴) بجلی کی پیداوار اور تقسیم اور تیل اور گیس نکالنے کے میدان میں نجی سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے۔
(۵) توانائی کے تحفظ اور اس کے بہتر استعمال پر زیادہ توجہ دی جائے۔

پاکستان مسلم لیگ سمجھتی ہے کہ پرامن مقاصد کے لیے جوہری توانائی کا حصول پاکستان کا بنیادی حق بلکہ فریضہ ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹرانسپورٹ اور مواصلات:۔

پاکستان مسلم لیگ ملکی معیشت میں ذرائع نقل وحمل اور مواصلات کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے درج ذیل مقاصد کے حصول کے لیے مؤثر اقدامات تجویز کرتی ہے:۔

(۱) نظام ذرائع نقل وحمل خصوصاً ریلوے اور شہری ٹرانسپورٹ کی انحطاط پذیر صورت حال کی روک تھام۔

(۲) ٹریفک کے نظام کو جدید پیمانوں پر وسعت دینے کا اہتمام۔

(۳) کراچی کو براستہ ڈیرہ اسماعیل خاں وڈیرہ غازی خاں ایک متبادل روٹ کے ذریعے ملانے کے لیے انڈس ہائی وے کی مرحلہ وار تعمیر کا آغاز تاکہ قومی شاہراہ پر ٹریفک کا بوجھ کم ہو سکے۔

(۴) اہم شہری مراکز اور بڑے شہروں کے درمیان روڈ ٹرانسپورٹ میں توسیع کے لیے نجی شعبے کو زیادہ سے زیادہ ترغیبات کی فراہمی۔

(۵) ٹیلیفون کے نظام میں توسیع وترقی۔

(۶) بین الاقوامی جہازرانی کے لیے پسنی اور گوادر کے مقامات پر بندرگاہوں کا قیام اور ان بندرگاہوں کا ملک کے باقی حصوں سے رابطہ۔

(۷) ملک کے آبی راستوں پر ذرائع نقل وحمل میں ممکنہ ترقی۔

مکمل روزگار:۔

پاکستان مسلم لیگ کی سماجی اور معاشی پالیسی کا ایک اہم مقصد پیداواری مقاصد کے لیے ملک کی افرادی قوت کو مکمل طور پر بروئے کار لانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ درج ذیل خصوصی پروگرام پر عمل کرنے کے خواہاں ہے:۔

(۱) اگلے پانچ سال میں سرکاری اور نجی شعبوں میں تیس لاکھ سے زائد افراد کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔

(۲) بے روزگار کنوں کو روزگار کی فراہمی کے لیے دیہی اور شہری علاقوں میں صنعتوں کے فروغ کا جامع پروگرام شروع کرنا۔

(۳) دیہی علاقوں میں آمدن اور روزگار کے مواقع فراہم کرنا اور دیہات سے شہروں کی طرف ہجرت کے رجحان کو روکنا۔

(۴) ایک قومی فنڈ برائے روزگار قائم کرنا تاکہ تعلیم یافتہ اور ماہر نوجوان اس سے معاونت حاصل کر سکیں۔ نیز امداد باہمی کے تحت خود روزگاری کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۵) خواندگی کے فروغ کے لیے تعلیم یافتہ بیروزگار افراد کی ایک لاکھ افراد پر مشتمل ''قومی سپاہ علم'' تیار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنا۔

(۶) ڈگری یافتہ ڈاکٹروں کو روزگار کی فراہمی' مزید ہسپتالوں کا قیام' ہسپتالوں میں ڈبل شفٹ' پرائیویٹ ہسپتالوں کے قیام کے لیے قرضوں کا اجراء اور ٹیکس کی رعایت۔

(۷) سائنسی اداروں کو وسعت دینا' سائنسدانوں اور ماہرین افرادی قوت کو روزگار فراہم کرنا۔

(۸) نیشنل ایمپلائمنٹ کا قیام جو بیروزگاروں کی رہنمائی کرے گا۔اس میں خواتین کا بھی ایک شعبہ ہوگا۔

(۹) افرادی قوت کا ایک قومی منصوبہ تیار کرنا۔

تعلیمی پروگرام:۔

پاکستان مسلم لیگ تعلیمی ترقی کے لیے آئندہ پانچ سالوں میں حسب ذیل اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے:۔

(۱) آئندہ سالوں کے دوران عظیم انفرادی صلاحیتوں کے فروغ کے لیے کم از کم ۱۰ کروڑ روپے وقف کرنا۔

(۲) ۱۹۹۰ء تک پرائمری کی سطح تک تعلیم کو لازمی قرار دینا' طالبات کی تعلیم کے لیے جامع توسیعی پروگرام بنانا۔

(۳) ۱۹۹۰ء تک خواندگی کی شرح پچیس فیصد سے بڑھا کر پچاس فیصد کرنا' اس مقصد کے لیے ایک لاکھ افراد پر مشتمل "قومی سپاہِ علم" کے پروگرام پر عمل کیا جائے گا۔

(۴) مڈل اور ہائی سکول کے تمام طلباء کے لیے سائنس کی تعلیم اور فنی تربیت کی سہولیات فراہم کرنا۔

(۵) سکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نجی سرمایہ کاری کے لیے مالی اور دیگر ہر قسم کی ترغیبات فراہم کرنا اور تدریسی اداروں کے لیے دی جانے والی رقوم پر ٹیکس کی چھوٹ دینا۔

(۶) قومی' صوبائی اور ضلعی سطح پر لائبریریوں کا قیام۔

(۷) ۱۹۹۰ء سے پہلے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایک قومی یونیورسٹی یا انسٹی ٹیوٹ قائم کرنا۔

(۸) سائنس کے مختلف شعبوں میں اعلیٰ تعلیم کے انتظامات' بیرون ملک تربیت کے لیے وظائف' سائنس لیبارٹریوں کے لیے آزادانہ گرانٹ اور پیشہ ورانہ مہارت کے مراکز کو فروغ دینا۔

سماجی پالیسی:۔

پاکستان مسلم لیگ کے نزدیک' عدم مساوات معاشی ترقی کی رفتار میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ مساوات پر مبنی معاشرہ تشکیل دے۔ آئندہ پانچ سالوں کے دوران وہ مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کا عزم رکھتی ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) زکوۃ اور عشر کے نظام کی بہتری اور نادار افراد کی امداد اور محروم اور کم مراعات یافتہ طبقات کے لیے خصوصی پروگرام۔

(۲) تمام علاقوں میں تحفظ صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی اور قومی صحت کے انشورنس پروگرام کا اجراء۔

(۳) اشیائے ضروریات کی قیمتوں کو مناسب سطح پر رکھنا' کم آمدنی والے افراد کے مفادات کا تحفظ' سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین اور اشیائے تعیش کی درآمد پر پابندی۔

(۴) بڑے بڑے مہنگے مکانات تعمیر کرنے اور اسراف سے کام لینے کی حوصلہ شکنی۔

(۵) شادی بیاہ کی پرتکلف تقریبات پر پابندی عائد کرنا اور رشوت ستانی اور سمگلنگ کے خلاف جہاد کرنا۔

رشوت ستانی:۔

پاکستان مسلم لیگ ممکنہ ذرائع سے رشوت ستانی کا خاتمہ کرنے کا عزم رکھتی ہے اور اس مقصد کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتی ہے۔

(۱) وفاقی اور صوبائی سطح پر اس ادارے یا کاروبار کی نشاندہی' جہاں رشوت ستانی کے امکانات زیادہ ہوں رشوت ستانی کے سدِباب کے لیے اعلیٰ سطحی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی۔

(۲) ڈویژن اور ضلع کی سطح پر منتخب نمائندوں کی صدارت میں نگران کمیٹیاں تشکیل دینا' اعلیٰ ملازمتوں کے لیے دیانتداری کو بنیادی معیار قرار دینا۔ اور کسی کے عہدہ یا مرتبہ کا لحاظ کیے بغیر احتساب پر سختی سے عمل کرنا۔

(۳) قابلیت اور اہلیت کو تعلقات پر ترجیح دینا انتظامیہ کے نظام میں اصلاح کرنا۔

(۴) انصاف اور پولیس تفتیش کے نظام میں بنیادی اصلاحات۔

نظام عدل اور انتظامیہ:۔

پاکستان مسلم لیگ مندرجہ ذیل اقدامات کے ذریعے نظام عدل کو بہتر بنانے کے لیے ایک جامع پروگرام بنانے کا ارادہ رکھتی ہے:۔

(۱) حصول انصاف میں درپیش غیر معمولی تاخیر کو کم کرنے کے لیے نظام عدل کارکردگی کی توسیع اور بہتری۔

(۲) جیوری سسٹم کا اجراء

(۳) ملک میں قاضی عدالتوں کا قیام۔

(۴) عوام کو ہراساں کرنے والی پولیس کے یک طرفہ اختیارات میں کمی کے لیے پولیس تفتیش میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علاقے کے لوگوں کی شمولیت۔

(۵) قیدیوں کے لیے اصلاحات کا اجراء اور خواتین قیدیوں کی بہبود پر خصوصی توجہ۔

(۶) انصاف رسانی کے لیے قانونی مدد کے جامع نظام کی تشکیل' ملکی قانون کو آسان بنانا اور اس کی تدوین کے لیے قانونی اصلاحات۔

(۷) انتظامیہ کے شعبے میں بنیادی اصلاحات' تاکہ انتظامیہ عوام کے سامنے مکمل طور پر جوابدہ ہوسکے۔

کچی آبادیاں:۔

پاکستان مسلم لیگ نے کچی آبادیوں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) ایک سال کے دوران کچی آبادیوں' بشمول متروکہ املاک میں گذشتہ پانچ یا اس سے زائد برسوں سے مکین افراد کو مالکانہ حقوق دینا۔

(۲) صوبوں کو ہدایات دینا کہ وہ کچی آبادیوں کو تمام شہری سہولتیں فراہم کریں اور ان میں ترقیاتی ادارے قائم کریں نیز اپنی مدد آپ یا امداد باہمی کے ذریعے اپنے طرز زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ہر ممکن مدد دینا۔

(۳) وفاقی حکومت کا کچی آبادیوں کی ترقی کے لیے قائم ہونے والے ترقیاتی اداروں کو مالی امداد فراہم کرنا اور اس مقصد کے لیے ایک وفاقی سیل قائم کرنا۔

(۴) جن لوگوں نے تجارتی مقاصد کے لیے کچی آبادیوں کے نام سے اراضی پر قبضہ کر رکھا ہے یا سرکاری اراضی پر ناجائز تجاوزات کر لیے ہیں' ان کے خلاف مؤثر اقدامات' نیز کچی آبادیوں میں مزید توسیع کی روک تھام۔

رہائشی سہولتیں:۔

پاکستان مسلم لیگ دیہات میں لینے والے افراد کے لیے رہائشی سہولتیں فراہم کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتی ہے۔

(۱) ہر سال کم آمدنی والے لوگوں کے لیے پانچ اور دس مرلہ کے ایک لاکھ پلاٹ تیار کرنا اور ان پلاٹوں کی تقسیم کے سلسلہ میں بے گھر' بیواؤں اور کم آمدنی والے سرکاری ملازمین کا خصوصی خیال رکھنا۔

(۲) دیہی علاقوں میں سرکاری اراضی پر سات مرلہ رہائشی سکیم شروع کرنا۔

(۳) کم آمدنی والے افراد کے رہائشی منصوبوں کی تکمیل کے لیے ٹیکس میں مراعات دینا۔

(۴) ان مالکان سے کوئی پراپرٹی ٹیکس وصول نہ کرنا' جنہیں پانچ سو روپے ماہانہ تک کرایہ وصول ہو رہا ہے اپنے مکانوں میں رہنے والے افراد کو ایک ہزار روپے ماہانہ کی حد تک ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خواتین کے حقوق اور بہبود:۔

پاکستان مسلم لیگ خواتین کو اپنی سرگرمیوں میں پوری طرح شریک کرنے کا عہد کرتی ہے اور انہیں آئین کے تحت بنیادی حقوق دینے کا عزم رکھتی ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ قومی سطح سے لے کر بلدیاتی اداروں تک خواتین کی ذمہ دار قیادت کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ بلدیاتی اداروں میں عام نشستوں پر انتخاب کے علاوہ ہر یونین کونسل میں دو خواتین کو براہِ راست عورتوں کے ذریعے منتخب کیا جائے گا اور خواتین کے تحفظ' معاونت اور سماجی خدمات مہیا کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں گے:۔

(۱) غیر روایتی تعلیم کا جامع پروگرام' زنانہ سکولوں میں توسیع' خواتین میں جہالت کا خاتمہ اور ۱۹۹۰ء تک خواتین میں شرح خواندگی کو دوگنا کرنا۔

(۲) قرآن وسنت میں بیان کیے گئے خواتین کے حقوق (پرسنل لاء) کی نگہداشت کے لیے قانون سازی عدالتی تحفظ اور حکومتی پالیسیوں کے ذریعے خصوصی اقدامات کرنا۔

(۳) انسانی وقار اور بہبود نسواں سے متصادم رسوم وروایات کی بیخ کنی' غیر اسلامی رسوم ورواج کا خاتمہ۔

(۴) ہر تحصیل میں کثیر المقاصد مراکز قائم کرنا' جہاں طبی امداد اور غیر روایتی تعلیم' قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے تربیت اور مختلف فنون میں مہارتوں اور آمدنیوں میں اضافے سے متعلقہ سرگرمیوں کی سہولتیں میسر ہوں گی ان مراکز کا نظام بلدیاتی اداروں کی منتخب کونسلر خواتین' زنانہ زرعی توسیعی عملے' محکمہ صحت اور سکول کے عملے کے ساتھ مل کر کریں گی۔

(۵) دیہی علاقوں میں زچہ بچہ کے تحفظ اور نوزائندگان کی شرح اموات میں کمی کے لیے گشتی اور غیر گشتی مراکز قائم کرنا۔

نوجوانوں کے متعلق پروگرام:۔

نوجوانوں کی بہبود کے لیے پاکستان مسلم لیگ نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) نوجوانوں کے مسائل پر غور وخوض کے لیے ایک علیحدہ یوتھ ڈویژن قائم کرنا۔

(۲) نوجوانوں کی بہبود کے لیے صحت مند اور مثبت سرگرمیوں کو فروغ دینا اور انہیں ملک کی تعمیر نو کے لیے منظم کرنا۔

(۳) نوجوانوں کی تمام منظور شدہ تنظیموں اور غیر سرکاری تنظیموں کو ضروری امداد اور مالی معاونت فراہم کرنا۔

(۴) ایسی سرگرمیوں کا نظام تشکیل دینا جس میں نوجوانوں میں نظم وضبط' ذمہ داری' تعلیم' صحت اور دیہی ترقی اور سماجی خدمات سرانجام دینے کے جذبات پیدا کیے جائیں گے۔

(۵) ملک میں ہیروئن اور دیگر منشیات کے سنگین مسئلہ سے نمٹنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا اور منشیات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حصول، استعمال اور خرید و فروخت کی سزا موت مقرر کرنا۔

خارجہ پالیسی:۔

قائد اعظم کا پیش کردہ خارجہ پالیسی کا تصور ''دوستی سب کے ساتھ دشمنی کسی سے نہیں'' پاکستان مسلم لیگ کا مسلک ہے وہ نظریہ پاکستان کی روشنی میں بین الاقوامی امن اور تعاون کے لیے کوشاں رہنے کا عہد کرتی ہے اور اسلام کے مساوات اور عدل کے زریں اصولوں کو خارجہ پالیسی کے لیے مشعلِ راہ تصور کرتی ہے۔ پاکستان کی آزادی اور یک جہتی کے تحفظ اور ملکی معیشت کی تیز تر ترقی کو خارجہ پالیسی میں ملحوظ رکھنے کا عہد کرتی ہے۔

پاکستان مسلم لیگ کی خارجہ پالیسی کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلامی ممالک کے ساتھ برادرانہ مراسم، فلسطینی عوام کی ارضِ وطن کے حصول کے لیے جدوجہد میں معاونت، تیسری دنیا کی حمایت، دنیا بھر میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ، پاکستان کا ساتھ دینے والوں سے تعاون، ہمسایہ ملکوں سے بہترین تعلقات۔

(۲) خارجہ تعلقات میں ایک آزاد اور غیر جانبدرانہ حکمتِ عملی کو بروئے کار لانا، اقوام متحدہ کے چارٹر پر کار بند رہنا۔

(۳) جموں و کشمیر کے عوام کے حقوق کی اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق بازیابی کو اپنا فریضہ سمجھنا۔

(۴) مسئلہ افغانستان کے حل کی کوشش کرنا اور افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلا کی جدوجہد کرنا۔

(۵) ہمیشہ پاکستانی عوام کے جذبوں اور امنگوں کی پاسداری کرتے ہوئے خارجہ پالیسی اور دیگر پالیسیوں کو شایانِ شان بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

دفاعی پالیسی:۔

ملک کی سیاسی آزادی اور علاقائی خودمختاری کے تحفظ کے لیے پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے لیے پاکستان مسلم لیگ مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتی ہے:۔

(۱) ملک میں دفاعی سازوسامان کی تیاری، بھاری صنعتوں کو فروغ دینا اور دفاعی پیداوار کے لیے ٹیکنالوجی کے حصول اور ملکی اہلیت میں اضافہ کرنا۔

(۲) دفاعِ وطن کے مقدس فریضہ میں عوام کی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے تمام تر اقدامات بروئے کار لانا۔

حرفِ آخر:۔

پاکستان مسلم لیگ کے منشور ۱۹۸۶ء کے آخر میں کہا گیا ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''پاکستان مسلم لیگ کا منشور نعروں کا مجموعہ نہیں ہے' بلکہ یہ ایک ٹھوس اور مثبت لائحہ عمل ہے۔قوم نے ایک طویل مدت تک مکمل جمہوریت کے قیام کا خواب دیکھا ہے۔ایک حقیقی اسلامی نظام کے لیے دعائیں مانگی ہیں
ایک عادلانہ معاشی نظام کا انتظار کیا ہے۔
آج ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوں گی اور عوام کی دعائیں سُنی جائیں گی۔ہم آج عہد کرتے ہیں کہ پاکستان کی تعمیر نو کے لیے عوامی تحریک چلائی جائے گی۔''

منشور مسلم لیگ (ن) ۱۹۹۳ء

پیش لفظ:۔

مسلم لیگ کے نواز شریف گروپ نے ۲۵ اگست ۱۹۹۳ء کو اپنے انتخابی منشور کا اعلان کیا۔اس کا پیش لفظ مسلم لیگ (ن) کے سربراہ محمد نواز شریف نے لکھا تھا' جو اس سے قبل پاکستان کے وزیراعظم رہ چکے تھے انہوں نے لکھا تھا:۔

''میری حکومت نے ۹۱-۱۹۹۰ء میں ایسے مؤثر قدم اٹھائے تھے کہ پاکستان ۲۱ صدی میں باوقار انداز میں داخل ہو سکے' لیکن وہ عناصر جو پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن اور اس کے وسط ایشیا کی ریاستوں اور دیگر ہمسایہ ممالک سے مضبوط ہوتے ہوئے تعلقات کو برداشت نہیں کر سکتے' انہوں نے راہ میں روڑے اٹکانا شروع کر دیے اور پانچ برس کے لیے منتخب حکومت کو اپنا نصف عرصہ بعد پورا نہیں کرنے دیا گیا۔میں نے جن اہداف کا ذکر کیا ہے' وہ ابھی تک اپنی تکمیل کے منتظر ہیں مجھے ایک ایسا مینڈیٹ درکار ہے کہ میں اسمبلی میں دوتہائی اکثریت کے ساتھ جاؤں اور اپنے اس منشور کے مطابق تاریخی مشن پورا کر سکوں۔اگر پاکستان کے عوام مسلم لیگ (ن) کو اپنے اعتماد سے نوازتے ہیں' تو میں عہد کرتا ہوں کہ:۔

(۱) نفاذ شریعت کے ذریعے پاکستان کی نظریاتی اساس کو مضبوط بناؤں گا اور مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر بناؤں گا۔

(۲) حقیقی جمہوریت بحال کی جائے گی جس میں پارلیمنٹ کو بالادستی حاصل ہوگی۔اس طرح سے صحتمند جمہوری روایات کی بنا پڑے گی۔

(۳) نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اور ملک میں خواتین کے کردار کو باوقار بنا کر ایک سماجی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انقلاب برپا کر دیا جائے گا۔

(۴) غربت کے ساتھ جہاد کیا جائے گا' جس سے ایک عشرے کے بعد ہر پاکستانی اپنی بنیادی ضروریات روٹی' کپڑا' مکان' تعلیم اور صحت کو پورا کر سکے گا۔

(۵) مزید ڈی ریگولیشن' انفراسٹرکچر میں بے نظیر اضافہ' بیرونی سرمایہ کاری کا رُخ پاکستان کی طرف موڑنے' منافع بخش صنعتوں میں سرمایہ کاری جیسے اقدامات سے ایک دوسرے صنعتی انقلاب کے لیے راہ ہموار کی جائے گی۔

(۶) زرعی شعبے کی ترقی کے لیے انقلابی اقدامات کیے جائیں گے۔ جدید زرعی ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جائے گا تا کہ فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ ہو اور زراعت اعلیٰ قدری پیشہ بن سکے۔

(۷) خود انحصاری کی منزل پانے کے لیے بیرونی قرضوں پر انحصار کم کیا جائے گا اور ملکی وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جائے گا۔

میں تمام پاکستانیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آگے آئیں اور ان اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لیے ہمارے ہاتھ مضبوط کریں یہ اگلے پانچ سال کا منصوبہ ہے' جو پاکستان کو پسماندگی سے نکال کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرے گا اور روشن مستقبل کی ضمانت دے گا۔

سیاسی اہداف اور بنیادی اصول:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا کہنا ہے کہ:۔

(۱) اسلام کو قومی اتحاد کا مرکزی نقطہ بنایا جائے گا۔ نسلی اور فرقہ وارانہ امتیازات کو کم کیا جائے گا اور مسلمانوں کے مختلف مکتبہ ہائے فکر میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ فرقہ واریت' اسلامی اصولوں سے روگردانی کے باعث پروان چڑھتی ہے' اس لیے فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

(۲) خطبہ حجتہ الوداع اور میثاق مدینہ کو پیش نظر رکھا جائے گا اور حقوق العباد کی ضرورت اور اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے قومی زندگی کا اہم جزو بنایا جائے گا اور اس سے ایک صحیح فلاحی معاشرے کی طرف پیش قدمی ہو گی اور اس حوالے سے اس امر پر زور دیا جائے گا کہ سب اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اپنے ٹیکس دیانتداری سے ادا کریں تا کہ ملک کے ضرورت مندوں اور غریبوں کی کفالت کا فرض ادا کیا جا سکے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) حقیقی جمہوریت کے قیام کے لیے ہر قسم کی آمریت کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے اس کا عندیہ ہے کہ لوگ منتخب نمائندوں کے ذریعے حکومت کریں۔ سیاسی عدم استحکام کے لیے وہ صوبوں کے درمیان اعتماد اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی خواہاں ہے۔ ان مقاصد کے لیے وہ حسب ذیل اقدامات تجویز کرتی

ہے:۔

(۱) پارلیمنٹ کی بالادستی میں حائل آئینی رکاوٹوں کو دور کرنا' اس مقصد کے لیے آئین میں مناسب ترامیم کی جائیں گی۔

(۲) مختصر المدتی انتخابات اور منتخب نمائندوں کی فلور کراسنگ کو آئینی طور پر ممنوع قرار دینا۔

(۳) خصوصی عدالتی فورم قائم کرنا' جو کرپشن اور لوٹ مار کی تحقیقات اور منتخب نمائندوں کا احتساب کرے گی۔

(۴) انتظامیہ اور معاشی مینجمنٹ کے پاس اختیارات کے ارتکاز کو ختم کر کے اختیارات کو وفاقی سے صوبائی' صوبائی سے ضلعی اور ضلعی سے تحصیل اور وہاں سے گاؤں کی سطح تک پھیلانا۔

(۵) آزادی صحافت کی مکمل ضمانت اور صحافت اور الیکٹرانک میڈیا کو قومی شناخت' جمہوری اقدار اور قومی تعمیر کی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے استعمال کرنا۔

(۶) ہر شہری کو درست اطلاعات کی فراہمی کے لیے ایک شفاف ''فریم ورک'' کا قیام۔

قانون کی بالادستی کے لیے مسلم لیگ (ن) نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) ملکی آئین کا اس کی روح کے مطابق اتباع کرنا اور اعلیٰ عدالتوں کی جانب سے کی گئی آئینی تشریح کا احترام۔

(۲) آئینی سیاسی حقوق کو یقینی بنانا۔

(۳) ہر شہری کو یکساں قانونی تحفظ دینا۔

(۴) اقلیتوں کو مکمل تحفظ دینا۔

(۵) سیاستدانوں اور سرکاری افسروں کی کرپشن اور بدعنوانی کی روک تھام کے لیے قانون سازی اور کرپشن کے خاتمہ کے لیے جوڈیشل ٹریبونل کا قیام۔

(۶) تمام سرکاری ملازمین کی سروس کو تحفظ دینا اور اس امر کو یقینی بنانا کہ وہ سیاسی دباؤ کے بغیر کام کر سکیں۔

(۷) ڈرگ مافیا' اسمگلروں اور ٹیکس چوروں کے خلاف وسیع پیمانے پر مہم شروع کرنا۔

(۸) نظام انصاف کو تیز تر بنانے کے لیے طریقہ کار کو آسان کرنا اور پولیس نظام میں اصلاح۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا عہد ہے کہ وہ اقتدار میں آنے کے بعد پاکستان کے غریب عوام کے عزت اور وقار اور ان کے حقوق کا بھرپور تحفظ کرے گی۔

معاشی چارٹر:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا کہنا ہے کہ:۔

''عوام کی ترقی' عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے ہمارا معاشی چارٹر ہوگا اور اس کی بنیادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خصوصیت یہ ہوگی کہ پاکستان کو اکیسویں صدی میں اوسط آمدنی والے ملک کی حیثیت سے لے جایا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کے معیار زندگی کو بہتر بنانے اور معاشی نشوونما کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لیے اقدامات بھی جاری رکھے جائیں گے۔"

پاکستان مسلم لیگ (ن) نے معاشی چارٹر کے بنیادی مقاصد حسب ذیل بیان کیے ہیں:۔

(۱) غربت کا خاتمہ' تمام شہریوں کے لیے خوراک' صاف پانی' چھت' صحت اور تعلیم کی بنیادی ضروریات پوری کرنا۔

(۲) زرعی شعبہ میں انقلابی اقدامات' زرعی پیداوار میں اضافہ کے اقدامات

(۳) صنعتی انقلاب کے لیے جدید صنعتی بنیادیں فراہم کرنا' جس کی سالانہ ترقی کا ہدف ۱۰ فیصد مقرر کیا جائے گا۔

(۴) انفراسٹرکچر' تجارت' ذرائع آمدورفت اور مالی خدمات کے شعبوں میں بہتری کے لیے اقدامات۔

(۵) انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل' ملک کے مختلف حصوں اور طبقات میں افراط کو ختم کرنا۔

(۶) بیرونی قرضوں کے بجائے خود انحصاری پر عمل درآمد' بجٹ کو متوازن بنانا اور زراعت میں خودکفیل ہونا۔

(۷) قومی وسائل کا تحفظ' زمین' پانی اور جنگلات کی ترقی کے لیے مؤثر اقدامات۔

مسلم لیگ (ن) کا وعدہ ہے کہ:۔

"اگر مسلم لیگ کی حکومت دوبارہ برسرِ اقتدار آتی ہے' تو معاشی ترقی کا ایک اور سنہرا باب شروع ہوگا' جیسا کہ ۱۹۹۱ء میں ہوا تھا۔ برآمدات میں اضافہ ہوا تھا بیرونی سرمایہ کاروں نے یہاں سرمایہ کاری میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی اور سٹاک مارکیٹیں بہت اونچی چلی گئی تھیں۔"

زرعی شعبے کی قلب ماہیت:۔

زرعی شعبے کی قلب ماہیت اور دیہی شعبہ جات کی ترقی کے لیے مسلم لیگ نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) آئندہ پانچ سالوں میں پانی کے سیکٹر میں سرمایہ کاری کو دوگنا کرنا' ۱۹۹۱ء میں طے پانے والے تاریخی "پانی" معاہدے پر عمل کرنا اور آبی وسائل وذخائر کو بڑھانے اور بہتر بنانے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا۔

(۲) بارانی اور دیگر علاقوں کے بے زمین کسانوں اور ہاریوں میں زرعی رقبے کی تقسیم' زرعی مقاصد کے لیے قرضوں کا اجراء' صوبائی سطح پر "لینڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹیز" قائم کرنا جو ہاریوں کو الاٹ ہونے والی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زمینوں کا تحفظ کریں گی اور ضروری معاونت فراہم کریں گی۔

(۳) دیہی علاقوں میں کھیتوں سے منڈیوں تک سڑکوں کی تعمیر، بجلی، صحت اور تعلیم کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی۔

(۴) زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے کسانوں کو اعلیٰ بیج، کھادیں زرعی ادویات، ڈیزل اور قرضے ان کے دروازے پر فراہم کرنا۔

(۵) کسانوں کے لیے "پیلو ٹریکٹر" کی سکیم متعارف کرانا اور انہیں آسان شرائط پر قرضے فراہم کرنا۔

(۶) زرعی مارکیٹوں کو بہتر بنانا اور اس امر کو یقینی بنانا کہ کسانوں کو فصل کی قیمت عالمی منڈی کی قیمتوں کے مطابق مل سکے۔

صنعتی انقلاب:۔

پاکستان مسلم لیگ کا عہد ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ صنعتی انقلاب برپا کرنے کے لیے لیے حسب ذیل اقدامات کرے گی:۔

(۱) نجکاری کے عمل کو تیز کرنا، بڑی سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ڈی ریگولائزیشن کرنا، نیز پاور، پٹرولیم، گیس، بجلی، ٹیلی مواصلات، بندرگاہوں اور مالی خدمات کے شعبوں میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۲) بینکنگ اور مالی خدمات کے شعبہ کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانا اور الیکٹرانکس، کیمیکلز اور انجینئرنگ کے سامان کی درآمدات کے لیے سرمایہ کاری کرنا۔

(۳) پاکستان مینوفیکچرز کی صلاحیت کو بڑھایا اور جدید ریسرچ سے آگاہ کرنے کے اقدامات کرنا۔

(۴) دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں کا قیام

(۵) صنعتی کارکنوں کے تحفظ کے لیے لیبر اصلاحات متعارف کرانا

انفراسٹرکچر میں وسعت:۔

مسلم لیگ (ن) نے اپنے منشور ۱۹۳۱ء میں اپنے سابقہ دور حکومت کی کارکردگی بیان کرنے کے بعد عہد کیا ہے کہ وہ دوبارہ اقتدار میں آنے کے لیے انفراسٹرکچر میں توسیع کے عمل کو جاری رکھے گی اور پورے ملک میں موٹرویز اور بڑی شاہراہوں کا جال بچھا دے گی۔ اس کا کہنا ہے کہ شہروں میں بائی پاس تعمیر کیے جائیں گے اس نے گوادر پورٹ کی تعمیر کے لیے تین سال کا ہدف مقرر کیا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ گوادر پورٹ کا رابطہ انڈس ہائی وے سے قائم کردے گی۔ اقتدار میں آنے کے بعد وہ ایک نئی توانائی پالیسی کا اعلان کرنے کی خواہاں ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سماجی ایجنڈا:۔

بقول پاکستان مسلم لیگ (ن) اس کے سماجی ایجنڈے کا بنیادی مقصد غربت کا خاتمہ عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کرنا سب کو خوراک پانی صحت اور تعلیم وغیرہ کی بنیادی سہولیات فراہم کرنا ہے۔ وہ سماجی پالیسی کو اپنے منشور کا اہم ستون قرار دیتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ نئی لیبر پالیسی کے تحت کارکنوں کے بچوں کے لیے تعلیم اور صحت کی مفت سہولیات فراہم کرے گی اور کم از کم مزدوری تین ہزار روپے ماہانہ مقرر کی جائے گی۔

انسانی وسائل کی ترقی:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا کہنا ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ حسب ذیل اقدامات کرے گی۔

(۱) ۱۹۹۳ء میں جس نئی اور جامع تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا گیا تھا اس پر مکمل طور پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

(۲) ۲۰۰۲ء تک شرح خواندگی ۷۰ فیصد تک پہنچا دی جائے گی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو فروغ دیا جائے گا اور بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیم بالغاں کا پروگرام بھی شروع کیا جائے گا۔

(۳) طالب علموں کے لیے "ییلو گولڈ کارڈ" سکیم متعارف کرائی جائے گی جس کے تحت تمام یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں سے اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنے والوں کو ایک "گولڈ کارڈ" جاری کیا جائے گا اور وہ سرکاری خرچ پر مزید تعلیم حاصل کر سکیں گے۔

(۴) ہر محلے اور درمیانی سطح کے گاؤں میں ڈسپنسری قائم کی جائے گی۔

(۵) پورے پاکستان میں ایک دیہی نیٹ ورک قائم کیا جائے گا جس میں مقامی آبادی مل جُل کر مالی اور انسانی وسائل کو بروئے کار لائے گی وہ آمدنی پیدا کرنے والے چھوٹے منصوبے شروع کر سکتے ہیں۔

غریبوں کے لیے براہِ راست فوائد:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) سماجی فلاح و بہبود کے لیے حسب ذیل امور پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا عہد کرتی ہے:۔

(۱) اشیاء کی قیمتوں میں استحکام برقرار رکھنے کے اقدامات اور افراط زر بجٹ کے خسارے پر قابو پانا

(۲) فوڈ سٹیمپ سکیم کو توسیع دینا

(۳) زکوٰۃ کے نظام کو بہتر بنانا تاکہ مستحقین آسانی سے اپنا ماہانہ الاؤنس حاصل کر سکیں۔

(۴) بیت المال کے نظام کو توسیع دینا اور اس کے ذریعے بیواؤں بوڑھوں اور معذوروں کی مدد کرنا

(۵) قومی ہاؤسنگ پالیسی کے تحت کم آمدنی والے کم از کم پچاس ہزار خاندانوں کو کم قیمت پر پلاٹ مہیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنا۔

(۶) دیہاتوں اور قصبوں کو وسیع کرنے کے لیے جامع پروگرام مرتب کرنا اور یونین کونسل کی سطح پر جدید کمرشل اور مارکیٹنگ سنٹر قائم کرنا۔

خواتین:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) خواتین کے مرتبے اور حقوق کے لیے درج ذیل اقدامات کرنے کی خواہاں ہے:۔

(۱) قومی اسمبلی میں خواتین کی بیس نشستوں کی بحالی کے لیے آئین کی دفعہ 51-A کو از سرِ نو قابلِ عمل بنانا۔

(۲) عورتوں کو تشدد سے بچانے کے لیے قانون سازی' اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق عورت سے برتے جانے والے تمام امتیازات کا خاتمہ۔

(۳) خواتین کے سماجی تحفظ اور ان کے ظاہری ماحول کو بہتر بنانے کے اقدامات' تا کہ انہیں ہر قسم کے تشدد سے بچایا جا سکے۔

(۴) خواتین کو قانونی تحفظ اور مشاورت فراہم کرنے والے اداروں کی مالی معاونت نیز ''سائبان'' کے نام سے مظلوم عورتوں کے لیے پناہ گاہیں بنانا۔

(۵) خواتین پولیس فورس میں اضافہ اور جیلوں کی صورت حال کو بہتر بنانا نیز قیدی خواتین کو مشاورت فراہم کرنا۔

(۶) خواتین کے لیے بہتر روزگار کے مواقع فراہم کرنا' ان کی کم از کم مزدوری یا تنخواہ کا تعین کرنا۔ نیز ان کی صحت اور میٹرنٹی فوائد کو یقینی بنانا۔

(۷) نجی شعبے کی طرف سے ''چائلڈ کیئر'' اور ''ورکنگ ویمن'' سنٹر قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

نوجوان اور بچے:۔

نوجوانوں اور بچوں کے لیے مسلم لیگ (ن) نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) نوجوانوں میں ایک ایسی تحریک کا آغاز کرنا کہ وہ ملک کی سیاسی' معاشی اور اخلاقی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

(۲) معیشت کے تمام شعبوں میں نوجوانوں کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا اور خود روزگار سکیم کے تحت قرضے فراہم کرنا۔

(۳) تمام تعلیمی اداروں میں صحت مند سرگرمیوں کو فروغ دینا اور نوجوانوں کی ان تنظیموں کی حوصلہ افزائی کرنا' جو دیہی اور شہری آبادیوں میں فلاح و بہبود کے کام کر سکیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) منشیات کی وبا کو ختم کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا۔

(۵) بچوں کو "چائلڈ لیبر" سے بچانے کے لیے قانونی ضابطوں پر سختی سے عمل درآمد کرانا اور بچوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی۔

سادگی کا فروغ:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) پُرتعیش اخراجات کو کم کر کے سادگی کے راستے کو اختیار کرنے پر زور دیتی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اگر وہ برسرِ اقتدار آئی تو اس مقصد کے لیے مناسب قانون سازی اور انتظامی اقدامات بھی کرے گی۔

قومی سلامتی اور خارجہ پالیسی:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) نے اپنی خارجہ پالیسی کے حسب ذیل رہنما اصول بیان کیے ہیں:۔

(۱) مسلم لیگ قائداعظم کے اس فرمان کے مطابق کام کرے گی کہ "سب سے دوستی اور دشمنی کسی سے بھی نہیں۔"

(۲) مسلم لیگ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق امن، برابری اور دوستی کی روشنی میں عمل کرے گی اور عالمی برادری سے معاشی تعلقات مستحکم کرے گی۔

(۳) مسلم لیگ جموں و کشمیر کے عوام کے، اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خود ارادیت کی حمایت جاری رکھے گی۔

(۴) مسلم لیگ جنوبی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا اور وسطی ایشیا کے تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو فروغ دے گی اور ہمسایوں کے ساتھ باہمی معاملات اور مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کریگی اور جموں و کشمیر کے تاریخی پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان کے حق خود ارادیت پر کسی قسم کے سمجھوتے کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت کے ساتھ پرامن دوستانہ ہمسائیگی کے تعلقات کو فروغ دے گی۔

(۵) مسلم لیگ اسلامی ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات کو مزید مستحکم کرے گی اور کشمیر، بوسنیا اور فلسطین کی جدوجہد آزادی کی حمایت کرے گی۔

(۶) مسلم لیگ پُرامن مقاصد کے لیے جوہری پروگرام (ایٹمی پروگرام) پر کسی نوعیت کا دباؤ قبول نہیں کرے گی۔

(۷) مسلم لیگ ای سی او ممالک کے ساتھ تعاون کرے گی۔

(۸) مسلم لیگ اپنی خارجہ پالیسی میں افغانستان کو نمایاں حیثیت دے گی اور افغانستان میں امن اور بھائی چارے کی کاوشوں کا نہ صرف خیر مقدم کرے گی بلکہ خود بھی ایسی کوششیں کرے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو پاکستان کی خارجہ پالیسی میں نمایاں حیثیت رہے گی اور پاک چین مثالی دوستی کو مزید مضبوط تر کرے گی۔

(۱۰) پاکستان کے امریکہ، جاپان اور یورپی یونین کے ساتھ دیرینہ باہمی مفادات پر مشتمل تعلقات ہیں پاکستان مسلم لیگ کی حکومت ان ممالک کے ساتھ اقتصادی اور برادرانہ تعلقات قائم کرے گی۔

(۱۱) پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد برابری، احترام اور دُہرے معیارات پر امتیازی اصولوں کی مخالفت پر رہے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان پیپلز پارٹی

پس منظر:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تھے' جو لاڑکانہ (صوبہ سندھ) کے مشہور سیاستدان اور جاگیردار سر شاہنواز بھٹو کے فرزند تھے۔ سر شاہنواز انگریز دور میں' جب صوبہ سندھ بمبئی کا ایک صوبہ تھا' صوبہ بمبئی کے وزیر رہ چکے تھے۔ جن دنوں پاکستان وجود میں آیا ان دنوں سر شاہنواز بھٹو ریاست جونا گڑھ کے وزیر اعلیٰ تھے اور انہی کے عہد وزارت میں ریاست جونا گڑھ کو پاکستان سے الحاق کرنے کا اعلان ہوا تھا' لیکن بھارت نے فوری طور پر اس ریاست پر قبضہ کر کے اسے بھارت میں ضم کر لیا۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ایک بہت پڑھے لکھے نوجوان تھے۔ جب ایوب خاں نے ملک میں مارشل لاء نافذ کیا تو اسے اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ایک ایسے ہی نوجوان سیاستدان کی ضرورت محسوس ہوئی جیسے کہ بھٹو صاحب تھے۔ چنانچہ ایوب خاں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا وزیر مملکت بنا لیا۔ پھر تعلقات اس قدر بڑھے کہ مسٹر بھٹو ایوب خاں کو ''ڈیڈی'' اور ایوب خاں بھٹو کو اپنا بیٹا کہنا پڑا۔ پھر جب جنرل ایوب کو جمہوریت کا ڈھونگ رچانے کے لیے ایک سیاسی پارٹی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے ایک کنونشن کے ذریعے اپنی علیحدہ سیاسی پارٹی بنالی'' جو کنونشن لیگ'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ جنرل ایوب خاں خود اس پارٹی کا صدر بن گیا اور اپنے سیاسی بیٹے مسٹر بھٹو کو اس کا جنرل سیکرٹری بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جنرل ایوب نے مسٹر بھٹو کو وزیر خارجہ بنا دیا۔ انہوں نے اپنے عہد وزیر خارجہ کے دوران پاکستان کے چین کے ساتھ تعلقات کو پہلے سے بہت زیادہ بہتر بنایا اور مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر روشناس کرایا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ بندی کے بعد جب روس (سوویت یونین) میں پاکستان اور بھارت کے مابین' تاشقند کے مقام پر ''اعلان تاشقند'' طے پایا تو اس پر پاکستان کے وزیر خارجہ کے طور پر مسٹر ذولفقار علی بھٹو نے دستخط کیے۔ علاوہ ازیں اس اعلان پر بھارت کے وزیر خارجہ' صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں اور سوویت یونین کے وزیر اعظم نے بھی دستخط کیے اس اعلان نامہ کی خبر جب پاکستانی اخبارات میں شائع ہوئی تو پاکستانی عوام نے اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا اس صورت حال پر روشنی ڈالتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے حافظ تقی الدین لکھتے ہیں:۔

''پاکستان کے لوگ یہ توقع کیے ہوئے تھے کہ تاشقند میں کشمیر پاکستان کو مل جائے گا۔ جب ستمبر ۱۹۶۵ء میں جنگ بند ہوئی تھی تو لوگوں میں یہ تشہیر کی گئی تھی کہ پاکستان جنگ جیت گیا ہے اور فوج نے فتح حاصل کر لی ہے' مگر اعلانِ تاشقند میں فتح کہیں دور دُور تک بھی نظر نہیں آتی تھی' بلکہ واضح شکست ہی نظر آرہی تھی۔ لوگوں میں یہ تاثر عام ہوا کہ میدانِ جنگ میں تو پاکستان جیت گیا ہے' مگر سیاست کی ٹیبل پر جنگ ہار دی ہے اور اخبارات کے ذریعے یہ تاثر دیا جانے لگا کہ یہ غداری ہوئی ہے اور یہ غداری ایوب خاں نے کی ہے اور وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو کے منع کرنے کے باوجود ایوب نے اعلانِ تاشقند پر دستخط کیے ہیں۔''

حافظ تقی الدین کا کہنا ہے کہ:۔

''اس جنگ (۱۹۶۵ء) کے دوران اور بعد میں وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو کو سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقاریر کرنے کا موقع ملا۔ یہ تقاریر بذریعہ ٹیپ ریڈیو پاکستان سے بھی نشر کی جاتی تھیں اور لوگوں میں ان تقاریر کو بہت پسند کیا جاتا تھا اور لوگوں میں یہ تاثر قائم ہو گیا تھا کہ وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو ہی پاکستانی عوام کی امید کی کرن ہے۔''

گویا اس دوران لوگوں کو بھٹو کا نام بار بار سننے کا موقع ملا اور وہ عوام میں مقبول ہونے لگے پھر جب اعلان تاشقند پر عوام نے ایوب خاں کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا تو بھٹو نے موقع کو غنیمت جان کر کہا ایک جلوس میں فوری طور پر شامل ہو کر کہا کہ ''میں اعلانِ تاشقند کی حقیقت لوگوں پر واضح کر دوں گا'' تو لوگ بھٹو کی طرف مائل ہو گئے۔

اب مسٹر بھٹو جنرل محمد ایوب خاں کے مخالف ہو چکے تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام:۔

تیس نومبر ۱۹۶۷ء کو ڈاکٹر مبشر حسن کے گھر پر چند سیاستدان جمع ہوئے' جن میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو شامل تھے۔ وہاں ایک سیاسی پارٹی بنانے پر تبادلۂ خیال ہوا مسٹر بھٹو کی تجویز پر ''پاکستان پیپلز پارٹی'' کے نام سے ایک سیاسی پارٹی بنانے کی تجویز منظور کر لی گئی اور یکم دسمبر ۱۹۶۷ء کو اس پارٹی کی تشکیل کا اعلان کر دیا گیا اس کے پہلے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور سیکرٹری جے اے رحیم بنائے گئے۔ پارٹی کے بانی ارکان میں ڈاکٹر مبشر حسن' جے اے رحیم' محمد حنیف رامے' مصطفےٰ کھر' میر رسول بخش تالپور' معراج محمد خاں' شیخ محمد خورشید' خورشید حسن میر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملک نوید احمد' کامریڈ غلام محمد' ملک حامد سرفراز اور بیگم آباد احمد خاں اور بعض دیگر سیاستدان شامل تھے۔

ایک نئی پارٹی کیوں؟

پاکستان پیپلز پارٹی کیوں اور کس مقصد کے لیے بنائی گئی؟ پیپلز پارٹی کی طرف سے شائع شدہ ایک دستاویز (نمبرا) میں اس کے اسباب و مقاصد یوں بیان کیے گئے ہیں:۔

''پاکستان اپنی آزاد اور خود مختار زندگی کے تیسرے عشرے میں داخل ہو رہا ہے' لیکن ۱۲ کروڑ پاکستانیوں کے تمام بنیادی مسائل کا حل اور ان کا مستقبل ابھی تک غیر یقینی ہے۔ یہ بات اس لیے بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد اس برصغیر کے مسلمانون نے مکمل اعتماد کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی بنیادیں اسلام کے بنیادی اصولوں پر استوار کی جائیں گی اور ہماری سیاسی' معاشی اور سماجی زندگی اسلام کے دینی اور دنیوی اصولوں کی قوت سے رواں دواں ہو گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور اس کے لیے کسی لمبی چوڑی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

مارشل لاء سے پہلے پاکستان اپنی قومی زندگی کے تمام ضروری شعبوں میں بہت ہی پیچیدہ مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کو بیشمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مخلوط یا غیر مخلوط انتخابات کا نظریہ' مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان صوبائی مساوات کا مسئلہ' دینی اور لادینی سیاسی نظریہ کا باہم تعلق' اقلیتوں کے حقوق' مغربی پاکستان کی وحدت کا مسئلہ اور دوسرے بہت سے ایسے نازک اور بھڑک اٹھنے والے مسائل درپیش تھے۔

معاشرے میں رشوت ستانی' نفسا نفسی اور کنبہ پروری کا اس قدر دور دورہ تھا کہ ہماری اخلاقی اور سیاسی زندگی تیزی سے پستی کی طرف جا رہی تھی لوگوں میں بددلی اور مایوسی پھیل چکی تھی اور حکومت کے نظم و نسق کی اہلیت پر سے اعتماد اٹھ گیا تھا خصوصاً غریبوں اور محنت کشوں کے حقوق اور خواہشات کو جس بے دردی سے نظر انداز کیا گیا' اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ یہی غریب اور محنت کش لوگ' جن کے بل بوتے پر معاشی اور اقتصادی میدان میں سرمایہ داروں کے لیے بے انتہا ترقی کے مواقع پیدا ہوئے اور کارخانوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی' لیکن ان کی ترقی کے لیے جو ہماری آبادی کی اکثریت ہے' مختلف حکومتوں نے کوئی ٹھوس قدم نہ جمایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غربت اور افلاس ہمارے ملک کے محنت کش طبقوں کو گھن کی طرح کھانے لگے۔ نوکر شاہی اور حکومت کے اہلکار بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کی بہبود کی طرف متوجہ ہوتے'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے سیاسی کشمکش میں سیاستدانوں کے ساتھ اپنے آپ کو بُری طرح الجھا دیا اور سیاستدانوں کے شانہ بشانہ اس آزاد ملک کے خادم بننے کے بجائے اس کے حاکم بن گئے' اس وجہ سے ملک میں غیر یقینی سیاسی ماحول اور بھی نازک حالات سے دوچار ہو گیا اور ہمارے تمام قومی مسائل میں اضطراب کی کیفیت دن بدن نمایاں ہوتی گئی۔

ملکی نظم ونسق کی کارکردگی کا معیار بجائے اس کے کہ موجودہ صدی کے بین الاقوامی معیاروں پر پورا اُترتا' دن بدن تیز رفتاری سے رُوبہ انحطاط ہوتا گیا۔ کاشتکاروں میں بے مقصدیت اور مزدور طبقے میں بے تنظیمی اور غیر معین راہِ عمل کا احساس جڑیں پکڑنے لگا اور سفید پوش اور تنخواہ دار طبقہ اپنی جائز ضروریات زندگی کے لیے ترسنے لگا خود غرضی اور ذاتی نفع رسانی ہمارے معاشرے کے رگ و پے میں رچ گئی تعلیم اور نوجوانوں کی بہبود جو کہ قومی ترقی کا سرچشمہ قرار پاتے ہیں' ہمارے ملک میں رُوبہ زوال ہو گئے۔ تمام قومی ادارے ماسوا عدلیہ اور افواجِ پاکستان شدید بحران کا شکار ہو گئے۔ ہندوستان کے جارحانہ عزائم کی وجہ سے ہمارے ملکی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اس کا بین ثبوت وادیِ کشمیر میں ہندوستان کی کھلم کھلا جارحیت تھی' جس کا مقصد دراصل پاکستان کے بنیادی' معاشی اور علاقائی حقوق پر غاصبانہ قبضہ تھا۔

یہ تھے وہ حالات جو ۱۹۵۸ء کے مارشل لا سے پہلے تھے۔"

گویا مذکورہ بالا بیانات میں جن برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے' وہ ۱۹۵۸ء کے مارشل لأ سے قبل پیدا ہو چکی تھیں۔

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کی بدولت:۔

"عوام کی امیدوں اور تمناؤں میں ایک دفعہ پھر زندگی کی رمق نظر آئی۔ عوام نے سوچا کہ ہمارے قومی مسائل اب ایک مضبوط لیکن پُرشفقت ہاتھ سے سلجھ جائیں گے۔ نئی حکومت نے زرعی اصلاحات سے، سیاسی زندگی کی تطہیر سے اور اقتصادی اور معاشی زندگی میں نظم وضبط کی کوشش کر کے کسی حد تک اپنے قیام کا جواز پیش کیا۔ بنیادی جمہوریتوں کے باعث کچھ نئے ادارے وجود میں آئے' جن سے قومی مسائل کو حل کرنے کی امید دلائی گئی۔ کسی حد تک نظم ونسق میں خرابیوں کو دور کیا گیا اور رشوت ستانی سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔"

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کا دور اچھا تھا' لیکن:۔

"۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کے ہٹنے پر ایک حد تک جمہوریت اور حکومت شاہی کا دوغلا نظام رائج کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی قریباً تمام قومی پریس کو نیشنل پریس ٹرسٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی صورت میں اپنے قبضے میں لے لیا اور دوسری طرف ایک سیاسی پارٹی کا اجراء کر دیا گیا جو پہلے تو کنونشن لیگ کہلائی اور بعد میں اس کا نام پاکستان مسلم لیگ رکھ دیا گیا تا کہ یہ سیاسی پارٹی ان حالات کا مقابلہ کر سکے جن کا درحقیقت جمہوریت سے انحراف کی وجہ سے پیدا ہونے کا امکان تھا۔"

یاد رہے کہ یہ کنونشن لیگ یا پاکستان مسلم لیگ وہی ہے، جس کے سیکرٹری جنرل خود مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ ان دنوں مسٹر بھٹو اس پارٹی کے جنرل سیکرٹری کے طور پر بھی کام کرتے تھے اور وزارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

اس کے بعد پیپلز پارٹی نے ایوب دور حکومت کی خرابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

"اس دور حکومت میں بہت سے بنیادی مسائل کا احیا ہوا ہے اور نئے مسائل نے سر اٹھایا ہے۔ ماضی کے مقابلے میں اب رشوت ستانی، کنبہ پروری اور دوسری بدعنوانیاں کہیں زیادہ عروج پر ہیں عدلیہ جو کہ مارشل لاء سے پہلے باعثِ وقار اور افتخار تھی، مارشل لاء کے بعد ایک کمزور قومی ادارہ بن کر رہ گئی ہے اور ہمارے نظام قانون میں قانون دان طبقے کی ناراضگی کے باوجود اس قدر الجھنیں اور بے ضابطگیاں داخل کر دی گئی ہیں کہ عوام سے جن کے حقوق کی پشت پناہی عدلیہ اور قانون ہی بالآخر کرتے ہیں، یہ ڈھال بھی چھین لی گئی ہے۔ جرائم اور تشدد کی وارداتوں میں روز افزوں اضافے نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں صنعت کاری میں بے مقصد اور محض ذاتی اغراض کے پیش نظر ترقی، زرعی ترقی کی طرف مجرمانہ عدم توجہ کا باعث بنی ہے اور اس کی وجہ سے ایک بہت ہی سنگین معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس کے دور رس نتائج پیدا ہونے کا امکان ہے اب حالت یہ ہے کہ اس ملک کو خوراک میسر نہیں ہو سکتی، جب تک کہ غیر ملکی گندم کی بھرمار اس ملک میں نہ کی جائے اور یہ غیر ملکی گندم ہمارے زرِ مبادلہ کے ذخائر کو تیزی سے ختم کرتی جا رہی ہے۔"

اس کے بعد ایوب دور حکومت کی بے شمار خرابیوں، کوتاہیوں اور غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے داخلی حالات کے علاوہ خارجہ پالیسی پر بھی تنقید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ قومی زندگی کو مکمل سیاسی بحران کے عمیق گڑھے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اس کے بعد سیاستدانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ سیاسی پارٹیاں مل کر "تحریک جمہوریت پاکستان" (پی ڈی ایم) کی طرح ایک علیحدہ تنظیم قائم کریں، جس میں حزب مخالف کی تمام پارٹیاں اکٹھا ہو کر حقیقی جمہوریت کے لیے آئینی جدوجہد کر سکیں اس کے بعد کہا گیا ہے کہ:۔

"یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان حالات میں کیا ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی بنائی جائے، جبکہ اصل مقصد حزب اختلاف کی مختلف پارٹیوں کا اتحاد ہے اگر ذرا غور سے موجودہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاسی حالات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہو جائے گا کہ نئی پارٹی کا قیام اس وجہ سے ہی ضروری ہے کہ حزب اختلاف کی موجودہ سیاسی پارٹیوں کا اتحاد اس نئی سیاسی پارٹی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ سیاسی پارٹی ہماری موجودہ سیاسی پارٹیوں کے تاریخی اور سیاسی نظریات کی الجھنوں کو سلجھانے میں معاون ثابت ہو سکے گی' کیونکہ یہ کام نئی سیاسی پارٹی مخلصانہ طور پر بغیر کسی تعصب یا ذاتی عناد کے کرے گی۔ موجودہ حالات میں اس لیے بھی ایک نئی پارٹی بے حد ضروری ہے' کیونکہ اس کے بغیر روشن خیال عناصر کو اکٹھا کرنا ممکن نہیں۔"

آگے چل کر بتایا گیا ہے کہ:۔

"اس نئی سیاسی پارٹی (پاکستان پیپلز پارٹی) کے قیام کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کے عوام کا ایک فعال حصہ' جس میں ہماری نئی نسل پیش پیش ہے' اس کا ایمان ہے کہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی سے پاکستان کی بڑی بڑی مشکلات کو حل نہیں کیا جا سکتا۔ ہر زمانے کا اپنا سیاسی ماحول اور اپنے سیاسی خدوخال ہوتے ہیں۔ موجودہ دور جو کہ نئی امنگوں اور ان سے وابستہ عمل کی نئی دعوتوں کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی نئی قوت اور نکھار کے ساتھ پاکستان کے تمام عوام کے لیے ایک ایسے مثالی معاشرے کی تعمیر کا کام سنبھال لے' جس کے لیے اس ملک کے عوام نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔"

پھر کہا گیا ہے کہ:۔

"ان سیاسی حقیقتوں کے پیش نظر اور عظیم ملی مفاد کے لیے' جن کا کسی حد تک تجزیہ کیا گیا ہے' یہ حقیقت اب واضح ہو چکی ہے کہ ایک نئی سیاسی جماعت اور ایک نیا سیاسی لائحہ عمل اور دستور اس قوم اور ملت کے لیے اشد ضروری ہیں۔"

اس کے بعد اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ نئی سیاسی جماعت کی تنظیم اور نشوونما کے ضمن میں پیش آنے والی تمام تر مشکلات کو دور کرنے کے لیے انتہائی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔ آخر میں عوام سے درخواست کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:۔

"پاکستان کے عوام سے یہ درخواست باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد ضروری ہے کہ عدل و انصاف کے اصولوں پر رکھی جائے' نہ کہ جبر و استبداد اور لوٹ کھسوٹ کے پرانے مسلک پر اس نئی بنیاد پر پاکستان کے عوام اپنے اندرونی اور بیرونی مسائل کا حل یقینی طور پر تلاش کر سکتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے بنیادی اراکین عہد کرتے ہیں کہ:۔

"قادر مطلق خدا پر غیر متزلزل ایمان کے ساتھ جو تمام جہانوں اور انسانوں کا پالنے والا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اور دینِ اسلام کے لیے جذبۂ غیرت رکھتے ہوئے اور پاکستان کے مقاصد کے لیے اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کرتے ہوئے ہم سب اللہ کا نام لیکر اس عظیم کام کی ابتدا اور اتحادِ عوام کا اعلان کرتے ہیں' اس یقینِ محکم کے ساتھ کہ اتحادِ عوام سے اور اجتماعی تدبر اور سوچ بچار کی بدولت پاکستان کی خدمت میں مگن ہو کر ہم اپنے شاندار مستقبل کی طرف گامزن ہوں گے اور دُنیا میں عدل و مساوات اور امن کو قائم کرنے کا موجب بنیں گے (آمین)"

انتخابات ۱۹۷۰ء

جنرل یحییٰ خاں کے دورِ حکومت میں ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو قومی اسمبلی کے اور ۱۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں' قومی اسمبلی کے لیے ۱۱۹ اُمیدوار کھڑے کیے اور مشرقی پاکستان میں اپنا کوئی اُمیدوار کھڑا نہ کیا' کیونکہ اس نے وہاں اپنی تنظیم کی کوئی شاخ نہیں کھولی تھی' الیکشن سے قبل تمام بڑی پارٹیوں نے اپنے اپنے منشور جاری کیے پیپلز پارٹی نے بھی اپنا منشور جاری کیا اور عوام سے بڑھ چڑھ کر وعدے کیے۔ اس کے منشور کی بنیاد مندرجہ ذیل چار نکات پر تھی:۔

(۱) اسلام ہمارا دین ہے۔
(۲) جمہوریت ہماری سیاست ہے۔
(۳) سوشلزم ہماری معیشت ہے۔
(۴) طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

اس کے منشور میں مندرجہ ذیل اہم باتیں درج تھیں:۔

(۱) ذرائع پیداوار کو قومیانا۔
(۲) ذرائع نقل و حمل کو قومی تحویل میں لینا۔
(۳) زرعی اصلاحات نافذ کرنا
(۴) ٹریڈ یونینوں کو مضبوط کرنا
(۵) سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ
(۶) بنیادی انسانی حقوق کا احیاء
(۷) معاشی اصلاحات
(۸) تمام مسائل حل کرنا

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہماری زرعی تہذیب و تمدن میں زمینداروں کا ہاتھ بٹانے والے زرعی مزدور' کاشتکاری کرنے والے اور لوگوں کی خدمات انجام دینے والے (مثلاً نائی' ترکھان' چوکیدار وغیرہ)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کمیں'' کہلاتے ہیں، جنہیں چودھری لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ طبقہ ہمارے معاشرے کا نیچ طبقہ شمار کیا جاتا تھا۔ پیپلز پارٹی نے جب مزدوروں، کسانوں اور غریبوں کے حقوق کی بات کرتے ہوئے ''روٹی، کپڑا اور مکان'' دینے کا نعرے لگایا تو یہ پورا طبقہ بھٹو کے زیرِ اثر آ گیا اور انہی کے ووٹوں سے پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی۔

انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کو ۸۱ نشستیں حاصل ہوئیں اس کے مقابلہ میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان سے ۱۶۷ نشستیں جیت لیں یوں پیپلز پارٹی دوسرے نمبر پر آ گئی۔ مغربی پاکستان میں دیکھا جائے تو وہ پہلے نمبر پر تھی۔

انتخابات کا رزلٹ آنے کے بعد کیا ہوا احمد سلیم اپنی کتاب ''ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں'' میں لکھتے ہیں:۔

> ''انتخابی نتائج کے بعد اصولاً اسمبلی کا اجلاس بلانا چاہیے تھا، جو آئین سازی کرتی اکثریتی پارٹی حکومت بناتی اور صوبائی حکومت اور اسمبلیاں اپنے کام کا آغاز کرتیں۔ پنجاب اور سندھ میں پیپلز پارٹی کی کامیابی خود اس کے لیے غیر متوقع تھی۔ تیس پینتیس سیٹوں کی امید کرنے والی جماعت کو ۸۱ سیٹیں مل گئی تھیں چنانچہ پیپلز پارٹی نے مرکزی حکومت میں عوامی لیگ کے ساتھ اقتدار میں شرکت کرنے کا سوال اٹھا دیا۔ بھٹو نے فوج کو تیسری پارٹی قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر صدرِ مملکت، عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کسی نتیجے تک پہنچ جائیں تو آئین مقررہ مدت سے پہلے ہی تیار ہو سکتا ہے انہوں نے دونوں پارٹیوں کے آپس میں افہام و تفہیم سے کام لینے پر زور دیا اور کہا کہ پیپلز پارٹی کو نظر انداز کر کے آئین بنانے کی کوششیں تباہ کن ہوں گی مختصراً یہ کہ بھٹو صاحب مرکز میں اقتدار میں حصہ چاہتے تھے۔ یحییٰ خاں نے اس مطالبے کی تائید کی اور جنوری ۱۹۷۱ء میں مجیب الرحمٰن پر بھٹو کے ساتھ کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے لیے زور دیا۔ یہ مشرقی پاکستان میں انتخابات کے نتائج کو پسِ پشت ڈالنے اور ملک کے دونوں حصوں کے درمیان آویزش کا بیج بونے کے مترادف تھا۔''

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اپنا آئینی فارمولہ لے کر ۲۷ جنوری ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ پہنچے اور عوامی لیگ کے سربراہ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کر کے انہیں اپنا فارمولا پیش کیا، لیکن مجیب الرحمٰن نے کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ مختصر یہ کہ فوجی حکومت نے مشرقی پاکستان میں فوج بھیج دی اور مشرقی پاکستان نے بھارت کی مدد سے پاکستانی فوج سے جنگ شروع کر دی۔ اس دوران بھارت نے پاکستان کے مغربی حصے پر بھی حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء وجود میں آئی اس جنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے الگ ہو کر ''بنگلہ دیش'' بن گیا اور پاکستان کا ایک بازو ہمیشہ کے لیے کٹ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیپلز پارٹی کی حکومت:۔

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد جنرل محمد یحییٰ خاں ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صدارت سے مستعفی ہو گئے اور انہوں نے حکومت کی باگ ڈور پیپلز پارٹی کے قائد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دی۔ مسٹر بھٹو اس وقت پاکستانی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں پاکستانی مؤقف کی وضاحت کے لیے گئے ہوئے تھے اور نیویارک میں مقیم تھے انہیں فوری طور پر واپس بلا کر یحییٰ خاں نے حکومت ان کے حوالے کر دی۔

پیپلز پارٹی کے سربراہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کا عہدہ سنبھالتے ہوئے ریڈیو پاکستان پر ایک طویل تقریر کی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں چند مخصوص طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

> ''دوستو! طالب علمو! کسانو! نوجوانو! بہادر فوجی سپاہیو اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے والو!.... میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں بہت دیر میں آیا ہوں میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی ہے ہمارے ملک میں خطرناک بحران' بلکہ مہلک بحران آچکا ہے مجھے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھا کر جمع کرنے ہیں' نیا پاکستان' پروگریسو پاکستان' اور ایک ایسا پاکستان بنانا ہے' جو قائداعظم نے دیکھا تھا۔ یہ میرا یقین ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا' بشرطیکہ پاکستان کے لوگ میرے ساتھ تعاون کریں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔''

مسٹر بھٹو کی تقریر کے اہم نکات یہ تھے:۔

(۱) عوام سے تعاون کی اپیل
(۲) کسی بھی نئے مسئلہ پر عوام سے مشورہ کرنے کا وعدہ
(۳) انگریزی میں تقریر کی وجہ یہ ہے کہ غیر ملکی بھی سن لیں۔
(۴) میں قومی زبان' اردو میں تقریر کیا کروں گا۔
(۵) سقوط مشرقی پاکستان پر اظہار افسوس۔
(۶) ایک نیا اور عظیم پاکستان بنانے کا وعدہ۔
(۷) میں ساڑھے پانچ سال سے برابر جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد کرتا رہا ہوں اور جیل بھی گیا ہوں۔
(۸) میں نے تاشقند کے اعلان پر ایوب سے صلح نہیں کی تھی۔
(۹) مجھ پر پانچ مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔
(۱۰) میں آج ایک پاکستانی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے مخاطب ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۱) میں قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں پاکستان میں جمہوریت بحال کروں گا۔
(۱۲) میں مارشل لاء ضرورت سے زیادہ ایک سیکنڈ بھی نہیں رکھوں گا۔
(۱۳) سابقہ حکومت کی پیدا کردہ خرابیوں کا بیان
(۱۴) میں ایسا آئین دوں گا جو لوگوں کا آئین ہو۔
(۱۵) ملک میں قانون کا دور دورہ ہوگا۔
(۱۶) افواج پاکستان کو ہمت نہ ہارنے کا پیغام اور ان کی مدح سرائی۔
(۱۷) بھارت کی مذمت
(۱۸) فوجی قیدیوں کی واپسی کا وعدہ۔
(۱۹) میں عوام کا ملازم ہوں۔
(۲۰) نوکرشاہی کو اپنا طریقہ بدل لینے کی ہدایت۔
(۲۱) میں خود سفر کر کے لوگوں کی شکایات سنوں گا۔
(۲۲) زرعی اصلاحات کے نفاذ کا وعدہ
(۲۳) جن لوگوں کا پیسہ باہر رکھا ہے وہ اسے جلد از جلد ملک میں لے آئیں۔
(۲۴) حسب ذیل جرنیلوں کو آج سے ریٹائر کر دیا گیا ہے:۔
(۱) جنرل عبدالحمید
(۲) لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ
(۳) میجر جنرل عمر
(۴) میجر خداداد خاں
(۵) میجر جنرل کیانی
(۶) میجر جنرل مٹھا
(۲۵) نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی ختم
(۲۶) میں تمام سیاسی پارٹیوں سے ملاقات کروں گا۔
(۲۷) ہمیں اپنی خارجہ پالیسی پاکستان کے مفاد کے پیش نظر کرنا ہوگی۔
(۲۸) گذشتہ دنوں جو ضمنی انتخابات کرائے گے ان کے نتائج کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں۔

اس تقریر کے آخر میں مسٹر بھٹو نے کہا:۔

"آخر میں، میں آپ لوگوں سے ایک بار پھر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی خدمت کروں گا۔ مجھ پر بھروسا رکھیں۔ مجھے آپ پر بھروسا ہے میں آپ کی مدد اور تعاون کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کو کبھی بھی دھوکا نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوں گا۔ ہمارا اسلام پر یقین ہے اور اسلام میں ہمارا عقیدہ ہے انشاء اللہ ہم کامیاب وکامران ہوں گے ہم فتح حاصل کر کے رہیں گے اور ہماری اولاد کی اولاد کبھی یہ بھی نہیں بھولے گی۔"

پیپلز پارٹی کی اصلات:۔

پیپلز پارٹی کے عہد میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین مجریہ ۱۹۷۳ء منظور ہو کر نافذ ہوا یہ آئین فوجی حکمرانوں کی ترامیم کے ساتھ موجودہ دور تک نافذ العمل ہے۔

پیپلز پارٹی نے اپنے عہد حکومت میں خاص طور پر مندرجہ ذیل شعبوں میں بہت سی اصلاحات کیں:۔

(۱) صنعتی اصلاحات
(۲) محنت کے سلسلہ میں اصلاحات
(۳) زرعی اصلاحات

صنعتی اصلاحات:۔

پیپلز پارٹی کی حکومت نے ۲ جنوری ۱۹۷۲ء کو پاکستان کی دس بنیادی صنعتوں کو قومی تحویل لینے کا اعلان کیا۔

اس سے قبل ۲۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو حکومت نے ۱۹ کمپنیوں کو جاری شدہ دس کروڑ ۲۴ لاکھ روپے کے صنعتی لائسنس منسوخ کر دیے تھے پیپلز پارٹی کی صنعتی پالیسی حسب ذیل امور کو اپنایا گیا:۔

(۱) قومی سطح پر صنعتوں کا قیام
(۲) چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی سرپرستی
(۳) صنعتوں پر اجارہ داری ختم کرنے کی پالیسی

جن دس بنیادی صنعتوں کو صنعتی اصلاحات کے تحت قومی تحویل میں لیا گیا ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) فولاد اور لوہے کی صنعت
(۲) بھاری مشین بنانے کی صنعت
(۳) بھاری بجلی کا سامان بنانے کی صنعت
(۴) بنیادی ضرورتوں کا سامان بنانے کی دھاتوں کی صنعتیں
(۵) موٹر گاڑیوں کی تیاری اور پرانے جوڑ کر موٹر گاڑیاں بنانے کی صنعت
(۶) ٹریکٹر پلانٹ تیار کرنے اور اسمبل کرنے کی صنعت
(۷) بھاری اور بنیادی کیمیکلز کی صنعت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) سیمنٹ کی صنعت

(۹) پٹرو کیمیکلز کی صنعت

(۱۰) مفادِ عامہ کی سروسوں کے تحت آنے والی صنعتیں

مذکورہ بالا صنعتوں پر مشتمل بیس کمپنیوں کو قومی تحویل میں لیا گیا' جن میں سے زیادہ تر کمپنیوں کا تعلق لاہور اور کراچی سے تھا۔

صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کے ضمن میں ڈاکٹر مبشر حسین نے وضاحت کی کہ:۔

"صنعتی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کا مقصد ملکی معیشت کو بحال کرنا اور اس پر عوام کے اعتماد کو مضبوط کرنا ہے۔ ان میں خصوصی اداروں جن کو قومی تحویل میں لیا گیا ہے' کی ملکیت ایک ارب روپے سے زیادہ ہے۔ بہتر نظم و نسق کی خاطر ان اداروں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور مینجنگ ایجنٹ ختم کر دیے گئے ہیں اور ایک صدارتی حکم کے ذریعے ان صنعتوں میں ہر ایک کے لیے ایک مینجنگ ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا ہے' جسے اداروں کے چلانے کے لیے اختیارات اور فرائض اور ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ ان مینجنگ ایجنٹوں کے خاتمہ سے ان صنعتوں کا اصلی منافع تمام حصہ داروں کو ملے گا۔"

محنت کے سلسلہ میں اصلاحات:

پیپلز پارٹی کے سربراہ مسٹر بھٹو نے ۱۰ فروری ۱۹۷۲ء کو لیبر پالیسی کا اعلان کیا' جس میں مزدوروں کو صنعتوں کے نظم و نسق میں مؤثر نمائندگی دی گئی اور سفارش کی گئی کہ ہر فیکٹری کی انتظامیہ میں ۲۰ فیصد مزدوروں کے نمائندے شامل کیے جائیں۔ مزدوروں کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی متعلقہ فیکٹریوں کے حسابات' ریکارڈ' عمارت اور اسٹور کے معائنے کے لیے آڈیٹر مقرر کر سکیں' جس کے معاوضہ کی ادائیگی متعلقہ یونٹ کی انتظامیہ کے ذمے تھی' سالانہ منافع میں مزدوروں کا حصہ ۴ فیصد مقرر کیا گیا اس کے ساتھ ساتھ پیداوار میں اضافہ کی صورت میں مزدوروں کو زائد منافع کا دس فیصد دینا قرار پایا۔ ٹریڈ یونین کو مؤثر بنانے کے لیے نچلی پیداواری سطح پر شاپ اسٹیورڈ کا نظام رائج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ طے پایا کہ مزدور اپنی شکایات شاپ اسٹیورڈ کے ذریعے انتظامیہ تک پہنچائے گا اور مقررہ مدت کے اندر شکایات رفع نہ ہونے پر معاملہ کو لیبر یونین یا لیبر کورٹ میں پیش کیا جائے گا۔ اجتماعی تنازعات حل کرنے کے لیے ورکس کونسلوں کا قیام عمل میں لایا گیا' جو انتظامیہ اور مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل تھی۔

مزدوروں کی چھانٹی یا علیحدگی کے ضمن میں انتظامیہ کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ اپنے نوٹس میں مکمل وجوہ تحریر کرے' جن کی بنا پر کسی کو ملازمت سے علیحدہ کیا جا رہا ہے ملازمین کو بونس کی ادائیگی لازمی قرار دی گئی۔ مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کے لیے ہر آجر پر لازم قرار دیا گیا وہ ہر مزدور کے ایک بچے کو میٹرک تک تعلیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مفت دلوانے کا انتظام کرے۔ مزدوروں کو طبی سہولتیں اور پنشن دینا ضروری قرار پایا علاوہ ازیں مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے احکام جاری کیے گئے۔

زرعی اصلاحات:۔

پیپلز پارٹی کی حکومت نے یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو زرعی اصلاحات کا اعلان کیا' جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اراضی کی ملکیت ڈیڑھ سو ایکڑ نہری اور تین سو ایکڑ بارانی مقرر کی گئی۔

(۲) زائد اراضی جو زمینداروں سے حاصل کی گئی اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔

(۳) حاصل کردہ اراضی کاشتکاروں میں بلا قیمت تقسیم کرنے کا اعلان کیا گیا۔

(۴) کسی بھی شخص کو اصطبل یا مویشی فارموں کے لیے مقررہ حد سے زائد اراضی رکھنے کی اجازت ختم کر دی گئی۔

(۵) بااثر لوگوں کو جو قیمتی اراضیات ماضی میں دی گئی تھیں' کسی معاوضہ کے بغیر ضبط کر لیا گیا اور پھر انہیں کسانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(۶) سرکاری عہدیداروں کو اپنی ملازمت کے دوران جو اراضیات الاٹ کی گئی تھیں' ان میں سے انہیں صرف ایک سو ایکڑ اراضی رکھنے کی اجازت دی گئی اور باقی ماندہ اراضی ضبط کر لی گئی' لیکن اس فیصلے کا اطلاق ان اراضیات پر نہ ہوگا جو مسلح افواج کو الاٹ کی گئی تھیں۔ البتہ فوجی عہدیداروں کی وہ اراضیات' جن کو انہوں نے بارڈر ایریا سے اندرون ملک تبادلہ کرا لیا تھا' ضبط کر لی گئیں۔

(۷) ضبط شدہ اراضی ان کاشتکاروں کو دینے کا اعلان کیا گیا' جن کے پاس کوئی اراضی نہ تھی' یا جن کی اراضی گذارہ یونٹ سے کم تھی۔

(۸) سرکاری نیلام کا طریقہ ختم کر دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ آئندہ سرکاری اراضی آسان قسطوں پر فروخت کی جائے گی۔

(۹) اعلان ہوا کہ کاشتکاروں کو بے دخل نہیں کیا جائے گا' سوائے اس کے کہ وہ حکومت کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق بٹائی دینے سے انکار کریں یا اپنی اراضی پر خود کاشت نہ کریں۔

(۱۰) اعلان کیا گیا کہ زمیندار جب بھی اپنی اراضی فروخت کرنا چاہے' وہ اس سلسلے میں کاشتکار کو ترجیح دے گا۔

تعلیمی اصلاحات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو تعلیمی اصلاحات کا اعلان کیا۔ اس کی تعلیمی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پالیسی کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) یونیورسٹیوں کے انتظامی معاملات میں اساتذہ، طلبا اور ان کے والدین کو نمائندگی دی جائے گی۔

(۲) یونیورسٹی آرڈی ننس منسوخ کر کے اس کی جگہ نیا قانون نافذ کیا جائے گا۔

(۳) ۱۹۸۰ء تک تعلیم بالغاں اور فنی تربیت کے لیے تقریباً دس ہزار مراکز قائم کیے جائیں گے۔

(۴) خط و کتابت کے ذریعے سے تعلیم دینے کے لیے پیپلز یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔

(۵) نصابی کتب کی تیاری کے لیے نیشنل فاؤنڈیشن قائم کیا جائے گا۔

(۶) دیہات اور شہروں میں ۵۰ ہزار پیپلز پبلک لائبریریاں قائم کی جائیں گی۔

(۷) کھیلوں کے فروغ کے لیے نیشنل سپورٹس ٹرسٹ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

(۸) نیشنل سروس کور کا قیام عمل میں لایا جائے گا، جس کے تحت انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد طلباء ایک سال کے لیے کام کریں گے ان پر تعلیم بالغاں کی ذمہ داری بھی ہوگی۔

(۹) طلباء کی بہبود ترقی کے لیے وظائف کی تعداد چار گنا کر دی جائے گی۔

(۱۰) مستحق طلبا کو بلا سود قرضے دیے جائیں گے اور ان کے لیے بک بنک بھی قائم کیے جائیں گے۔

(۱۱) طلباء کو کم کرایہ پر ٹرانسپورٹ کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

(۱۲) معذور لوگوں کو بھی خاص تعلیم دی جائے گی۔

(۱۳) اساتذہ کو معاشرہ میں جائز مقام دیا جائے گا انہیں رہائشی سہولتیں حاصل ہوں گی۔

(۱۴) تعلیمی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہ صرف قومی و صوبائی سطح پر تعلیمی کونسلوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا بلکہ ضلعی اور تعلیمی اداروں کی سطح پر بھی کونسل قائم کی جائے گی۔"

(۱۵) بجٹ میں تعلیم کے اہم شعبے کے لیے زیادہ رقم مختص کی جائے گی۔

(۱۶) دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے گی اور اس کی تعلیمی نظام میں روح کی حیثیت حاصل ہوگی۔

دیگر اصلاحات:۔

مذکورہ بالا اصلاحات کے علاوہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے دیگر شعبوں، مثلاً صحت، پولیس، انتظامیہ وغیرہ میں بھی بہت سی اصلاحات کیں۔ قانون کے ضمن میں ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری، تعزیرات پاکستان، جیل قانون ایکٹ ۱۸۹۴ء، مصالحتی عدالتوں کا آرڈی ننس ۱۹۶۱ء قانونِ تجدید ۱۹۰۸ء، ایکٹ صوبائی عدالت خفیفہ، لیگل پریکٹیشنرز اینڈ بار کونسل ایکٹ وغیرہ میں ترمیم و تبدل کیا گیا۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کے ساتھ ساتھ گلگت، بلتستان اور مالاکنڈ ڈویژن کی ترقی کے لیے بھی اصول و قواعد وضع کیے گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شملہ معاہدہ:۔

پیپلز پارٹی نے جب حکومت سنبھالی' اس وقت پاکستان کے کافی حصے ہندوستان کے قبضے میں تھے اور پاکستان کے ہزاروں فوجی' جو پاک بھارت جنگ کے دوران قیدی بنا لیے گئے تھے' بھی ہندوستان میں بد ترین زندگی گذار رہے تھے۔ مسٹر بھٹو ۲۸ جون ۱۹۷۲ء کو ۸۰ ارکان کے ہمراہ بھارت کے مشہور مقام شملہ تشریف لے گئے اور بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی۔ مذاکرات کے بعد ۳ جولائی ۱۹۷۲ء کو دونوں ملکوں کے سربراہ ایک معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے جسے ''شملہ معاہدہ'' کا نام دیا گیا اس معاہدہ کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) دونوں ملک (پاکستان و بھارت) اپنے اختلافات پُرامن طور پر براہِ راست بات چیت کے ذریعے یا کسی پرامن طریقے سے حل کریں گے۔

(۲) دونوں پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر کاربند رہیں گے اور ایک دوسرے کی علاقائی سالمیت اور خودمختاری کا احترام کریں گے۔

(۳) گزشتہ ۲۵ برسوں سے تعلقات کو تلخ بنانے والے مسائل کو پرامن طریقے سے حل کیا جائے گا۔

(۴) ایک دوسرے کے قومی اتحاد' علاقائی سالمیت اور خودمختاری کا احترام کیا جائے گا۔

(۵) اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق خودمختاری اور آزادی کے خلاف طاقت کے استعمال کی دھمکی نہیں دی جائے گی۔

(۶) ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا نہیں کیا جائے گا۔

(۷) دونوں ملکوں کے تعلقات کو بتدریج بحال کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں گے۔

(۱) ڈاک و تار کے ذریعے نظام مواصلات کی بحالی ذرائع آمدورفت اور ہوائی راستوں کی بحالی۔

(۲) سفر کی سہولتوں میں اضافہ

(۳) تجارت' معیشت اور دوسرے شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون

(۴) سائنسی و ثقافتی قدروں کا تبادلہ

(۵) دونوں ملکوں کی فوجوں کی اپنی اپنی سرحد پر واپسی

(۹) آئینی طریقوں سے سمجھوتا ہونے پر معاہدہ کی توثیق کی دستاویزات کا تبادلہ

(۱۰) دونوں ملکوں کے سربراہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق آپس میں ملاقات کریں گے دریں اثناء دونوں ملکوں کے حکام پائیدار امن کے قیام اور تعلقات کو معمول پر لانے کے انتظامات طے کرنے کے لیے آپس میں بات چیت کا سلسلہ جاری رکھیں گے ان معاملات میں جنگی قیدیوں' سویلین نظر بندوں کی واپسی اور تنازعہ جموں و کشمیر کے حتمی تصفیہ اور سفارتی تعلقات کی بحالی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسئلے بھی شامل ہیں۔

شملہ معاہدہ ۴ اگست ۱۹۷۲ء سے قابلِ عمل قرار پایا کیونکہ بھارتی حکومت نے اس تاریخ کو اس کی توثیق کردی تھی۔ حکومت پاکستان نے اس کی توثیق ۲۶ جولائی ۱۹۷۲ء کو کردی تھی اس معاہدہ کے نتیجے میں بھارتی فوجوں نے پاکستانی علاقے خالی کر دیے اور پاکستانی قیدی رہا ہو کر پاکستان واپس آ گئے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس:۔

پیپلز پارٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے عہد میں پاکستان کے شہر لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس ۲۲ فروری تا ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء جاری رہی اس موقع پر پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا کانفرنس میں شریک ہر مسلم ملک کے رہنما نے حاضرین سے خطاب کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ میں حسب ذیل امور واضح کیے گئے تھے:۔

(۱) تمام مسلمان بیت المقدس کو آزاد کرانے کے لیے متحدہ کردار ادا کریں گے۔

(۲) تبلیغ اسلام کے لیے اجتماعی خصوصی فنڈ قائم کیا جائے گا جسے "یک جہتی فنڈ" کہا جائے گا۔

(۳) تمام مسلمان ممالک کا ایک مشترکہ اسلامی بنک قائم کیا جائے گا تاکہ اجتماعی طور پر مسلمان ملکوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا جا سکے۔

مسئلہ ختم نبوت کا حتمی فیصلہ:۔

قادیانیوں (احمدیوں) کا پیدا کردہ مسئلہ ختم نبوت پاکستان کے مسلمانوں کے لیے مدتوں سے دردِ سر بنا ہوا تھا اور اس مسئلہ پر آئے روز ہنگامے برپا ہوتے رہتے تھے۔ پیپلز پارٹی کے عہد میں مسلمانوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں (مرزائیوں، احمدیوں) کو غیر مسلم قرار دیا جائے حکومت نے یہ مطالبہ قومی اسمبلی میں پیش کیا اور ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس کے ذریعے پورے ایوان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کردی گئی۔ پھر اس خصوصی کمیٹی میں سے ایک بارہ رکنی رہبر کمیٹی منتخب کی گئی جس کے کنوینر وزیر قانون و تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ مقرر ہوئے۔ یہ کمیٹی ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء تک مسلسل کارروائی کرتی رہی۔ صفائی کے طور پر قادیانیوں کے رہبر مرزا ناصر، مرزا غلام احمد کی نبوت کی توجیہات کرتے رہے۔ بالآخر رہبر کمیٹی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کردی، جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

(۱) دفعہ ۱۰۶ (۳) آئین پاکستان میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص کا ذکر کیا جائے جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔

(۲) آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کی ایک نئی دفعہ میں غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔

(۳) تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۵۹ (الف) میں مندرجہ ذیل وضاحت کی جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ (۳) میں خاتم النبیین ہونے کے متعلق جو تعریف بیان کی گئی ہے اگر کوئی مسلم ختم نبوت کے اس تصور کے خلاف دعویٰ یا عمل یا تبلیغ کرے گا تو وہ آئین کی اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔"

مذکورہ قرارداد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں منظور ہوگئی اسی شام سینٹ نے اس کی توثیق کردی اور قانون میں اس طرح اس کی تصریح کردی:۔

"جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل ایمان نہیں لاتا یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی انداز میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی نبوت یا مذہبی مصلح پر ایمان لاتا ہے وہ از روئے آئین و قانون مسلمان نہیں ہے۔"

پیپلز پارٹی اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات:۔

پیپلز پارٹی نے اپنی مدت پوری کرنے کے بعد ملک میں عام انتخابات کا اعلان کیا تو پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لیے ملک کی نو جماعتوں نے متحد ہو کر "پاکستان قومی اتحاد" کے نام سے اتحاد کرلیا۔ پیپلز پارٹی (ذوالفقار علی بھٹو) کے خلاف انتخابات میں حصہ لینے والی نو جماعتیں یہ تھیں جو قومی اتحاد میں شامل ہوئیں:۔

(۱) جماعت اسلامی
(۲) جمعیۃ العلمائے اسلام
(۳) جمعیت علماء پاکستان
(۴) تحریکِ استقلال
(۵) مسلم لیگ
(۶) نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی
(۷) پاکستان جمہوری پارٹی
(۸) خاکسار تحریک
(۹) مُسلم کانفرنس

مذکورہ بالا نو جماعتیں اگرچہ نظریاتی طور پر آپس میں متفق نہیں تھیں اور ان میں شامل مذہبی جماعتیں ایک دوسرے سے متضاد نظریات و عقائد کی حامل تھیں' لیکن تمام جماعتوں نے اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے' بھٹو کو شکست دینے کے لیے قومی اتحاد میں شمولیت کرلی۔ دوسری طرف بھٹو نے ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو پیپلز پارٹی کی طرف سے بطور امیدوار نامزد کردیا' جبکہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں عام اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو امیدوار نامزد کیا گیا تھا۔

ابتدا میں قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کا اپنا اپنا جداگانہ منشور تھا۔ جب پیپلز پارٹی نے قومی اتحاد کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مطعون کرتے ہوئے کہا کہ اتحاد کے پاس تو ملک کے مسائل اور عوامی فلاح و بہبود کا کوئی پروگرام ہی نہیں ہے تو قومی اتحاد نے ۸ فروری ۱۹۷۷ء کو اپنا منشور شائع کر دیا' جس میں معاشی' اقتصادی' سیاسی' معاشرتی اور مذہبی پروگرام سب کچھ شامل تھا۔

انتخابات میں پیپلز پارٹی' جو کہ برسر اقتدار تھی' نے پوری سرکاری مشینری کو استعمال کیا۔ ڈپٹی کمشنرز پولیس' یہاں تک کہ پوری انتظامیہ نے ہر جائز و ناجائز طریقے سے پیپلز پارٹی کو کامیاب کرانے کے لیے گھناؤنا کردار ادا کیا قومی اسمبلی کے انتخابات ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو منعقد ہوئے۔ پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں ۱۵۵ نشستیں اور پاکستان قومی اتحاد نے ۳۶ نشستیں حاصل کیں۔ اکثر پولنگ اسٹیشنوں پر قومی اتحاد کے امیدوار یا ایجنٹ تک موجود نہ تھے۔ پیپلز پارٹی کے ایجنٹ اور کارندے اپنے ہاتھوں سے مہریں لگا لگا کر بیلٹ بکس میں ڈالتے رہے کوئی کسی کو روکنے والا نہ تھا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ انتخابات میں اس قدر دھاندلی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی نتائج سامنے آنے پر قومی اتحاد نے احتجاج کیا لیکن پیپلز پارٹی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ مسٹر بھٹو نے بار بار اعلان کیا کہ انتخابات نہایت آزادانہ اور بغیر کسی لالچ اور دباؤ کے ہوئے ہیں۔ قومی اتحاد نے پیپلز پارٹی کی حکومت سے مطالبہ کیا کہ:۔

(۱) مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابی نتائج کو کالعدم قرار دیا جائے اور انتخابات از سر نو کرائے جائیں۔

(۲) انتخابات سے پہلے وزیر اعظم مسٹر بھٹو مستعفی ہو جائیں۔

مسٹر بھٹو کی یہی رٹ تھی کہ انتخابات میں کسی قسم کی کوئی دھاندلی نہیں ہوئی۔ تاہم انہوں نے پاکستان قومی اتحاد کی اشک شوئی کے لیے پاکستان قومی اتحاد کے صدر مفتی محمود کو مذاکرات کی دعوت دی۔ دراصل مسٹر بھٹو ان سے انتخابی سودے بازی کرنا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ قومی اتحاد کو کچھ اور نشستیں دے کر ان کا منہ بند کر دیا جائے گا دعوت مذاکرات کے جواب میں مفتی محمود صاحب نے مطالبہ کیا کہ پہلے انتخابی نتائج کو مکمل طور پر کالعدم قرار دے دیا جائے تو تب کوئی بات ہو سکتی ہے۔

اب پاکستان قومی اتحاد نے احتجاجی جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کے ضمن میں ڈاکٹر ایم اے رزاق اپنی کتاب "پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست" میں لکھتے ہیں:۔

"اس دوران ملک کے مختلف حصوں میں بدامنی پھیلتی گئی اور ۹ اپریل ۱۹۷۷ء کو ملک میں بدامنی اور انتشار اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ لاہور میں قومی اتحاد کے ارکان نے پولیس کے ساتھ مسلح جھڑپوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ کئی بنکوں کی عمارات کو جلا دیا۔ اس انتشار اور پراگندگی کے نتیجہ میں متعدد افراد ہلاک اور سینکڑوں افراد زخمی ہو گئے۔ کراچی میں بھی یہی کچھ حالت تھی۔ ۷ مارچ ۱۹۷۷ء سے ۲۰ اپریل ۱۹۷۷ء تک ملک بھر میں اربوں روپوں کی جائیداد کو نقصان پہنچا۔ بے شمار افراد قتل کر دیے گئے۔ اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے حکومت نے ۲۱ اپریل کو لاہور' کراچی اور حیدر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آباد میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مارشل لاء کے تحت ان شہروں میں جلسوں، جلوسوں پر سخت پابندی عائد کر دی گئی۔ تینوں شہروں میں کرفیو لگا دیا گیا، لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور دن بدن حالات بد سے بدتر ہوتے گئے، یہاں تک کہ سیالکوٹ اور بہاولنگر میں بھی کرفیو لگانا پڑا۔"

حافظ تقی الدین، اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں" میں، بھٹو کے خلاف پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"ملک کا ۹۸ فیصد تجارتی طبقہ قومی اتحاد کے ساتھ بڑے منظم طریقہ پر الیکشن کی دھاندلی کے خلاف تھا۔ سارے ملک میں منظم تحریک چل رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پس پردہ حکمران اب تحریک کی کوئی زیادہ مخالفت نہیں کر رہے اگر حکومتی اہلکار چاہتے تو پاکستان کے اصل حکمران نوکر شاہی اور فوج چاہتی تو تحریک کو کچل دیا جا سکتا تھا، مگر تحریک پر کبھی کبھی لاٹھی چارج بھی ہوتا تھا، کہیں کہیں گولی بھی چلتی تھی، مگر تحریک رواں دواں تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جس جگہ گولی چلنی ہوتی تھی، وہاں باقاعدہ ماحول پیدا کیا جاتا تھا نامور لوگوں پر، لیڈروں پر گولی نہیں چلائی جاتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تحریک خفیہ ہاتھ کے اشاروں پر چل رہی تھی اور ایسے لوگ جو ایک پولیس سپاہی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتے تھے، وہ بہت بڑے افسران کے آگے بھنگڑا ڈال رہے ہوتے تھے۔"

پیپلز پارٹی کی حکومت نے پاکستان قومی اتحاد کے لیڈروں کو جیل میں بند کر دیا۔ لیڈروں کے علاوہ بہت سے مظاہرین کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ مظاہروں کے دوران بھٹو صاحب کبھی کہتے کہ جہاں دھاندلی ہوئی ہے، وہاں دوبارہ انتخابات کرا دیئے جائیں اور ریفرنڈم کی بات کرنے لگتے۔ ڈاکٹر ایم اے رزاق بتاتے ہیں کہ:۔

"معاملات کی نزاکت کے پیش نظر سعودی عرب کے شاہ خالد اور لیبیا کے کرنل قذافی نے ذاتی سطح پر دلچسپی لینی شروع کر دی سعودی عرب کے پاکستان میں سفیر جناب ریاض الخطیب اور لیبیا کے وزیر خارجہ نے مسٹر بھٹو سے راولپنڈی میں اور قومی اتحاد کے رہنماؤں سے سہالہ میں (جہاں وہ نظر بند تھے) بات چیت کی اور اس سیاسی بحران کو ختم کرنے کے لیے جانبین کو کسی مقام پر آنے کے لیے رضامند کر لیا۔ مسٹر بھٹو نے قومی اتحاد کے تین مطالبات میں سے دو مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے ۸ جون ۱۹۷۷ء کو اعلان کیا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی جائیں گی اور اکتوبر ۱۹۷۷ء میں دوبارہ انتخابات کرائے جائیں گے اس کے بعد مسٹر بھٹو نے مختلف اسلامی ملکوں کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دورہ کیا، جس میں انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ملک میں دوبارہ انتخابات کا اعلان صرف اسلامی ملکوں کے سربراہوں کے پرزور اصرار پر کیا گیا ہے، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ اعلان بھی ڈپلومیسی پر مبنی تھا۔"

۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو قومی اتحاد کے صدر مفتی محمود نے قومی محاذ کو بتایا کہ حکومت ازسرنو انتخابات کرانے پر رضامند ہو گئی، لیکن ابھی طریق انتخاب طے کرنا باقی ہے ۳ جولائی ہی کو مسٹر بھٹو نے کہا کہ "ہم قومی اتحاد سے مزید کسی اور سمجھوتے کے لیے تیار نہیں۔ جو باتیں طے ہو چکی ہیں، انہی پر عمل کیا جائے گا۔"

۴ جولائی ۱۹۷۷ء کو پیپلز پارٹی کے من چلوں نے ایک زبردست جلوس نکالا اور انار کلی بازار کے دکانداروں کو زدوکوب کرتے ہوئے ان کی دکانوں کو تباہ و برباد کر دیا یہ من چلے مسلح تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ پیپلز پارٹی کسی مخالف کا صفایا کرنے سے ہرگز گریز نہیں کرے گی مسٹر غلام مصطفےٰ کھر نے اس جلوس میں پیپلز پارٹی کے حق میں دھواں دھار اور اشتعال انگیز تقریر کی۔ اب حکومت اشتعال پر اتر آئی تھی اور اپنے ہر مخالف کا قلع قمع کرنے پر تیار تھی۔ اس صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ایم اے رزاق لکھتے ہیں کہ:

"اسی دوران یہ اطلاعات ملیں کہ مسٹر کھر نے پشاور میں بھاری مقدار میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے، مسٹر ممتاز علی بھٹو نے ۱۳۰۰ اسٹین گنیں خریدی ہیں۔ قبائلی علاقے کے سابق ایم این اے مسٹر جہانگیر خاں نے انکشاف کیا کہ مسٹر بھٹو نے ان سے کہا ہے کہ وہ بیس ہزار پٹھانوں کا لشکر تیار رکھیں، جو قومی اتحاد کے کارکنوں کا صفایا کرے۔"

۴ جولائی ۱۹۷۷ء ہی کو پیپلز پارٹی اور قومی محاذ کے لیڈروں کے مابین مذاکرات ہوئے، جن میں فوجی سربراہوں نے بھی شرکت کی یہ مذاکرات ناکام رہے بگڑتے ہوئے حالات کو دیکھ کر فوج نے دخل اندازی کا فیصلہ کر لیا چنانچہ ۴ اور ۵ جولائی کی درمیانی شب کو جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہو گئی۔

پیپلز پارٹی کے زوال کے اسباب

ذیل میں ہم پیپلز پارٹی کے زوال کے اسباب کا جائزہ لینے جا رہے ہیں۔

آمریت:

پیپلز پارٹی کی حکومت ایک آمرانہ حکومت تھی۔ مسٹر بھٹو شہنشاہوں کی طرح جو کچھ زبان سے فرما دیتے تھے اس پر من و عن عمل کیا جاتا تھا ان کے کسی فرمودہ کو قانون کا درجہ دینے کے لیے قومی اسمبلی اور سینٹ کی قرارداد راتوں رات منظور ہو جاتی تھی۔ پیپلز پارٹی کی آمریت کے ضمن میں ڈاکٹر ایم اے رزاق اپنی کتاب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پاکستان کا نظام حکومت وسیاست" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"عوامی حکومت (پیپلز پارٹی) کا یہ دعویٰ غلط تھا کہ وہ ایک جمہوری حکومت ہے درحقیقت یہ جمہوریت کے روپ میں ایک بدترین قسم کی آمریت تھی۔ جس طرح صدر ایوب نے اپنے دور اقتدار میں ۱۹۶۲ء کے دستور کے تحت غیر معمولی اختیارات کے مالک بن گئے تھے' اسی طرح مسٹر بھٹو کی حالت تھی انہوں نے ایوب خاں کی آمرانہ حکومت کے خلاف اپنی پارٹی کے ذریعے کامیاب تحریک چلائی' لیکن انہوں نے خود بھی اپنے آپ کو صدر ایوب سے زیادہ آمر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ مسٹر بھٹو کا آمرانہ طرز عمل دنیا کے دیگر آمروں' مثلاً ہٹلر' اسٹالین اور نپولین سے کم نہ تھا آپ کو اپنی قوت' علمی قابلیت اور سیاست کاری پر حد سے زیادہ بھروسا تھا ایک مرتبہ ٹی' وی پر عوام کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ "میری کرسی بہت مضبوط ہے" لیکن انہیں تاریخ عالم کا وسیع مطالعہ کرنے کے باوجود حقیقت منکشف نہ ہوئی کہ ایک آمر کا آخر کیا حشر ہوتا ہے۔"

ایم اے رزاق صاحب کا کہنا ہے کہ:۔

"جب ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے عنان حکومت سنبھالی تو مشرقی پاکستان علیحدہ ہو چکا تھا اور کوئی دوسری سیاسی جماعت ان کے مد مقابل نہ تھی۔ اگر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے تحت حکومت تشکیل پاتی تو ایسی صورت میں مسٹر بھٹو کی پارٹی کو حزب اختلاف کی حیثیت حاصل ہوتی' لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد مسٹر بھٹو کو مغربی پاکستان میں اپنی اکثریت کی بناء پر من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔"

علماء اور معزز سیاستدانوں سے بدسلوکی:۔

پیپلز پارٹی کے قائد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آتے ہی فرعون بن بیٹھے۔ وہ نہ علمائے کرام کا کوئی لحاظ کرتے تھے اور نہ ہی معزز اور بزرگ سیاستدانوں کو خاطر میں لاتے تھے۔ اس ضمن میں حافظ تقی الدین کا کہنا ہے کہ:۔

"مسٹر ذوالفقار علی بھٹو انتہائی متکبر اور خودسر شخصیت کے مالک تھے۔ کسی بہت ہی اچھی شخصیت کو بے عزت کر دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ میاں محمود علی قصوری پیپلز پارٹی کے نائب صدر تھے۔ ان کا احترام ہر مجلس میں کیا جاتا تھا۔ وہ باوقار اور باعزت شخص تھے۔ وہ پاکستان کے چوٹی کے قانون دان تھے۔ وہ پیپلز پارٹی میں تھے پارلیمنٹ کے ممبر بنے وزیر بھی بن گئے راقم الحروف (حافظ تقی الدین) بھی انہی کی وجہ سے پیپلز پارٹی

میں شامل ہوا تھا۔ مسٹر بھٹو کہتے ''او قصوری! تو میری وجہ سے پارٹی کا ممبر بنا اور وزیر بنا ہے۔'' اس ''اوئے'' کو قصوری صاحب برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے وزارت کو لات ماردی اور پیپلز پارٹی بھی چھوڑ دی۔ راقم الحروف نے بھی اسی زمانے میں پیپلز پارٹی چھوڑ دی۔ مسٹر بھٹو نے کئی بہت بڑے لوگوں کو بھی بے عزت کیا' جنہوں نے اس وقت اور بعد میں جب پیپلز پارٹی برسر اقتدار ہی تھی' پارٹی سے الگ ہو گئے' جن میں مختار رانا' احمد رضا قصوری' جے اے رحیم' ڈاکٹر مبشر حسن اور دیگر بہت سارے لوگ بھی شامل تھے۔''

حافظ تقی الدین کہتے ہیں کہ مسٹر بھٹو اپنی پارٹی کے علاوہ:۔

''دوسرے لیڈروں کی شخصیت کو بے عزت کرنا بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ولی خاں صاحب' مفتی محمود' ظہور الٰہی اور کئی دوسرے لوگوں کو انہوں نے بے عزت کیا اور خود بھی ان سے بے عزت ہوئے۔''

ڈاکٹر ایم اے رزاق لکھتے ہیں کہ:۔

''کئی مشہور علماء کو محض اس لیے قید و بند کی سزا دی گئی کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ میں آواز بلند کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ مسٹر بھٹو نے ان کے ملازم کو پروان چڑھتے دیکھنا ایک لمحہ کے لیے بھی پسند نہ کیا۔ اس کے بجائے وہ اسلامی سوشلزم کے قیام کو پاکستان کی خوشحالی کا واحد حل تصور کرتے تھے۔''

بے سُود اصلاحات:۔

ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب ''پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں'' میں فنانشل ٹائمز لندن کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

''دسمبر ۱۹۷۱ء سے جولائی ۱۹۷۷ء تک پیپلز پارٹی اقتدار میں رہی۔ اس عرصے میں یہ بڑے زور و شور سے اپنی کامیابیوں کا ڈھول پیٹتی رہی' لیکن دراصل اس کی بہت سی کامیابیاں کھوکھلی اور محض فریب نظر تھیں۔ جیسا کہ پیپلز پارٹی نے انتخابات کے دوران بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ سوائے کپڑے کی صنعت کے' بڑی صنعتوں' بنکوں' بیمہ کمپنیوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا' لیکن ان اصلاحات کو تربیت یافتہ انتظامیہ اور ذیلی ڈھانچے کی عدم موجودگی میں ناکام ہونا تھا' کیونکہ سوچے سمجھے بغیر اقدامات کا یہی مقدر ہوتا ہے اس وجہ سے پیداوار میں کمی آئی اور اقتصادی انتشار برپا ہوا۔ دوسری طرف نجی شعبے میں صنعتکار ڈر گئے۔ اس وجہ سے صنعت کاری کو صدمہ پہنچا اور ملکی سرمائے بیرونِ ملک منتقل ہونے لگے۔ حکومت نے زراعت' صنعت اور لیبر کے شعبوں میں جو اصلاحات نافذ کیں' ان سب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات سے نہ تو عام آدمی کی حالت بہتر ہوئی اور نہ ہی ملک یا قوم کے لیے بہتر ثابت ہوئیں۔ دراصل محنت کش طبقے کی توقعات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنی بلند کر دی گئی تھیں کہ ان کو پورا کرنا حکومت کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں اس پارٹی کے قدم اکھڑنے لگے۔

بدعنوانیاں:۔

پیپلز پارٹی کے زوال کی ایک بڑی وجہ اس کی حکومت کی وسیع پیمانے پر بدعنوانیاں بھی ہیں۔

بقول ڈاکٹر صفدر محمود:۔

"حکومت کے قیام کے فوراً بعد پیپلز پارٹی کی صفوں میں موجود اراکین کے بارے میں بدعنوانیوں اور رشوت ستانیوں کی شکایات عام ہوگئیں یہاں تک کہ پارٹی کے انتہائی ذمہ دار رہنماؤں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ پارٹی کے اراکین غیر قانونی طریقوں سے روپیہ اکٹھا کر رہے تھے۔ یہ بہر حال جرأت مندانہ اعتراف تھا۔ سندھ میں پارٹی کے اجتماع میں جو یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوا' واشگاف الفاظ میں الزام عائد کیا گیا کہ وزراء رشوت ستانی میں ملوث تھے۔ مصطفیٰ کھر نے واضح لفظوں میں کہا کہ پارٹی کے کارکن غیر قانونی طریقوں سے روپیہ اکٹھا کر رہے تھے۔"

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں' پیپلز پارٹی نے بہت سے ایسے لوگوں کو ٹکٹ دیے تھے' جو معاشی طور پر معاشرے میں کوئی مقام نہیں رکھتے تھے۔ اس قسم کے لوگ زیادہ تر احساسِ محرومی کا شکار تھے وہ کامیاب ہو کر حکومت میں آئے تو انہوں نے اپنی دیرینہ خواہشات کو' جو بوجہ غربت کبھی پوری نہ ہوئی تھیں' پورا کرنے کے لیے ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کرنا شروع کر دی۔ پیپلز پارٹی کے جو کارکن حکومت میں نہ تھے' وہ لوگوں کا کام کروانے کے لیے بھاری رشوتیں وصول کرتے تھے' جن میں سے وہ خود بھی کھاتے تھے اور کام کرنے والے افسروں کو بھی کھلاتے تھے اس دوران شیخ سعدی کا یہ شعر سچ ثابت ہوا:۔

گدائے کہنہ گر تو نگر گردو

ہزار سالہ از وبوئے گدائی نرود

چھوٹی سطح پر پیپلز پارٹی سے وابستہ "کمیوں" کلرکوں اور کارکنوں نے جی بھر کر مال کمایا بڑے افسروں اور وزیروں نے بڑے بڑے ہاتھ مارے۔

سرکاری رقم کا بے جا خرچ:۔

ڈاکٹر ایم اے رزاق رقم طراز ہیں کہ:۔

"وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے اپنی ذاتی منفعت کے لیے سرکاری رقم بے دریغ خرچ کی۔ انہوں نے لاڑکانہ' کراچی اور نوڈیرو کی کوٹھیوں پر سرکاری رقم سے تزئین و آرائش کا سامان اٹلی سے درآمد کیا۔ اس کے بعد اس کی مرمت اور دیکھ بھال پی' ڈبلیو' ڈی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپرد ہوئی۔ انہی کوٹھیوں کو سرکاری خرچ پر ایئر کنڈیشنڈ کیا گیا لاڑکانہ سے نوڈیرو تک اپنی ذاتی اغراض کے لیے سڑک تعمیر کی گئی پیپلز فاؤنڈیشن کے نام سے ایک گھریلو ادارہ کھولا گیا' جس کی چیئرمین مسز نصرت بھٹو بنیں اور نظماء مسٹر بھٹو کے صاحبزادے کچہری روڈ کراچی کی زمین' جس کا مارکیٹ ریٹ ایک ہزار فی مربع گز ہے' اس ادارے کو ۲۵ روپے فی گز کے حساب سے فروخت کر دی گئی۔ اس کے علاوہ پیپلز فاؤنڈیشن کی تعمیر میں جو غیر ملکی سامان لگایا گیا' اس میں وہ سامان شامل تھا جو متحدہ امارات کے صدر نے لاڑکانہ میں ایک خیراتی ہسپتال کے لیے روانہ کیا تھا۔"

بلوچستان حکومت کی برطرفی اور صوبائی اسمبلیوں پر قبضہ:

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں سرحد اور بلوچستان میں نیپ اور جمعیت العلماء اسلام نے اکثریت حاصل کی تھی' اس لیے بلوچستان اور سرحد میں پیپلز پارٹی اور جمعیت العلماء اسلام نے اپنی مخلوط حکومتیں تشکیل دیں۔ نیپ نے جمعیت العلمائے اسلام سے اتحاد کر لیا تھا۔ حکومت نے غوث بخش بزنجو کو بلوچستان کا گورنر اور عطاء اللہ مینگل کو بلوچستان کا وزیراعظم بنایا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت نے ۱۲ فروری ۱۹۷۳ء کو بلوچستان کی نمائندہ حکومت کو غیر جمہوری طریقے سے برطرف کر کے وہاں گورنر راج نافذ کر دیا اس صورت حال کے بارے میں احمد سلیم اپنی کتاب "ٹوٹتی بنتی اسمبلیاں" میں لکھتے ہیں:۔

"بلوچستان اسمبلی کے ۲۱ میں سے ۱۲ ارکان نے تحریری طور پر برطرف حکومت کے حق میں بیان دیا' لیکن پھر بھی غیر قانونی اور غیر جمہوری کارروائی جاری رہی۔ فیڈرل سیکورٹی فورس' سول آرمڈ فورسز اور فوج کو استعمال کیا گیا۔ دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک وہاں صدارتی راج نافذ رہا۔ بلوچستان میں فوج کے اس استعمال نے جولائی ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء کے لیے پہلی اینٹ رکھ دی۔ بلوچستان اسمبلی کو توڑا تو نہیں گیا' لیکن اسے عملاً معطل بنا کر رکھ دیا گیا اور اس کا اجلاس بلانے کی خاطر آئین میں ترمیم کے بجٹ کا اعلان بھی گورنر سے کروایا گیا۔ بلوچستان اور سرحد کے گورنروں سے استعفے طلب کر لیے گئے تھے۔ مرکز کے ان غیر جمہوری اقدامات کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے صوبہ سرحد کی حکومت' جس کے سربراہ مفتی محمود تھے' نے بھی استعفیٰ دے دیا۔

اب بلوچستان اور سرحد اسمبلیوں میں نیپ اور جمعیت کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے لیے سیدھے ہتھکنڈے شروع کیے گئے۔ لالچ' خوف اور جبر کے نتیجے میں ارکان اسمبلی کی جماعتی وفاداریاں خریدنے کے لیے زبردست جوڑ توڑ کیا گیا اور اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ بلوچستان میں پیپلز پارٹی نے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نشست سے کامیابی حاصل نہیں کی تھی اور اب وہ صوبے کی حکمران جماعت بن گئی۔"

یاد رہے کہ بلوچستان حکومت کو بھٹو نے "عراقی اسلحے کی سازش" پاداش میں توڑا تھا' لیکن اس کا ثبوت مہیا نہیں کیا گیا تھا۔

بھٹو کا نیپ اور جمعیت کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کا طریقہ یہ تھا کہ ممبران اسمبلی کو جرگوں سے سزا دلوا کر اسمبلی کی رکنیت سے محروم کر دیا جاتا تھا اور پھر نااہل قرار دیے جانے والوں کی نشستیں پر کرنے کے لیے ضمنی انتخابات کے ذریعے پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو کامیاب کروایا جاتا تھا۔

انہی دنوں پیپلز پارٹی نے بلوچستان میں یہ بہانہ بنا کر فوج متعین کر دی کہ کچھ باغی عناصر آزاد بلوچستان کی تحریک چلا رہے ہیں۔۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۷ء تک بلوچ گوریلوں اور فوجی دستوں کے درمیان وقفے وقفے سے لڑائی ہوتی رہی۔ مسٹر بھٹو نے اس دوران حکومت ایران سے کافی امداد حاصل کی' جس میں ہیلی کاپٹر وغیرہ بھی شامل تھے۔

صوبہ سرحد کی صورت حال:۔

صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی کے ہر دلعزیز رہنما حیات محمد خاں برسر اقتدار تھے' جنہیں ۸ فروری ۱۹۷۵ء کو نامعلوم افراد نے پشاور میں قتل کر دیا اس واقعہ نے نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) پر پابندیاں عائد کرنے کا بہانہ فراہم کر دیا اور پیپلز پارٹی کی حکومت نے نیپ کے بڑے بڑے رہنماؤں اور اراکین اسمبلی جن میں ولی خان' امیر زادہ خاں' ارباب سکندر خاں خلیل' سردار عطاءاللہ مینگل' ہاشم غلزئی' جنرل جیلانی' غوث بخش بزنجو' نواب خیر بخش مری اور ڈاکٹر عبدالحئی وغیرہ شامل تھے' گرفتار کر کے حیدر آباد سنٹرل جیل میں بند کر دیا اور ان پر مقدمہ چلایا۔ یہ مقدمہ بغاوت اور پاکستان دشمنی کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا اس مقدمہ کا ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہو گئی۔

طلباء کے خلاف وحشیانہ سلوک:۔

جنرل ایوب کی حکومت ختم کرنے اور پیپلز پارٹی کو برسر اقتدار لانے کے لیے طلباء نے ایک نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ طلباء کو ہڑتالوں' جلسے جلوسوں میں توڑ پھوڑ اور احتجاج کے دوسرے طریقے مسٹر بھٹو ہی نے سکھائے تھے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران' بالخصوص قومی اتحاد کی طرف سے مظاہروں کے دوران جب طلباء سڑکوں پر آ گئے تو حکومت نے ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ لاہور میں مصطفےٰ کھر نے طلباء کو پولیس سے پٹوایا' انہیں ٹرکوں پر لاد کر دور دراز مقامات پر بے یارو مددگار چھوڑ دیا گیا' ان کے گھروں پر چھاپے مارے گئے بعضوں کو برہنہ کر کے سر بازار پھرایا گیا اور بعضوں کو اتنی بے دردی سے پیٹا گیا کہ وہ لہولہان ہو کر بے ہوش ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئے اس ظلم وتشدد کے ردعمل کے طور پر طلباء پیپلز پارٹی کے دشمن بن گئے اور اس کے خاتمہ کے لیے بڑھ چڑھ کر میدان میں آ گئے۔

سیاسی قتل:۔

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں بہت سے سیاسی قتل ہوئے' جن میں سے چند مقتولوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) خواجہ رفیق
(۲) ڈاکٹر نذیر احمد
(۳) مولانا شمس الدین
(۴) عبدالصمد خان اچکزئی
(۵) جاوید نذیر
(۶) عبدالوحید
(۷) محمد انور سمہ
(۸) مولوی سعد اللہ
(۹) نواب محمد احمد خاں قصوری
(۱۰) حیات محمد خاں شیر پاؤ

ان میں سے نواب محمد احمد خاں قصوری کے قتل کا الزام ذوالفقار علی بھٹو پر لگایا گیا اور جنرل ضیاء الحق میں مقدمہ چلا کر ذوالفقار علی بھٹو کو مجرم ثابت کر کے پھانسی کی سزا دی گئی۔

معاشی بحران:۔

پیپلز پارٹی کی عیاشیوں اور سرکاری خزانے کو ذاتی اغراض کے لیے استعمال کرنے کے عمل نے ملک کو معاشی بحران میں مبتلا کر دیا اس دوران بیرونی قرضوں کی مقدار اس قدر بڑھ گئی کہ توازن ادائیگی بری طرح متاثر ہوا۔ صنعتوں کو قومیانے سے صنعتی پیداوار میں کمی واضح ہو گئی۔ زرعی شعبہ زبوں حالی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ ٹیکس وغیرہ سرکاری خزانے کے بجائے متعلقہ افسران کی آمدن کا ذریعہ بن گئے۔ افراط زر کے نتیجہ میں پاکستان کی ۸۷ فیصد کرنسی نقلی اور کاغذی بن کر رہ گئی پیپلز ورکس پروگرام کے تحت پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے' حکومت کی طرف سے ملنے والے فنڈ کو ذاتی اغراض کے لیے استعمال کیا۔

انتخابی دھاندلیاں اور تحریک نظام مصطفےٰ:۔

مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی دھاندلیوں کے بل بوتے پر کامیاب ہو گئی تو پاکستان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قومی اتحاد نے ازسرِ نو انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا اور نو منتخب اسمبلی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حکومت نے انتخابی دھاندلیوں کے الزام کو مسترد کر دیا۔ بھٹو نے کہا کہ قومی اسمبلی کے انتخابات کے سوا اپوزیشن سے دوسرے تمام امور پر بات چیت ہو سکتی ہے۔ حکومت سے ناامید ہو کر پاکستان قومی اتحاد نے ۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء سے ملک میں احتجاجی جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حکومت نے بعض شہروں میں کرفیو نافذ کر دیا۔ لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قومی اتحاد نے بہت بڑا جلوس نکالا' جس میں قومی اتحاد کے بڑے بڑے لیڈر جن میں میاں محمد طفیل ائیر مارشل اصغر خان' ملک محمد قاسم' قاری عبدالحمید اور میاں خورشید محمود قصوری بھی شامل تھے۔ لائلپور (فیصل آباد) میں بھی دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کر کے جلوس نکالا گیا' جس میں شرکت کرنے والے بہت سے سیاسی رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا علاوہ ازیں ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خان' مولانا شاہ احمد نورانی' شیر باز مزاری' محمود علی قصوری' بیگم نسیم ولی خان وغیرہ کو بھی مختلف اوقات میں گرفتار کیا گیا اب قومی اتحاد نے ایک نئی صورت اختیار کر لی' جس کا مقصد پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ تھا۔ اس طرح قومی اتحاد ''تحریک نظام مصطفےٰ'' میں بدل گیا یوں اس تحریک میں عام مسلمان اور علمائے کرام بھی شامل ہو گئے۔

۲۴ مارچ کو تحریک نظامِ مصطفےٰ (قومی اتحاد) کے متعدد رہنماؤں نے جب ہڑتال کی تو پیپلز پارٹی کی حکومت نے مفتی محمود' میاں طفیل محمد' پروفیسر غفور احمد' ملک قاسم' شیر باز مزاری' شاہ احمد نورانی' شاہ فرید الحق' ظہور الحسن بھوپالی' خضر حیات' مولانا حامد علی خاں اور خواجہ صفدر کو تین تین ماہ کے لیے جیل بھیج دیا اور بیگم نسیم ولی خاں کو ان کے گھر میں نظر بند کر دیا۔

مسٹر بھٹو نے بگڑتے ہوئے حالات کی قطعاً کوئی پروانہ کی۔ انہیں عوام کے سڑکوں پر آجانے سے بھی کوئی خوف محسوس نہ ہوا۔ اب طلباء بھی مظاہروں میں شریک ہو چکے تھے اور پیپلز پارٹی کے خلاف نعروں سے زمین و آسمان گونج رہے تھے۔ بھٹو نے نہایت اطمینان سے ۲۶ مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس بنایا اور پارلیمانی پارٹی نے اسے اپنا قائد منتخب کر لیا اس روز قومی اسمبلی کے ۱۶۱ ارکان نے حلف اٹھایا یہ سب کچھ یک طرفہ تھا قومی اتحاد کے کسی بھی رکن نے حلف برداری کی تقریب میں حصہ نہ لیا۔ پیپلز پارٹی سے مسٹر بھٹو کو پانچ سال کے لیے اپنا وزیراعظم منتخب کر لیا تھا۔ اپنا وزیراعظم .. ہاں صرف پیپلز پارٹی کا وزیراعظم .. اس کے بعد ۹ اپریل ۱۹۷۷ء کو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی حلف برداری کی تقریب منعقد کی گئی اس موقع پر احتجاجی مظاہرہ کرنے والوں پر فائرنگ کھول دی گئی' جس کے نتیجے میں آٹھ افراد ہلاک اور ڈھیروں زخمی ہوئے۔ مظاہرین میں شامل بعض لوگوں نے بھاگ کر لاہور ہائیکورٹ میں پناہ لی۔ ان لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر بے تحاشا تشدد کیا گیا اس سے قبل ۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کے مظاہرہ کے دوران' جب لوگ لاہور کی مسلم مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ تو پولیس نے بوٹوں سمیت مسجد میں داخل ہو کر نمازیوں پر تشدد کیا تھا۔

ملکی حالات جب بہت زیادہ بگڑ گئے تو سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب نے مصالحتی کردار ادا کیا۔ انہوں نے قومی اتحاد کے رہنماؤں کو حکومت سے مذاکرات پر آمادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے آزاد کشمیر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سابق صدر سردار عبدالقیوم خاں کو رہا کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنی رہائی کے بعد قومی اتحاد کے رہنماؤں سے مذاکرات کیے جو سہالہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بند تھے۔ ۲۵ مئی ۱۹۷۷ء کو قومی اتحاد کے رہنما حکومت سے مذاکرات پر آمادہ ہو گئے اور ۳ جون ۱۹۷۷ء کو باقاعدہ مذاکرات کا آغاز ہوا۔ حکومت نے اخبارات پر سے سنسر شپ ختم کر دی اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو رہا کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۶ جون ۱۹۷۷ء کو مذاکرات کے دوسرے دور میں دوبارہ انتخابات کے انعقاد کے سلسلے میں بات چیت ہوئی۔ ۷ جون ۱۹۷۷ء کو حکومت دوبارہ انتخابات کرانے پر تیار ہو گئی اور کراچی، حیدر آباد اور لاہور سے مارشل لاء اٹھا لیا گیا۔ اعلان ہوا کہ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات کرائے جائیں گے لیکن ۹ جون ۱۹۷۷ء کو دوبارہ انتخابات کے ضمن میں قومی اتحاد اور حکومت میں پھر سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ ۱۵ جون ۱۹۷۷ء کو دونوں فریقین کے مابین انتخابات سے متعلقہ بنیادی مسئلوں پر سمجھوتا ہو گیا، لیکن اس سمجھوتے پر دستخط کرنے سے پہلے مسٹر بھٹو اسلامی ممالک کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ قومی اتحاد نے ۲۲ جون ۱۹۷۷ء کو سمجھوتے کا مسودہ پیش کیا تو حکومت نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے ۲۵ جون ۱۹۷۷ء کو اپنا مسودہ پیش کر دیا۔ قومی اتحاد نے ۲۹ جون ۱۹۷۷ء کو سمجھوتے کا حتمی مسودہ پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء کو اسمبلیاں توڑ کر صوبوں میں گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔ حکومت نے اس مسودہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ڈاکٹر ایم اے زاق لکھتے ہیں کہ:۔

> ''قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے مابین مذاکرات ناکام رہے اور یہ بات واضح ہو گئی کہ مسٹر بھٹو اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے مذاکرات کو طول دے رہے ہیں اور ان کی نیت ٹھیک نہیں ان نازک حالات میں فوج نے اچھی طرح اس حقیقت کو جان لیا کہ اگر ان بے معنی مذاکرات کو مزید مہلت دی گئی تو ملک میں ایسی آگ بھڑک اٹھے گی، جو بجھائے نہ بجھے گی چونکہ پیپلز پارٹی اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے ۵ جولائی سے اپنے تباہ کن کام کا آغاز کرنے والی تھی، اس لیے ۴ اور ۵ جولائی کی درمیانی شب کو جنرل ضیاء الحق نے دیگر فوجی سربراہوں کے مشورہ سے تمام سیاسی رہنماؤں کو زیرِ حفاظت لے کر تمام نظم و نسق خود اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا اور ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا''۔

اس کے ساتھ ہی پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہو گئی اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔

پیپلز پارٹی کے زوال کے اسباب، مختلف مصنفین کی نظر میں:۔

زاہد حسین انجم اپنی کتاب ''تاریخ پاکستان'' میں لکھتے ہیں کہ پیپلز پارٹی اپنے مقاصد کی تکمیل میں ناکام رہی تھی، اس لیے وہ زوال پذیر ہو گئی زاہد حسین انجم کے نزدیک پیپلز پارٹی اپنے مقاصد کی تکمیل میں اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے ناکام رہی تھی' کیونکہ:

(۱) بیرونی لحاظ سے پارٹی نے عالمی سرمایہ داری نظام کی غلامی قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

(۲) داخلی طور پر اس نے تمام استحصالی طبقوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی یکجا پالیسی اختیار کی۔

(۳) پارٹی کے اندر جمہوریت کا مکمل خاتمہ کر کے اسے فردِ واحد کی ذاتی ملکیت بنا دیا گیا اور اس چیز کا نام ''بھٹو ازم'' رکھ کر پارٹی کے بانی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔

(۴) کارکنوں کے ساتھ زیادتیاں ہوئیں اور قیادت نے اپنے پروگرام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی، جس سے عوام کو صدمہ ہوا اور ان کا سیاسی پارٹیوں پر سے اعتماد کم ہوتا چلا گیا۔

(۵) پیپلز پارٹی نے اپنے منشور میں ''اسلام ہمارا دین ہے'' کا نعرہ بھی لگایا تھا' لیکن اس کے باوجود اسی جماعت کے پنجاب کے صدر نے کہا تھا کہ ہم پاکستان کے نام سے ''اسلامی'' کا لفظ مٹا دیں گے۔

(۶) پارٹی اپنے منشور کے مطابق سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے نجات حاصل کرنے میں ناکام رہی۔

(۷) ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے خود کو بلا مقابلہ کامیاب قرار دلوایا اور اپنے مخالف امیدوار مولانا جان محمد عباسی کو غائب کرا دیا۔ ان کی تقلید کرتے ہوئے صوبائی وزراء نے بھی خود کو بلا مقابلہ کامیاب کرانے میں ہی اپنی عافیت جانی' جس سے عوام میں شکوک و شبہات کا پیدا ہو جانا ایک فطرتی بات تھی۔

(۸) مخالف جماعتوں نے پیپلز پارٹی پر الزام لگایا کہ ۱۹۷۷ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے وسیع پیمانے پر دھاندلیاں کی ہیں اور اس نے اپنے مخالف امیدواروں کو ہراساں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اسی بنا پر مخالف جماعتوں نے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور اسطرح پیپلز پارٹی کو تمام صوبائی اسمبلیوں میں پوری پوری نشستیں مل گئیں۔

(۹) پیپلز پارٹی نے بڑے بڑے صنعتی یونٹوں اور بنکوں کو قومی تحویل میں لے کر ملک کو صنعتی طور پر مفلوج کیا۔

(۱۰) سکولوں اور کالجوں کو قومی تحویل میں لینے سے تعلیمی معیار گر گیا جس سے طلباء کی اکثریت اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہو گئی۔

پروفیسر محمد عثمان اور مسعود اشعر نے اپنی کتاب ''پاکستان کی سیاسی جماعتیں'' میں ایک مبصر (نامعلوم) کا حوالہ دیتے ہوئے پیپلز پارٹی کے کارناموں یا ناکامیوں کی فہرست یوں مرتب کی ہے:

(۱) غریب طبقوں کو بیدار کیا اور ان میں عزتِ نفس کا احساس جگایا' مگر مزدوروں میں غیر ذمہ داری اور کام سے لاپروائی بھی پیدا کی۔

(۲) بنکوں اور بڑی صنعتوں کو قومیا کر سرمایہ دارانہ استحصال پر ایک ضرب لگائی اور کالجوں اور سکولوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو مہیا کر اساتذہ کی خدمت کی اگرچہ یہ تعلیم کی خدمت ثابت نہ ہوئی۔

(۳) قوم کو ایک متفقہ آئین دیا' مگر بلوچستان کی مخلوط حکومت بے جواز برطرف کر کے سرحد کی مخلوط حکومت کو بھی مستعفی ہونے کا موقع دیا اس سے جمہوریت غیر محفوظ ہوگئی اور بلوچستان میں ایک عرصے تک فوجی کارروائی جاری رکھنا پڑی' جس کے نتائج دُور رس ثابت ہوئے۔

(۴) بیوروکریسی کو درست کرنے کی نیم دِلانہ کوشش کی' مگر تھوڑے ہی عرصے میں اسے پارٹی کے کاموں میں ملوث کر لیا۔

(۵) اسلامی سربراہی کانفرنس' غیر جانبدار تحریک اور تیسری دُنیا میں دلچسپی اور جرأت مندانہ نیوکلیئر پروگرام مثبت اقدام تھے۔ ان سے امریکہ ناراض ہوا اور اسرائیل کی پاکستان دشمنی میں تیزی آئی۔

(۶) شملہ معاہدہ کے ذریعے ایک لاکھ سے زیادہ جنگی قیدی ہندوستان سے چھڑوائے مگر کشمیر کا مسئلہ مزید کھٹائی میں پڑ گیا۔

(۷) پیپلز پارٹی کے دور میں صنعت تجارت آگے بڑھی' عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہوا اور ملک میں خوشحالی کا دور دورہ تھا' مگر شخصی آزادیوں اور فرد کی عزت و ناموس کا جہاں تک تعلق ہے یہ زمانہ قابلِ رشک نہ تھا۔

(۸) عدلیہ کی خود مختاری اور پریس کی آزادی اس دور میں بھی متاثر ہوئی۔

(۹) آئین میں صوبائی خود مختاری کی جس قدر گنجائش تھی' عملاً اس کی صورت پیدا نہ ہوئی۔

(۱۰) مہنگائی بڑھی اور کرپشن کم نہ ہوئی۔

پیپلز پارٹی' بینظیر کے عہدِ حکومت میں

جنرل ضیاء الحق کی سانحہ بہاولپور میں موت کے بعد سینٹ کے چیئرمین جناب غلام اسحاق خاں نے آئینی طور پر صدارت کا عہدہ سنبھال لیا اور اعلان کیا کہ انتخابات ۱۶ نومبر ۱۹۸۸ء کو منعقد ہوں گے۔ اس سے قبل جنرل ضیاء الحق نے اپنی موت سے قبل اعلان کیا تھا کہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوں گے' لیکن سیاسی جماعتوں کے مطالبے پر صدر غلام اسحاق نے اعلان کر دیا کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر منعقد ہوں گے۔ انتخابات کے اعلان کے بعد پیپلز پارٹی نے انتخابات کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ بینظیر بھٹو تھیں۔ پیپلز پارٹی کے خلاف نو جماعتوں نے ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے نام سے اتحاد قائم کر لیا۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو لاہور ہائیکورٹ نے جنرل ضیاء الحق کی برخاست کردہ اسمبلیوں کو بحال کرنے کا فیصلہ دیا' لیکن سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک اپیل پر ہائیکورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ اب چونکہ انتخابات کی حتمی تاریخوں کا اعلان ہو چکا ہے' اس لیے انتخابات کے عمل کو جاری رکھنے کی سفارش کی جاتی ہے[16]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نومبر ۱۹۸۸ء کو قومی اسمبلی کے اور ۱۹ نومبر ۱۹۸۸ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کے الیکشن میں ۹۲ سیٹیں حاصل کر لیں۔ جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد صرف ۵۵ سیٹیں حاصل کر سکا۔ پیپلز پارٹی نے پنجاب سے ۵۲ نشستیں حاصل کیں جبکہ جمہوری اتحاد ۴۵ نشستوں پر کامیاب ہوا۔

قومی اسمبلی میں پاکستان پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل تھی' اس لیے صدر غلام اسحاق خاں نے آئین کے تحت پاکستان پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو کو وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ اس طرح محترمہ بینظیر بھٹو پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہو گئیں وہ پاکستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم تھیں۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ اسلامی ممالک میں سے وہ پہلی خاتون تھیں' جو وزیر اعظم بنیں۔

صوبائی اسمبلیاں:۔

سندھ پیپلز پارٹی نے ۱۰۰ میں سے ۶۷ نشستیں حاصل کی تھیں' جبکہ اتحاد کو صرف ایک سیٹ ملی تھی' اس لیے وہاں پیپلز پارٹی نے صوبائی حکومت بنالی۔

پنجاب میں ۲۴۰ کے ایوان میں پیپلز پارٹی کو ۹۴ اور اسلامی جمہوری اتحاد کو ۱۰۸ نشستیں حاصل ہوئی تھیں وہاں نواز شریف نے آزاد امیدواروں کو اپنے ساتھ ملا کر حکومت بنالی۔

صوبہ سرحد کے ۸۰ کے ایوان میں پیپلز پارٹی اور اے این پی کو ۲۰ نشستیں ملی تھیں اور اتحاد کو ۲۸ نشستیں ملی تھیں۔ وہاں پیپلز پارٹی نے اے این پی کی مدد سے حکومت بنالی۔

بلوچستان کے ۴۰ کے ایوان میں پیپلز پارٹی کو ۳' جمہوری اتحاد کو ۸' جمعیت اسلام (فضل الرحمن گروپ) کو ۸' اے این پی کو ۲' وطن پارٹی کو ایک' بلوچستان نیشنل الائنس کو ۶ اور آزاد امیدواروں کو ۶ نشستیں حاصل ہوئیں یہاں کوئی بھی پارٹی اکثریت میں نہیں تھی۔ تاہم پیپلز پارٹی کے صابر علی شاہ نے وزیر اعلیٰ کے لیے ظفر اللہ خاں جمالی کا نام پیش کیا اور وہ وزیر اعلیٰ بنا دیے گئے۔

محترمہ بینظیر کی پہلی تقریر:۔

محترمہ بینظیر بھٹو نے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں فرمایا:۔

''ہم صلح اور آشتی کا اور محبت کا راستہ اپنائیں گے۔ اتحاد' امن' آزادی' ترقی اور اُمید ہمارا پیغام ہوگا۔ بھوک کا خاتمہ کیا جائے گا۔ بے گھروں کو مکان اور بے روزگاروں کو روزگار فراہم کیا جائے گا۔ ترقی پسند جمہوری اور استحصال سے پاک پاکستان تعمیر کیا جائے گا۔ ہم انصاف اور حقوق کی یکساں پاسداری کی بنیاد پر علاقائی امن کے خواہاں ہیں۔ ہم امریکہ سے اپنے تعلقات کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور سوویت یونین سے بہتر تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے اسلامی ورثے کا احساس کرتے ہیں اور ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیسری دُنیا کے مفادات اور حقوق کی حمایت کرتے ہیں۔ اسی طرح چین کے ساتھ اپنی روائتی دوستی آگے بڑھائیں گے مجھے امید ہے کہ ہم ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی کو کم کریں گے نیز یہ کہ نیشنل پریس ٹرسٹ توڑ دیا جائے گا اور ٹیلیویژن اور ریڈیو کو خود مختار ادارے بنا دیا جائے گا۔ جیلوں میں بند سیاسی قیدیوں کو رہائی بخشی جائے گی۔ مزدور یونین اور سٹوڈنٹس یونین بھی آزاد اور بحال کر دی جائیں گی۔"

محترمہ بینظیر کی تقریر کے اہم نکات یہ تھے:۔

(۱) بینظیر پارٹی اخوت، مساوات، تحمل اور برداشت کے اصولوں پر عمل کرے گی۔

(۲) شہریوں کو بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی۔

(۳) سیاسی قیدی رہا کر دیے جائیں گے۔

(۴) جمہوریت کے شہیدوں کی یادگاریں تعمیر کی جائیں گی۔

(۵) طلبا اور مزدور یونینوں کو کام کرنے کی آزادی ہوگی

(۶) ٹیلیویژن اور ریڈیو کو خود مختاری حاصل ہوگی۔

(۷) امریکہ، سوویت یونین اور چین سے تعلقات بہتر بنائے جائیں۔

(۸) اسلامی ممالک سے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم و برقرار رکھے جائیں گے۔

(۹) خواتین کو ان کے حقوق سے محروم کر دینے والے قوانین منسوخ کر دیے جائیں گے۔

(۱۰) بیروزگاروں کو روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

(۱۱) سیاسی بنیادوں پر کی گئی سرکاری ملازمین اور مزدوروں کی چھانٹی کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے گا۔

(۱۲) اسلامی ورثے کی حفاظت کی جائے گی۔

(۱۳) ہندوستان کیساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۱۴) تیسری دینا کے مفادات اور حقوق اور آزادیٔ فلسطین کی حمایت کی جائے گی۔

(۱۵) واضح اور بامقصد خارجہ پالیسی اختیار کی جائے گی۔

(۱۶) صحت کی جدید سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

(۱۷) انسانی وسائل کے استعمال اور انسانی وقدرتی وسائل کا ضیاع روک کر اقتصادی کفالت حاصل کی جائے گی۔

(۱۸) تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

بلوچستان اسمبلی کا ٹوٹنا اور بحال ہونا:۔

صوبہ بلوچستان کے گورنر جنرل موسیٰ خاں نے ۲۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو بلوچستان اسمبلی توڑ دی ظفراللہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاں جمالی کا خیال تھا کہ اسمبلی قومی اتحاد اور پی این اے کے منفی رویہ کے باعث توڑی گئی ہے اس صورت حال کے ضمن میں احمد سلیم لکھتے ہیں:۔

''نئے جمہوری تجربے کے آغاز ہی میں بلوچستان اسمبلی توڑدی گئی یہ اقدام اگرچہ وزیراعلیٰ ظفراللہ جمالی کے کہنے پر کیا گیا تھا' لیکن مبینہ طور پر اس ساری کاروائی میں انہیں وفاقی حکومت کی تائید وحمایت حاصل تھی۔ تاہم وزیراعظم بینظیر بھٹو نے اس بات کی تردید کی اور کہا کہ نہ وزیراعلیٰ ہمارا اور نہ گورنر' ہم ایسا کیوں کرتے۔ جسے اس اقدام سے اختلاف ہو وہ عدالت میں جائے اور اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو عوام کی عدالت میں پیش ہو۔ اس بیان پر حزب اختلاف نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور کہا کہ جب تک بلوچستان اسمبلی بحال نہیں ہوتی' اپوزیشن قومی اسمبلی کی کسی کارروائی میں حصہ نہیں لے گی۔ بعد میں یہ معاملہ سینٹ تک پہنچا۔ ۲۲ دسمبر کو سینٹ نے غیر آئینی وزیراعلیٰ کی سفارش پر اسمبلی توڑنا آئین کی خلاف ورزی قرار دیا۔''

یادرہے کہ بعضوں نے بلوچستان اسمبلی ٹوٹنے کی تاریخ ۱۵ دسمبر' اور بعضوں نے ۲۲ دسمبر ۱۹۸۸ء درج کی ہے۔

بلوچستان اسمبلی توڑے جانے کے خلاف اور اس کی بحالی کے لیے رٹ درخواست دائر کردی گئی۔ اسی دوران گورنر بلوچستان نے نئے انتخابات کا اعلان کردیا تھا تاہم مقدمہ عدالت میں ہونے کی وجہ سے تافیصلہ انتخابات ملتوی کردیے گئے۔ رٹ درخواست کی سماعت ۱۹ جنوری ۱۹۸۹ء کو شروع ہوئی ہائی کورٹ (کراچی) نے فیصلہ دیتے ہوئے بلوچستان اسمبلی کو بحال کردیا فیصلے میں کہا گیا تھا کہ:۔

''میر ظفراللہ خاں جمالی کو سپیکر کے کاسٹنگ ووٹ کی بنیاد پر ایوان میں اکثریت کی حمایت حاصل ہوئی تھی' جس سے اسمبلی میں ان کی اکثریت ثابت نہیں ہوتی۔ ان تسلیم شدہ حقائق کے مطابق میر ظفراللہ جمالی کو دفعہ ۱۰۳(۳) کے تحت صوبائی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا تھا' اس لیے آئینی طور پر وہ اسمبلی توڑنے کا مشورہ دینے کے اہل نہیں تھے چنانچہ اسمبلی کا توڑا جانا غیر آئینی اور بلا کسی قانونی اختیار کے ہے' لہٰذا بلوچستان کی صوبائی اسمبلی بحال کی جاتی ہے۔''

اسمبلی بحال ہونے کے بعد اکبر بگٹی بلوچستان کے وزیراعلیٰ مقرر ہوئے۔

ایم کیو ایم سے معاہدہ:۔

اس سے قبل ایم کیو ایم کے خلاف ملک کی سیاسی جماعتوں اور اخبارات نے بے شمار الزام لگائے تھے اور بعض عدالتوں میں اس کے خلاف مقدمات بھی درج تھے۔ بینظیر بھٹو نے اپنے لیے حامی پیدا کرنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے ایم کیوایم سے ایک معاہدہ کرلیا' جس میں ایم کیوایم کی بہت سی شرائط کو تسلیم کرلیا گیا تھا پیپلز پارٹی کے مخالفین نے ایم کیوایم کو اس معاہدہ سے برگشتہ کرنے کی بھرپور کوشش کی' جس کے نتیجے میں ایم کیوایم اس معاہدہ سے دستبردار ہوگئی۔

پاک بھارت معاہدہ:۔

دسمبر ۱۹۸۸ء میں چوتھی سارک سربراہ کانفرنس کے موقع پر پاکستان اور بھارت کے مابین ایک معاہدہ ہوا' جس میں پاک بھارت ایٹمی تنصیبات پر حملہ نہ کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا' علاوہ ازیں بھارت سے دوسرے متعدد امور پر بھی معاہدے ہوئے۔

صوبوں اور مرکز میں نزاع:۔

کہا جاتا ہے کہ پنجاب حکومت اور مرکز میں قریباً ۷۰ امور پر نزاعات واختلافات پیدا ہو چکے تھے اور دونوں آئے روز ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے رہتے تھے۔

معاشی حالات:۔

زاہد حسین انجم اپنی کتاب ''تاریخ پنجاب'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''محترمہ بینظیر نے جب اقتدار سنبھالا تو بقول ان کے خزانہ خالی تھا اور انہیں گندم کے گودام بھی خالی ملے۔ نیز زرمبادلہ کے ذخائر خطرناک حد تک کم ہو چکے تھے اور خسارے کی سرمایہ کاری اس حد تک کی جا چکی تھی کہ ان کی حکومت کے چھ ماہ گذرنے کے باوجود کرنسی کی بیرونی قدر میں کمی کا رجحان جاری رہا......۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو زرمبادلہ کے ذخائر خطرناک حد تک کم ہو کر ۳۱۷.۴ ملین ڈالر تک پہنچ گئے تھے' جو بمشکل تین ہفتوں کی تجارتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہو گئے تھے۔ تاہم حکومت کی مسلسل کوششوں سے زرمبادلہ کے ذخائر میں تین گنا اضافہ ہوا اور وہ ۹۴۲۳ ملین ڈالر تک پہنچ گئے۔ بیرون ملک نقد اور قلیل عرصہ کی سیکورٹی میں بھی دوگنا سے زائد اضافہ رونما ہوا اور وہ ۱۷۵۳ ملین ڈالر سے بڑھ کر ۳۴۶۹ ملین ڈالر تک پہنچ گئے تاہم اس کے ساتھ ساتھ جاری کردہ نوٹوں کی تعداد میں قریباً ۱۲ ارب روپے کا اضافہ رونما ہوا اور وہ ۹۲ ارب سے بڑھ کر ۱۰۴ ارب ہو گئے تجارتی خسارے میں ۳ ارب روپے کی کمی ہوئی اور افراط زر کی شرح ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو ۱۸ فیصد بیان کی گئی جو حکومتی دعویٰ کے مطابق ۱۱ فیصد رہ گئی۔''

پیپلز ورکس پروگرام:۔

بینظیر بھٹو نے پیپلز ورکس کے نام سے ایک پروگرام شروع کیا' جو صرف صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد میں چل سکا۔ صوبہ پنجاب اور صوبہ بلوچستان نے اس پروگرام کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محترمہ بینظیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک:۔

حزب اختلاف محترمہ بینظیر کیخلاف آئے روز کوئی نہ کوئی الزام عائد کرتی رہتی تھی۔ درحقیقت قومی معاذ کے لیڈروں نے ان کی حکومت کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ملاؤں کا طبقہ سمجھتا تھا کہ بینظیر بھٹو کی بیٹی ہے اور بھٹو سوشلزم کا داعی تھا اور سوشلزم کفر کے مترادف ہے۔ قومی اسمبلی کے حزب اختلاف نے محترمہ بینظیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک شروع کر دی۔ ۲ نومبر ۱۹۸۹ء کو قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کی تحریک پر ووٹنگ ہوئی تو اراکینِ اسمبلی نے ایک بار پھر محترمہ بینظیر بھٹو پر اعتماد کا اظہار کر دیا۔

نزاعات اور مظاہرے:۔

۱۹۹۰ء کے شروع میں پیپلز پارٹی اور حزب مخالف کے مابین بہت سے اختلافات۔ بیدار ہونا شروع ہو گئے۔ انہی دنوں کراچی کے حالات خراب ہو گئے اور مطالبہ کیا جانے لگا کہ پیپلز پارٹی اقتدار سے الگ ہو جائے دوسری طرف بھارت نے سرحدوں پر خطرہ پیدا کر دیا اور ملک کے اندرونی حالات میں زبردست انتشار پیدا ہو گیا۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کا خاتمہ:۔

بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر صدر پاکستان نے آئین پاکستان کی دفعہ ۵۸ کی شق (ب) کے تحت صدارتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ دی اور کابینہ بھی ختم کر دی۔ اس کے ساتھ ہی صوبائی گورنروں نے صوبائی اسمبلیاں توڑ دیں۔

صدر نے اسمبلیاں توڑنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

(۱) آئین کی خلاف ورزیاں بڑھ چکی تھیں۔
(۲) مرکز اور صوبوں کے باہمی تعلقات مخدوش ہو چکے تھے۔
(۳) اراکین کی سیاسی وفاداریاں کھلی منڈی میں جانوروں اور مویشیوں کی طرح بیچی اور خریدی گئیں۔
(۴) سینٹ کے وقار کو زک پہنچائی گئی۔
(۵) سندھ میں حکومت امن وامان قائم رکھنے میں ناکام رہی۔
(۶) پلیس منٹ بیورو کے ذریعے لوگوں کو محض سیاسی وابستگی کی بنیاد پر ملازمتیں دی گئیں۔
(۷) پیپلز ورکس پروگرام کے فنڈز کا غلط استعمال کیا گیا۔
(۸) سیاسی بنیادوں پر منظورِ نظر افراد کو قرضے دلوائے گئے۔
(۹) بین الاقوامی سودوں میں بھی کروڑوں کا کمیشن کھایا گیا۔
(۱۰) سیاسی محاذ آرائی' بدامنی' ناانصافی اور حق تلفی کے اس ماحول میں عوام کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دی گئی۔

فوج کا ہاتھ؟

کیا اسمبلیاں توڑنے میں فوج کا ہاتھ بھی تھا؟.... بعضوں کا کہنا ہے کہ فوج اور پیپلز پارٹی میں بہت سے اختلافات پیدا ہو چکے تھے اور فوج ہی کی ایما پر صدر نے اسمبلیاں توڑ دی تھیں۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ فوج پہلے بینظیر کے ساتھ تھی' لیکن بعد میں اس نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔ بقول احمد سلیم نے ہیرلڈ کے اگست کے مذمنتھ خصوصی شمارے میں لکھا تھا کہ:۔

''بینظیر بھٹو کی معزولی کا اس حقیقت سے گہرا تعلق تھا کہ فوج کا اس حکومت کے بارے میں صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ پی پی پی کے پورے ۲۰ ماہ کے عرصہ اقتدار کے دوران دونوں کے درمیان اختلافات' خبروں اور اندازوں کا باعث بنے رہتے تھے۔ سندھ' کشمیر' افغانستان' کرپشن اور تقرریوں جیسے امور نے حکمران پارٹی اور انتظامیہ کے درمیان کافی کشیدگی پیدا کر دی تھی۔ یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فوج نے بے نظیر حکومت کو شروع ہی سے ہچکچاہٹ کے ساتھ قبول کیا تھا۔''

احمد سلیم کا خیال ہے کہ پیپلز پارٹی اور فوج کے مابین سندھ کا مسئلہ بھی ایک سنگین صورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''سندھ میں فوج کے مبینہ کردار کے حوالے سے پی پی پی اور فوج کے درمیان پہلا بڑا اختلاف ''پکا قلعہ'' کے واقعات کے دوران ظاہر ہوا کہا جاتا ہے کہ صدر اسحاق اس آپریشن کی منظوری دے چکے تھے اور پولیس اور فوج نے مشترکہ طور پر گرفتار کیے جانے والوں کی فہرست تیار کر لی تھی۔ پھر اچانک سندھ کی سول انتظامیہ تنہا اس میں کود پڑی۔ یہی نہیں یہ آپریشن اس وقت کیا گیا جب مرزا اسلم بیگ بنگلہ دیش کے دورے پر گئے ہوئے تھے اور کور کمانڈر آصف نواز سرحد کے اگلے مورچوں کا دورہ کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ آپریشن ابھی مکمل نہیں ہوا تھا' جب فوجی دستے سول انتظامیہ کی دعوت کے بغیر شہر میں آ گئے۔ پی پی پی والوں کا کہنا ہے کہ پولیس کو آپریشن ادھورا چھوڑنا پڑا فوجی دستوں نے کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والی عورتوں کی حوصلہ افزائی کی' جس نے حالات کو قابو سے باہر کر دیا۔ دوسری طرف فوجی حلقوں کا کہنا ہے کہ پی پی پی انہیں دھوکا دیکر مہاجروں کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنانے کے لیے کوشاں تھی۔ پھر خبریں آنے لگیں کہ فوج کو سندھ میں آپریشن کے لیے مکمل اختیارات چاہئیں۔ فوج یہ اختیارات آئین کی دفعہ ۲۴۵ کے تحت حاصل کرنا چاہتی تھی' جس کا مطلب یہ تھا کہ فوج کے کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی ایکشن کو ہائیکورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت یہ اختیارات دینے کے خلاف مزاحمت کر رہی تھی اور وہ فوج کو پولیس کے اختیارات دینے کے لیے دفعہ ۱۳۱ میں کچھ ترمیم کر رہی تھی' لیکن صدر اسحاق نے اس آرڈی ننس کی منظوری نہ دی۔"

احمد سلیم کا کہنا ہے کہ:۔

"سندھ کے علاوہ فوج اور پیپلز پارٹی میں ایک اور اہم اختلاف پاکستان کی جغرافیائی صورت حال کے حوالے سے تھا۔ فوجی منصوبہ ساز پاکستان' بنگلہ دیش' ایران' ترکی اور افغانستان کی ایک ایسی کنفیڈریشن تشکیل دینا چاہتے تھے' جس کے ذریعے خطے میں ہندوستانی اثر ورسوخ اور بالادستی کا مقابلہ کیا جا سکے' لیکن بینظیر حکومت کے خیال میں اس کے خطرناک مضمرات ہو سکتے تھے انہی مضمرات کے باعث وہ پیش قدمی کرنے کے لیے آمادہ نہ تھیں۔ اس کے بجائے وہ جمہوری ملکوں کی انجمن کی تجویز کے ذریعے تیسری دنیا کے ملکوں میں جمہوریت کے تجربات کو استحکام بخشنا چاہتی تھیں۔"

مسئلہ افغانستان کے ضمن میں بھی فوج کو پیپلز پارٹی سے شکایت تھی' کیونکہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس مسئلہ میں زیادہ دلچسپی ظاہر نہ کی تھی۔ جب عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا تو بینظیر نے کویت کی حمایت کے لیے فوج بھیجنے میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہ کیا' جبکہ اپوزیشن اور فوج اس امر کے لیے بالکل تیار تھی۔ مذکورہ بالا حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوج اور بینظیر بھٹو میں اختلاف پیدا ہو چکے تھے اور فوج ہی کے اشارے پر صدر اسحاق نے اسمبلیاں توڑ کر پیپلز پارٹی کی حکومت ختم کی تھی۔

پیپلز پارٹی کا تیسری بار برسرِ اقتدار آنا

انتخابات ۱۹۹۳ء

۱۹۹۳ء میں ۶ اکتوبر کو قومی اسمبلی کے اور ۹ اکتوبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی نے ۸۶ نشستیں حاصل کیں۔ مسلم لیگ (نواز گروپ) دوسرے نمبر پر رہی جس نے ۷۲ سیٹیں حاصل کی تھیں۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں بھی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دو بڑی جماعتوں کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں۔ تاہم پنجاب میں مسلم لیگ (نواز گروپ) اول نمبر پر رہی' جس نے ۱۰۶ سیٹوں پر کامیابی حاصل کی۔ دوسرے نمبر پر پیپلز پارٹی نے ۹۴ نشستیں حاصل کیں۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو وزیر اعظم کے انتخاب کے لیے قومی اسمبلی میں ووٹنگ ہوئی پیپلز پارٹی کی محترمہ بینظیر بھٹو اور مسلم لیگ کے میاں محمد نواز شریف کے مابین مقابلہ ہوا' جس میں محترمہ بینظیر نے ۱۲۱ ووٹ حاصل کر کے مقابلہ جیت لیا میاں محمد نواز شریف کو صرف ۷۲ ووٹ ملے تھے۔ اس طرح محترمہ بینظیر بھٹو ایک بار پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان کی وزیر اعظم بن گئیں۔ وہ پاکستان کی سولہویں وزیر اعظم تھیں۔

محترمہ بینظیر نے حلف اٹھانے کے بعد مندرجہ ذیل باتوں کا اظہار کیا۔

(۱) یہ کہ وہ لوگوں کی توقعات پر پورا اُترنے کی کوشش کریں گی۔

(۲) یہ کہ جمہوریت کی خاطر قربانیاں دینے والے قابلِ ستائش ہیں۔

(۳) یہ کہ نگران حکومت' قائم مقام صدر اور فوج نے منصفانہ اور شفاف انتخابات کرائے ہیں۔

(۴) یہ کہ حزبِ مخالف کو چاہیے کہ وہ قومی مسائل حل کرنے کے لیے حکومت کا ساتھ دیے۔ بینظیر بھٹو دوسری بار وزیر اعظم منتخب ہوئی تھیں۔ پہلی بار انہوں نے جو غلطیاں کی تھیں' اب ان کی نظر میں تھیں اور انہیں دہرانا نہیں چاہتی تھیں' اس لیے اب کی بار انہوں نہایت خرم واحتیاط سے کام لینے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنی وفاقی وزارتیں بنانے میں خاصی احتیاط سے کام لیا۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل اس کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کرنے کی عادی ہو چکی تھیں۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب "تاریخ پنجاب" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"وہ اب کی بار سابقہ حکومت کی اپنی غلطیوں کو دہرانے سے حتیٰ الامکان احتراز کر رہی ہیں اگرچہ انہوں نے پہلے دن وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے ساتھ ہی پلس مٹث بیورو کے کیبل کے تحت معزول کیے جانے والے تمام ملازمین کو بحال کرنے کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس بار بے نظیر بھٹو نے انتظامیہ میں بعجلت تبدیلیوں سے حتی الوسع احتیاط سے کام لیا اس کا خوشگوار نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ بیورو کریسی نے بینظیر بھٹو کے خلاف اپنے عدم اطمینان کا اظہار نہیں کیا۔ بہر صورت بعض نکتہ داں احباب کا کہنا ہے کہ اس بار بینظیر نے ایک عرصے تک چونکہ مشہور زمانہ بدنام اور راشی اور عوام کے ناپسندیدہ بیوروکریٹس کو بھی کوئی گزند نہیں پہنچائی' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے بڑے قبضہ گروپس بدستور قائم رہے۔"

اقدامات:۔

بینظیر نے اپنے عہد حکومت میں ملک کی تعمیر وترقی کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:۔

(۱) بیروزگاری میں کمی کے لیے اقدامات۔

(۲) خواندگی میں اضافہ کے لیے نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات۔

(۳) بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خاتمہ کی کوشش

(۴) صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا نظام

(۵) منشیات کے خاتمہ کے لیے منشیات کے سمگلروں کے خلاف کارروائیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) آلودگی سے پاک ماحول کی فراہمی کے لیے اقدامات

(۷) جرائم میں کمی کے لیے پولیس کو فعال بنانے کے لیے اقدامات

(۸) دہشت گردی کا خاتمہ کرنے کے لیے دہشت گردوں کے خلاف کارروائیاں

(۹) خارجہ پالیسی کے مقاصد کا از سرِ نو تعین

(۱۰) فرقہ وارانہ تعصبات کا سدِ باب

(۱۱) اسلحہ کی نمائش پر پابندی

(۱۲) قومی وسائل میں ترقی کے لیے منصوبہ بندی

(۱۳) شہری نظام کی اصلاح

(۱۴) آب رسانی اور سیلاب پر قابو پانے کے منصوبوں پر عملدرآمد

(۱۵) ذرائع آمدورفت کے ضمن میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر و تکمیل

(۱۶) عوامی فلاحی منصوبوں کا اجراء

(۱۷) خاندانی منصوبہ بندی

(۱۸) پولیو سے بچاؤ کے لیے خصوصی انتظامات

(۱۹) عورتوں کا مقام اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے مختلف اقدامات' مثلاً۔

(۱) ایڈوائزری کمیٹی برائے منسٹری آف ویمن ڈویلپمنٹ کا قیام

(۲) فیملی کورٹس میں خواتین ججوں کا تقرر

(۳) ملک کے تین ہائی کورٹس میں خواتین ججوں کا تقرر

(۴) خواتین پولیس سٹیشنوں کا قیام

(۵) بعض پبلک اور پرائیویٹ اداروں میں خواتین کا پانچ فیصد کوٹہ مختص کرنے کا حکم

(۶) فرسٹ ویمن بنک کو فعال اور مؤثر بنانے کے اقدامات

(۷) رورل ہیلتھ پروگرام میں تقریباً ایک لاکھ خواتین کو بطور پرائمری ہیلتھ ورکر تربیت دینے کا پروگرام

(۸) لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے پروگرام پر خصوصی توجہ۔

(۹) عورتوں کے لیے مفت قانونی امداد فراہم کرنے کے مراکز کا قیام

ملکی صورتِ حال:۔

بینظیر بھٹو کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے نواز شریف حکومت کے دوران کراچی میں فوج نے "آپریشن کلین اپ" شروع کر رکھا تھا۔ بینظیر حکومت نے دسمبر ۱۹۹۴ء میں اسے ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس موقع پر سندھ کے وزیرِ اعلیٰ سید عبداللہ شاہ نے کہا تھا کہ صوبے میں ایک حد تک امن و امان کی صورتِ حال قائم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو چکی ہے۔تاہم بینظیر حکومت کے دوران کراچی کے حالات گڑبڑ کا شکار رہے جبکہ پنجاب اور دیگر صوبوں کی حالت تسلی بخش رہی۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کا خاتمہ:۔

۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو صدر پاکستان جناب فاروق احمد لغاری نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ ۵۸ (۲ بی) کے تحت حاصل شدہ اختیارات استعمال کرتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ دی اور سابق سپیکر قومی اسمبلی ملک معراج خالد کو نگران وزیر اعظم مقرر کر دیا اس کے ساتھ ہی محترمہ بینظیر کی حکومت ختم ہو گئی۔

الزامات:۔

صدر پاکستان نے قومی اسمبلی توڑنے اور حکومت کی برطرفی کے ضمن میں مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے:۔

(۱) میر مرتضٰی بھٹو کو ان کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا' جن میں سابق وزیر اعظم (بینظیر بھٹو) کا بہنوئی بھی شامل تھا' لیکن وزیر اعظم نے اس قتل کا الزام صدر مملکت اور بعض حکومتی اداروں پر عائد کیا اس کے برعکس مقتول مرتضٰی بھٹو کی بیوہ اور دوسرے رشتہ داروں نے آئی بی کے سربراہ مسعود شریف' وزیر اعلیٰ سندھ عبداللہ شاہ' محترمہ بینظیر کے خاوند آصف زرداری اور دوسرے سرکاری حکام پر سازش کا الزام عائد کیا۔

(۲) وزیر اعظم نے سپریم کورٹ کے ججوں کے تقرر کے سلسلہ میں فیصلے کی توہین کی اور اس فیصلے کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

(۳) کرپشن کے خاتمہ کا بل صدر مملکت کو اطلاع دیے بغیر اسمبلی میں پیش کیا گیا' جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے کسی بھی جج کو جبری رخصت پر بھیجا جا سکے گا اس بل کو کابینہ نے منظور کر لیا تھا۔

(۴) عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کی انتظامی مدت گذرنے کے باوجود اسے مکمل نہیں کیا گیا۔

(۵) آئین کی دفعہ ۱۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عدلیہ کے ججوں' اعلیٰ فوجی افسروں اور سول حکام کے ٹیلیفون ٹیپ کیے گئے اور ان کی گفتگو سنی گئی۔

(۶) رشوت ستانی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ قومی سلامتی کو بھی خطرات لاحق ہو گئے تھے۔

(۷) جن افراد کے خلاف کرپشن کے الزامات میں فوجداری مقدمات درج تھے انہیں کابینہ میں شامل کیا گیا۔

(۸) پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ اور برما کیسٹرول کے حصص کابینہ اور صدر مملکت کی اجازت کے بغیر فروخت کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیے گئے جس کے ذریعے قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچا۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کی کارکردگی کا جائزہ

پاکستان پیپلز پارٹی کے پہلے دور یعنی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے عہدِ حکومت کے نمایاں کارناموں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو کے عہدِ حکومت کی کارکردگی کا جائزے لیے گئے پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے حوالہ سے لینے جا رہے ہیں۔ یہ منشور پیپلز پارٹی نے ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے لیے پیش کیا تھا۔

حکومت:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''اپنے قیام سے ہی پاکستان پیپلز پارٹی نے ایک جمہوری مملکت کے قیام' جمہوری اداروں کی تشکیل و تحفظ آئین کی بالادستی' قانون کی حکمرانی اور عدلیہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کی ہے۔ پارٹی آمریتوں اور آئین کی موجودہ وفاقی پارلیمانی ساخت سے کسی بھی قسم کے انحراف کے خلاف جدوجہد میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی رہی ہے۔

احتساب کے مسئلہ پر پاکستان کے عوام کی تشویش سے آگاہ عوامی حکومت نے پریس کو احتجاج کرنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ پہلے تو عوام کے سامنے بڑے قرض نادہندگان کی فہرست پیش کی اور نتیجتاً اس نے صدر' وزیرِاعظم' گورنروں اور دوسرے اعلیٰ آئینی اور حکومتی اربابِ اختیار کے استثناء کو ختم کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں سب کے احتساب کے لیے متعارف احتساب بل پیش کیا۔ اس بل کے تحت وزیرِاعظم (محترمہ بینظیر بھٹو) نے خود اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرضہ نادہندگان کی فہرست اور احتساب بل کے پیش کیے جانے کے چند دنوں کے اندر عوامی حکومت (پیپلز پارٹی) کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔''

اہم قانون سازی (۹۶-۱۹۹۳ء):۔

اکتوبر ۱۹۹۳ء سے نومبر ۱۹۹۶ء تک کی اپنی مدت اختیار میں' پاکستان کے عوام سے اپنے معاشی' سماجی اور عوامی فلاح کے عہد پر زور دیتے ہوئے عوامی حکومت (پیپلز پارٹی) نے قانون سازی کا ایسا پروگرام شروع کیا' جس نے معاشرے کو لاحق ان گنت مسائل کو اپنا نشانہ بنایا۔ عوامی حکومت نے ۲۰ مارچ کے سپریم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کورٹ کے فیصلہ کو بھی عملی طور پر لاگو کیا۔ قانون سازی کے بعض بڑے کام یوں تھے:۔

(۱) سٹیٹ بنک آف پاکستان (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۹۳ء جس نے سٹیٹ بنک کو زیادہ خودمختاری عطا کی۔

(۲) مہلک منشیات (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۹۴ء جس نے منشیات سے متعلقہ قوانین کو زیادہ سخت بنایا اور بعض سنگین جرائم کے لیے سزائے موت متعارف کرائی۔

(۳) ضابطہ فوجداری کا کوڈ (دوسری ترمیم) ۱۹۹۴ء جس سے ملزم خواتین کو پولیس اقدامات کی سخت گیری سے تحفظ ملا۔

(۴) اسلام آباد صارفین کے تحفظ کا ایکٹ ۱۹۹۵ء جس کے تحت پاکستان میں پہلی بار صارفین کے تحفظ کے لیے قانون مہیا کیا گیا۔

(۵) کوڑوں کی سزا کے خاتمہ کا ایکٹ ۱۹۹۶ء جس کے ذریعے اسلامی تعزیز کے تحت آنے والے مقدمات کے سوا کوڑوں کی تمام سزائیں غیر قانونی قرار دے دی گئیں۔

(۶) ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس (ترمیمی) ایکٹ اور فیملی کورٹس (ترمیمی) ایکٹ جس نے عائلی معاملات میں خواتین کو جلد انصاف مہیا کیا۔

(۷) سپیڈی ٹرائل کے لیے خصوصی کورٹس (اپیل) ایکٹ ۱۹۹۰ء جس سے بالآخر ایسی عدالتوں کا خاتمہ کیا گیا جو مارشل لائی انصاف مہیا کرتی تھیں۔

(۸) زیر حراست دباؤ کا شکار خواتین ایکٹ ۱۹۹۶ء جس نے پہلی بار مشکلات کا شکار یا زیر حراست خواتین کو فنڈز اور قانونی امداد مہیا کی۔

(۹) تحفظ ماحول ایکٹ ۱۹۹۶ء جس نے تحفظِ ماحول ایجنسی (E.P.A) تشکیل دی اور ماحولیاتی معیارات مقرر کرنے اور ان کی نگرانی کا سامان فراہم کیا۔

مجموعی طور پر پیپلز پارٹی کی حکومت میں ۱۴۵ ایکٹ منظور کیے گئے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ پیپلز پارٹی کی حکومت (محترمہ بینظیر بھٹو) کی مدت میں تین مالیاتی ایکٹ بھی منظور کیے گئے۔

انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی:۔

محترمہ بینظیر بھٹو کے عہد میں قانون اصلاحات آرڈی نینس ۱۹۹۶ء جاری ہوا جس کے تحت آئین کی دفعہ ۱۷۵ء کا نفاذ کرتے ہوئے آخر کار عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا یہ آرڈی نینس ۲۷ مارچ ۱۹۹۶ء کو جاری کیا گیا تھا اور دو ہفتوں کے اندر اندر قومی اسمبلی نے اس کی منظوری دیدی تھی لیکن سینٹ کی منظوری سے قبل پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہوگئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئینی اصلاحات:۔

۱۹۹۴ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کیا جانے والا بل' آئینی بل (تیرھویں ترمیم) ۱۹۹۴ء تھا، جس کا مقصد قومی اسمبلی میں خواتین کے لیے مختص نشستیں بحال کرنا تھا۔ یہ بل سینٹ میں بھی خواتین کو خصوصی نشستیں مہیا کرتا تھا۔ حزب اختلاف (مسلم لیگ' نواز گروپ) نے اس بل کی زبردست مخالفت کی' اس لیے یہ بل منظور نہ ہو سکا۔

انسانی حقوق:۔

بقول پیپلز پارٹی' انسانی حقوق کا تحفظ عوامی حکومت (پیپلز پارٹی) کے ایجنڈا پر واضح رہا۔ ملک میں انسانی حقوق کی صورت حال کی نگرانی کے لیے انسانی حقوق کی پامالی کرنے والوں کی گرفتاریوں اور ان کے خلاف مقدمات کو یقینی بنانے اور ان کا شکار ہونے والوں کا ازالہ کرنے کے لیے وفاقی سطح پر انسانی حقوق کا مرکز بنایا گیا۔ بالخصوص بچوں اور جبری مشقت' گھریلو تشدد' جنسی امتیاز کے خاتمے اور قانون پر عمل درآمد کروانے والے اداروں کی جانب سے ہونے والی زیادتی کو ایسے مسائل کی شدت محسوس کرتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے ہیومن رائٹس سیل کو انسانی حقوق کی ایک علیٰحدہ وزارت میں تبدیل کر دیا۔ پاکستان دُنیا بھر میں اگر واحد نہیں تو بہت کم ایسے ملکوں میں سے ایک ہے جہاں پر کہ انسانی حقوق کی علیٰحدہ وزارت وجود رکھتی ہے اس کے علاوہ پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ کے ایک سابق چیف جسٹس کی سربراہی میں مظلوم لوگوں کے لیے دادرسی کے ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا۔

پیپلز پارٹی (بینظیر) کی حکومت کی معاشی کارکردگی کا جائزہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بینظیر بھٹو نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں اس وقت اقتدار سنبھالا جب اس وقت کے غیر جماعتی نگران وزیراعظم کے الفاظ میں ملک کا معاشی طور پر دیوالیہ نکلنے والا تھا۔ اس امکان سے بچنے کے لیے نگران حکومت نے آئی ایم ایف کے ساتھ نہایت کڑی شرائط پر ہونے والے پروگرام پر دستخط کر دیے، جس نے نئی حکومت کو بھی اس کی تمام تر میعادِ اقتدار کے دوران باندھ کر رکھ دیا پیپلز پارٹی کی حکومت کو وسیع تر ملکی مفاد کے تحت پروگرام کو اصولی طور پر تسلیم کرنا پڑا' کیونکہ ملکی ذخائر کی صورت حالات اس خطرناک حد تک گر چکی تھی کہ ۳۰۰ ملین ڈالر سے بھی کم زرمبادلہ کے ذخائر رہ چکے تھے اور فارن کرنسی اکاؤنٹس کے کم پڑنے سے ملک کا مکمل دیوالیہ نکل جاتا۔ تاہم پیپلز پارٹی نے اس انداز کے ساتھ پروگرام پر عمل درآمد کیا' جس سے پاکستان کے عوام پر کم از کم دباؤ پڑتا۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کی پالیسیاں دو بڑے نکات کے گرد گھومتی تھیں۔ پہلا تو ملک کے مالی معاشی فریم ورک کی بحالی جیسے بجٹ کے خسارہ میں کٹوتی' پیسے کی بہم رسانی پر کنٹرول' ادائیگیوں کے توازن میں استحکام اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افراطِ زر کے سامنے بند باندھنا وغیرہ۔ دوسرا نکتہ ملک کے انتہائی مخدوش مادی انفراسٹرکچر اور انسانی وسائل کی بنیادوں کی تعمیر تھا' کیونکہ ملکی معیشت میں ترقی کو روکنے کے لیے بھی سب سے بڑے عوامل ہوتے ہیں۔ معیشت میں ترقی کی بحالی کے لیے مالی فریم ورک کی بحالی ایک لازمی شرط تھی' جبکہ شرح ترقی میں اضافہ فقط مادی اساسی ڈھانچے کی تعمیر کے ذریعے سے ممکن تھا۔ یوں ملکی معاشی سرگرمی کے زبردست احیاء اور عام آدمی کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے مختلف سطحوں پر مشتمل معاشی پالیسی وضع کی گئی۔ اگرچہ پیپلز پارٹی کو ورثہ میں ایک دم توڑتی ہوئی معیشت ملی تھی' تاہم اس نے نہایت جرأت سے ملکی معاشی استحکام اور اداراتی اصلاحات کا مشکل فریضہ سنبھال لیا۔ عوامی حکومت کے تحت ہونے والی معاشی کارکردگی اور عوامل کو اس کے پورے تین سال کی مدت کے حوالے سے دیکھنے کی ضرورت ہے معیشت کے اہم شعبوں میں واضح طور پر تبدیلیاں رونما ہیں اگرچہ حکومت نے اپنے لیے جن پرعزم اہداف کو نظر میں رکھا تھا' بعض شعبوں میں ان میں ہدف سے کمتر کارکردگی کا حصول ممکن ہو سکا۔

پاکستان معیشت پر آئی ایم ایف کی ۹۶-۱۹۹۵ء کی رپورٹ کے مطابق ان کامیابیوں سے ۶ فیصد سے زیادہ شرح ترقی بحال ہو سکی' جو ۹۳-۱۹۹۲ء میں ۲ء۲ فیصد تک گر گئی تھی۔ اس کے علاوہ افراطِ زر اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں زبردست اضافہ مجموعی داخلی پیداوار کے پیمانہ پر قرضوں میں کمی' ادائیگیوں کے توازن میں بہتری' خسارے کی سرمایہ کاری میں واضح کمی' ٹیکسوں کے نظام میں بنیادی اصلاحات کا نفاذ' سیلز ٹیکس میں اضافہ اور ۱۰۱ فیصد سے ۵۵ فیصد تک درآمدی محصول میں کمی اور زراعت پر پہلی بار دولت ٹیکس کا اطلاق وغیرہ بھی عوامی حکومت کے کارنامے ہیں۔ نجی شعبہ کے میدان کو وسیع کرنے کے سلسلے میں متاثر کن نتائج سامنے آئے اور قیمتوں وضوابط کو سرکاری عملداری سے باہر نکالنے کے علاوہ نجکاری کے وسیع و عریض پروگرام کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے گئے پیپلز پارٹی کی حکومت نے بیرون ملک سے وسائل کی فراہمی کے لیے زبردست اقدامات کا بیڑا اٹھایا' کیونکہ حالات ڈرامائی حد تک خراب تر ہو چکے تھے۔ افغانستان سے روسی انخلاء کے بعد امریکی امداد بند ہو گئی تھی۔ مزدوروں کی تنخواہیں تیزی سے گر چکی تھیں اور غیر ملکی امداد رک چکی تھی۔ تب ملک کو کیپیٹل مارکیٹس اور نجی شعبہ میں غیر ملکی سرمایہ کاری پر از حد انحصار کرنا پڑا۔ نتیجتاً بنیادی ڈھانچے کے ضروری منصوبوں کی ترقی کے لیے مقامی و غیر ملکی دونوں طرف کے سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لیے پیپلز پارٹی کی حکومت نے پُرکشش پالیسیاں اپنائیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کو پاکستان کو درپیش اس چیلنج کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ معیشت کو چلانے کے لیے بعض اوقات غیر مقبول' لیکن اشد ضروری اقدامات سے بھی اس نے گریز نہیں کیا۔ تاہم ان اقدامات کا اطلاق مقتدر قانون ساز اداروں' آزاد ذرائع ابلاغ اور آزاد عدلیہ کی فضا میں رہ کر مجموعی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے کرنے کا عہد کیا ہے۔

اہم معاشی کامیابیاں (۹۶-۱۹۹۳ء):-

محترمہ بینظیر کی حکومت نے ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء جو معاشی کامیابیاں حاصل کیں' ذیل میں ان کی نشاندہی کی جا رہی ہے:-

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) ۱۹۹۳ء کی سالانہ مجموعی داخلی پیداوار کی شرح ترقی ۴.۲ فیصد کے مقابلے میں ۱۹۹۶ء میں ۶.۱ فیصد تک بڑھ گئی۔
(۲) بجٹ کے خسارے کو' جو نواز شریف حکومت کے دور میں ۹.۵ فیصد تک بڑھ گیا تھا' کامیابی سے ۶ فیصد سے کم کر دیا گیا۔
(۳) غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کی گئی' جس سے حکومت کو سماجی شعبوں میں زیادہ پیسہ مختص کرنے میں مدد ملی۔
(۴) پیپلز پارٹی کی حکومت نے اکتوبر ۱۹۹۳ء کے مقابلہ پر صحت پر لگائے گئے پیسے میں ۶.۵ فیصد تک اضافہ کیا۔
(۵) ۱۸۰۰۰ قصبات اور دیہاتوں کو بجلی فراہم کی گئی' جس کی شرح نواز حکومت کے مقابلہ میں پانچ گنا زائد تھی۔
(۶) پیپلز پارٹی کی حکومت نے شہروں' قصبوں اور دیہات کو ۱۵ لاکھ نئے گیس کنکشن دیے۔
(۷) لاکھوں بیروزگاروں کو روزگار مہیا کیا۔
(۸) جون ۱۹۹۶ء میں غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر میں ۲.۴ بلین ڈالرز کا اضافہ کیا۔
(۹) ۵۵ فیصد تک محصولات میں کمی کی گئی۔
(۱۰) جی ڈی پی کے تناسب سے دفاعی اخراجات میں کمی آئی۔
(۱۱) توانائی کی پالیسی کا اعلان اور اطلاق کیا اور ۱۵ برسوں سے جاری شدہ لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ کیا۔
(۱۲) پٹرولیم پالیسی کا اعلان واطلاق کیا' جس کا نتیجہ ۱۹۹۳ء کے بعد تین برسوں میں قومی و بین الاقوامی کمپنیوں سے ۵۰ سمجھوتوں کی صورت میں سامنے آیا۔
(۱۳) بڑے شہروں کے لیے ۱۵۰ ارب روپے کے پیکجز کا اعلان کیا گیا۔
(۱۴) دس لاکھ سے زائد لوگوں کو رہائش مہیا کرنے کے ۳۰۰,۰۰۰ سستے مکانات تعمیر کیے گئے۔
(۱۵) نجکاری کا پروگرام شروع کیا گیا۔
(۱۶) پیسے کی رسد میں ۱۵ فیصد اوسط تک کمی لائی گئی۔
(۱۷) جنرل سیلز ٹیکس کو متعارف کرانے سے ٹیکسوں میں وسعت پیدا کی' جس کا مثبت نتیجہ ۱۶۰ ارب روپے سے بڑھ کر ۲۶۷ ارب روپے تک ٹیکسوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

زراعت کے شعبہ میں کامیابیاں (۱۹۹۳-۹۶ء):۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے زراعت کے شعبہ میں اپنی مندرجہ ذیل کامیابیوں کا تذکرہ کیا ہے:۔
(۱) زرعی شرح ترقی میں مثبت طور پر ۶ فیصد سالانہ کا اضافہ ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) آفت زدہ علاقوں میں چھوٹے زمینداروں کو پیداواری قرضوں پر آسانیاں پہنچائی گئیں اور ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران ان قرضوں پر جاری سُود معاف کر دیا گیا۔

(۳) ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان کے ذریعے ۱۵ ارب روپے کے قرضے کسانوں کو دیے گئے۔

(۴) چھوٹے کسانوں کو قرضہ دینے کے لیے زرعی ترقیاتی بنک کی ۲۵۶ شاخوں میں کسان بنک شعبے قائم کیے گئے۔ ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران اس اسکیم کے ذریعے ۳۶.۲۵ کروڑ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۵) عوامی ٹریکٹر سکیم کے تحت ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران کم قیمتوں پر کسانوں کو ٹریکٹر فراہم کیے گئے۔

(۶) بیجوں کے کاروبار کو صنعت کا درجہ دیا گیا اور سبزیوں کے بیجوں کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی کی چھوٹ، اچھی نسل کے بیجوں کی پیداوار کے لیے ڈیوٹی فری درآمد اور بیج بنانے اور ٹیسٹ کرنے کی مشینری اور لیبارٹری کے ساز وسامان کی درآمدی ڈیوٹی میں کمی جیسے محرکات کی رغبت دلائی گئی۔

(۷) پیداوار بڑھانے میں کسانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ۹۶-۱۹۹۵ء میں اہم زرعی اجناس کی امدادی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

صحت کے شعبہ میں اہم کامیابیاں ۹۶-۱۹۹۳ء:۔

پاکستان پیپلز پارٹی (بینظیر بھٹو) کے دور حکومت میں ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء صحت کے شعبہ میں جو اہم کامیابیاں سامنے آئیں ذیل میں ان کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

(۱) ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء کے مابین صحت کے بجٹ پر سات گنا پیسے زیادہ خرچ کیے گئے جن میں صحت' بنیادی صحت کی نگہداشت کے پروگراموں پر ۹۰ فیصد فنڈز مختص کیے گئے۔

(۲) ایک لاکھ لیڈی ہیلتھ ورکروں کی تربیت و ترقی کے لیے پروگرام شروع کیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۶ء تک ۵۰۰۰۰ لیڈی ہیلتھ ورکروں کی تربیت مکمل ہو چکی تھی اور وہ پسماندہ علاقوں میں خدمات انجام دے رہی تھیں۔

(۳) پولیو کے خلاف قومی مہم کا آغاز ہوا اور تین برسوں میں کروڑوں بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے۔

(۴) طبی تعلیم میں اصلاحات چار بڑے میڈیکل کالجوں (ہر صوبے میں ایک) نے معاشرے سے متعلقہ طبی تعلیم شروع کی تاکہ حقیقی ضروریات اور متعدی بیماریوں سے نمٹا جا سکے۔

(۵) تمام میڈیکل کالجوں کے کورسوں اور ثانوی سکولوں کے نصاب میں خاندانی منصوبہ بندی اور بنیادی صحت کی نگہداشت کو لازم حصہ بنا دیا گیا۔

(۶) نصاب کا تعین کرنے کے لیے میڈیکل کالجوں کو زیادہ خود مختاری دی گئی۔

(۷) اپنے اخراجات اٹھانے کا منصوبہ شروع ہوا' جس کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ وہ لوگ جو اخراجات برداشت کر سکتے ہیں' پیسے ادا کریں تاکہ ضرورت مند طلبا کو وظائف دیے جا سکیں سیلف فنانسنگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے تحت میڈیکل کالجوں کی آمدن بڑھ گئی۔

(۸) پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل نے ترقی یافتہ ملکوں میں جدید طبی تعلیم کے معیار کا مقابلہ کرنے کے لیے یہاں بھی اہلیت کے اعلیٰ معیار قائم کیے۔

(۹) گلہڑ اور ذہنی کمزوری کے واقعات کو کم کرنے کے لے آیوڈین ملے نمک کی وسیع پیمانے پر مہم چلائی گئی ۱۵ لاکھ افراد کو آیوڈین کا طریقہ علاج فراہم کیا گیا اور ۱۳۵۸۰ ٹن آیوڈین ملا نمک تقسیم کیا گیا پاکستان کے تمام تر نمک کے ۲۶ فیصد حصہ میں آیوڈین ملائی گئی۔

(۱۰) طبی انتظام کے اطلاعاتی نظام کو مستحکم کیا گیا۔

(۱۱) طبی خدمات بالخصوص تیسرے درجہ کے شعبہ میں نجی شعبہ کی سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے پالیسی فریم ورک اور ترغیبات کا اعلان کیا گیا' تا کہ دیہی علاقوں میں حکومت غریبوں کے لیے حفاظتی طبی نگہداشت کے لیے زیادہ وسائل لگا سکے۔

(۱۲) نرسوں کی تربیت' ان کے عہدوں میں ترقی' تنخواہوں اور مقام میں اضافے کے پروگراموں میں غیر معمولی اضافے لائے گئے۔

(۱۳) ایڈز' غذا' ملیریا' صحت مندانہ زندگی' سگریٹ نوشی کی مخالفت' زچہ و بچہ کی نگہداشت' ٹی بی پر کنٹرول' خاندانی منصوبہ بندی اور صحت کی بنیادی نگہداشت پر معلومات کو عام کرنے کے لیے عوامی شعور کے بڑے بڑے پروگرام شروع کیے گئے۔

(۱۴) ہسپتال کے اندر موجود پبلک فارمیسیوں کے ذریعے چوبیس گھنٹے سستی ادویات مہیا ہونے لگیں' جہاں ضروری ادویات کی قیمتیں بازار سے ۱۵ فیصد کم تھیں۔

(۱۵) گاؤں کمیٹیوں کے ذریعے طبی خدمات کی منصوبہ بندی کا انتظام کیا گیا۔

(۱۶) ۱۹۹۶ء کے اندر پاکستان سے چھوٹے مضر کیڑوں کا صفایا کر دیا گیا۔

(۱۷) ہر ایک بڑے صوبائی ہسپتال میں آگ سے جھلسے مریضوں کا علاج کرنے والے یونٹ قائم کیے گئے۔

(۱۸) لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کی کلینیکل لیبارٹری اور ریڈیالوجی کے شعبوں' سکولوں میں ہیلتھ وزیٹرز' روایتی دائیوں' ماہرین غذا' ہسپتالوں کی انتظامیہ کے لیے تربیت کا نظام وضع کیا گیا اور طبی شعبہ میں انسانی وسائل کی ترقی کا بندوبست ہوا۔

(۱۹) پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار بنیادی ادویات' ویکسین اور معیاری ادویہ کی قیمتوں' ادویہ کے معقول استعمال اور بنیادی پیداوار کی خاطر پالیسیاں وضع کی گئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روزگار میں اضافہ (۹۳-۱۹۹۲ء)

پیپلز پارٹی کی حکومت نے روزگار فراہم کرنے کے لیے بہت سے طریقے اپنائے۔ بعضوں کو سرکاری ملازمتیں دیں۔ بعضوں کو حکومتی منصوبوں میں روزگار کے مواقع ملے۔

سرکاری شعبہ میں روزگار:۔

پیپلز پارٹی کی حکومت نے سرکاری شعبہ میں لاکھوں نوجوانوں، مردوں اور عورتوں کو روزگار دلایا۔ وہ لوگ جنھیں ملازمتیں دی گئیں انہوں نے ملک کی سماجی بہبود میں قابل ذکر حد تک حصہ لیا، مثلاً لاکھوں افراد کو حکومت کے مختلف شعبوں اور اداروں میں ملازمتیں دی گئی پچاس ہزار خواتین کو بطور لیڈی ہیلتھ ورکر بھرتی کیا گیا جبکہ مزید ۲۵۰۰۰ زیر تربیت تھیں۔ علاوہ ازیں ہزاروں اساتذہ بھرتی کیے گئے۔

نجی شعبہ میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے توسط سے روزگار:۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کے تحت تین برسوں میں غیر ملکی سرمایہ کاری میں تین بلین ڈالرز کا اضافہ ہوا۔ اس سے نجی شعبہ میں روزگار کے مواقع میں زبردست وسعت آئی اور ان گنت لوگ بھرتی ہوئے حکومت نے مختلف منصوبے بنائے، جن میں بیروزگاروں کو روزگار حاصل کرنے کے مواقع ملے۔

دیگر ذرائع روزگار حکومت:۔

علاوہ ازیں حکومت نے ٹیکنیکی شعبوں اور گھریلو خدمات کی تربیت کے لیے بھی خصوصی پروگرام بنائے، جن کا مقصد بیروزگاری کو کم کرنا تھا۔

عوامی حکومت نے سال بزنس اور روائی آئی، پی، ایس پیں پروگراموں کے تحت کاروبار شروع کرنے اور خود روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے ۱۵۰۰ نوجوان اور مستحق افراد کو امداد فراہم کی۔ حکومت نے بیرون ملک روزگار کے مواقع بھی پیدا کیے۔

خواتین کی ترقی کے لیے پروگرام:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے جون ۱۹۹۰ء میں خواتین کی بہتری کے لیے بیس خصوصی منصوبوں کی پروفائل تیار کی تھی، جس پر ساتویں پانچ سالہ منصوبے کے آئندہ تین سالوں میں کام ہونا تھا اس پر ۲۵۰ کروڑ روپے صرف ہونے تھے جبکہ پچھلے دس سالوں میں اس ضمن میں صرف ۱۷ کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے ان منصوبوں میں حسب ذیل منصوبے شامل تھے:۔

(۱) خواتین کے لیے یونیورسٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) خواتین کے لیے ایوانِ صنعت و تجارت
(۳) ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر میں خواتین کے لیے پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ
(۴) اسلام آباد' لاہور' کراچی' پشاور اور کوئٹہ میں خواتین کے لیے خصوصی سیکرٹریل انسٹیٹیوٹس کا قیام
(۵) نجی شعبے کے تعاون سے اسلام آباد میں خواتین کے لیے ہوم اکنامکس کالج
(۶) بارہ ویمن ڈویلپمنٹ مراکز
(۷) خواتین کے مسائل پر نیشنل کلیئرنگ ہاؤس اور ریسرچ سنٹر
(۸) نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سٹڈیز اور پالیسی پلاننگ برائے خواتین
(۹) ہر ضلع میں ملازمت پیشہ خواتین کے لیے ہاسٹل' جن میں بچوں کی نگہداشت کا کام بھی ہو
(۱۰) انسٹیٹیوٹ برائے ریسرچ اور مذہبی تعلیم برائے خواتین
(۱۱) نیشنل انسٹیٹیوٹ برائے غذائیات بچگان و خواتین
(۱۲) نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سائیکالوجی' اسلام آباد
(۱۳) نیشنل این جی او ایڈوائزری کونسل برائے خواتین
(۱۴) کوآپریٹوز کے ذریعے دیہی خواتین کے لیے پروڈکشن کریڈٹ سکیم
(۱۵) خواتین اور ماحولیات کی تعلیم کا ادارہ

سوشلزم اور پیپلز پارٹی

پیپلز پارٹی نے وجود میں آنے کے بعد اپنا سیاسی مسلک بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

"سوشلزم ہماری معیشت ہے۔"

چنانچہ وہ پاکستان میں سوشلزم لانا چاہتی تھی۔ "سوشلزم" کا ترجمہ مساوات کیا تھا اور بعضوں نے اسے "اسلامی مساوات" کا نام دیا۔ سوشلزم اور کمیونزم ایک دوسرے سے ملتے جلتے نظام ہیں' جو سوویت یونین (روس) اور بعض دیگر ممالک میں مروج ہیں۔ یہ مارکس اور لینن وغیرہ کے نظریات پر مشتمل ہے' اس سوشلزم کا نام سنتے ہی ملاؤں نے اسے غیر اسلامی نظریات پر مبنی تصور کرتے ہوئے کفر قرار دیا اور اس کے خلاف بھرپور تحریک چلائی۔ سوشلزم کی بنا ہی پر ملاؤں نے لوگوں کو پیپلز پارٹی اور بھٹو سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ بھٹو کے دورِ حکومت میں سوشلزم اور کمیونزم پر مشتمل مواد سوویت یونین سے درآمد کیا جاتا رہا اور ملک میں بہت سے مصنفین نے اس پر بہت سے کتابیں لکھیں۔ نوجوان طبقہ اس سے بہت متاثر ہوا۔

پیپلز پارٹی نے سوشلزم کے حق میں راہ ہموار کرنے کے لیے ایک پمفلٹ شائع کیا' جس کا عنوان تھا "اسلامی مملکتِ پاکستان میں سوشلزم کیوں"؟ ذیل میں ہم اس کتابچہ کی تلخیص پیش کر رہے ہیں۔ تلخیص میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کتابچہ ہذا سے ضروری اقتباسات بھی درج کیے جا رہے ہیں۔

کتابچہ کے شروع میں پیپلز پارٹی کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:۔

"پیپلز پارٹی کے مقصد کو اگر ایک فقرے میں بیان کیا جائے تو یہ کہنا کافی ہوگا کہ اسلامی مملکتِ پاکستان میں سوشلسٹ نظام کو رائج کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں پارٹی کا یہ مقصد ٹھہرا کہ یہاں ایک ایسی عوامی جمہوریت کو قائم کیا جائے جس میں ملک کے تمام افراد کو ہر شعبۂ زندگی میں مساوی حقوق حاصل ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جمہوریت میں قانون کی نگاہوں میں سب کی برابری ضروری ہے لیکن یہ مساوات نامکمل رہ جاتی ہے جب تک کہ کسی جمہوری نظام میں معاشی اور معاشرتی عدل وانصاف کی بنیاد پر سب حقوق مساوی نہ ہوں۔ اس لیے سوشلزم ہی ایک ایسا نظام ہے جو کہ تمام افراد کے لیے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے اور ان کو معاشی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھتا ہے طبقاتی کشمکش اور اس کے ساتھ وابستہ قید و بند سے آزاد کرتا ہے۔ ایسا نظام ہی معاشی اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کو بروئے کار لا کر صحیح جمہوری اقدار کو ان کے منطقی عروج تک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ بہت سے ملکوں نے سوشلزم کو اپنا کر سوشلسٹ اصلاحات مفید طریقے سے رائج کی ہیں سوشلزم کا ارتقا کسی ایک براعظم یا کسی ایک قوم سے مخصوص نہیں بلکہ یہ عالمگیر نظام معاشرت ہے۔ اس نظام کے اصولوں کی عالم گیر حیثیت دو وجوہات کی بنا پر ہے:۔

(۱) جدید سوشلزم کی بنیادیں ٹھوس مادی حقیقتوں پر مبنی ہیں ان اصولوں کی بنیاد سائنٹیفک تجربے اور معاشرتی تبدیلیوں کے علم سے حاصل کی گئی ہے۔

(۲) سوشلزم کا نظریہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر ملک کے لیے ایک پیغام کی حیثیت رکھتا ہے یہ محض پیغام ہی نہیں بلکہ مسلسل عمل کا راستہ ہے۔

پیپلز پارٹی کے نزدیک موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے تمام ملکوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) وہ ملک جو سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے علمبردار ہیں اور مادی لحاظ سے بظاہر ترقی کی معراج پر ہیں۔

(۲) وہ ملک جنہوں نے سوشلزم کو اپنایا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

(۳) وہ ملک جن کو غیر ترقی یافتہ ممالک کہا جاتا ہے یا اب انہیں کبھی کبھی ترقی پذیر ملک کا لقب بھی دیا جاتا ہے۔ پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا قسم کے ممالک سرمایہ دارانہ سامراج کے ہاتھوں کسی نہ کسی رنگ میں ایک لمبے عرصے سے شکار ہیں۔ ایسے ممالک اگر سوشلزم اپنا لیں تو وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

"سوشلزم کا نظام اسی لیے پاکستان کی دلچسپی کا موجب ہے کہ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے جو سنگین اندرونی و بیرونی سامراجی سرمایہ دارانہ سازشوں کا شکار ہے۔ ملکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دولت کے توازن کے اعتبار سے ہمارا ملک غریب ترین ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس سرزمین میں بسنے والے بارہ کروڑ انسانوں کی غربت وافلاس کا موازنہ کسی اور ملک سے آسانی سے نہیں کیا جاسکتا۔"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا سوشلزم کسی غیر ترقی یافتہ ملک میں اپنایا جاسکتا ہے؟ پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ہمیں اپنی موجودہ دور کی تاریخ صاف لفظوں میں اس کا جواب "ہاں" میں دیتی ہے۔ پیپلز پارٹی سوشلزم کے ساتھ ساتھ اسلام اور اسلامی مساوات کا ذکر بھی کرتی ہے اس کا کہنا ہے کہ:۔

"پاکستان جو ایک اسلامی ملک ہے اور جو اسلامی مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر بنایا گیا ہے اور جس کا دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ وہ اسلامی طرز زندگی سے کسی صورت بھی دستبردار نہیں ہوگا۔ وہ تو صرف ایسے معاشی نظام کو اپنائے گا' جس کے سوتے ہماری تاریخ' ہمارے کلچر اور ہمارے نظریہ حیات سے پھوٹتے ہوں اور ہماری موجودہ معاشی' معاشرتی مشکلات کا حل ہو۔"

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ سوشلزم کا اقتصادی نظام ہرگز غیر اسلامی نہیں۔ قائداعظم اور علامہ اقبال کے اقوال اس کے ثبوت میں بآسانی پیش کیے جاسکتے ہیں۔

بینظیر پارٹی کا خیال ہے کہ اندرونی اور بیرونی سرمایہ دار طاقتوں نے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں اور یہ تشہیر کی جاتی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے سوا پاکستان کی معاشی پیچیدگیوں کا اور کوئی حل نہیں۔ اس کے مقابلہ میں سوشلزم کو سم قاتل قرار دیا جاتا ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ صنعتی ترقی نجی سرمایہ کاری کے بغیر ممکن ہی نہیں' لیکن وہ کبھی نہیں سوچتے کہ نجی سرمایہ کاری کا جو تناسب دوسرے ترقی یافتہ ملکوں میں سرکاری سیکٹر کے مقابلے میں ہے' اس لحاظ سے ہمارا ملک کہاں تک نجی سرمایہ کاری کو بے لگام رکھ سکتا ہے۔ نجی سرمایہ کاری کا پہلو اختیار کرتے وقت ہم یہ نہیں سوچتے کہ مغربی ملکوں میں انفرادی اور شخصی آزادی ہر رنگ میں اپنی انتہا تک پہنچی ہوئی ہے' مثلاً ضمیر کی آزادی' گفتار کی آزادی اور اظہار کی آزادی' باہمی تعلقات اور ملنے جلنے کی آزادی۔ اگر مغربی جمہوری نظام میں یہ شخصی آزادیاں بھی حاصل نہ ہوں تو سرمایہ دارانہ نظام کی گرفت میں آیا ہوا ملک محض جبر واستبداد اور ظلم کی تصویر کے علاوہ کچھ نہ دکھائی دے۔ پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کو کسی حد تک خوشگوار رکھنے کے لیے فرد کو بظاہر بہت حد تک شخصی آزادی دی جاتی ہے' لیکن یہ شخصی آزادی کچھ ایسی ہے کہ جیسے پرندے کو پنجرے میں بند کر کے پنجرے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔

سوشلزم کی منزل:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ سوشلزم کسی قانون کے جاری کر دینے' یا کسی آرڈیننس جاری کر دینے یا کسی ڈکٹیٹر کے کہہ دینے سے ایک ہی دن میں لاگو نہیں ہوتا' بلکہ یہ تو ایک لمبے سفر کا نشان ہے' جس میں ہزاروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشیب و فراز آتے ہیں یہ ایک ایسے مجاہد کا سفر ہے جسے دشمن کے غاصب ہاتھوں سے اپنے وطن عزیز کا فتح کیا ہوا علاقہ قدم بہ قدم اور لحظہ بہ لحظہ واپس لینا ہے۔ اس جہاد میں غم کی گھڑیاں بھی آتی ہیں اور وقتی شکستیں بھی، لیکن یقین محکم اور اتحاد عوام کی بدولت دشمن بالآخر شکست کھاتا ہے۔ مجاہد کو سفر کی سمت کا پتا ہونا چاہیے۔ علاقے کے مخصوص حالات وہاں کا ماحول، وہاں کے لوگ، ان کی عادات و اطوار اور ضروریات یہ سب اجزا مل کر اس نئے راستے کی نشاندہی کریں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر پیپلز پارٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سوشلزم کو اسلامی مملکت پاکستان میں رائج کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے ہر ممکن جدوجہد اور قربانی دینے کے لیے یہ پارٹی تیار ہے پیپلز پارٹی کا خیال ہے۔ کہ سوشلزم کو پاکستان کے مخصوص حالات ہی میں عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔ پیپلز پارٹی کے نزدیک پاکستان مندرجہ ذیل مسائل سے دوچار ہے:۔

(۱) گرا ہوا معیار معیشت اور نہایت قلیل قومی آمدنی
(۲) آبادی کی اکثریت کی صحیح غذائیت سے محرومی
(۳) قومی صنعت کی ابتدائی اور کمزور سطح
(۴) ناقص اور نااہل زرعی نظام
(۵) گرا ہوا معیار تعلیم، مثلاً ملک کی ناخواندہ اکثریت
(۶) قدامت پسند سماجی اور معاشرتی رواج اور طریقے
(۷) وسیع پیمانے پر بیکاری اور بیروزگاری، خصوصاً دیہی علاقوں میں ناقص تقسیم کار
(۸) شرح پیدائش میں تیزی سے اضافہ
(۹) صنعتی سرمایہ دار ملکوں سے معاشی مدد کی توقع اور اس پر بھروسا

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا مسائل کا حل پیش نظر رکھ کر ہی نیا معاشی پروگرام سوشلزم کے اصولوں پر بنایا جا سکتا ہے۔ اس ملک میں سوشلسٹ نظام کو مکمل طور پر رائج کرنے میں کئی سال لگ سکتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے قائدین کا کہنا ہے کہ:۔

> ”ہماری پارٹی کا یہ لائحہ عمل ہونا چاہیے کہ موجودہ حالات میں جہاں تک ممکن ہو سکے سوشلزم کے اصولوں کو جاری و ساری کیا جائے تاکہ ترقی اور تبدیلی کے راستے کھلنے لگیں اور ایک ایسی فضا رفتہ رفتہ سازگار ہو جائے جس سے تمام معاشرے کی اصلاح بالآخر کی جا سکے۔“

شہری آزادیاں:۔

پیپلز پارٹی کا اولین مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو جمہوریت کی صحیح اقدار کے مطابق مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہوں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) آزادیٔ ضمیر۔

(۲) زبان واظہار کی آزادی' جس میں اشاعت کی آزادی بھی شامل ہے۔

(۳) پریس کی آزادی

(۴) باہمی میل جول کی آزادی

(۵) مجلس اور جلسوں کے انعقاد کی آزادی

ان آزادیوں کو تحفظ دینے کے لیے آئین میں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیے۔اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ یا تو موجودہ آئین میں تبدیلی کر کے عدلیہ کو خود مختار اور آزاد کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہیں تو اس آئین کی جگہ نیا آئین بنایا جائے' تاکہ عوام کو اپنے حقوق کی پشت پناہی کم از کم قانون کے ذریعے سے حاصل رہے۔

پیداوار کے ذرائع سوشلسٹ نقطۂ نظر سے:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ ذرائع پیداوار کی افزائش کے لیے سوشلسٹ نقطۂ نظر کے مطابق پاکستان میں دوطرفہ جہاد کی ضرورت ہے:۔

(۱) پاکستان کو غیر ترقی یافتہ صنعتی اور زرعی حالات سے نکالنا۔

(۲) عدل وانصاف کی بنیاد پر ایک سماجی اور اقتصادی نظام رائج کرنا۔

عوام کو اقتصادی لوٹ کھسوٹ سے بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام ذرائع پیداوار کو چند لوگوں کے ہاتھوں سے لے کر (جو کہ پیدائشِ زر میں خود حصہ نہیں لیتے) ان وسائل کو تمام ملت کی بہبود کے لیے یکساں طور پر استعمال کیا جائے۔اس سلسلے میں پیپلز پارٹی نے مندرجہ ذیل اصول وضع کیے ہیں:۔

(۱) وہ ذرائع پیداوار جن سے صنعتی ترقی کی جڑیں وابستہ ہیں یا جن سے تمام بڑی چھوٹی صنعتیں منسلک ہوتی ہیں' ان کو چند ہاتھوں میں نہ رہنے دیا جائے بلکہ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لے۔

(۲) وہ تمام ذرائع پیداوار جن سے قومی اقتصادیات کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں' عوامی ملکیت میں ہونی چاہئیں۔

(۳) زرِ مبادلہ کے تمام ذرائع اور ایجنسیاں مثلاً بنک' ایکسچینج اور انشورنس کمپنیاں حکومت کی ملکیت ہونی چاہئیں۔

پیپلز پارٹی کے نزدیک مندرجہ ذیل شعبوں کو قومی اختیار میں لینا ضروری ہے۔

(۱) بنکاری

(۲) انشورنس کمپنیاں

(۳) تمام بڑی بڑی صنعتیں (مثلاً فولاد' لوہا' سیمنٹ)۔

(۴) دیگر دھاتوں کی صنعتیں

(۵) بھاری انجینئرنگ کی صنعت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) صنعت کاری کے لیے بڑی بڑی مشینیں اور پُرزے
(۷) کیمیکل فیکٹریاں اور پروکیمیکل صنعتیں۔
(۸) جہاز سازی
(۹) اسلحہ سازی
(۱۰) موٹر کار کی صنعت
(۱۱) بجلی پیداوار اور تقسیم کرنے کے سامان کی صنعتیں
(۱۲) بجلی
(۱۳) گیس
(۱۴) تیل
(۱۵) کوئلہ

آمد و رفت کے تمام اہم ذرائع:۔

(۱۶) ریلوے
(۱۷) جہاز رانی
(۱۸) ائیر ٹرانسپورٹ
(۱۹) روڈ ٹرانسپورٹ
(۲۰) تمام ذرائع معدنیات' مثلاً کان کنی' خام دھاتوں کو کیمیائی طریقوں سے بہتر بنانا

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ نجی سرمایہ کاری صرف اسی حد تک اپنا حصہ قومی اقتصادی زندگی میں ادا کر سکے گی' جس حد تک ہماری معاشرتی ضروریات اس کی اجازت دیں گی اور نجی سرمایہ کاری کی اجازت محض قابلیت' ہنر مندی اور جائز منافع رسانی کے اصولوں پر ہوگی' نہ کہ بڑے خاندانوں کی سرپرستی اور نوکر شاہی کی ناجائز دھڑے بندیوں کی بنا پر نجی سرمایہ کاری اسی حد تک نفع اندوز ہو سکتی ہے جبکہ محنت کش طبقہ اس کی نفع رسانی میں برابر کا شریک ہو۔

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ محنت کش طبقے کو صنعت و حرفت اور زراعت کے چھوٹے بڑے منصوبوں میں احساسِ شرکت دلا کر ہی سوشلسٹ نظام میں معاشرے کے تمام افراد میں اتحاد' اتفاق اور قوت کا احساس پیدا کیا جا سکتا ہے۔ بڑی بڑی صنعتوں کو قومیانے کے ساتھ ساتھ اس بات کا خیال رکھا جانا چاہیے کہ کاشتکاروں اور مزدوروں اور دوسرے محنت کش لوگوں کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں' مثلاً کام' تعلیم' صحت اور کھیل وغیرہ میں بہتر سے بہتر مواقع جلد سے جلد پیدا کیے جائیں۔ پیپلز پارٹی اپنی ترقی کی منزل اسی امر کو قرار دیتی ہے۔ اسی قدم کو اٹھا کر' عوام کے اتحاد سے اور نئی نسل کی امیدوں اور امنگوں کو ساتھ لے کر وہ قومی زندگی میں صحیح معنوں میں انقلاب لانے کی امید رکھتی ہے۔ اس کے نزدیک اس انقلاب سے اس کی زندگی کی مادی اور روحانی کامرانیاں وابستہ ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیپلز پارٹی کے بنیادی اُصول

مقاصد:۔

پیپلز پارٹی کا مقصد پاکستان کو عوام کی خواہشات کے عین مطابق ایک سوشلسٹ معاشرے میں ڈھالنا ہے۔

رہنما اصول:۔

پیپلز پارٹی نے اپنی پالیسی اور سرگرمیوں کے لیے مندرجہ ذیل رہنما اصول تجویز کیے ہیں:۔

(۱) مساواتی جمہوریت یعنی غیر طبقاتی معاشرہ

(۲) اقتصادی اور سماجی انصاف کے حصول کی خاطر سوشلسٹ نظریات کا استعمال

مذکورہ بالا اصولوں میں سے پہلے اُصول کا تعلق مقصد سے ہے اور دوسرے کا طریق کار سے۔

پروگرامی اصول:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''آئینی ڈھانچا عوامی جمہوری طرز حکومت کا ہونا چاہیے' جو عوام کے براہِ راست منتخب کردہ نمائندوں کے سامنے جوابدہ ہو۔

بقول قائدین پیپلز پارٹی پاکستان میں جو آئین وضع ہو وہ عوامی امنگوں پر پورا نہیں اترتا۔ یہ عوام اور صرف عوام کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک کے آئین کا ڈھانچا بنائیں۔ پیپلز پارٹی کا اولین مقصد اور کام لوگوں کے جمہوری حقوق کی بحالی ہے تاکہ وہ اپنے آئینی اور سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل کر سکیں۔ پارٹی عوام کے حقوق بحال کرانے میں کامیاب ہو جانے کے بعد خاص خاص مسائل پر اپنے نظریات کا اعلان کرے گی تاکہ عوام ان پر غور کر سکیں۔ اسی وجہ سے بنیادی کام یہ ہے کہ تمام تر توجہ عوام کے حقوق کی بحالی پر دی جائے۔ اس بات کا فیصلہ کرنا عوام کا کام ہے کہ پاکستان وحدانی طرز کی ریاست ہو یا وفاقی طرز کی۔ وفاقی اور وحدانی دونوں طرح کی ریاست جمہوری ہو سکتی ہے۔

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیاں بالغ رائے دہی سے براہ راست انتخابات کے ذریعے منتخب ہونی ضروری ہیں اور ان کا انتخاب انتخابی اداروں کے ذریعے نہیں ہوگا اپنے نمائندے منتخب کرنے میں عوام کی براہ راست شرکت' بدعنوانیوں کی روک تھام کی براہ راست اور بہترین گارنٹی ہوتی ہے۔ بالواسطہ انتخابات کا نظام صاحب اقتدار حکومت کو بدعنوانی اور سازشوں کا انتہائی سہل طریقہ مہیا کرتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے' جبکہ براہ راست انتخابات کے نظام میں غیر مقبول حکومت کے پاس اتنا پیسہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ عوام کو خرید کر کامیابی حاصل کر سکے۔ پیپلز پارٹی براہ راست انتخابات پر یقین رکھتی ہے۔

زن و مرد کا بالغ حق رائے دہی:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''اگر حق رائے دہی سب کے لیے یکساں ہو تو جائیداد اہلیت کا کوئی معیار نہیں' ووٹ دینے کا حق بلا رکاوٹ استعمال ہونا چاہیے۔ رجسٹریشن فیس کا نفاذ غریب طبقہ کے ووٹروں کو ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے' اس لیے اسے اور جائیداد کو اہلیت قرار دینا ووٹ کے آزادانہ حقِ استعمال کی راہ میں ایک رکاوٹ تصور کیا جانا چاہیئے۔ ووٹ دینے کے حق کو جائیداد' تعلیم یا کسی اور قسم کے معیار' پیدائش وغیرہ سے محروم کرنا قدرتی طور پر جمہوری نظام کی نفی ہے۔ زن و مرد کا حق بالغ رائے دہی اس ملک کی مخصوص مفادات یا چند طاقتور خاندانوں یا ایک ہی خاندان کی جاگیر بننے سے روک سکتا ہے۔''

انسانی حقوق کا جائز لحاظ:۔

پیپلز پارٹی کے نزدیک مندرجہ ذیل شہری آزادیوں کا مکمل تحفظ ضروری ہے۔

(۱) آزادیٔ فکر
(۲) آزادیٔ اظہار (تحریر و تقریر میں)
(۳) اخبارات کی آزادی
(۴) اجتماع کا حق
(۵) آزادانہ میل ملاقات کا حق

پیپلز پارٹی نے وضاحت کی ہے کہ جس معاشرہ میں شہری آزادیاں نہ ہوں یا برائے نام ہوں وہ معاشرہ ''غلاموں کا معاشرہ'' کہلاتا ہے اور جب شہری آزادیاں چھن جائیں تو بدعنوانی' آمریت' پولیس کا تشدد اور اخلاقی انحطاط جیسی برائیاں قوم کے جسم میں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ اس لیے پیپلز پارٹی شہری آزادیوں کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ بنیادی حقوق کی بحالی کے لیے پیپلز پارٹی بغیر کسی تکلف کے تمام پارٹیوں کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہے۔

کسان اور کارکن طبقہ کے حقوق:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''کسان اور کارکن طبقہ کو قومی آمدنی کے پیدا کرنے والوں کی حیثیت سے اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مزدوری کا پورا صلہ حاصل کرنے کا پورا حق ملنا چاہیے۔ تمام زرعی اور صنعتی منصوبے محنت شاقہ کرنے والے عوام کی بہبود کے نقطۂ نظر سے بنائے جانے چاہئیں۔"

دولت اور اہم صنعتوں کو قومی ملکیت قرار دینا:۔

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ دولت اور اہم صنعتوں کو قومی ملکیت قرار دے دیا جائے' تاکہ:۔

(۱) صنعتی ترقی تیز کی جائے۔

(۲) چند خوش نصیبوں کے ہاتھوں عوام کے استحصال کو روکا جائے۔

(۳) پاکستان کے اندرونی معاملات میں غیر ملکی مداخلت ختم کردی جائے۔

پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ اگر اہم صنعتیں اور بنک نجی ملکیت میں ہوں تو ملک کی صنعتی ترقی چند امیر آدمیوں کے رحم و کرم پر رہتی ہے چنانچہ کسی غیر ترقی یافتہ ملک میں اس وقت تک صنعتی ترقی ممکن نہیں ہے' جب تک ریاست خود فولاد' بھاری مشینری اور ادویات جیسی اہم صنعتوں کو اپنے ہاتھ میں نہ لے۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

"جس طرح آج کل پاکستان کے صنعتی منصوبے بنائے جاتے ہیں اور ان پر عمل درآمد کیا جاتا ہے' اس سے غیر ملکی مفادات کو پاکستان میں دخیل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ایسا نظام جس سے نجی ادارے براہ راست غیر ملکی امداد سے بہرہ ور ہوں' بیرونی طاقتوں کے ملکی معاملات میں دخل دینے کا راستہ کھولنے کا باعث ہے۔ قومی ملکیت میں لینے کے ضروری اقدامات اس بدعت کو ختم کردیں گے۔"

زرعی اصلاحات:۔

پیپلز پارٹی چاہتی ہے کہ ایسے زرعی اقدامات کیے جائیں' جن سے رہی سہی جاگیردارانہ ذہنیت کے ہاتھوں کسانوں کا استحصال ختم ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے کسان طبقہ کو "اپنی مدد آپ" اور "امداد باہمی" کے گروہوں کو منظم کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

پیپلز پارٹی کا پختہ عزم ہے کہ وہ جاگیردارانہ نظام کے مکمل خاتمے کے لیے سوشلزم کے تسلیم شدہ اصولوں کے تحت واضح اقدامات کرکے کسانوں کے مفادات کو بڑھائے گی اور انہیں تحفظ فراہم کرے گی۔ اس مقصد کے لیے وہ مندرجہ ذیل اقدامات کرے گی:۔

(۱) غذائی طور پر خود کفیل بنانے کے لیے اقدامات

(۲) زیادہ پیداوار دینے والی گندم کی اقسام کو متعارف کرانا

(۳) کاشتکاری کے طریقوں میں انقلاب لانا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) کاشتکاروں کو پیداوار کی مناسب قیمت دلانے کی ضمانت
(۵) کسانوں کو بیج' کھاد اور زرعی اوزاروں کی فراہمی
(۶) جدید مشینوں کے استعمال کی تربیت
(۷) امداد باہمی کے گروہوں کی تنظیم
(۸) کاشتکاروں کو منظم کرنا

ٹریڈ یونین کا استحصال' ہڑتال کا حق' آئی ایل او کے اصولوں کا اطلاق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا وعدہ ہے کہ وہ پارٹی مزدوروں کو ان کا ہڑتال کرنے کا حق دے گی' جو کہ ان کے لیے اپنے حقوق منوانے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے علاوہ ازیں آئی ایل او کے اصول' ریاست' آجر اور مزدور کے درمیان تعلقات بہترین صورت میں ملک میں لاگو کرے گی' خصوصاً جبکہ وہ انسانی بنیادی حقوق کے مطابق ہوں۔

پیپلز پارٹی کو اس بات پر افسوس ہے کہ پاکستان میں ٹریڈ یونین بہت کمزور اور منقسم ہونے کی وجہ سے اپنی تنظیم کا مقصد یعنی مزدور طبقہ کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے۔ ٹریڈ یونینوں کے کمزور ہونے کی ایک اہم وجہ فیکٹری یونین کا ٹریڈ یونین سے تعلق مضبوط نہ ہونا ہے۔ پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ بڑی بڑی ٹریڈ یونینیں مزدوروں کے مختلف طبقوں کے مطابق بنانی چاہئیں' مثلاً:۔

(۱) کپڑے کی مختلف ملوں کے مزدوروں کی ایک ملک گیر تنظیم
(۲) دھات کی ملوں میں کام کرنے والوں کی ایک ملک گیر تنظیم
(۳) گودیوں میں کام کرنے والوں کی ایک ملک گیر تنظیم

اس کے اوپر ٹریڈ یونینوں کی ایک کونسل بنائی جائے جو کہ پورے ملک کی ٹریڈ یونینوں کی نمائندگی کرے اور مزدور طبقہ کو اپنی متفقہ رائے ملک کے اندر اور باہر دینے میں مدد کرے۔

کم از کم اجرت کا تعین:۔

پاکستان پیپلز پارٹی مزدوروں اور ملازمت پیشوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے اس بات کو بیحد اہمیت دیتی ہے کہ ان کی کم از کم اجرت کا تعین کر دیا جائے اس کا کہنا ہے کہ:۔

"بیروزگاری کی وجہ سے جو لوگ روزگار کی تلاش کرتے ہیں' وہ ایک دوسرے کے خلاف خود کو پیش کرتے ہیں اور اجرت کو اس معیار پر لے آتے ہیں جو کہ ان کی ضروریات زندگی کا مشکل سے کفیل ہو سکتا ہے۔ کم اجرت سے ملازمت کے مواقع بڑھتے نہیں بلکہ آجر کے لیے زائد منافع میسر ہوتا ہے۔ کم اجرت سے ملازمت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مواقع بڑھتے نہیں بلکہ آجر کے لیے زائد منافع میسر ہوتا ہے۔کم اجرت کے تعین سے ملازمتوں پر زد نہیں پڑے گی بلکہ مزدوروں کو موجودہ وسیع بے روزگاری کے سبب ناجائز استحصال کا شکار نہ بننے کی ضمانت ملے گی۔"

قومی سطح پر کسانوں اور مزدوروں کے لیے صحت عامہ کی سہولتیں:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

"صحتِ عامہ کی سہولتوں کی ضرورت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔یہ سہولتیں سب سے پہلے وہاں مہیا کی جائیں' جہاں پر ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے' یعنی غریبوں کے لیے' جو ڈاکٹروں کو فیس دینے کی استطاعت نہیں رکھتے"

کسانوں اور مزدوروں کے لیے صحت عامہ کی سہولتیں فراہم کر دینے کے بعد ہر طبقہ کو ایسی سہولیات فراہم کی جانی چاہئیں۔

عوام میں تحریک پیدا کرنا:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے نزدیک:۔

"عوام آج بھی تقریباً انہی حالات سے دوچار ہیں' جن میں وہ برطانوی نوآبادی نظام کے تحت تھے۔ان سے ہر وقت یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ حکم بجالائیں گے نہ کہ وہ خود میں سے کوئی ایسی قیادت پیدا کریں جو ان کی اپنی بہتری کے لیے جو کچھ بھی ذرائع ان کو حاصل ہیں' بروئے کار لانے کی تربیت دے۔غیر ترقی یافتہ ممالک کو بیروزگار عوام کی پیداواری صلاحیتوں سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔اگر ان کو منظم کر کے اپنی مدد آپ کرنا سکھایا جائے تو وہ اس بات کے اہل ثابت ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی اقتصادی حالت میں تبدیلی لانے کے لیے معجزانہ تبدیلی لے آئیں۔"

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ بیکار رہنے والوں کو منظم جماعتوں کی صورت میں کام پر لگا دینا چاہیے اور کام کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ ان کے پاس مشینی اور جدید آلات موجود ہوں۔پھاوڑا اور بیلچہ جیسے سادہ آلات کے ذریعے سڑکیں بچھائی جا سکتی ہیں' نہریں کھودی جا سکتی ہیں' دلدلیں دوز اور بنجر زمینیں سرسبز کی جا سکتی ہیں۔پیپلز پارٹی رضا کار مزدوروں کے دستوں کے ذریعے صفائی اور صحتِ عامہ جیسے مقاصد بھی حاصل کرنے کی خواہاں ہے اس کا خیال ہے۔کہ سب سے بڑا کام عوام میں تحریک پیدا کرنا ہے تحریک پیدا ہو گئی ملک کی تعمیر و ترقی کا کام خود بخود آگے بڑھنا شروع کر دے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جہالت کا خاتمہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ جہالت کے خاتمہ کے لیے تعلیم از حد ضروری ہے اور تعلیم کا مقصد غیر طبقاتی معاشرے کا قیام ہونا چاہیے۔ وہ اپنے ملک کی تعلیمی حالت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہتی ہے۔

''ہمارے ملک میں تعلیم کا معیار شرمناک حد تک کم ہے اور اگر معیار بلند کرنے کے لیے جلد کوشش نہ کی گئیں تو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ترقی کے راستے محدود ہو جائیں گے۔ اعلیٰ تعلیم کھاتے پیتے گھرانوں کے لیے مخصوص نہیں ہونی چاہیے' بلکہ عوام کی قابل بیٹیوں اور بیٹوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے مواقع ہونے چاہئیں۔ تعلیم کا ایک جامع منصوبہ اہم ترین ضرورت ہے لیکن یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ایسی حکومت ایسا منصوبہ تیار کرے گی' جس کا مقصد صرف امیر طبقہ کی بہبود ہو۔''

عوام کی ثقافتی زندگی کی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''بنی نوع انسان کی زندگی اپنی ثقافت کے مرہونِ منت ہے اور ثقافت ہی ایک انسان کی ذہنیت کا اظہار ہے۔ پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں کئی قسم کی ثقافتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر ان کو ترقی دی جائے تو پاکستان اس لحاظ سے اور زیادہ خوش قسمت بن جاتا ہے۔''

ملکی زبانوں کی تیز تر ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ملکی زبانوں کی تیز تر ترقی کے لیے اقدامات ضروری ہیں' تاکہ وہ غیر ملکی زبانوں کی جگہ لے سکیں' جو ملکی معاملات میں مستعمل ہیں۔ وہ تمام علاقائی زبانوں کی ترویج و ترقی کے حق میں ہے اس کا کہنا ہے کہ علاقائی زبانوں کی نشوونما ملک کی ترقی کے لیے مددگار ثابت ہوگی اور لوگوں کی زندگی کو خوشگوار بنائے گی۔

عورتوں کے مساوی حقوق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ عورتوں کی فلاح و بہبود نہ صرف ان کی بہتری کے لیے ضروری ہے بلکہ اس کا تعلق ملکی ترقی کے لیے بھی ناقابلِ تردید ہے۔ اچھے گھر اس صورت میں کبھی نہیں بن سکتے اگر عورت کو لاعلم اور مغلوب رکھا جائے۔ غیر مطمئن گھرانوں سے غیر مطمئن شہری ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ماں بچہ کی پہلی استاد ہے اور وہی اسے قومی ثقافت کا پہلا راستہ دکھاتی ہے' اس لیے ہمارے ملک کی ترقی صرف اس صورت میں ممکن ہے' جب عورت اپنے جائز حقوق حاصل کرے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہونا چاہیے۔اس کا کہنا ہے کہ:۔

"اگر انتظامیہ اور عدلیہ کو الگ نہیں کیا جاتا تو جہاں حکومتی ادارے مسلسل طور پر یک طرفہ فیصلہ کرتے رہیں گے۔ایک عام فرد کو کبھی بھی یہ احساس نہ ہوگا کہ اس کیساتھ قانون کی منشا کے مطابق سلوک کیا جارہا ہے' نہ کہ اسے مصلحتوں کی بھینٹ چڑھادیا گیا ہے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ نہ صرف انصاف کیا جائے بلکہ یہ ظاہر بھی ہو کہ انصاف کیا جارہا ہے۔شہری حقوق کبھی بھی مکمل طور پر محفوظ ہو سکتے جب کہ ایک منتظم خود ہی منصف ہو اگر عدلیہ آزاد نہیں ہے تو انصاف کبھی بھی احسن طریقہ سے نہیں کیا جاسکتا۔ جج اور مجسٹریٹ صاحبان کو کبھی بھی اس صورت حال کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔جہاں پر انتظامیہ کا دباؤ ان پر ہو' مہلک' بے انصافیاں عموماً انتظامیہ کی عدلیہ کی مداخلت سے پیدا ہوتی ہیں۔"

فرسودہ قوانین کا خاتمہ:۔

بقول پاکستان پیپلز پارٹی:۔

"ہمارا ملک آج بھی فرسودہ قوانین کے زیر بار ہے' جو کہ موجودہ دور سے مطابقت نہیں رکھتے۔اگر وہ صرف ایک عجائب گھر کے بے ضرر نشان ہوتے تو اس سے بہت کم فرق پڑتا' لیکن وہ نہایت ہی مہلک بیماریاں ہیں ان کو ختم کرنا چاہیے۔"

آزادی علم اور یونیورسٹیوں کی خودمختاری:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے عزم صمیم کیا ہے کہ پاکستان کی یونیورسٹیوں کی خودمختاری اور آزادی بحال کی جائے گی اور اس کی حفاظت کی جائے گی۔

قومی تعمیر کے لیے نوجوانوں میں تحریک پیدا کرنا:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

"نوجوان قوم کے مستقبل کے مالک ہیں۔ایک غیر ترقی یافتہ ملک میں نوجوان طبقہ سب سے سرگرم فہم اور کھلے ذہن کا مالک ہوتا ہے۔قومی تعمیر و ترقی میں ان کی شرکت فوری فائدے اور اس امر کی ضامن ہوتی ہے کہ مستقبل میں قوم کے پاس شہریت کا شعور رکھنے والے باہمت شہری ہوں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قومی دفاع میں عوام کی شرکت کا حق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی' پاکستانی فوج کی جرأت اور کارکردگی پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:۔

"دفاع کا فرض تمام قوم پر عائد ہونا چاہیے' تاہم سرگرم فرائض پیشہ ور سپاہیوں' ملاحوں اور ہوابازوں کے ذمہ ہونے چاہئیں۔ آج کے دور میں تمام جنگیں مکمل جنگیں ہوتی ہیں' ان کی لپیٹ میں تمام آبادی آتی ہے لہٰذا دفاع کے فرض سے کوئی بھی علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کے جغرافیائی حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عوام ملکی دفاع میں شریک ہوں۔ چونکہ ملک کے کسی بھی بازو میں اتنی جگہ نہیں ہے کہ دفاع کو اندر تک رہ کر کیا جا سکے اور روائتی طور پر جنگ لڑی جا سکے۔ اگر عددی تعداد میں بہت زیادہ دشمن پیشہ ور سپاہیوں کی دفاعی لائن توڑنے میں کامیاب ہو جائے تو تمام ملک تباہی کے لیے بے یارومددگار رہ جائے گا۔"

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ہمیں ویتنام کی جنگ سے یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ مسلح عوام کامیابی کے ساتھ حملہ آور کی مزاحمت کر سکتے ہیں' خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ عوام کو جنگ کی تربیت دے کر اسے مسلح کر دینا چاہیے۔ یہ مقصد ملک میں ملیشیا بنا کر حاصل کیا جا سکتا ہے' جسے پیشہ ور سپاہی تربیت دیں اور وہی کمان کریں۔ چنانچہ پیپلز پارٹی دونوں بازوؤں اور ملک کے ہر حصہ میں عوامی ملیشیا بنانے کی حامی ہے۔

منشور پاکستان پیپلز پارٹی ۱۹۸۸ء

اکتوبر ۱۹۸۸ء میں انتخابات سے قبل' پیپلز پارٹی کے سربراہ کی حیثیت سے' محترمہ بینظیر بھٹو نے ایک انتخابی منشور پیش کیا' جس کے اہم نکات یہ تھے:۔

(۱) صدر مملکت' سینٹ اور اسمبلیوں کی مدت چار سال کر دی جائے گی۔

(۲) گورنروں کا تقرر قائد حزب اختلاف کے مشورے سے کیا جائے گا۔

(۳) ووٹر کی عمر ۱۸ سال کر دی جائے گی۔

(۴) ضلعی سطح پر خواتین کی الگ عدالتیں قائم کی جائیں گی جہاں خواتین جج سنگین مقدمات کی سماعت کریں گی۔

(۵) جاپان کی طرز پر ایسا تعلیمی چینل قائم کیا جائے گا' جہاں پیشہ ورانہ تعلیم مکمل کرنے پر ہر سال ایک لاکھ افراد کو روزگار فراہم کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) ضلعی سطح پر منتخب اداروں کے قائد ایوان کو ضلعی گورنر کا درجہ دیا جائے گا۔ ضلعی وزراء عوام کو براہ راست جوابدہ ہوں گے۔

(۷) نگران حکومت کے اقتصادی پیکج پر نظر ثانی کر کے مہنگائی کا بوجھ کم کیا جائے گا۔

(۸) زرعی ٹیکس کے نظام پر نظر ثانی کر کے عشر کے نظام کو حقیقی معنوں میں نافذ کیا جائے گا۔

(۹) حکومت تعلیم اور صحت کے منصوبوں کی توسیع کے لیے پچاس فیصد سرمایہ فراہم کرے گی۔

(۱۰) امریکہ کو پریسلر ترمیم پر نظر ثانی کے لیے کہا جائے گا۔

(۱۱) کشمیریوں کا مسئلہ ان کے حق ارادیت کے تحت حل کرانے کی کوشش کی جائے گی اور مقبوضہ کشمیر میں بھارتی تشدد کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے اقدامات کیے جائیں گے۔

(۱۲) این پی ٹی پر یک طرفہ طور پر دستخط نہیں کیے جائیں گے۔

(۱۳) پورے نظام کو اوپر سے نیچے تک تبدیل کیا جائے گا۔

(۱۴) استحصال، ظلم، بے انصافی، جبر، بھوک اور افلاس سے پاک معاشرہ تشکیل دیا جائے گا۔

(۱۵) کابینہ کی ایک ڈیفنس کمیٹی قائم کی جائے گی۔

(۱۶) زرعی ٹیکس سے حاصل شدہ آمدنی کا پچاس فیصد صوبوں کو دیا جائے گا اور پچاس فیصد مقامی سطح پر عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے گا۔

(۱۷) چاروں صوبوں کے پسماندہ علاقوں میں پچاس فیصد حصص عام آدمی کو دے کر ان علاقوں میں فیکٹریاں، سکول، ہسپتال ان کے انتظام میں دے دیے جائیں گے۔

(۱۸) عام آدمی کے سر چھپانے کے لیے ملکیت کی بنیاد پر مکانات تعمیر کر کے دیے جائیں گے۔

(۱۹) لیڈر آف دی اپوزیشن کو وفاقی وزیر کے برابر سہولیات حاصل ہوں گی۔

(۲۰) صدر کا قومی اسمبلی توڑنے کا اختیار ختم کر دیا جائے گا۔

(۲۱) قومی اسمبلی ٹوٹنے کی صورت میں تمام صوبائی اسمبلیاں خود بخود ٹوٹ جایا کریں گی۔

(۲۲) چیف الیکشن کمشنر کا تقرر وزیر اعظم قائد حزب اختلاف کے ساتھ مل کر کرے گا۔

(۲۳) توہینِ عدالت کے قانون میں ترمیم کی جائے گی۔

(۲۴) پاکستان میں ایک کسان بنک قائم کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منشور پاکستان پیپلز پارٹی ۱۹۹۳ء

پاکستان پیپلز پارٹی نے ۱۹۹۳ء میں جو منشور پیش کیا' ذیل میں اس کی تلخیص بیان کی جا رہی ہے۔

مقاصد:۔

پاکستان پیپلز کا کہنا ہے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان اتحاد' ایمان اور تنظیم کے اصولوں پر معاشی اور سیاسی نظام پر ہمارا اختیار بحال کرنے کے لیے قائم کیا تھا' اس لیے پیپلز پارٹی عہد کرتی ہے کہ:۔

(۱) ملک کے معاشی اور سیاسی عمل میں شمولیت کے ذریعے اسے مضبوط اور بہتر بنایا جائے گا۔

(۲) پارٹی عوام کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

(۳) ملک کی تعمیر نو کر کے اس کے معاشی' مذہبی' اخلاقی اور سماجی ڈھانچا کو مضبوط بنا کر اقتدار اعلیٰ عوام کے حوالے کر دیا جائے گا' جو اس کے حقیقی مالک ہیں۔

(۴) سرکاری اور نجی شعبے کا اشتراک قائم کیا جائے گا تاکہ مارکیٹ فورسز کی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔

(۵) نیو سوشل کنٹرکٹ وفاق' صوبوں اور بلدیاتی اداروں کے اختیارات اور دائرہ کار میں توازن کو یقینی بنایا جائے گا۔

(۶) ہر کسی کے انصاف' تعلیم' روزگار اور صحت کی سہولیات کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

(۷) نجکاری کے مقاصد میں' اجارہ داریوں کا خاتمہ اور تمام پیداواری قوتوں کی شراکت اور سماجی ترقی شامل ہوگی۔

(۸) صنعت کاری میں تیزی سے فروغ کے لیے پارٹی کی پالیسی کا مقصد پاکستان کو تیار مال برآمد کرنے والا ملک بنانا ہے۔

(۹) اصلاحات کے شعبہ میں اصلاحات کے پروگرام کا مقصد عورتوں اور اقلیتوں کو مساوی حقوق دلانا ہے نیز بچوں اور بڑوں کے لیے خصوصی مراعات کی فراہمی بھی اس میں شامل ہے۔

(۱۰) مزدور اور کسان (جو اہم پیداواری قوتیں ہیں) کو ہر قسم کے استحصالی ہتھکنڈوں سے تحفظ دیا جائے گا۔

(۱۱) ہماری ایٹمی پالیسی پُرامن اور ترقیاتی مقاصد کے لیے ہوگی۔

(۱۲) ہماری پالیسی کا مقصد پاکستان کو ۲۰۰۰ء تک درمیانی آمدنی والا ملک بنانا ہوگا۔

(۱۳) ہماری مالیتی پالیسیوں کا مقصد بجٹ کے خسارے اور افراط زر میں کمی کرنا اور سالانہ شرح نمو کو سات فیصد کی کم از کم سطح تک برقرار رکھنا ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۴) ہم تمام بے زمین کسانوں اور بے گھر افراد کو مستقل مالکانہ حقوق دیں گے۔
(۱۵) خواتین میں فروغ خواندگی اور کم از کم پرائمری تعلیم کو لازمی بنایا جائے گا۔
(۱۶) ۲۰۰۰ء تک ''صحت کی سہولتیں سب کے لیے'' کے ہدف پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے گا۔
(۱۷) دس سال کے عرصہ میں آبادی میں اضافہ کی شرح کو دو فیصد سالانہ تک لایا جائے گا اور منصوبہ بندی کے پروگرام پر عمل کیا جائے گا۔
(۱۸) ہمارا پیپلز ورکس پروگرام مکمل طور پر شراکت کی بنیاد پر کمیونٹی کی سطح پر ہوگا۔
(۱۹) ہماری حکمت عملی کا بنیادی جزو سائنس' ٹیکنالوجی اور ریسرچ کا فروغ ہے۔
(۲۰) ۲۰۰۰ء تک تمام دیہاتوں اور شہروں کو بجلی کی فراہمی اور صنعتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس شعبہ میں خود انحصاری حاصل کی جائے گی۔
(۲۱) جدید ہائی ٹیکنالوجی پر مبنی ذرائع مواصلات کا جال بچھا دیا جائے گا اور ریل' روڈ ٹرانسپورٹ' شپنگ اور ٹیلی کمیونیکشن کے شعبوں کو بہتر بنایا جائے گا۔
(۲۲) نجی شعبے میں ٹی وی اور ریڈیو کے علاوہ دوسرے چینلوں سے بھی خبروں اور معلومات کو عوام تک پہنچایا جائے گا۔
(۲۳) ہم اخبارات کی آزادی کو یقینی بنائیں گے۔
(۲۴) ہم آمریت' لسانی جھگڑوں' فرقہ واریت' منشیات' سیاسی تشدد اور انتقام کی وراثت کے علمبرداروں کو شکست دیں گے۔
(۲۵) ہم اپنے خطہ اور دُنیا بھر میں مستقل امن کے قیام کے لیے جدوجہد کریں گے۔

(نیا سماجی نظام (New Social Contract:۔

قدیم سیاسی مفکرین نے حکومت کو ایک ''معاہدہ عمرانی'' قرار دیا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی ایک نئے سماجی وعمرانی معاہدہ کے تحت نظام حکومت چلانے کی خواہاں ہے' جو وفاقی' صوبائی اور بلدیاتی حکومتوں کے باہمی تعلقات کے از سرِ نو تعین سے وجود میں آسکتا ہے۔ بقول پیپلز پارٹی یہ فلسفہ ''پبلک پارٹنر شپ'' کی وضاحت کرتا ہے جس میں ریاست اور عوام دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں گے پبلک پارٹنر شپ سے مراد یہ ہے کہ عوام کو قومی دولت پیدا کرنے والے تسلیم کرتے ہوئے اُنہیں حکومت میں اور ریاست کی معیشت میں' اپنی پوری صلاحیات بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کیے جائیں یعنی حکومت اور عوام مل جل کر قومی ترقی کے لیے کام کریں۔ اس مقصد کے لیے پیپلز پارٹی عزم کیے ہوئے ہے کہ:۔

(۱) عوام کے دشمنوں کو شکست فاش دی جائے گی۔
(۲) استحصالی قوتوں' رجعت پسند طاقتوں اور ظالم ٹولے کو شکست دینے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) ہر پروگرام میں عوام کی مکمل شرکت کو یقینی بنایا جائے گا۔

(۴) حکومت اور عوام میں اتحاد قائم کیا جائے گا۔

(۵) ان تصورات اور روایات کو اپنایا جائے گا جو ایک مہذب معاشرے کا نشانِ امتیاز ہوتی ہیں۔

(۶) آبرو، افتخار، دیانت، انسانیت، مستقبل بینی اور سخت جدوجہد کے اصولوں کو اپنایا جائے گا۔

(۷) سماجی، معاشی اور زندگی کے معیار کو بلند کیا جائے گا۔

پاکستان پیپلز پارٹی اپنے خلاف پروپیگنڈا اور الزامات کا شکوہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:۔

"۱۹۹۰ء میں برطرفی کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو ڈس انفارمیشن اور پروپیگنڈے کی ایک منظم مہم کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے رہنماؤں اور وزراء پر بے بنیاد الزامات عائد کر کے انہیں خصوصی طور پر تشکیل دی گئی عدالتوں میں لے جایا گیا۔ حکومتوں سے بھی عام انسانوں کی طرح غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، مگر سچ اس وقت ظاہر ہو گیا، جب پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف لگائے گئے الزامات میں سے ایک بھی سچ ثابت نہ ہو سکا۔"

پیپلز پارٹی اپنے سابقہ دور کی کارکردگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:۔

"ہمارا ریکارڈ ہی ہماری گواہی ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے بیس ماہ کے قلیل اقتدار میں ہر کسی کو اظہار رائے اور سیاسی سرگرمیوں کی بے مثال آزادی ملی۔ مزدور یونین، طلباء تنظیمیں اور خواتین کے گروپ زبردست طریقے سے سرگرم عمل ہوئے۔ سیاسی قیدیوں کو رہائی ملی۔ اخبارات خود اس بات کے گواہ ہیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت کے دورِ اقتدار کے دوران صحافیوں کو دبانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔"

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

"ہر چیز کو ایک دم درست نہیں کیا جا سکتا۔ پیپلز پارٹی قوم کو کوئی سبز باغ نہیں دکھائے گی۔ ہم ووٹ لینے کے لیے عوام کو گمراہ نہیں کریں گے۔ کوئی حکومت بھی راتوں رات دودھ اور شہد کی نہریں نہیں بنا سکتی، مگر ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ پیپلز پارٹی ملک کو وہ قیادت فراہم کرے گی، جس کی ملک کو اس وقت اشد ضرورت ہے۔ ہم ملک کی معیشت کو سیدھے راستے پر ڈال کر افراطِ زر، بے روزگاری اور بجٹ کا خسارہ کم کرنے کی کوششیں کریں گے۔ ہم موجودہ انحطاط کو روکنے کے لیے ہر طبقے کے شہریوں، مختلف نسلی اور لسانی گروپوں اور تمام صوبوں کو متحد کر کے ایک ساتھ کام کرنے کے لیے اکٹھا کریں گے۔ اس معاشرہ میں مقصدیت اور امن و امان بحال کر کے ملک کو پھر سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کریں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ پاکستان کو ترقی کی سمت بڑھنے کے لیے ایک ایسی اچھی حکومت کی ضرورت ہے' جو اپنے شہریوں کی نگہداشت کرے۔ اس مقصد کے لیے پیپلز پارٹی مندرجہ ذیل چار بنیادی اصولوں پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے:۔

(۱) اسلام

(۲) قومی یک جہتی

(۳) معاشی ترقی

(۴) نیا سماجی نظام (نیو سوشل کنٹرکٹ)

اسلام ہمارا دین ہے:۔

پاکستان پیپلز پارٹی اعلان کرتی ہے کہ:۔

(۱) ہم فاشزم کو مسترد کرتے ہیں

(۲) ہم خود کو روشن خیال اور آزادی کی قوتوں سے منسوب کرتے ہیں۔

(۳) ہم مُلا نہیں ہیں اور نہ ہی ملوکیت کی حمایت کرتے ہیں۔

(۴) ہم اس اسلامی فلسفے اور ثقافت کے پیروکار ہیں، جس میں اسلام کا حقیقی روپ ظاہر ہوتا ہے۔

(i) ایک ایسے مذہب کے ذریعے جس میں خواتین اور اقلیتوں سے کوئی امتیازی سلوک نہیں ہوتا۔

(ii) ایک ایسے مذہب کے ذریعے جس میں آزادئ اظہار' آزادئ اجتماع، انتخاب اور آزادئ عبادت جیسے بنیادی حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔

(iii) ایسا مذہب جو انقلاب کا مظہر ہے' جس میں پہلی مرتبہ عورت کو طلاق' مہر اور بچے کی نگہداشت کا حق دیا گیا۔

(iv) مساوات پر مبنی ایک ایسا مذہب جس میں کمزور اور مظلوم طبقہ کو تحفظ اور سلامتی کی ضمانت دی گئی۔

(v) روایتی رواداری پر مبنی ایک ایسا مذہب جو حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام پیغمبروں سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو تسلیم کرتا ہے اور تعظیم دیتا ہے اور سب کی تعظیم کرتا ہے۔

(vi) آزادی کا مذہب' جو انسان کو غربت پسماندگی' جہالت' مذہبی تعصبات' بدعت' بیماری اور ظلم سے نجات دلاتا ہے پاکستان پیپلز پارٹی عہد کرتی ہے کہ:۔

(۱) کشمیر سے فلسطین اور بوسنیا تک مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کیا جائے گا۔

(۲) ہم افریقہ' عرب اور ایشیائی ممالک کے مسلمان دانشوروں سے رابطے بڑھا کر روشن خیالی مسلمانوں کی فکر کو آگے بڑھائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) ہم تمام مسلمان ملکوں کی خواتین پر مشتمل ایک تنظیم قائم کریں گے' جس کو ایک ادارہ کی حیثیت حاصل ہوگی۔

(۴) پاکستان میں اسلامی فکر کی ترویج کے لیے اور تحقیقی اداروں کے قیام میں مصروف تمام غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کی مدد کریں گے۔

(۵) ان تمام قوانین کی منسوخی اور اصلاح کے لیے ہم آئینی اکثریت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے' جو امتیاز کی بنیاد پر بنائے گئے ہیں' یا پھر ان کی وجہ سے پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ مجروح ہوتا ہے۔

نسلی فرقہ واریت یا قومی اتحاد:۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات کے دوران پیپلز پارٹی (مسٹر ذوالفقار علی بھٹو) کے خلاف ملک کی اہم سیاسی جماعتوں نے ایک متحدہ قومی محاذ بنالیا تھا۔ ابھی بھٹو اور قومی محاذ میں کوئی فیصلہ طے نہ ہونے پایا تھا کہ جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا۔ پیپلز پارٹی متحدہ قومی محاذ اور مارشل لاء کو "کالی قوتیں" قرار دیتے ہوئے اعلان کرتی ہے کہ:۔

"ظلم کی وہ کالی قوتیں' جو اس ملک پر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو نازل ہوئیں' انہوں نے ہماری قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قوم کے اتحاد کے درپے ان قوتوں سے اس الیکشن (۱۹۹۳ء) کو بچانا ہمارا فرض اولین ہے۔"

پیپلز پارٹی کے رہنما اعلان کرتے ہیں کہ:۔

(۱) ہم نسلی' لسانی' فرقہ واریت کی قوتوں کو رد کرتے ہیں۔

(۲) ہم "جاگ پنجابی جاگ" سندھو دیش' آزاد بلوچستان' عظیم پختونستان اور مہاجر قوم جیسے نعروں کو مسترد کرتے ہیں۔

(۳) ہم تمام نسلی گروہوں کے مظلوم اور پسماندہ عوام اور کارکنوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

(۴) ہماری جڑیں پنجابی' سندھی' پختون' بلوچ' مہاجر اور سرائیکی سمیت پاکستان کے تمام عوام میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(۵) ہم سب کے لیے انصاف' مساوات اور وفاق میں نمائندگی چاہتے ہیں۔

ڈھانچے میں تبدیلیاں:۔

پاکستان پیپلز پارٹی عالمی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ آج عدم استحکام کی وبا پوری دُنیا میں پھیل چکی ہے' جغرافیائی حدود تبدیل ہو رہی ہیں' نقشے بن رہے ہیں' نئے سرے سے حدود کا تعین ہو رہا ہے' کمیونزم کی ناکامی اور سرد جنگ کے خاتمہ سے نظریاتی جدوجہد پس منظر میں چلی گئی ہے نسلی اور فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے والی طاقتوں نے معاشروں اور ملکوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے اور یہ نسل پرست بھوک' بیماری اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیروزگاری سے بدحال اور پریشان لوگوں کو ان کے مسائل کے حل کے لیے آزاد سندھ، عظیم پنجاب، مہاجر قوم، پختونستان اور بلوچ ریاست کے قیام کے خواب دکھا رہے ہیں... پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ "یہ نعرے دینے والے لوگ عوام کے ہمدرد نہیں۔"

پاکستان پیپلز پارٹی حکومتی ڈھانچے میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں لانے کی خواہاں ہے:۔

(۱) صوبائی حکومتیں یک طرفہ طور پر بلدیاتی ادارے توڑنے کی ہرگز مجاز نہیں ہوں گی اور ایک متوازن تقسیم اختیارات کے تصور کو اجاگر کیا جائے گا۔

(۲) بلدیاتی ادارے اپنی گرانٹس ان ایڈ اور بلدیاتی فنڈز کا صرف ایک چوتھائی حصہ غیر ترقیاتی شعبے (تنخواہوں وغیرہ) میں خرچ کر سکیں گے۔ باقی فنڈز ترقیاتی کاموں پر صرف ہوں گے۔ ہر کونسلر کو اپنے علاقہ کی ترقی کے لیے اس کا جائز حصہ ملے گا۔ بلدیاتی رقوم کا زیادہ تر حصہ پانی کی فراہمی سیوریج، حفظانِ صحت، سڑکوں کی تعمیر اور عوامی مفاد کے دوسرے کاموں میں خرچ ہو گا۔

(۳) عشر کی وصولی کا نظام بہتر بنایا جائے گا۔ اندازہ ہے کہ اس مد سے چار ارب روپے سے زائد رقم وصول ہو سکتی ہے اس میں سے آدھی صوبائی حکومت کو اور آدھی بلدیاتی اداروں کو ملے گی۔

(۴) صوبوں کے وسائل میں سے ہر صوبائی حکومت صرف تیس فیصد اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی مجاز ہو گی۔ بقایا ستر فیصد فنڈ تمام اضلاع میں مساوی بنیادوں پر خرچ ہو گا۔

(۵) صوبائی حکومتوں اور بلدیاتی اداروں کا باقاعدہ آڈٹ ہو گا تاکہ سیاسی بنیادوں پر قرضے معاف نہ کرائے جا سکیں نئی حکومت اس طرح کی رشوت اور بدعنوانیوں کا سراغ لگانے کے لیے تمام صوبائی حکومتوں اور بلدیاتی اداروں کی 1985 سے تحقیقات کرائے گی۔ جس بلدیاتی ادارے میں بدعنوانی کا سراغ ملا اُسے توڑ دیا جائے گا۔ بدعنوان کو چور سمجھا جائے گا۔ غبن شدہ یا خورد بُرد کی ہوئی رقوم کو ہر قیمت پر واپس لیا جائے گا۔

منصفانہ انتخابی نظام:۔

پیپلز پارٹی کا دعویٰ ہے کہ منصفانہ اور آزادانہ انتخاب اس کی اصلاحات کے پیکج کا بنیادی جزو ہے آزادانہ انتخابات صرف کاغذوں پر موجود سخت قوانین کے ذریعے ہی ممکن نہیں ہوتے بلکہ مختلف سطح پر اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ یہ قانون ہر صورت میں نافذ العمل ہو۔

الیکشن کمیشن:۔

الیکشن کمیشن کی تشکیل کے ضمن میں پیپلز پارٹی کی تجویز ہے کہ:۔

(۱) چیف الیکشن کمشنر کی نامزدگی قومی اسمبلی میں قائد ایوان وزیراعظم اور قائد حزب اختلاف کے باہمی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مشورے سے سپریم کورٹ کے ججوں میں سے کریں گے۔

(۲) حکومت اور حزب اختلاف ہائی کورٹوں کے ججوں میں سے ایک ایک کو الیکشن کمیشن کا رکن نامزد کریں گی۔

(۳) الیکشن کمیشن سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کی منظوری بالترتیب قائد الوان اور قائد حزب اختلاف کے مشورے اور منظوری سے کرے گا۔

(۴) الیکشن سے متعلقہ قوانین کو مضبوط اور بہتر بنانے کے لیے ایک کمیشن قائم کیا جائے گا' جو اپنی سفارشات تین ماہ کے اندر اندر مرتب کرے گا۔

لسٹ سسٹم:۔

ہماری پارلیمنٹ میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی بالادستی اور اجارہ داری ہے' جن سے قانون سازی کا کام متاثر ہوتا ہے۔ اس طرح عوام کے حقیقی نمائندے سامنے نہیں آتے اس خرابی کو دور کرنے کے لیے پیپلز پارٹی ''لسٹ سسٹم'' اپنانا چاہتی ہے' جس کے تحت براہ راست منتخب لوگوں کے علاوہ بھی اسمبلی میں مزید اضافی نشستیں مختص کی جائیں گی۔ ان اضافی نشستوں پر نمائندوں کی نامزدگی عام انتخابات میں کسی بھی سیاسی جماعت کے حاصل شدہ ووٹوں کی شرح تناسب کی بنیاد پر کی جائے گی۔ اس نئے سسٹم کے تحت وفاقی اور صوبائی سطح پر دونوں کی کم از کم شرح کا تعین کیا جائے گا' جو اسمبلیوں میں اضافی نشستیں لینے کے لیے ہر سیاسی پارٹی کے انتخابات میں حاصل کرنا لازمی ہوگا۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ مذکورہ سسٹم کے تحت سب سے زیادہ پیپلز پارٹی ہی متاثر ہوگی' کیونکہ وہ انتخابات میں سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرتی ہے' لیکن پارٹی یہ قربانی قوم کے وسیع تر مفاد میں دینے کے لیے تیار ہے۔

ووٹر کی عمر:۔

ووٹر کی عمر اکیس سال سے کم کر کے اٹھارہ سال کر دی جائے گی۔

مشترکہ انتخابی نظام:

پاکستان پیپلز پارٹی کا پروگرام ہے کہ ملک سے مذہبی امتیاز اور اقلیتوں کو انتخابی عمل میں مؤثر نمائندگی دینے کے لیے مشترکہ انتخابی نظام متعارف کرایا جائے گا۔

سٹاف کی ضرورت:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کو ان کی مدد کے لیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سٹاف مہیا کیا جائے گا۔

پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی ''پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ'' کو مؤثر بنانے کی خواہاں ہے' تاکہ فلور کراسنگ اور ہارس ٹریڈنگ کا خاتمہ ہو سکے۔ اس کا کہنا ہے کہ انتخابات کے بعد کسی پارٹی کے پارلیمانی لیڈر کے خط پر اس کی پارٹی کا کوئی منتخب لیڈر خود بخود نااہل قرار دے دیا جائے گا۔

شناختی کارڈ:۔

پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ انتخابات اور پولنگ کے لیے شناختی کارڈ کا استعمال ختم کر دیا جائے گا۔

حزب اختلاف کے لیے مراعات کا اعلان:۔

پاکستان پیپلز پارٹی حزب اختلاف کے لیے مراعات تجویز کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:

(ا) قائد حزب اختلاف کو وفاقی وزیر کے برابر تنخواہ' مراعات اور پروٹوکول دیا جائے گا۔

(۲) ڈپٹی اپوزیشن لیڈر کو وزیر مملکت کا درجہ' تنخواہ اور مراعات حاصل ہوں گی۔

ایسی مراعات صوبائی اسمبلیوں میں اپوزیشن لیڈر اور ڈپٹی لیڈر کو بھی دی جائیں گی۔

صدر' وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے درمیان اختیارات کا تعین:

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ اگر وہ برسرِ اقتدار آ گئی تو:

(ا) صدر کا پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار ختم کر دیا جائے گا۔

(۲) پارلیمنٹ کا اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے کا تشخص بحال کرایا جائے گا۔

(۳) آئین میں مشترکہ ذمہ داریوں کی فہرست پر نظر ثانی کی جائے گی۔

(۴) کسی وفاقی' صوبائی یا بلدیاتی حکومت کی طرف سے ایک دوسرے کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش' یہ بنیاد فراہم کرے گی کہ متعلقہ حکومت کو مناسب عدالتی طریقۂ کار کے بعد برطرف کیا جائے۔

(۵) صدر' سینٹ' اسمبلیوں' بلدیاتی اداروں اور گورنروں سمیت ہر سطح پر تمام عہدوں کی مدت چار سال ہو گی۔

(۶) صدر کو مسلح افراد کے سربراہوں کے تقرر کا حق حاصل ہو گا' مگر اسے اسمبلیوں کی برطرفی کا حق حاصل نہیں ہو گا' نہ ہی اس سے گورنر یا اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی تقرری کے مسئلہ پر مشورہ لیا جائے گا۔

پیپلز پارٹی اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ:

''تمام اختیارات کا مالک خدائے بزرگ و برتر ہے اور ملکی اقتدار اللہ تعالیٰ ذات باری ہے۔ مخلوق خدا صرف ان اختیارات کی امین ہے اور پارلیمنٹ صرف اور صرف اللہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعالیٰ کے ان امینوں کا ادارہ ہے.... پارلیمنٹ کا تقدس اس خدائی امر کا تقدس ہے' جس کا اظہار بیلٹ باکس کے ذریعے کیا جاتا ہے۔"

نیا ضابطہٴ اخلاق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ نئے پارلیمانی ضابطہٴ اخلاق کی بنیاد مندرجہ ذیل نکات پر ہوگی:۔

(۱) ہر وزیر کسی بھی نیشنلائزڈ بنک سے قرضہ لینے کے حق سے دستبرداری کا اعلان کرے گا۔

(۲) ہر ایم این اے اور ایم پی اے اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اس کے عزیز و اقارب نوکریاں لینے کے لیے وفاقی' صوبائی یا لوکل سروس کمیشن کو رجوع کریں گے۔

(۳) ہر رکن قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی سیکرٹریٹ کو خفیہ رپورٹ کے ذریعے اپنے اثاثوں اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرے گا۔

(۴) ایک قانون بنایا جائے گا' جس کے تحت صدر' چیف جسٹس' اعلیٰ عدالتوں کے ججوں' اعلیٰ سرکاری حکام' ارکان سینٹ' ممبران قومی وصوبائی اسمبلی سب کے لیے سالانہ اپنے انکم ٹیکس اور دولت کے گوشواروں کا اعلان کرنا لازمی ہوگا۔ اگر وہ ٹیکس ادا کرنے والے گروپ سے تعلق رکھتے ہوں تو اپنے اسمبلی سیکرٹریٹ یا کسی نامزد اتھارٹی کو اپنے اثاثوں کے بارے میں مطلع کریں گے۔

(۵) ہر وزیر کے لیے ہر ماہ چاروں صوبوں کا ایک ایک مرتبہ دورہ کرنا لازمی ہوگا تا کہ وہ عوام سے مل کر ان کے مسائل حل کر سکے۔

(۶) کوئی وزیر' ایم این اے یا ایم پی اے حکومت کو یہ ڈکٹیٹ کرانے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اس کے علاقہ میں ایس پی یا ڈی سی کا تقرر اس کی خواہش اور سفارش کی بنیاد پر ہو۔

(۷) بیوروکریسی ہر وزیر' ایم این اے اور ایم پی اے کو ان کا جائز احترام دے گی۔

(۸) ارکان پارلیمنٹ کی تنخواہ اور مراعات سب سے زیادہ تنخواہ پانے والے سول سرونٹ سے دس فیصد زیادہ ہوں گی۔

(۹) صدر' وزیراعظم' وفاقی وزرا' وزرائے مملکت اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی تنخواہوں اور مراعات کی درجہ کی جائے گی۔

ملک کی اندرونی سلامتی کے معاملات کا مجوزہ حل:۔

پاکستان پیپلز پارٹی سمجھتی ہے کہ کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے فیصلوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے ایک ادارے کا قیام ضروری ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسا طریقہ کار تلاش کیا جائے کہ آئین سے ماورا اقدامات کیے بغیر ہی کمیٹی کے اندر ہی مختلف امور پر ہونے والے اختلافات کو ختم کیا جا سکے۔ کابینہ کی دفاعی کمیٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کابینہ کی ہی ایک کمیٹی ہوگی' جس کے لیے کسی آئینی شق یا کردار کی ضرورت نہیں ہوگی۔

عدلیہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے نزدیک شہریوں کے حقوق کے تحفظ' امن وامان کے قیام اور جمہوریت کی بقا کے لیے ایک آزاد عدلیہ انتہائی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نمائندہ عدلیہ کا وجود بھی ضروری ہے' تا کہ اس کے ذریعے سے وفاق کی تمام اکائیاں اپنی اپنی شناخت کر سکیں۔ علاوہ ازیں اعلیٰ عدالتوں میں تقرریوں کے طریق کار پر نظر ثانی کی بھی ضرورت ہے مذکورہ مقاصد کے لیے پیپلز پارٹی کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) چیف جسٹس آف پاکستان کا تقرر صدر وزیر اعظم کی سفارش پر کرے گا۔

(۲) سپریم کورٹ صوبوں میں اپنے بنچ قائم کرے گی تا کہ لوگوں کو حصول انصاف میں آسانی ہو۔

(۳) صوبوں میں عدلیہ تمام ڈویژنوں میں بنچ قائم کرے گی۔

(۴) توہین عدالت کے قانون خصوصاً دفعہ ۶۸ میں ترمیم کی جائے گی تا کہ پارلیمنٹ ججوں کے عدالتی رویہ پر بحث کر سکے۔

(۵) جب ایک فیصلہ سنا دیا جائے گا تو اس کی حیثیت عوامی ملکیت کی ہو جائے گی۔

نجی و سرکاری اشتراک (PUBLIC PRIVATE PARTNERSHIP)

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ:۔

''پرائیویٹ سیکٹر خصوصاً چھوٹے تاجروں کی ترقی کے لیے ہم ''پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ'' کے ذریعے کاروبار کا ایک متحرک انقلابی تصور پیش کر رہے ہیں' جس کے تحت اگر نجی شعبے کا کوئی صنعت کار اقتصادی طور پر فائدہ مند منصوبہ شروع کرنا چاہے گا تو حکومت ان کی طرف سے لگائے گئے سرمایہ کے برابر رقم اس منصوبے میں لگائے گی۔ اس اسکیم کا اعلان پہلے سے جاری نجی سرمایہ کاروں کے ان منصوبوں پر ہوگا جو توسیع چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہیں سرمایہ درکار ہے۔''

اقتصادی پالیسی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی اولین ترجیح یہ ہوگی کہ نئے سماجی معاہدہ کی روشنی میں اقتصادی شعبے کی آزادی اور مالی ذمہ داری کے وسائل کو اس انداز سے آگے بڑھایا جائے کہ اس میں مقامی سطح کے منتخب اداروں کو اختیارات تفویض ہو سکیں اور ان میں خود سماجی ذمہ داری کا شعور بھی پیدا ہو سکے۔

ڈی ریگولیشن:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی سابقہ حکومت کے دوران اقتصادی ڈی ریگولیشن کا سلسلہ شروع کیا تھا'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسے وہ آئندہ بھی جاری رکھنا چاہتی ہے۔ اسی طرح زر مبادلہ کی برلائزیشن اور سرمایہ کاری پر حکومتی کنٹرول کو ماضی میں پیپلز پارٹی نے متعارف کرایا تھا۔ پیپلز پارٹی آئندہ بھی یہ پالیسی جاری رکھے گی۔

نجی شعبے کے لیے اور بڑا کردار:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نجی شعبے کی مزید حوصلہ افزائی کرے گی اور بڑے صنعت کاروں سمیت ہر شخص کو اس میدان میں آنے کے لیے یکساں مواقع فراہم کرے گی۔ نیز ٹیکسوں کی ادائیگی اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

جدید معاشرہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی ایک جدید معاشرہ کی تشکیل کے لیے قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائے گی' اجارہ داری کو ختم کرے گی اور دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکے گی۔ وہ سرکاری یونٹوں کی ملکیت کی تبدیلی کے بجائے پیداواری اثاثوں کو نجی شعبے میں منتقل کرنے کے لیے ایک انقلابی سکیم بنائے گی اور سرکاری صنعتی یونٹوں کی فروخت شفاف اقتصادی اور سماجی مقاصد کی حامل منصوبہ بندی کے تحت کی جائے گی۔

متوازن ترقی۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کی پہلی ترجیح یہ ہوگی کہ بجٹ کے خسارے پر قابو پایا جائے' جس کے لیے اخراجات میں کمی اور وسائل میں اضافے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

مالی باقاعدگی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی افراط زر کی شرح کو قابلِ برداشت حد میں واپس لائے گی اور ملک کے معاشی استحکام کے لیے شرح سود اور افراط زر کو اتنا کم کردے گی کہ متوازن ترقی کا مقصد حاصل ہو سکے۔

ٹیکس اصلاحات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی ٹیکسوں کے نظام میں تبدیلی لانے کی خواہاں ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ضروری سمجھتی ہے کہ ٹیکس کے موجودہ قوانین کو آسان بنایا جائے اور ٹیکسوں کی وصولی کے نظام کو موثر بنایا جائے۔ پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ٹیکس کی شرح کو کم کر کے اس کی بنیاد کو وسیع کیا جا سکتا ہے۔

میکرو اکنامک پالیسی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ معاشی استحکام کے لیے فوری نوعیت کے اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ سخت قسم کے مالی اقدامات کے ذریعے ایکس چینج ریٹ کا تحفظ کیا جانا چاہیے۔ اس کو یقین ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صرف اصولی مالی اقدامات اور نجی شعبے کو متحرک کر کے ہی ہم اپنی معیشت کو ترقی کی شاہراہ پر لا سکتے ہیں۔

نجکاری:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال کہ نجکاری کا عمل سماجی اور اقتصادی پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر آگے بڑھانا چاہیے اور نجکاری میں ملکیت کو وسیع بنیاد پر قائم کرنا چاہیے تاکہ نجکاری سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد بڑھ سکے۔ پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ نجکاری کے عمل میں فروخت کیے جانے والے یونٹوں کے کارکنوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی۔

بجلی، پانی اور توانائی کے شعبے کی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی بجلی، پانی اور توانائی کے شعبوں کی ترقی کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرے گی۔

توانائی پالیسی کے مقاصد:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی توانائی پالیسی کے مقاصد حسب ذیل ہوں گے:۔

(۱) لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ کر کے زراعت، صنعت اور نجی ضروریات کے لیے بجلی کی مناسب فراہمی

(۲) توانائی کی فراہمی اور اس سے متعلقہ دیگر سروسز تک آسان رسائی

(۳) توانائی کے شعبے میں افرادی قوت کا بہتر انتظام و انصرام

(۴) سرکاری شعبے سے بوجھ کم کر کے بجلی کی پیداوار میں نجی شعبے کی حوصلہ افزائی

توانائی، ترقی کی پالیسی کی کسوٹی:۔

بجلی کی پیداوار میں اضافے کے لیے مقامی ذرائع سے حاصل ہونے والے ایندھن سے کام کرنے والے پلانٹ چلائے جائیں گے اور ہائیڈل پاور کے شعبے کو بھی ترقی دی جائے گی۔ توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا گیا ہے، جس کے اہم نکات یہ ہیں:۔

(۱) توانائی کے شعبے کو درپیش رکاوٹوں کو دور کرنا

(۲) لوڈ مینجمنٹ

(۳) توانائی کی تقسیم کے نظام کی تشکیل نو کر کے بجلی کے ضیاع کو روکنا

(۴) بجلی کی پیداوار میں اضافے کے اقدامات

(۵) کوئلے، تیل اور ہائیڈل وسائل کی تیزی سے ترقی

(۶) ملک میں تیل صاف کرنے کی گنجائش میں فوری اضافہ

(۷) توانائی کے شعبے کے بنیادی ڈھانچہ کی ترقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) توانائی کے شعبے میں مصروف کار افرادی قوت کی تربیت
(۹) بجلی کی پیداوار کے لیے مقامی طور پر پاور پلانٹوں اور آلات کی تیاری
(۱۰) توانائی کی بچت کی سکیمیں

زرعی پالیسی اور اصلاحات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی زرعی پالیسی کا مقصد کم از کم سات فیصد سالانہ شرح کی ترقی کا حصول ہوگا' جبکہ زرعی شعبہ کو ایک منافع بخش کاروبار بنا کر اسے صنعت کا درجہ دیا جائے گا اور صرف پانچ سال کے اندر ملک کو غذائی شعبہ میں خود کفیل بنا دیا جائے گا۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے پیپلز پارٹی کی حکومت درج ذیل اقدامات کرے گی:

(۱) زرعی اجناس کی قیمتوں کے تعین کے لیے ایسا طریق کار اپنانا' جس سے کاشتکار کو اپنی محنت کا پورا معاوضہ مل سکے گا اور وہ اپنے معیار زندگی کو بہتر بنا سکے گا۔
(۲) سیم اور تھور کے خاتمہ کے لیے جاری منصوبوں کی ترجیحی بنیادوں پر تکمیل۔
(۳) پانی کے ذخائر کی ترقی' پانی کی فراہمی کے انتظامات کی بہتری اور پانی کے وسائل کی ترقی کے لیے مختص فنڈز میں اضافہ۔
(۴) چاروں صوبوں میں فالتو اور ناکارہ زمین کو زیرِ کاشت لانے کے لیے ماسٹر پلان کی تیاری' سیم و تھور کا خاتمہ' پانی کی فراہمی کی بہتری' زرعی شعبے پر انحصار کرنے والی صنعتوں کا فروغ۔
(۵) دیہی بنیادی ڈھانچا اور مارکیٹنگ کے نظام کی بہتری' دیہات کو رابطہ سڑکوں کے ذریعے بڑی شاہراہوں سے منسلک کرنا اور انہیں پانی' ٹیلیفون اور بجلی کی فراہمی' کھیتوں سے مارکیٹ تک سڑکوں کے نظام کا فروغ۔
(۶) کاشتکاروں کو آسان شرح سود پر قرضوں کا اجراء اور کسان بنکوں کا قیام۔
(۷) تمام قابلِ کاشت سرکاری زمین کو پورے مالکانہ حقوق کے ساتھ مقامی کسانوں میں تقسیم کرنا' سرکاری زمین پر کاشت کرنے والے کسانوں کو مالکانہ حقوق دینا۔ غیر قانونی قبضہ میں زمین کو واپس لے کر کسانوں میں تقسیم کرنا۔ زرعی ترقی کے مقاصد کے لیے بنائی گئی کوآپریٹو اور پبلک لمیٹڈ کمپنیوں پر زمین کی حد کی کوئی پابندی نہ ہوگی۔
(۸) زرعی شعبے میں کوآپریٹو اور کارپوریٹ کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔
(۹) بیجوں' کھاد' زرعی ادویات' زمین کے سروے اور پانی کی تقسیم کا انتظام کرنے کے لیے تحقیقی سرگرمیوں میں اضافہ' زرعی تحقیق کے شعبہ میں نجی شعبے اور غیر حکومتی تنظیموں کی حوصلہ افزائی۔
(۱۰) کھاد' بیج اور کیڑے مار ادویات کی فراہمی کو مناسب قیمت پر یقینی بنانا اور ان اشیاء میں ملاوٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روکنے کے لیے قانون سازی۔

(۱۱) مال مویشی اور ماہی پروری پر خصوصی توجہ اور ان شعبوں کی ترقی کے لیے آسان قرضے دینا۔

(۱۲) فصلوں کی انشورنس کا نظام متعارف کرانا۔

(۱۳) قیمتوں کا نظام بہتر بنانا اور ملک سے گھی، گندم اور آٹے کی سمگلنگ کو روکنا۔

(۱۴) سبزیوں اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کولڈ سٹوریج کی سہولتوں میں اضافہ کے لیے آسان قرضے اہم کرنا۔

(۱۵) سالانہ ترقیاتی پروگرام میں زرعی اور آبپاشی کے شعبوں کے لیے فنڈز مختص کرنا۔

(۱۶) کاشتکاروں کو اپنی اجناس کی قیمت وصول کرنے کے ضمن میں مشکلات کو دور کرنا۔

(۱۷) کاشتکاروں کو اپنی املاک آسانی سے منتقل کرنے کے سلسلہ میں مؤثر اقدامات۔

(۱۸) کاشتکاروں کی سہولت کے لیے زرعی اجناس کی برآمد پر عائد ٹیکسوں کا جائزہ لینا۔

دیہی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی تمام لوگوں کے معیار زندگی کو یکساں بہتر بنانے کے لیے دیہی ترقی کے سلسلے میں اپنی پالیسی مندرجہ ذیل نکات پر مرتب کرنا چاہتی ہے۔

(۱) دیہی ترقی کے لیے مناسب مالی وسائل کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

(۲) دیہی علاقوں کو شہروں ہی کی طرح صحت، تعلیم، بجلی، پانی، سیوریج، سڑکوں اور دیگر ضروریات فراہمی

(۳) زرعی شعبے کی ترقی کے لیے چھوٹے قرضوں کی سکیم کو فروغ دینا، مشینری اور بیجوں کے لیے آسان قرضے، چھوٹی زرعی صنعتوں کے لیے بنکوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے رہنمائی فراہم کرنا۔

(۴) زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے جدید سہولیات متعارف کرانا، جدید مارکیٹنگ کے نظام کو متعارف کرانا۔

(۵) دیہی علاقوں میں تمام لوگوں کے لیے مساوی اور خواتین کی تعلیم کے لیے اقدامات کرنا۔

(۶) کاشتکار اور مزدور جن جگہوں پر رہ رہے ہیں وہ ان کو مالکانہ حقوق پر الاٹ کرنا۔

(۷) عام سول اخلاقی اور مالی معاملات کے کیسوں کو نمٹانے کے لیے یونین کونسل کے منتخب افراد پر مشتمل دیہی عدالتیں بنانا۔

(۸) عدالتوں کی مدد سے دیہی پولیس تشکیل دینا جس کا کنٹرول مقامی یونین کونسلوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

(۹) دیہاتی سکولوں اور صحت کے مراکز کو یونین کونسلوں کی تحویل میں دینا۔

(۱۰) یونین کونسلوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے تعاون سے کھیلوں، ثقافتی سرگرمیوں اور میلوں کا انعقاد

(۱۱) دیہی ترقی کی تمام سکیموں میں مرکز کی اجارہ داری کا خاتمہ اور انہیں مقامی یونین کونسلوں اور منتخب اداروں کی تحویل میں دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روکنے کے لیے قانون سازی۔

(۱۱) مال مویشی اور ماہی پروری پر خصوصی توجہ اور ان شعبوں کی ترقی کے لیے آسان قرضے دینا۔

(۱۲) فصلوں کی انشورنس کا نظام متعارف کرانا۔

(۱۳) قیمتوں کا نظام بہتر بنانا اور ملک سے گھی' گندم اور آٹے کی سمگلنگ کو روکنا۔

(۱۴) سبزیوں اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کولڈ سٹوریج کی سہولتوں میں اضافہ کے لیے آسان قرضے اہم کرنا۔

(۱۵) سالانہ ترقیاتی پروگرام میں زرعی اور آبپاشی کے شعبوں کے لیے فنڈز مختص کرنا۔

(۱۶) کاشتکاروں کو اپنی اجناس کی قیمت وصول کرنے کے ضمن میں مشکلات کو دور کرنا۔

(۱۷) کاشتکاروں کو اپنی املاک آسانی سے منتقل کرنے کے سلسلہ میں مؤثر اقدامات۔

(۱۸) کاشتکاروں کی سہولت کے لیے زرعی اجناس کی برآمد پر عائد ٹیکسوں کا جائزہ لینا۔

دیہی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی تمام لوگوں کے معیار زندگی کو یکساں بہتر بنانے کے لیے دیہی ترقی کے سلسلے میں اپنی پالیسی مندرجہ ذیل نکات پر مرتب کرنا چاہتی ہے۔

(۱) دیہی ترقی کے لیے مناسب مالی وسائل کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

(۲) دیہی علاقوں کو شہروں ہی کی طرح صحت' تعلیم' بجلی' پانی' سیوریج' سڑکوں اور دیگر ضروریات فراہمی

(۳) زرعی شعبے کی ترقی کے لیے چھوٹے قرضوں کی سکیم کو فروغ دینا' مشینری اور بیجوں کے لیے آسان قرضے' چھوٹی زرعی صنعتوں کے لیے بنکوں اور کوآپریٹو سوسائیٹوں کے ذریعے رہنمائی فراہم کرنا۔

(۴) زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے جدید سہولیات متعارف کرانا' جدید مارکیٹنگ کے نظام کو متعارف کرانا۔

(۵) دیہی علاقوں میں تمام لوگوں کے لیے مساوی اور خواتین کی تعلیم کے لیے اقدامات کرنا۔

(۶) کاشتکار اور مزدور جن جگہوں پر رہ رہے ہیں وہ ان کو مالکانہ حقوق پر الاٹ کرنا۔

(۷) عام سول اخلاقی اور مالی معاملات کے کیسوں کو نمٹانے کے لیے یونین کونسل کے منتخب افراد پر مشتمل دیہی عدالتیں بنانا۔

(۸) عدالتوں کی مدد سے دیہی پولیس تشکیل دینا جس کا کنٹرول مقامی یونین کونسلوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

(۹) دیہاتی سکولوں اور صحت کے مراکز کو یونین کونسلوں کی تحویل میں دینا۔

(۱۰) یونین کونسلوں اور کوآپریٹو سوسائیٹوں کے تعاون سے کھیلوں' ثقافتی سرگرمیوں اور میلوں کا انعقاد

(۱۱) دیہی ترقی کی تمام سکیموں میں مرکز کی اجارہ داری کا خاتمہ اور انہیں مقامی یونین کونسلوں اور منتخب اداروں کی تحویل میں دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صنعتی پالیسی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی صنعتی پالیسی مندرجہ ذیل اصولوں پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) قانونی طور پر کی گئی مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کا تحفظ

(۲) دفاع کے کچھ حساس شعبوں کے علاوہ کسی بھی سیکٹر میں نجی سرمایہ کاری کی اجازت

(۳) صنعتوں کے قیام و انتظام میں حکومتی کردار کو بتدریج کم کرنا اور نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی شعبوں میں سرمایہ کاری کا جاری رہنا' سرکاری و نجی شراکت کے مخلوط معاشی نظام پر کاربند رہنا۔

(۴) تمام شعبوں میں متوازن صنعتی ترقی کے لیے اقدامات کرنا' دیہی علاقوں میں صنعتی ترقی پر خصوصی توجہ دینا۔

(۵) کپڑے اور شوگر ملوں کے ساتھ ساتھ ہیوی انجینئرنگ اور جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینا اور ٹکسٹائل برآمدات کو فروغ دینا۔

(۶) سرمایہ کاری میں فروغ کے لیے بینکوں کی شرح سود پر نظر ثانی کرنا۔

(۷) چھوٹے سرمایہ کاروں اور ہنر مندوں کو صنعتوں کے قیام کے لیے مالی وسائل مہیا کرنا

(۸) چھوٹی فیکٹریوں اور ورکشاپوں کی حوصلہ افزائی اور ان کو مالی وسائل فراہم کرنے کے لیے خصوصی بنکوں کا قیام۔

(۹) نچلے طبقوں کو چھوٹے قرضوں کی فراہمی' بنگلہ دیش کی طرز پر بنک بنانا جو مقامی صنعتکاروں اور کاروباری لوگوں کو مالی امداد فراہم کریں گے۔

(۱۰) بیرونی سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں اور تجارتی اداروں کے اشتراک سے منصوبے شروع کرنا۔

(۱۱) برآمدات پر مبنی صنعتوں کے قیام کو ترجیح دینا۔

(۱۲) نجی صنعتوں میں ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے شعبوں کے قیام کو لازمی قرار دینا۔

(۱۳) دیوالیہ اور بیمار صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لیے ایک خصوصی کارپوریشن کا قیام

(۱۴) مقامی صنعتوں کو تحفظ دینے کے لیے اسمگلنگ کی روک تھام۔

(۱۵) انٹرنیشنل اور ملٹی نیشنل اداروں کے اشتراک سے سرمایہ کاری کو فروغ اور صنعتوں کے قیام کی کوششیں۔

(۱۶) بڑے شہروں کے بجائے ملک کے دیگر علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لیے بنیادی ڈھانچہ کی فراہمی' توانائی اور مواصلات کی سہولیات مہیا کرنا۔

(۱۷) نجی شعبہ میں مقابلہ کی فضا پیدا کرنے کے لیے قیمتوں پر حکومت کے کنٹرول کو کم کرنا۔ برآمدات میں اضافہ کے لیے نجی شعبہ کو مزید مراعات دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے روزگاری کا خاتمہ:

بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے پیپلز پارٹی کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) صنعتی اور زرعی منصوبوں کو ترقی دینا۔ دیہی علاقوں میں چھوٹی اور درمیانے درجہ کی صنعتوں کا قیام۔

(۲) دیہی صنعتوں اور بنیادی ڈھانچا کے فروغ میں مقامی منتخب نمائندوں اور یونین کونسلوں کا کردار بڑھانا۔

(۳) زکوٰۃ فنڈ کے ذریعے انشورنس کا نظام متعارف کرانا۔

(۴) زرعی اور صنعتی شعبوں میں تربیت یافتہ قوت کے حصول کے لیے سرکاری نجی شعبہ میں سہولیات فراہم کرنا۔

(۵) روزگار کی فراہمی کے لیے غیر سرکاری تنظیموں اور دیگر مقامی گروپوں کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی۔

(۶) ہر سال نجی اور سرکاری شعبے میں روزگار کے لیے پانچ لاکھ روپے مہیا کرنا۔

لیبر پالیسی اور اصلاحات:

پاکستان پیپلز پارٹی اپنے ہر منصوبے کے ذریعے کارکنوں کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کی خواہاں ہے۔ ماضی میں جو لیبر پالیسی پیپلز پارٹی نے بنائی تھی' اس پر نظر ثانی کرنے کے بعد وہ اسے فوری طور پر نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ برسرِ اقتدار آنے پر وہ تمام لیبر قوانین پر نظر ثانی کرے گی۔ وہ ٹریڈ یونین پر کوئی پابندی نہیں لگائے گی' لیکن پیشہ ور قسم کی ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرے گی۔ اس کا پروگرام ہے کہ کارکنوں کو افراط اور مہنگائی کے اثرات سے بچانے کے لیے ہر سال جولائی میں اجرتوں پر نظر ثانی کی جایا کرے گی۔ نیز کم از کم اجرت کے موجودہ معایر پر بھی نظر ثانی ہوا کرے گی اور اس میں مزدوروں کی ضروریات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ پارٹی ٹھیکیداری نظام' بچوں سے مشقت اور بیگار وخرکاری پر پابندی عائد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پیپلز پارٹی یہ قانون بھی منظور کرانا چاہتی ہے کہ نجی شعبہ کے ادارے اپنے ملازمین کو رہائش اور ان کے بچوں کی تعلیم کی سہولیات فراہم کریں۔ وہ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (ILO) کے تحت مزدوروں کو حاصل شدہ حقوق ومراعات کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہتی ہے۔

غربت کا خاتمہ:

غربت کا خاتمہ پیپلز پارٹی کا ایک اہم ہدف ہے اس سلسلہ میں اس کے مرتب کردہ پروگرام کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) صحت' صفائی اور تعلیم جیسی سہولیات پاکستان کی تمام موجودہ اور نئی بننے والی آبادیوں کو فراہم کرنا اور شہریوں کے لیے رہائش گاہیں قائم کرنا۔

(۲) چھوٹے گھروں کی تعمیر کے لیے آسان شرح پر مالی معاونت' مقامی سڑکوں اور سیوریج وغیرہ کی فراہمی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) کچی آبادیوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنا' رہائشی سہولیات کے لیے ماسٹر پلان تیار کرنا۔

(۴) پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مختص کرنا۔

(۵) مقامی سطح پر دیوانی و فوجداری تنازعات طے کرنے کے لیے "حلقہ عدالتیں" قائم کرنا

(۶) باہر کے علاقوں سے شہروں میں مزدوری کے لیے آنے والوں کے لیے شہر میں سرائے کی طرز پر رہائشی مراکز تعمیر کرنا۔ز

(۷) نجی و سرکاری شعبے میں لوگوں کے لیے ٹرانسپورٹ نظام کو بہتر بنانا۔

(۸) کام کرنے والی ماؤں کے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے بچوں کے "روزانہ نگہداشت مراکز" قائم کرنا۔

(۹) کاریگروں' کاشتکاروں' مزدوروں' خاتون کارکنوں چھوٹے تاجروں اور ہنر مندوں کو اپنا کاروبار بہتر بنانے کے لیے قائم ہونے والے خصوصی بنکوں سے قرضوں کی سہولت فراہم کرنا۔

مواصلات اور بنیادی ڈھانچا کی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی بڑے منصوبوں کے بجائے بنیادی ڈھانچا کی بہتری اور ترقی کے لیے اقدامات کرنے کی خواہاں ہے۔اس کا خیال ہے کہ برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں پشاور کو کراچی سے ملانے والے انڈس ہاؤ وے کو چار سال میں مکمل کیا جا سکتا ہے اور تمام دیہی علاقے رابطہ سڑکوں کے ذریعے مارکیٹوں سے مربوط کیے جا سکتے ہیں۔وہ سڑکوں کے جال میں توسیع اور موجودہ سہولتوں میں بہتری کے لیے ایک ماسٹر پلان بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بین الاضلاعی سڑکوں کو بہتر بنانے پر بھی توجہ صرف کرنا چاہتی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ تمام بڑے شہروں کو دوطرفہ راستوں کے ذریعے منسلک کر دیا جائے گا اور پشاور سے کراچی تک ڈبل لائن کیرج وے بھی جلد از جلد مکمل کر دی جائے گی۔ٹرانسپورٹ کے نظام اور سفری سہولیات کی فراہمی بھی اس کے منصوبہ میں شامل ہے دریائی مواصلات کے ضمن میں وہ نیوی گیشن سسٹم قائم کرنے اور دریائے سندھ کے سمندر میں گرنے کی جگہ پر ایک بندرگاہ تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ ریلوے نظام کو بہتر بنایا جائے گا اور ریلوے کے ہیڈ آفس کو واپس لاہور میں لایا جائے گا۔

ٹیلی مواصلات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی ملک کے دیہی علاقوں میں ٹیلی مواصلات کی ترقی کے لیے ایک پروگرام مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ موجودہ نظام کے بارے میں لوگوں کی شکایات دور کرنے کا بندوبست بھی کیا جائے گا اور دُنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ ٹیلی کمیونیکشن رابطوں کو توسیع دی جائے گی۔

جہاز رانی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی بندرگاہ اور جہاز رانی کی سہولیات کو جدید بنانے کی خواہاں ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترقیاتی رقوم خورد برد کی جا رہی ہیں۔
اشیائے خوردنی میں ملاوٹ ایک کاروبار بن چکا ہے۔
عام شہری پریشان اور مایوس ہے۔
اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔ حکومت عوام کی دہلیز پر ہوگی۔"

پاکستان پیپلز پارٹی کا پروگرام ہے کہ نئے سماجی معاہدے کے ذریعے بلدیاتی اداروں کی از سرِ نو تشکیل کی جائے گی۔ ڈویژنوں کو بتدریج ختم کر دیا جائے گا اور دیہی علاقوں میں حکومت کو نچلی سطح سے متعارف کرا کے براہِ راست حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

نئے سماجی معاہدہ کے پروگرام میں ضلعی حکومت حسب ذیل عہدیداروں پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) ضلعی مقننہ
(۲) ضلعی کونسلر
(۳) گورنر
(۴) کابینہ
(۵) سیکرٹری

ضلعی مقننہ کے ذریعے بلدیاتی اداروں کو مؤثر بنایا جائے گا۔ ضلعی کونسلر اپنا ایک قائدِ ایوان منتخب کریں گے جو "گورنر" کہلائے گا (صوبے کا گورنر، گورنر جنرل کہلائے گا) گورنر ایک کابینہ بنائے گا' تاکہ شہری اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے ان محکموں کا احتساب کر سکیں۔ ڈپٹی کمشنر ضلعی حکومت کا سیکرٹری ہوگا جس طرح صوبے کا چیف سیکرٹری ہوتا ہے۔ کابینہ مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) وزیرِ قانون اس بات کا ذمہ دار ہوگا کہ اس کے ضلع میں عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کی سرگرمی سے پیروی کی جائے اور انصاف کے حصول کو آسان بنایا جائے۔
(۲) وزیر برائے پولیس امور' پولیس کی کارکردگی کا ذمہ دار ہوگا اور اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کسی بے گناہ کو ناجائز مقدمات بنا کر اسے حوالات میں نہ ڈالا جائے اور چور' ڈاکو آزادانہ گھوم سکیں۔
(۳) وزیرِ خزانہ اپنے ضلع کے بجٹ' اخراجات اور تمام حسابات کا ذمہ دار ہوگا۔
(۴) وزیر برائے منصوبہ بندی آبادی ضلع میں ماں اور بچے کے کلینک کی دیکھ بھال کرے گا۔
(۵) وزیر برائے زکوٰۃ اس بات کا خیال رکھے گا کہ زکوٰۃ فنڈ کی رقم خورد برد نہ ہونے پائے۔
(۶) وزیرِ آبپاشی اس بات کا خیال رکھے گا کہ کھیتی باڑی درست ہو رہی ہے اور نہروں کی صفائی کی نگرانی کرے گا۔
(۷) وزیر برائے انسداد رشوت بدعنوانی کی ذمہ داری' اشیائے خوردنی میں ملاوٹ سے متعلق شکایات کی چھان بین ہوگی اور وہ ان کا ازالہ کرے گا۔
(۸) وزیرِ صحت اس بات کو ممکن بنائے گا کہ اس کے ضلع میں واقع ہسپتال صحیح طور پر کام کر رہے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) وزیرِ تعلیم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اس کے ضلع میں واقع سکول قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے کام کر رہے ہیں۔

(۱۰) وزیر برائے عشر عشر کی رقوم کی وصولیابی کو مؤثر بنائے گا اور اس کی دیکھ بھال کرے گا۔

ضلع میں ایک ٹاسک فورس کا قیام عمل میں لایا جائے گا' جو یہ دیکھے گا کہ ضلع کے خودمختار بن جانے کے بعد ایسی زیادتیوں کا ازالہ ہو سکے جن کا ارتکاب سرکاری افسروں یا وزراء کی طرف سے کیا جائے۔

نوکر شاہی کی حوصلہ افزائی کی جائے گی' تاکہ وہ اپنا کام حوصلہ اور جرأت مندانہ طریقے سے سول سروس کے تحت کرنے میں آزاد ہوں۔

اگر کسی سرکاری افسر اور وزیر کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف رائے پایا جائے گا تو اس مسئلہ کو گورنر کے پاس بھیجا جائے گا۔

تمام کونسلرز اور سرکاری ملازمین کو اپنے اپنے اثاثے ظاہر کرنا ہوں گے۔

جو افسر یا وزراء قرضوں کی معافی کے لیے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کریں گے' یا اپنے بقایا جات ادا نہیں کریں گے' ان کو نااہل قرار دیا جائے گا۔

معاشی ناانصافی کا خاتمہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے معاشی ناانصافی کے خاتمہ کے لیے حسب ذیل پروگرام وضع کیا ہے:

(۱) زرعی زمینوں کو ہموار کرنا' ٹیوب ویلوں کی تنصیب' بجلی کے کنکشنوں کی فراہمی' زرعی بیجوں کی فراہمی' پودوں کی نرسریز کا قیام' کھیتوں سے منڈیوں تک سڑکوں کی تعمیر۔

(۲) چشموں کے پانی سے آبپاشی کی چھوٹی سکیموں کا اجراء۔

(۳) تعلیم کو فروغ دینا' عورتوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا

کوئٹہ کی ترقی اور سہولتوں کی فراہمی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کوئٹہ سے متعلقہ فنی اور فزیبلٹی رپورٹوں کے تحت سالانہ ترقیاتی پروگراموں میں فنڈ مختص کر کے ان رپورٹوں پر عمل درآمد کرنے اور دیگر منصوبوں پر کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

تعلیم' سب کے لیے:۔

پاکستان پیپلز پارٹی "تعلیم سب کے لیے" کے پروگرام پر عمل کرنا چاہتی ہے اور تعلیمی شعبہ میں اصلاحات کو متعارف کرانے کی خواہاں ہے' جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) چھ سے آٹھ سال کے اندر شرح خواندگی کو ۸۰ فیصد تک پہنچانا' بالغوں میں شرح خواندگی چھ سال کے عرصہ میں ۵۰ فیصد تک لے جانا' عورتوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) تعلیم کے لیے مختص بجٹ میں مسلسل اضافہ کرتے رہنا' یہاں تک کہ مجموعی قومی پیداوار کے ۴.۵ فیصد بڑھا دینا۔
(۳) ملک کی تمام آبادی کو میٹرک تک تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنا'۔
(۴) یونیورسٹیوں کو انتظامی اور مالی امور میں خود مختار بنانا اور سائنس اور زراعت کے مراکز کی امداد کرنا۔
(۵) مستحق طلباء کے وظائف' قرضِ حسنہ اور گرانٹس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا۔
(۶) اعلیٰ پیشہ ورانہ تعلیم کے سلسلہ میں پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور این جی اوز کی حوصلہ افزائی۔
(۷) خواندگی کے سلسلہ میں ایک ''لٹریسی کور'' بنانا اور ڈگری یافتہ گریجویٹوں سے کم از کم ایک سال اس کور میں کام کرانا۔
(۸) ہر تحصیل میں ٹیکنیشنوں اور ہنر مندوں کی تربیت کے لیے ٹریننگ سکول کھولنا۔
(۹) ثانوی سطح پر قائم ووکیشنل اداروں کی تعداد اور ان کو دستیاب سہولتوں میں اضافہ کرنا' ہر ضلع میں کم از کم ایک پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ کھولنا۔
(۱۰) ایسے افراد یا اداروں کو میچنگ گرانٹس دینا جو ایک مخصوص حد تک سرمایہ کاری اور مخصوص اسٹینڈرڈ کے تحت پرائمری اور سیکنڈری سکول کھولنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔
(۱۱) سرکاری اور نجی شعبے میں قائم سکولوں میں غیر نصابی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔
(۱۲) پرائمری سکول' ٹیکنیکل ادارے' لائبریریاں اور ریڈنگ روم قائم کرنے والے کاروبار اور صنعتی منصوبوں کو مراعات دینا۔
(۱۳) ایجوکیشن سروس کیڈر قائم کرنا' جس کو بہتر تنخواہ اور گریڈ دیے جائیں گے تا کہ اساتذہ اور ایڈ منسٹریٹروں کے اس کیڈر میں بہتر ٹیلنٹ کو متوجہ کیا جا سکے۔
(۱۴) ایجوکیشن ایڈمنسٹریشن کے اختیارات وفاق سے صوبوں اور صوبوں سے ضلعی سطح پر منتقل کرنا' ضلع ایجوکیشن افسر کو اپنے تمام سکولوں کے چلانے کا ذمہ دار قرار دینا اور اس کا احتساب کرتے رہنا۔
(۱۵) غیر ملکی یونیورسٹیوں کے ساتھ تبادلے کے دوروں کے زیادہ سے زیادہ پروگرام شروع کرنا۔

صحت:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی صحت پالیسی کے اہم نکات درج ذیل ہیں:۔
(۱) ۱۹۹۰ء میں متعین کردہ ترجیحات کے مطابق صحت پالیسی پر عمل درآمد۔
(۲) چار سال کے دوران صحت کے لیے بجٹ میں مختص رقم کو مجموعی قومی پیداوار کے ۰.۷ فیصد سے ۱.۵ فیصد کرنا۔
(۳) لوگوں کی شراکت سے ''پرائمری ہیلتھ کیئر سروس'' کی از سرِ نو تنظیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) ضلعی اور تحصیل ہیلتھ بورڈوں کے قیام کے ذریعے اختیارات کی تقسیم۔
(۵) تمام سرکاری ہسپتالوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دینا۔
(۶) نجی شعبے میں ''ہیلتھ کیئر انشورنس'' کا قیام۔
(۷) ہسپتالوں میں کوالٹی کو یقینی بنانے کے لیے طریقہ کار کی تشکیل۔
(۸) دیہی سوشل سکیورٹی پروگرام کا اجراء۔
(۱۰) نیشنل ڈرگ پالیسی کا اجراء۔
(۱۱) بنیادی اور دیہی مراکز صحت سمیت تمام ہیلتھ سنٹروں میں فیملی پلاننگ کی سہولتیں فراہم کرنا۔
(۱۲) ایک لاکھ ہیلتھ ورکروں کو تربیت دے کر دیہی و شہری علاقوں میں بھیجنا۔
(۱۳) پیرامیڈیکل سٹاف میں مردوں اور عورتوں کی تعداد میں عدم توازن ختم کرنے کے لیے عمر، جنس اور تعلیم کے بارے میں قواعد میں تبدیلی۔
(۱۴) شہری اور دیہی علاقوں میں پینے کے پانی کا حصول ہر شہری کا بنیادی حق قرار دینا۔
(۱۵) ڈاکٹروں، پیرامیڈیکل سٹاف اور دوسرے عملے کی شرائط ملازمت کو بہتر بنانا۔
(۱۶) خوراک میں ملاوٹ کے خلاف اقدامات کو مؤثر بنانا۔
(۱۷) حفظانِ صحت اور ماحولیات کے بارے میں تعلیم کو نصاب کا حصہ بنانا۔
(۱۸) بیوروکریٹس، سیاستدانوں اور ججوں کے بیرونِ ملک غیر ضروری طبی علاج پر پابندیاں عائد کرنا۔

منصوبہ بندی برائے آبادی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے پاپولیشن پلاننگ (منصوبہ بندی برائے آبادی) کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) ہر سطح پر پاپولیشن پلاننگ کے پروگراموں کی سیاسی حمایت میں اضافہ کرنا۔
(۲) آبادی کے مطلوبہ ہدف تک پہنچنے کے لیے تمام ذرائع ابلاغ کا مؤثر استعمال
(۳) فیملی پلاننگ کے لیے وسائل کی زیادہ شرح مختص کرنا اور ان وسائل کا استعمال یقینی بنانا۔
(۴) اس پروگرام میں نجی شعبے کی براہ راست شمولیت۔
(۵) فیملی پلاننگ پروگرام میں زیادہ سے زیادہ غیر سرکاری تنظیموں کو شامل کرنا۔
(۶) فیملی پلاننگ کے پروگرام میں اختیارات کا ارتکاز ختم کرنا۔
(۷) فیملی پلاننگ کے پروگراموں کے لیے بنیادی مراکز صحت کو استعمال کرنا۔
(۸) پروگرام کے انتظامی آپریشنل اور انسٹی ٹیوشنل پہلوؤں کو مضبوط بنانا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہائشی شعبہ کی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی وضع کردہ ہاؤسنگ پالیسی کا بنیادی مقصد ۲۰۰۰ء تک ہر خاندان کو چھت فراہم کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے تھے۔

(۱) شہری اور دیہی علاقوں میں نئی ہاؤسنگ سکیموں کی مناسب پلاننگ، ضروری بنیادی سہولتوں اور زمین کی فراہمی۔

(۲) زمینوں کی الاٹمنٹ کے طریقوں کو آسان بنانا، حکومت کی امداد سے گھروں کی فراہمی۔

(۳) کم اور درمیانی طبقے کو "ہاؤسنگ مارڈگیج" کی سہولتوں میں اضافے کے لیے قوانین کو بہتر بنانا، کم آمدنی والے لوگوں کو زمین کی خرید، مکان کی تعمیر یا خرید کے لیے آسان اقساط پر قرضہ کی فراہمی۔

(۴) بڑے صنعتی منصوبوں کے لیے اپنے کارکنوں کے لیے گھروں کی فراہمی کو لازمی بنانا، ایسے تحقیقاتی مراکز قائم کرنا جو ہر علاقے کے لیے موزوں سستا تعمیراتی میٹریل، ڈیزائن اور تعمیراتی ٹیکنالوجی متعارف کرائیں۔

(۵) صوبائی حکومت اور بلدیاتی اداروں کی طرف سے بے گھر خاندانوں کے لیے پانچ مرلہ سکیم پر عمل درآمد۔

(۶) ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن کی طرف سے قرضے کی شرح بڑھانا۔

(۷) قانون کرایہ داری پر نظر ثانی۔

(۸) سیاسی رشوت اور اقربا پروری کے طور پر پلاٹوں کی الاٹمنٹ پر پابندی۔

(۹) نئی رہائشی سکیموں میں ماحولیاتی ضروریات کو مدِنظر رکھنا۔

(۱۰) کم لاگت والی ہاؤسنگ سکیموں کی حوصلہ افزائی۔

ثقافت اور فنونِ لطیفہ کا فروغ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ وہ کمیونٹی، علاقائی اور قومی سطح پر ثقافتی سرگرمیوں کی اجازت دے گی اور اس کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ خواتین کے کھیلوں میں حصہ لینے پر تمام پابندیاں ختم کر دی جائیں گی اور وہ ہر طرح کے کھیلوں میں حصہ لے سکیں گی۔ چار سال کے اندر ہر ضلعی ہیڈکوارٹر اور دوسرے بڑے قصبوں میں اسٹیڈیم بنائے جائیں گے۔ ثقافت اور فنون لطیفہ کے فروغ کے لیے حسب ذیل اقدامات کیے جائیں گے:۔

(۱) تمام فرقہ وارانہ احساسات اور نفرتوں کا خاتمہ

(۲) مرد اور عورتوں سمیت نوجوان نسل کی صحتمندی

(۳) قومی یک جہتی کا فروغ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) مقامی اور علاقائی ثقافت کا فروغ

(۵) مردوں اور خواتین کی آبادی میں کھیلوں کی سرگرمیوں میں اضافہ اور معیار کی بہتری

(۶) فنونِ لطیفہ کی ترقی کی حوصلہ افزائی' آرٹ کے مختلف شعبوں کی ترویج پر عائد غیر ضروری پابندیوں کا خاتمہ اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے اقدامات

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج و ترقی اور ریسرچ کے شعبے میں حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) اقوام متحدہ کی سفارشات کے مطابق مجموعی پیداوار کے ایک فیصد حصے کے برابر مالی وسائل اس شعبے کی ریسرچ اور ترقی کے لیے فراہم کرنا۔

(۲) سائنسدانوں اور ٹیکنالوجسٹوں کا سٹیٹس بڑھانا۔

(۳) ایک سائنس سٹی کا قیام

(۴) پی سی ایس آئی آر اور پی آئی ٹی اے سی جیسے تحقیقی اداروں کے حالات بہتر بنانا

(۵) سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایک نئی یونیورسٹی کا قیام

(۶) نئی ٹیکنالوجی کی دریافت اور درآمد کے لیے "کھلی پالیسی" پر عمل درآمد کرنا۔

(۷) شمسی توانائی کے ترقیاتی پروگراموں کے لیے ہر قسم کی مالی اور پیشہ ورانہ امداد کی فراہمی۔

(۸) سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں غیر سرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی۔

قومی دفاع:۔

پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی اندرونی اور بیرونی سلامتی کے تحفظ کے لیے انتہائی تربیت یافتہ' پروفیشنل' ماڈرن اور جدید ہتھیاروں سے مسلح افواج کی تیاری کو انتہائی اہمیت دیتی ہے۔ اس کا اعلان ہے کہ وہ بھارت سے باہمی معاہدہ کے بغیر ایٹمی ہتھیاروں پر کنٹرول کے عالمی معاہدے (این پی ٹی) پر دستخط نہیں کرے گی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ ایٹمی ٹیکنالوجی صرف پر امن مقاصد کے لیے استعمال کرے گی۔

امورِ خارجہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی خارجہ پالیسی کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بھارت کے ساتھ ہتھیاروں میں کمی کے لیے ایک باہمی اور متوازن معاہدہ کی کوششیں

(۲) چین کے ساتھ دوستی

(۳) جاپان کے ساتھ تعلقات بہتر بنانا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) مسلم دنیا میں پیدا ہونے والی کشیدگی میں کسی ایک کا ساتھ دیے بغیر دوستوں کی مدد کرنا اور ضرورت پڑنے پر اقوام متحدہ سے رابطے کے ساتھ امن فوج کی حیثیت سے ان کی مدد کرنا۔

(۵) وسط ایشیا کی ریاستوں اور افغانستان کے ساتھ تعلقات کو مضبوط اقتصادی رشتوں کی بنیاد پر مستحکم کرنا۔

(۶) یورپ، خصوصاً فرانس، جرمنی، انگلینڈ اور اٹلی سے تعلقات کو ترجیح دینا۔

(۷) روس سے تعلقات بہتر بنانا۔

کشمیر:۔

پاکستان پیپلز پارٹی اس یقین کا اظہار کرتی ہے کہ پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیاں اور گروپ کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کے لیے پاکستان کی اخلاقی و سیاسی امداد کا اعادہ کرنے میں اس پارٹی کا ساتھ دیں گے۔ وہ بھارت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ایسی پالیسی پر عمل کرنے سے باز رہے جس کے مقدر میں ناکام ہونا لکھا جا چکا ہے۔ پارٹی اقوام متحدہ کی قراردادوں میں طے شدہ اصولوں اور شملہ سمجھوتے کے تحت مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کے لیے اپنی حمایت کا اعادہ کرتی ہے۔

امریکہ سے تعلقات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ ہمیں امریکہ سے اپنے نئے تعلقات امن کے مشترکہ نظریے، تنازعات کے پُرامن حل، جنوبی ایشیا میں ہتھیاروں پر کنٹرول، منشیات اور دہشت گردی کے خلاف کوششیں اور اقتصادی ترقی جیسے نکات کی بنیاد پر استوار کرنے چاہئیں۔

فلسطین اور بوسنیا:۔

پاکستان پیپلز پارٹی' کا کہنا ہے کہ بوسنیا، فلسطین اور کشمیر کے عوام کی زندگی، آبرو اور جائیداد کے تحفظ اور بچاؤ کے لیے جو کچھ ہمارے بس میں ہوا کریں گے اور ان کے سیاسی حقوق کے لیے لڑتے رہیں گے۔

منشیات کا خاتمہ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے منشیات کے خاتمہ کے لیے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) منشیات کی پیداوار اور اسمگلنگ کو روکنے کے لیے انتہائی سخت قانون بنائے اور نافذ کیے جائیں گے پاکستان پیپلز پارٹی ایسے شخص کو جو منشیات کے دھندے میں ملوث ہوا اپنا پارٹی لیڈر نہیں بنائے گی۔

(۲) منشیات کی لعنت کو ختم کرنے میں مصروف بین الاقوامی ایجنسیوں کو پورا تعاون فراہم کیا جائے گا۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو سزا سے نہ بچ سکے گا۔

(۳) منشیات کی لعنت میں گرفتار اشخاص کی بحالی کے لیے پروگرام تمام ضلعی ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع کیے جائیں گے۔

(۴) منشیات کی تیاری اور استعمال کے خلاف الیکٹرانک میڈیا پر مؤثر مہم شروع کی جائے گی۔

(۵) منشیات اگانے والے کسانوں کو متبادل فصلیں اگانے کے سلسلہ میں رہنمائی اور امداد فراہم کی جائے گی۔

میڈیا پالیسی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی پالیسی برائے ذرائع ابلاغ حسب ذیل اصولوں پر مبنی ہوگی:۔

(۱) اخبارات کو نیوز پرنٹ یا اشتہارات کے ذریعے کنٹرول کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔

(۲) زرد صحافت کی روک تھام کے لیے اخبارات کی نمائندہ تنظیموں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۳) الیکٹرانگ میڈیا کے کنٹرول کے لیے پارلیمانی کنٹرول کے تحت خود مختار کارپوریشنیں بنائی جائیں گی۔

(۴) اخبارنویسوں کے لیے گروپ انشورنس اور پنشن اسکیم شروع کی جائے گی۔

(۵) ویج کمیشن کا سربراہ سپریم کورٹ کا ایک جج ہوگا۔

سرکاری ملازموں، ریٹائرڈ افراد اور اخبار نویسوں کے لیے امداد:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ منتخب ہو کر سرکاری ملازموں، ریٹائرڈ افراد اور اخبار نویسوں کی تنخواہوں اور پنشنوں میں دس فیصد کا فوری اضافہ کر دے گی۔ اخبار نویسوں، سول ملٹری کے ریٹائرڈ ملازموں کو گاڑیاں خریدنے کے لیے آسان اقساط پر قرضے فراہم کیے جائیں گے اور ان کے لیے تمام نئی ہاؤسنگ سکیموں اور پلازوں میں فلیٹوں، دکانوں اور پلاٹوں کا دس فیصد کوٹہ مختص کرے گی۔

سیاحت:۔

پاکستان پیپلز پارٹی سیاحت کی صنعت کو فروغ دینے کی خواہاں ہے۔ وہ سیاحوں کے پروگرام سپانسر کرنے اور سیاحوں کے لیے سہولتوں کے قیام کے لیے نجی شعبے کو مراعات دینے کا عہد کرتی ہے۔

کمیشن برائے تاریخ:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا خیال ہے کہ پاکستان کی سیاست، تاریخ جھوٹ کے ذریعے مسخ کی جا چکی ہے، اس لیے وہ چاہتی ہے کہ ''تاریخ پاکستان'' پر ایک معتبر تاریخ لکھی جائے۔ اس مقصد کے لیے پیپلز پارٹی ممتاز تاریخ دانوں، قانون دانوں، عالموں اور ادیبوں پر مشتمل ایک آزادانہ کمیشن تشکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ کمیشن تمام لکھا ہوا مواد یا زبانی مواد جمع کر کے پاکستان کی ایک مستند تاریخ لکھے گا، جو جبر، خوف اور تمام سماجی وسیاسی تقاضوں سے آزاد ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسانی حقوق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی' انسانی حقوق کے ضمن میں مندرجہ ذیل پالیسی پر عملدرآمد کرنے کا عہد کرتی ہے:۔

(۱) ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مذہب' ذات' نسل اور جنس سے قطع نظر ہر شہری کو یکساں حقوق حاصل ہیں اور یکساں ہی ان کی ذمہ داریاں ہیں۔ شہریوں کے حقوق کے خلاف ہر امتیازی قانون یا منسوخ کر دیا جائے یا اس میں مناسب ترمیم کی جائے۔

(۲) انسانی حقوق کے تمام معاہدے خصوصاً ۱۹۶۶ء کا کنونشن اور دوسرے پروٹوکول اور کنونشن' جن کا تعلق خواتین' بچوں' اقلیتوں اور مقامی لوگوں کے حقوق سے یا وہ تشدد اور غیر انسانی سزاؤں کے حوالے سے ہیں' پاکستان پیپلز پارٹی ان تمام معاہدوں کی توثیق کر کے انہیں نافذ کرے گی۔

(۳) ریاستی ملازموں کے ہاتھوں کسی جان کے ضیاع' مثلاً پولیس مقابلوں میں ہلاکت کی عدالتی تحقیقات کی جائے گی۔

(۴) امتناعی نظر بندی کے موجودہ قوانین کا اطلاق صرف انتہائی کیسوں میں کیا جائے گا۔

(۵) ہر فرد کی مذہبی آزادی کے حق کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔

(۶) ریاستی ایجنسیوں کے ہاتھوں تشدد اور انسانی تذلیل ہر شکل میں مؤثر طور پر ختم کر دی جائے گی۔

(۷) موجودہ تھانہ سسٹم ختم کر دیا جائے گا' جس میں شہریوں کو بے جواز بند کر کے رکھا جاتا ہے۔ شہریوں کی عزت اور وقار کا تحفظ کیا جائے گا۔ ایف آئی آر درج کرانے کا طریقہ سادہ بنایا جائے گا۔

(۸) جیلوں اور تھانوں کا جائزہ لینے کے لیے صحافیوں' ججوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو ان جگہوں پر بلا روک ٹوک جانے' معائنہ کرنے اور جائزہ لینے کی اجازت ہوگی۔

(۹) قانون کے نفاذ میں کمیونٹی کی شراکت کا نظام متعارف کرایا جائے گا۔

(۱۰) علاقے میں یورپی کورٹ کی طرز پر علاقائی عدالت کے قیام کے لیے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا جائے گا' تا کہ کسی ملک کے باشندے کو اپنے ملک کی عدالتوں میں قانونی جنگ لڑنے کے بعد علاقائی عدالت سے رجوع کرنے کا موقع مل سکے۔

(۱۱) آزادیٔ اظہار کے حق کو ہر قیمت پر یقینی بنایا جائے گا۔

(۱۲) کسی شخص کو بھی اظہار' نقل و حرکت' یونین سازی' ایسوسی ایشن اور اجتماع کی آزادی سے نہیں روکا جائے گا' ماسوائے اس صورت میں جب عدالتی پابندی عائد ہو۔

(۱۳) شہریوں کو انٹیلی جنس ایجنسیوں کی جاسوسی' فون ٹیپ کرنے اور سنسر شپ کے خلاف تحفظ دیا جائے گا۔

(۱۴) اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ ''پرنسپل آف پالیسی'' میں درج تمام مقاصد کم سے کم مدت میں حاصل کر لیے جائیں اور قومی اسمبلی میں سالانہ رپورٹ پیش کرنے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذمہ داری جلد از جلد پوری کی جا سکے۔

(۱۵) زندگی کے تحفظ کے حق میں گذارہ کرنے کا حق بھی شامل کیا جائے گا۔ نجی شعبے کے اشتراک سے ایک خصوصی قومی انشورنس اسکیم شروع کی جائے گی' تا کہ بوڑھے اور معذور افراد کو گذارے کا حق مل سکے۔

(۱۶) اخبار نویسوں کی معاشی اور عملی ضروریات کو تحفظ دے کر پریس کی آزادی کو یقینی بنایا جائے گا۔

(۱۷) عام شہریوں کی آبرو اور شہرت کو یقینی بنانے کے لیے ہتک عزت کے قوانین کو مزید سخت بنایا جائے گا۔

خواتین کے حقوق:۔

پاکستان پیپلز پارٹی یہ عہد کرتی ہے کہ وہ خواتین پر مشتمل آبادی کے لیے ایسے حالات پیدا کرے گی' جن میں وہ اپنے حالات کو بہتر بنانے کے علاوہ ملک اور قوم کی بہتری میں عملی طور پر حصہ لے سکیں گی۔ اس سلسلہ میں پارٹی حسب ذیل اقدامات پر عمل درآمد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(۱) ''زنانہ تعلیمی کور'' کو منظم کرنا' جس کی جڑیں دیہات میں پھیلی ہوں گی اور جو بچوں کی تعلیم کی ذمہ دار ہو گی۔

(۲) ''دیہی امدادی مراکز'' کا قیام' جو خواتین کو مختلف پیشوں (سلائی کڑھائی وغیرہ) میں خصوصی تربیت دیں گے۔

(۳) اورنگی پائلٹ پراجکٹ (O.P.P) اور آغا خاں رورل سپورٹ پروگرام جیسے فلاحی پروگرام تیار کرنا۔

(۴) قرآنی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کر کے تمام قوانین اور آرڈی ننسوں پر نظر ثانی کر کے ایسے قوانین بنانا جو جنسی امتیاز' استحصال اور زیادتی کے تمام خدشات کی تلافی کریں گے اور خواتین کو معاشرے میں برابر کا حصہ دار بنائیں گے۔

(۵) جہیز کے خلاف ہر تحریک کی سرپرستی کرنا۔

(۶) خواتین کو زندگی کے تمام شعبوں میں برابر کا درجہ دینا۔

(۷) سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں بھرتی کے لیے خواتین کا کوٹہ مقرر کرنا اور اس پر سختی سے عمل کرنا۔

(۸) قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کی خصوصی نشستوں کو بحال کرنا۔

(۹) خواتین کے اسٹیٹس پر ایک مستقل کمیشن قائم کرنا۔

(۱۰) اقوام متحدہ کے اس کنونشن پر دستخط کرنا جو خواتین کے خلاف ہر قسم کے استحصال کے خاتمے کا ضامن ہے۔

(۱۱) خاندانی منصوبہ بندی کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کرنا۔

(۱۲) حدود آرڈی ننس اور دیگر قوانین جو عورتوں کے جائز حقوق کی نفی کرتے ہیں' تبدیل کرنا۔

(۱۳) شادی کی کم از کم عمر میں اضافہ کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۴) خواتین کے بنیادی حقوق میں زندگی' تحفظ اور گھومنے پھرنے کی آزادی اور زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل طور پر حصہ لینے کو شامل تصور کرنا۔

(۱۵) ایک خصوصی ویمن فورس کا قیام۔

(۱۶) پارلیمنٹیرین خواتین کا گروپ قائم کرنا۔

(۱۷) ممتاز خاتون وکیلوں کی عدلیہ کے اعلیٰ عہدوں تک ترقی

(۱۸) ہر مستحق بیوہ کو کمپیوٹرائز رجسٹر کے ذریعے بنیادی الاؤنس دینا۔

(۱۹) شادی' طلاق اور بچوں کی نگہداشت اور فیملی کورٹس سے تعلق رکھنے والے قوانین کا مردوں اور عورتوں کے لیے مساوی قرار دینا۔

(۲۰) تمام بڑے شہروں میں ملازمت پیشہ خواتین کے ہاسٹل تعمیر کرنا۔

(۲۱) ملازمت پیشہ خواتین کے کم از کم اجرت' حالات کار' صحت' زچگی کی سہولت کے لیے قانون سازی۔

(۲۲) خاتون سربراہ پر مشتمل گھرانوں کو زمین مکانات اور قرضوں کے حصول میں ترجیح دینا۔

(۲۳) کاشتکار خواتین کو قرضے کے حصول میں خاص سہولیات کی فراہمی۔

اقلیتیں:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا عہد ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے گی کہ اقلیتیں قومی دھارے کا حصہ بنیں' ان کے مذہب اور ثقافت کو تحفظ حاصل ہو اور آبادی کے مطابق نمائندگی بھی ملے۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق انہیں اجازت ہو گی کہ وہ قومی وصوبائی اسمبلی کی تمام نشستوں پر انتخاب لڑ سکیں۔ اس کے علاوہ ہر اقلیت کے لیے مخصوص نشستیں بھی برقرار رہیں گی۔

قبائلی اور شمالی علاقہ جات:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ ملک کے دیگر علاقوں کو میسر سہولتوں کو ان علاقوں تک بھی پہنچایا جائے گا جو قبائلی یا شمالی علاقہ جات کہلاتے ہیں قبائلی علاقوں میں بالغ رائے دہندگی طریق کار رائج کیا جائے گا اور صوبائی اسمبلی میں بھی ان کی نمائندگی ہو گی۔ قبائلی اور شمالی علاقوں کو ملازمتوں اور دیگر سہولتوں کے فوائد پہنچانے کے لیے نیم خود مختار اداروں کے ذریعے خصوصی ترقیاتی پروگرام بنائے جائیں گے۔ صوبہ سرحد' بلوچستان اور قبائلی علاقوں میں تعمیرِ نو اور بحالی کے کاموں پر خصوصی توجہ دی جائے گی' جو افغان مہاجرین کے طویل قیام کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ شمالی علاقوں کے لوگوں اور ان کے نمائندوں کے جائز مطالبات پورے کیے جائیں گے اور انہیں اسمبلیوں اور بلدیاتی اداروں میں پوری نمائندگی دی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حرفِ آخر:۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور ۱۹۹۳ء کے آخر میں کہا گیا ہے کہ:۔

''پاکستان کے مسائل محض چہرے بدلنے سے حل نہیں ہو سکتے۔ ہماری غربت' ارادوں' نیتوں اور اداروں میں ایک زبردست سماجی انقلاب کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے سوا پاکستان میں اقتدار نے ہاتھ بدلے ہیں' مگر نو آبادیاتی اور نو دولتی طبقوں کے ہاتھوں میں ہی رہا ہے' جو انتظامیہ کے تیار کردہ اور پروردہ ہیں اور جو حالات کو جوں کا توں رکھنا چاہتے ہیں' مگر ہم عوام ایک انقلابی پروگرام چاہتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تحریکِ استقلال

ائیر مارشل محمد اصغر خاں' جو ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۵ء تک پاکستان فضائیہ کے سربراہ رہ چکے تھے' جنرل محمد ایوب خاں کے عہد حکومت میں سیاست میں داخل ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں جب جنرل ایوب خاں کے خلاف تحریک چلی' جس میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پیش پیش تھے اور انہیں حکومت نے ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو گرفتار کر لیا' تو ائیر مارشل اصغر خاں نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا۔ انہوں نے لاہور کے ایک جلسہ عوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ملک وقوم کو ایوب خاں کی آمریت سے نجات دلانے کے لیے سیاست میں قدم رکھا ہے۔ اس ۱۷ نومبر ۱۹۶۸ء کے جلسے میں انہوں نے ملکی صورت حال پر اظہار تشویش کرتے ہوئے کہا کہ:۔

> ''میں کافی عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ قومی زندگی کے سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ رشوت ستانی' بددیانتی' اقربا پروری اور نااہلی ہمارے معاشرے کو دیمک کی مانند چاٹ رہی ہے۔ معاشرتی عدم مساوات اور اقتصادی تفاوت دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ غریبوں اور امیروں میں خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔ ملک میں اظہار رائے اور پریس پر پابندیاں ہیں۔ غور کریں تو محسوس ہوگا کہ بیس برس گذرنے کے باوجود بھی ہماری زندگی کی گاڑی اسی اسٹیشن پر کھڑی ہے۔''

ائیر مارشل اصغر خاں نے ۱۳ مارچ ۱۹۶۹ء کو ایک سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی' جس کا نام ''جسٹس پارٹی'' تھا ائیر مارشل نے اپنی سیاسی پارٹی کو متعارف کرانے اور اپنا نکتہ' نظر بیان کرنے کے لیے ملک بھر کے دورے کیے اس مقصد کے لیے وہ مشرقی پاکستان بھی گئے۔

انہی دنوں چار سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک نئی سیاسی پارٹی بنائی' جس کا نام ''جمہوری پارٹی'' رکھا گیا اس پارٹی کے صدر نورالامین اور سیکرٹری جنرل نسیم حسن منتخب ہوئے اور ائیر مارشل اصغر خاں کو ان کے شانِ شان کوئی عہدہ نہ ملا تھوڑے دنوں بعد پارٹی میں اختلافات پیدا ہوئے تو اصغر خاں نے ۲ دسمبر ۱۹۶۹ء کو سیاست سے کنارہ کشی کا اعلان کر دیا۔

ائیر مارشل اصغر خاں نے ۱۹۷۰ء کے اواخر میں ''تحریکِ استقلال'' کے نام سے ایک نئی سیاسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جماعت تشکیل دی۔

تحریکِ استقلال کیوں وجود میں آئی؟...اس ضمن میں پروفیسر محمد عثمان اور مسعود اشعر اپنی مشترکہ تصنیف ''پاکستان کی سیاسی جماعتیں'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

''تحریکِ استقلال کیوں وجود میں آئی؟ اور اس کے قیام کے محرکات و مقاصد کیا تھے؟... یحییٰ خاں نے جب انتخاب کا ڈول ڈالا اور ون یونٹ توڑ دیا گیا اور مغربی پاکستان میں پھر سے چار صوبے بحال ہو گئے تو چھوٹے صوبوں میں سیاسی و اقتصادی محرومیوں کا احساس شدت کے ساتھ اُبھرا۔ مشرقی پاکستان ایوب خانی دور میں رفتہ رفتہ مغربی پاکستان سے دور جا چکا تھا اس صورت حال میں انتخابات کی آمد آمد پر کل پاکستان سطح کے بجائے سیاست نے علاقائی رنگ اختیار کر لیا بہ قول شخصے پنجاب اور سندھ میں پی پی پی نے زور پکڑا مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ مقبولیت کے پھریرے اڑانے لگی اور سرحد اور بلوچستان میں نیپ اور جمعیتِ علمائے اسلام کی برتری کے آثار تھے ایسے میں بعض افراد کی سوچ تھی کہ کسی جماعت کا رول کُل پاکستان بنیاد پر ہونا چاہیے' جو مشرقی پاکستان میں بھی اپنا وجود رکھتی ہو اور مغربی پاکستان کے سب صوبوں میں بھی اس کی حیثیت و قیع ہو۔ اس خیال نے ''تحریک استقلال'' کو جنم دیا۔

''تحریکِ استقلال'' اپنے ایک پمفلٹ ''تحریک استقلال' عہد بہ عہد'' میں لکھتی ہے کہ:۔

> ''تحریکِ استقلال ۱۹۷۰ء کے اواخر میں قائم ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب یحییٰ خاں نے ون یونٹ ختم کر کے مغربی پاکستان کی جگہ چاروں صوبوں پنجاب' سندھ' سرحد' بلوچستان کو بحال کر دیا تھا اور ایک قانونی ڈھانچا نافذ کر کے دسمبر ۱۹۷۰ء میں دستور ساز قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا شیڈول دے دیا تھا۔ ایوب خان کی دس سالہ آمریت نے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان شکوک و بداعتمادی کی وسیع خلیج پیدا کر دی تھی اور ون یونٹ کے نظام نے مغربی پاکستان میں بھی چھوٹے صوبوں کے اندر سیاسی اور اقتصادی محرومیوں کے احساس کو شدید تر بنا دیا تھا۔ انتخابی سیاست جب شروع ہوئی تو سارا زور یا تو علاقائیت کی طرف تھا یا علاقائیت کی معاندانہ مخالفت پر۔ چنانچہ محب وطن حلقوں میں یہ بات شدت سے محسوس کی جانے لگی کہ اس وقت ملک میں ایک ایسی جماعت منظم کی جائے' جس کا اولین نصب العین اور مدعا ''کل قومی کیرکٹر'' کو ابھارنا اور بروئے کار لانا ہو' جس کے دائرہ میں علاقائی اور صوبائی مفادات کی بھی گنجائش ہو اور ہر سطح پر ایک ایسی قیادت مہیا کرے جو مراعات اور مفاد پرستی سے مبرا ہو تحریک استقلال کے قیام کا مراعات بھی جذبہ ہو اور اس لیے اس نے اپنا بنیادی نصب العین یہ قرار دیا کہ تمام صوبوں کی خود مختاری اور برابری کی اساس پر مختلف علاقوں کے عوام کو کل پاکستان قومی سطح پر مربوط

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ومتحد کیا جائے اور غربت کے خاتمہ اور ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے جدوجہد کی جائے۔"

ائیر مارشل اصغر خاں نے تحریکِ استقلال کو منظم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی اور اس مقصد کے لیے جگہ جگہ جلسے اور تقریریں کیں محمود علی قصوری رانا مقبول حسین (لاہور)، ملک حامد سرفراز ایڈووکیٹ (لاہور)، راجا محمد افضل، عمر اصغر، بیگم ثریا اسلام، اکرم ناگرہ (شیخوپور) اور باقر رضوی (گجرات) ائیر مارشل اصغر خاں کی پارٹی تحریکِ استقلال میں شامل ہو گئے تاہم یہ پارٹی نہ تو پورے مغربی پاکستان میں زیادہ مقبولیت حاصل کر سکی اور نہ ہی مشرقی پاکستان میں اپنا سکہ جما سکی۔

تحریکِ استقلال نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا، مگر کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ انتخابات میں مشرقی پاکستان سے اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئی تھی، اس لیے ائیر مارشل اصغر خاں نے جنرل یحییٰ کو مشورہ دیا کہ اقتدار عوامی پارٹی کو منتقل کر دیا جائے بصورتِ دیگر پاکستان ٹوٹ جائے گا۔

تحریکِ استقلال کے پمفلٹ "تحریکِ استقلال، عہد بہ عہد" میں مرقوم ہے کہ:

"تحریکِ استقلال کے سربراہ اصغر خاں نے ان ہنگامہ خیز دنوں میں، جب مشرقی پاکستان ایک سیاسی طوفان کی لپیٹ میں تھا، تو مغربی پاکستان کے وہ واحد قومی رہنما تھے، جنہوں نے مشرقی پاکستان کے کئی دورے کیے اور مشرقی پاکستان کے متعدد بڑے اور چھوٹے شہروں میں عوام کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور مشرقی پاکستان کے عوام نے انہیں پوری توجہ اور اطمینان سے سنا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ تحریک استقلال نے قومی اتحاد اور یک جہتی کی جو مہم شروع کی ہے، وہ مشرقی پاکستان میں بھی زبردست مقبولیت حاصل کر رہی ہے، لیکن یحییٰ خاں نے جلد ہی وہاں فوجی کارروائی شروع کی اور تحریک استقلال کی قومی یک جہتی کی مہم کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

تحریک استقلال نے یحییٰ خاں کی فوجی کارروائی کی شدید مذمت اور سخت مخالفت کی اور بار بار متنبہ کیا کہ ملک کو جبکہ بحران کا سامنا ہے، اسے فوجی طاقت سے حل کرنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے۔"

پھر جب مشرقی پاکستان "بنگلہ دیش" بن گیا تو اصغر خاں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ نئے ملک بنگلہ دیش کو فوراً تسلیم کر لیا جائے، تاکہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان پھر سے برادرانہ رشتے استوار ہو سکیں اور کسی تیسری طاقت کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ ہمارے برادرانہ رشتوں میں حائل ہو جائے۔ پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں تحریکِ استقلال کے سربراہ ائیر مارشل اصغر خاں بار بار مطالبہ کرتے رہے کہ وہ اپنے سماجی اقتصادی منشور پر عمل کرے، جو اس نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے وقت جاری کیا تھا۔ اصغر خاں بھٹو پر تنقید کرتے رہے کہ انہوں نے جاگیردارانہ پالیسی اپنائی ہے اور اپنے منشور سے انحراف کیا ہے۔ جب وفاقی حکومت نے نیپ جمعیت حکومتوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلوچستان اور سرحد سے برخاست کیا تو اصغر خاں نے پیپلز پارٹی کی حکومت کی شدید مذمت کی۔

۱۹۷۷ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے تو اصغر خاں نے کراچی کے ایک حلقہ سے تحریک استقلال کی طرف سے انتخابات میں بطور امیدوار حصہ لیا اور کامیابی بھی حاصل کر لی۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں کچھ سیاسی جماعتوں نے 'انتخابات میں دھاندلی کی بنا پر انتخابات میں حصہ نہ لیا۔ جماعتوں کا یہ اتحاد ''قومی اتحاد'' کہلایا۔ ائر مارشل اصغر خاں بھی قومی اتحاد میں شامل ہو گئے اور یہ اتحاد بھٹو کے خلاف تحریک کی ایک شکل اختیار کر گیا بقول حافظ تقی الدین' ائیر مارشل اصغر خاں نے اپنی تقریر میں کئی جگہ یہ کہا تھا کہ ''مسٹر بھٹو کو ہالہ کے پل پر پھانسی دی جائے گی۔''

جب بھٹو کے خلاف قومی اتحاد نے تحریک چلائی تو ملکی حالات دگرگوں ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں جنرل ضیاء الحق نے ۵-۶ جولائی ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ضیاء کے مارشل لاء کے دور میں تحریکِ استقلال کے رویہ کے ضمن میں ''تحریک استقلال' قدم بہ قدم'' (پمفلٹ) میں مذکور ہے کہ:-

> ''جب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں ضیاء الحق کا مارشل لاء لگا اور تین ماہ بعد پھر الیکشن کا اعلان ہوا تو پی این اے میں شامل بیشتر جماعتیں دَر پردہ مارشل لاء حکومت سے مل کر سازشیں کرنے لگیں۔ تب ان لوگوں نے مارشل لاء کے ذریعے اسلام کے نفاذ اور سابقہ حکمرانوں کے خلاف احتساب کے لیے بیانات دینے شروع کیے۔ نتیجتاً انتخابات ملتوی کر دیے گئے۔ پی این اے میں شامل سیاسی جماعتوں کے ساتھ تلخ تجربے کے بعد جب تحریکِ استقلال کو یہ یقین ہو گیا کہ اس میں شامل بعض عناصر کو حقیقتاً جمہوریت سے کوئی دلچسپی نہیں اور وہ مارشل لاء کی حمایت اور غیر جمہوری حکومت میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ایسے حالات میں اس کا پی این اے میں شامل رہنا قومی مفاد کے خلاف تھا۔ چنانچہ تحریکِ استقلال عوام کے مفاد میں پی این اے سے علیحدہ ہو گئی اور پھر پی این اے میں شامل جماعتوں نے مارشل لاء کے تحت وزارتیں قبول کر لیں اور جمہوریت کے لیے بلند بانگ دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔''

تحریک استقلال کے سربراہ ائیر مارشل اصغر خاں' جنرل ضیاء الحق کے مارشلائی دور میں بار بار مطالبہ کرتے رہے کہ ۱۹۷۳ء کے دستور کو بحال کر کے اس کے تحت انتخابات کرا کر اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے اس پر ضیاء الحق نے ان سے اور ان کی تحریک استقلال سے دشمنانہ رویہ اختیار کر لیا۔ اس پاداش میں انہیں چار سال سے بھی زیادہ عرصہ حراست اور نظر بندی میں گذارنا پڑا۔

جب ضیاء الحق کے عہد میں ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا تو تحریکِ استقلال نے ان انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ تحریک استقلال نے ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں حصہ لیا' کیونکہ جماعتی بنیادوں پر ہوئے تھے۔ تاہم تحریک کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس بار ائیر مارشل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اصغر خاں نے لاہور کے ایک حلقہ سے نواز شریف کے مقابل انتخاب لڑا تھا اور شکست کھائی تھی۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں بھی تحریک استقلال ناکام رہی۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں تحریک استقلال کے چند اراکین، جن میں ظفر علی شاہ (راولپنڈی) اور انیس الرحمٰن (نارووال) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

تحریکِ استقلال کی ہیت اور اوصاف:۔

ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب "پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں" میں لکھتے ہیں:۔

"نظریاتی اعتبار سے تحریکِ استقلال کا جھکاؤ قدرے بائیں بازو کی طرف ہے۔ یہ ٹیکنیکل سوشلسٹوں، اعتدال پسندوں، دائیں بازو کے حامیوں اور کئی سابقہ افسروں کا جو سیاست میں افسر شاہی کی نمائندگی کرتے ہیں، کا مرکب اور ملغوبہ ہے۔ اس کے پروگرام میں سیاسی سدھار، دولت کی منصفانہ تقسیم، اسلامی معاشرے اور انصاف اور آزادانہ حکمتِ عملی کے ہدف شامل ہیں۔"

پروفیسر محمد عثمان اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں لکھتے ہیں:۔

"تحریکِ استقلال کے بارے میں چند باتیں وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں:۔

(۱) کامیابی سے زیادہ اسے اصولوں کی پابندی کا خیال ہے۔ یہ جماعت اصولوں کی سیاست پر یقین رکھتی ہے۔

(۲) تحریکِ استقلال کوشش کرتی ہے کہ اپنے کارکنوں اور حامیوں کی ذہنی و سیاسی تربیت کا فریضہ بھی انجام دے۔

(۳) تحریک کے رہنما ملک کے مسائل پر مسلسل غور و فکر کرتے اور اپنے خیالات و افکار کو مضامین، پمفلٹ اور کتابوں کی صورت میں پیش کرنے کے منصوبہ پر عمل پیرا ہیں۔

(۴) حزبِ اختلاف کی ایک جماعت ہونے کی حیثیت سے تحریک کی تنقید واضح اور دو ٹوک ہوتی ہے اور مصلحت بینی اس کے کردار اور تنقید کا حصہ نہیں۔

(۵) تحریک کے رہنما وقت کے ساتھ فکری و ذہنی ارتقاء کے قائل ہیں۔ گذشتہ کچھ مدت سے اصغر خاں اور ان کی جماعت سیاست میں سیکولرازم پر زور دے رہے ہیں، جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ملک میں سیاست و حکومت کا کاروبار خالص انسانی اور قومی سطح پر چلانے کی ضرورت ہے۔ سیاست کو مذہبی فرقہ آرائی اور فقہی اختلافات و تنازعات سے بالاتر رہنا چاہیے۔

(۶) اگر بھٹو کے دور میں تحریک نے ایک مخالف جماعت کا کردار ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی تو اس نے مارشل لاء کے تمام عرصے میں ویسا ہی جرأت مندانہ کردار ادا کیا ہے اور جنرل ضیاء الحق کے ساتھ کسی قسم کے تعاون سے گریز کی راہ اپنائے رکھی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) تحریک استقلال رفتہ رفتہ سماجی جمہوریت کی علمبردار بن گئی ہے۔"

تحریکِ استقلال کے سربراہ:۔

تحریک استقلال کے سربراہ اور کرتا دھرتا ائیر مارشل اصغر خاں ہیں۔ اس کی سیاسی زندگی اور سیاسی نظریات کے بارے میں "تحریک استقلال، قدم بہ قدم" میں مرقوم ہے کہ:۔

"برصغیر ہندوستان و پاکستان کی سیاست میں اصغر خاں غالباً پہلے شخص ہیں، جو کسی سابقہ سیاسی، سماجی یا طبقاتی پس منظر اور سہارے کے بغیر سیاسی میدان میں قدم رکھتے ہی چوٹی کے رہنما کی حیثیت سے پوری پاکستانی قوم کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے اور یہ صرف اس لیے ممکن ہوا تھا کہ انہوں نے اپنی سیاست کی اساس خالصتاً نیشنل کیرکٹر پر رکھی تھی، ورنہ اس دور میں ایسی اور بھی آوازیں بلند ہوئیں اور فضائے سیاست میں گم ہو گئیں۔ اصغر خاں کی بات اس لیے سنی گئی کہ ۲۵ سال بعد قوم کے کانوں میں ایک ایسی سیاسی آواز پڑی تھی جو سیاسی گروہ بندیوں، مذہبی فرقہ واریوں، نظریات پرستوں، جاگیردارانہ مکاریوں، سرمایہ دارانہ عیاریوں اور بیرونی عناصر کی منصوبہ بندیوں سے آزاد اور پاک تھی اور ان باتوں کے علاوہ ان کی سیاسی سوجھ بوجھ اور دوربینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ واحد شخصیت تھی جس نے اعلان کیا تھا اور یحییٰ خاں سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ پہلے صرف آئین سازی کے لیے انتخابات کرائے جائیں اور جب آئین بن جائے تو پھر آئین ساز اسمبلی کو توڑ کر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے جائیں۔ اگر اس وقت ان کی یہ بات مان لی جاتی تو پاکستان بچ جاتا۔ یحییٰ خاں اور اس کے حواریوں کو سازشوں کا موقع نہ ملتا اور پاکستان ہمیشہ کے لیے جمہوری راستے پر گامزن ہو جاتا۔

انہوں نے تحریکِ استقلال کی بنیاد اسی امتیاز اور تشخص کے ساتھ رکھی کہ نیشنل کیرکٹر پر مبنی اس سیاست میں ہر صوبے کا آدمی اپنے صوبائی تشخص و امتیاز کے ساتھ برابر کے درجہ کا پاکستانی قوم کا ایک فرد ہے اور کسی بھی مذہب کا پیرو ہوتے ہوئے برابر کے درجہ کا پاکستانی شہری ہے اپنے اس قومی کرکٹر میں پاکستان کا ہر مرد اور ہر عورت یکساں حیثیت کے ساتھ شریک ہے۔ اور پاکستان کو ایک سچی اور مکمل قومی سیاسی جمہوریت کی ضرورت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظریہ سماجی جمہوریت:۔

تحریک استقلال سماجی جمہوریت کی قائل ہے۔اس ضمن میں تحریک ہذا کے ایک پمفلٹ میں مرقوم ہے کہ:۔

"پاکستان کے قومی تشخص اور قومی استحکام کا تقاضا ہے کہ صوبائی اور مقامی سطح کے سماجی تشخصات و مساوی حیثیت میں بھرپور طور پر اپنا اپنا کردار انجام دیں۔سیاسی' سماجی' اقتصادی اور انتظامی امور پر زیادہ گرفت صوبائی مقامی اور نچلے دائروں کو حاصل ہو۔وفاق پاکستان کے پاس کل سطح معاملات ہوں اور وفاق میں صوبوں کی مساوی شرکت کے اصول پر ان معاملات کو چلایا جائے۔"

سماجی جمہوریت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ملک کا اقتصادی اور معاشی نظام ایسا بنایا جائے' جس میں پاکستان کے ہر شہری کے لیے ہر شعبہ میں یکساں درجے کے حقوق متعین ہوں اور کسی کے لیے کسی قسم کی خصوصی مراعات نہ رکھی جائیں۔ ہر شہری کا سیاسی مرتبہ ایک سطح کا ہو اور عدالتوں سے انصاف کا حصول ہر شخص کے لیے آسان ہو جائے۔فوج' انتظامیہ اور شہری سب کے لیے ایک جیسا ہی قانون ہو اور دستور کے دائرے میں سب پر عدالتی انصاف کا اطلاق ایک ہی طرح ہو۔یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے' جب یہاں کے فرسودہ اقتصادی و سماجی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں' تاکہ انگریز سامراج کے زمانے کا جاگیردارانہ اور ظالم نظام' جو اب تک رائج ہے اور ہماری قومی سیاست اور ثقافت پر اس کے منفی اثرات نظر آئے ہیں' کو ایک منصفانہ نظام سے تبدیل کیا جائے ایک ایسا نظام جس میں عوام کو اس بات کا یقین ہو کہ ان کی محنت کا ان کو منصفانہ معاوضہ دیا جائے گا اور ان کے استحصال کے خلاف انصاف کا دروازہ کھلا ہو گا۔اس صورتِ حال میں پورے ملک کے عوام اور علاقائی وحدتیں لازماً یہ محسوس کریں گی کہ ان کی نجات اسی معاشرے اور اسی ملک کی ترقی میں مضمر ہے۔اس طرح سماجی جمہوریت کے دائرے میں پاکستان کا ہر شہری بلا امتیاز اور پاکستان کا ہر حصہ بلا تخصیص اپنے پورے پورے شہری' جمہوری اور معاشی حقوق کا حامل ہو گا اور اسے اپنے اپنے عقیدے' نظریئے' مذہب اور مسلک پر عمل پیرا رہنے کی پوری پوری آزادی حاصل رہے گی سماجی سدھار' سماجی ارتقا' سماجی تبدیلیاں اور سماجی انقلاب تو سماجی جمہوریت کا لازمی جزو ہوں گے' لیکن کسی فوجی انقلاب اور فوجی شخص یا ایک جماعتی آمریت کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔نہ اس میں فرقہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وارانہ کشیدگی اور فرقہ واریت کے غلبہ کی جگہ ہوگی۔ کوئی شہری، کسی شہری پر فوقیت نہیں رکھے گا کسی علاقے کو کسی قسم کی بالادستی حاصل نہیں ہوگی۔ یکساں حیثیت میں سب ایک دوسرے کے ساتھ شریک عمل ہوں گے۔ معاشی ذرائع اور وسائل پر سب کا یکساں حق ہوگا اور ان تمام امتیازات اور مراعات سے سماجی قومی زندگی کو پوری طرح پاک کر دیا جائے گا، جن کی وجہ سے کسی خاص فرد یا طبقہ کو دوسرے افراد یا طبقات پر اقتصادی، سیاسی اور معاشی برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ انفرادی انسانی حقوق، انفرادی ملکیتیں اور انفرادی محنت کے نتائج وفوائد ہر شخص کے لیے محفوظ ہوں گے، لیکن دوسرے افراد کے بنیادی انسانی حقوق ملکیتوں اور محنت کے نتائج اور معاشی استحقاق کو کوئی سلب اور غصب کرے، ایسا نہیں ہونے پائے گا۔ نوکر شاہی کا نظام سیاسی اداروں کے تابع ہو کر رہ جائے گا۔

یہ ہے تحریک استقلال کا "سماجی جمہوریت" کا خاکہ، جس کی اساس پر ملک وقوم کا نیشنل کیریکٹر تعمیر ہوگا اور جو ایک متحد، مضبوط، خوشحال اور بڑی طاقتوں کے اثر سے آزاد پاکستان کا ضامن ومحافظ بنے گا۔"

منشور تحریکِ استقلال ۱۹۷۰ء

اغراض ومقاصد:۔

تحریکِ استقلال کا منشور مارچ ۱۹۷۰ء میں اس کے تاسیسی اجلاس میں منظور ہو کر بعد میں پارٹی آئین کا حصہ بنا۔ تحریکِ پاکستان کے آئین کے مطابق تحریکِ پاکستان کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قرآن وسنت کی روشنی میں ملکی آئین کی تیاری اور اس کی حفاظت میں مدد دینا۔

(۲) ملک کے مختلف علاقوں میں بسنے والے عوام میں ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا۔

(۳) پاکستان کی سالمیت کو برقرار رکھتے ہوئے سارے صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری کی ضمانت دینا۔

(۴) پاکستان کے مختلف علاقوں اور مختلف حصوں کے عوام کے درمیان جو فرق یا اونچ نیچ موجود ہے، اسے کم سے کم عرصے میں ختم کرنا۔

(۵) ملک کے تمام باشندوں کے لیے مساوی حقوق کی ضمانت دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) محنت کے بلند رُتبہ کی ضمانت دینا' افرادی قوت سمیت تمام دستیاب وسیلوں کو کام میں لانے کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کرنا۔

(۷) لوٹ کھسوٹ کے ہر طریقے کو ختم کرنا۔

(۸) خواتین کو تمام جائز حقوق دلانا' تا کہ وہ معاشرے میں مفید اور تعمیری کردار ادا کر سکیں۔

(۹) بنیادی تعلیم کا کم از کم معیار مقرر کر کے تمام شہریوں کو تعلیم حاصل کرنے کے برابر مواقع فراہم کرنا اور قابلیت کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنا

(۱۰) یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ساری دولت اللہ کی ملکیت ہے' اس بات کو یقینی بنانا کہ پاکستان کے تمام باشندے اس دولت کو اللہ کی امانت سمجھ کر انصاف اور مساوات کی بنیاد پر کام میں لائیں۔

(۱۱) آزاد عدالتی نظام قائم کرنا اور جمہوری اداروں کے ذریعے قانون کی حکمرانی قائم کرنا۔

(۱۲) یہ امر یقینی بنانا کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں کسی بھی قسم کا اختیار ہے' وہ بدعنوانیوں سے پاک ہوں اور کسی طور پر نا اہل نہ ہوں اور یہ کہ وہ دیانتداری' کفایت شعاری' سخت محنت اور سادہ زندگی کا نمونہ پیش کریں۔

(۱۳) قومی مفاد اور عالمی امن پر مبنی آزاد خارجہ پالیسی پر عمل کرنا۔

(۱۴) اسلامی ملکوں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنا اور اسلامی دنیا کے اتحاد کے لیے سرگرمی سے کام کرنا۔

(۱۵) جموں و کشمیر' جونا گڑھ' مناودر اور منگرول کو آزاد کرانے کے لیے جدوجہد کرتے رہنا۔

عہد:۔

تحریک استقلال عہد کرتی ہے:۔

"ہم نے اپنی پارٹی کے جو اغراض و مقاصد بیان کیے ہیں' ان کو پورا کرنے کا عہد کرتے ہیں اور خاص طور پر عزم کرتے ہیں کہ:۔

(۱) پاکستانی عوام کے اتحاد' ان کی فلاح و بہبود اور انہیں طاقتور بنانے کے لیے کام کریں گے۔

(۲) اسلامی سماجی انصاف اور برابری کی بنیاد پر مبنی ترقی پسند معاشرہ قائم کریں گے اور اسے مضبوط بنائیں گے۔

(۳) پوری دیانتداری اور محنت کے ساتھ اپنے ملک اور مقام کی خدمت کریں گے۔

(۴) ملک کے مفاد کو علاقائی' فرقہ وارانہ اور پارٹی کے مفادات پر ترجیح دیں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنیادی حقوق

شہریوں کے حقوق:۔

تحریکِ استقلال کا کہنا ہے کہ برسرِ اقتدار آنے کے بعد وہ مندرجہ ذیل آئینی اور قانونی تحفظات فراہم کرے گی:۔

(۱) (الف): تمام باشندوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت' خلاف ورزی کی صورت میں عدالت سے رجوع کرنے کی آزادی۔

(ب): تمام کالے قوانین کی تنسیخ

(ج): مقدمہ چلائے بغیر کسی کو قید کرنے کی ممانعت

(د): کسی پر سویلین پر فوجی قانون کے اطلاق کی ممانعت

(۲) تمام باشندوں کو مذہب اور تہذیب وتمدن کے تحفظ کی ضمانت' تمام شہریوں کی سیاسی ومعاشرتی زندگی میں یکساں حقوق کی ضمانت' سرکاری ملازمتوں میں اقلیتوں کو ان کا پورا حصہ دینا۔

(۳) تمام شہریوں کو زندگی' جائیداد کے تحفظ' عزت ووقار اور آزادی کی ضمانت

(۴) تقریر اور اجتماع کی آزادی

(۵) ہر باشندے کو معمولی فیس ادا کرنے کے بعد ایک ہتھیار رکھنے کی اجازت

(۶) محتاجوں کے لیے مراکز بہبود کا قیام

(۷) گداگری کی تمام صورتوں کی ممانعت

عورتوں کے حقوق:۔

تحریکِ استقلال عہد کرتی ہے کہ:۔

(۱) عورتوں کے خلاف امتیاز پیدا کرنے والے تمام رسوم ورواج قانونی تحفظ کے ساتھ ختم کر دیے جائیں گے اور ان کے حقوق کو مناسب قانونی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

(۲) خواتین کو موقع دیا جائے گا کہ وہ اسمبلی کی دس فیصد نشستیں مردوں اور عورتوں کے براہ راست ووٹ کے ذریعے حاصل کر سکیں۔

(۳) عائلی عدالتوں میں کم از کم پچاس فیصد خاتون ججوں کو مقرر کیا جائے گا۔

(۴) قانون میں یہ شق شامل کر دی جائے گی کہ عائلی عدالتیں خواتین کی طرف سے دائر کیے گئے طلاق کے مقدمات کا فیصلہ چھ ماہ کے اندر کر دیں گی اور اس میں بچوں کی تحویل' گذارہ الاؤنس اور حق مہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسے مسائل کا تصفیہ بھی شامل ہوگا۔

(۵) طلاق کے نتیجے میں جائیداد سے متعلق تمام جھگڑوں کی سماعت عائلی عدالتیں ایک سال کے اندر اندر کریں گی۔

(۶) طلاق کے بعد گزارہ الاؤنس اور بچوں کی تحویل کے ضمن میں قانون میں ردوبدل کیا جائے گا۔

(۷) دوسری شادی پر عائد موجودہ پابندی برقرار رہے گی۔

(۸) وراثت کے معاملہ میں بیوہ کے نابالغ بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے خاص اقدامات کیے جائیں گے۔

(۹) شہری جائیداد اور زرعی زمین پر قبضہ کے سلسلے میں بیواؤں اور نابالغ بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے اور انہیں زرعی پیداوار سے حصہ دلایا جائے گا۔

(۱۰) عورتوں کو مردوں کے مساوی تنخواہ ملے گی اور برابری کی بنیاد پر سرکاری ملازمت کے لیے مقابلہ کرنے کی اجازت ہوگی۔

(۱۱) خواتین کو علوم وفنون کی تمام شاخوں میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کی سہولتیں دی جائیں گی۔

(۱۲) بچوں کے لیے، خصوصاً ملازمت پیشہ خواتین کے بچوں کے لیے نرسریاں قائم کی جائیں گی۔

(۱۳) سرکاری بسوں اور ریل میں سفر کرنے والی خواتین کے لیے سہولتوں کو بہتر بنایا جائے گا اور مزید اضافہ کردیا جائے گا۔

(۱۴) سرکاری یا پرائیویٹ کارخانوں میں کام کرنے والی خواتین کو وہ تمام سہولتیں دی جائیں گی جو عالمی مزدور تنظیم (آئی ایل او) کی سفارت کے تحت انہیں حاصل ہونی چاہئیں۔

اقلیتوں کے حقوق:۔

اقلیتوں کے حقوق کے ضمن میں تحریکِ استقلال نے مندرجہ ذیل اقدامات پر عمل کرنے کا عہد کیا ہے:۔

(۱) جمہوری اداروں اور جمہوری عمل میں اقلیتوں کو اکثریت شانہ بشانہ حصہ لینے کا حق۔

(۲) عقیدے اور اپنی ثقافت پر عمل کرنے کی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنے اور چلانے کی مکمل آزادی

(۳) تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں خصوصی سہولیات کی فراہمی۔

(۴) سرکاری ملازمتوں میں اقلیتوں کو ان کا پورا حصہ دینا۔

وفاقی ڈھانچا:۔

تحریکِ استقلال نے وفاقی ڈھانچے سے متعلق مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) امورِ خارجہ، دفاع، کرنسی، بین الصوبائی تجارت، مواصلات اور غیر ملکی تجارت کے شعبے وفاق کے سپرد ہوں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) وفاق کے مقاصد کے لیے وفاق کو ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا اختیار۔
(۲) صوبوں کی صوابدید پر کوئی بھی اضافی ذمہ داری مرکز کے سپرد کرنے کا اختیار۔
(۳) بین الصوبائی اور بین الضلعی نقل و حرکت پر پابندی کا خاتمہ' بین الصوبائی ٹیکس ممنوع قرار دینا۔
(۴) سینٹ کے اختیارات میں اضافہ۔
(۵) ووٹر کی عمر اٹھارہ سال مقرر کرنا۔
(۶) قبائلی علاقوں میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات منعقد کرانا۔

آئینی ڈھانچا:۔

تحریک استقلال نے آئینی ڈھانچے کے ضمن میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) عدلیہ کو انتظامیہ کے اثرات سے پاک کرنا' ججوں کی تقرری انتظامیہ کے اختیار میں نہ ہونا۔
(۲) ضلعی سطح کی عدالتوں میں جیوری سسٹم کا اجراء' جیوری کا انتخاب' دیوانی و فوجداری اور قانون شہادت کو آسان بنانا۔
(۳) پورے عدالتی نظام پر نظر ثانی' مقدمات کے جلد از جلد فیصلہ کو یقینی بنانا۔
(۴) اگر کسی مقدمے کا فیصلہ چھ ماہ کے اندر نہ ہو تو ملزم کو ضمانت پر رہا کر دینا اور مقدمہ کا فیصلہ اگلے چھ ماہ میں مکمل کرنا۔
(۵) دیوانی مقدمات کا فیصلہ ایک سال کے اندر اندر کرنا۔
(۶) علیحدہ عائلی عدالتوں کا قیام۔
(۷) کورٹ فیس کا خاتمہ۔

انتظامیہ:۔

تحریکِ استقلال نے انتظامیہ سے متعلق حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱)(الف):۔ ہر صوبے کو انتظامی لحاظ سے گاؤں' حلقہ اور ضلع میں تقسیم کرنا' حلقہ کی حدود کا صوبائی اسمبلی کی نشست کے مطابق ہونا۔

(ب) گاؤں کی سطح پر پنچایت یا جرگہ کے انتخاب کا انعقاد' پنچایت پر حسب ذیل ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔
(۱) مصالحتی کمیٹی کے طور پر کام کرنا۔
(۲) پرائمری سکول اور شفا خانوں کا قیام اور ان کی دیکھ بھال۔
(۳) گاؤں اور حلقہ کی انتظامیہ کے درمیان رابطے۔
(۴) پیدائش اور موت کا ریکارڈ رکھنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) زمین کے کاغذات کی تصدیق کرنا۔

(۶) پولیس میں درج شدہ پرچہ کی ایک نقل بطور ریکارڈ رکھنا۔

(ج) حلقہ کی سطح پر ساری انتظامی ذمہ داری حلقہ اسمبلی کے سپرد ہونا' جسے حلقہ کے عوام منتخب کریں گے۔ نظم ونسق، تعلیم' صحت' زراعت' زمین کے ریکارڈ اور مالیہ زمین جیسے تمام امور کا حلقہ اسمبلی کے سپرد ہونا۔

(د) صوبائی ہیڈ کوارٹر آرگنائزیشن کا صوبائی اسمبلیوں کے تحت قانون سازی' پالیسی بنانا' پلاننگ اور بجٹ بنانا اور حلقہ کو انجینئرنگ' صحت' زراعت اور تعلیم جیسے فنی معاملات میں خدمات فراہم کرنا' نیز صوبائی سطح پر ہسپتالوں' کالجوں یونیورسٹیوں اور اس قسم کے دوسرے اداروں کی دیکھ بھال' پولیس رکھنے کی اجازت بھی ہوگی۔

(۲) صوبوں کو صوبائی ملازمین بھرتی اور ان کی مختلف جگہوں پر مقرر کرنے کا اختیار' کمیشن کی تشکیل جس میں صوبوں اور مرکز کو برابری کی بنیاد پر نمائندگی حاصل ہوگی۔ صوبوں اور مرکز میں تنازعہ کی صورت میں چیف جسٹس ہائیکورٹ اور چیف جسٹس سپریم کورٹ پر مشتمل ایک کمیٹی کے سپرد کرنا' مرکز اور صوبوں میں وسائل کی تقسیم۔

(۳) حلقہ اور ضلع کی انتظامیہ کو اپنے عملہ پر کنٹرول حاصل ہونا۔

(۴) مرکز' صوبوں اور اضلاع کے گروپوں کے اپنے اپنے سروس کمیشن ہونا اور انہیں آئینی تحفظ حاصل ہونا۔

(۵) مرکزی' صوبائی اور حلقہ اسمبلیوں میں سٹینڈنگ کمیٹی کی آئینی گنجائش پیدا کرنا۔

(۶) صوبائی چیف سیکرٹریوں کی اسامیاں ختم کرنا اور سیکرٹریٹ کے عملہ میں کمی کر کے چند افسروں سے کام چلانا۔

(۷) ڈویژنل کمشنروں' ڈپٹی کمشنروں' اسسٹنٹ کمشنروں' تحصیلداروں اور مجسٹریٹوں کی آسامیوں کو ختم کرنا۔

(۸) افسروں اور عام ملازموں کی تنخواہوں میں موجود وسیع خلیج کو ختم کرنا۔ افسروں کو سادہ زندگی گذارنے کا پابند کرنا۔

(۹) موجودہ دفتری نظام کو انتہائی سادہ اور مؤثر بنانا۔

پالیسی برائے قومی امور:۔

امور خارجہ کے بارے میں تحریک استقلال نے مندرجہ ذیل پالیسی وضع کی ہے:۔

(۱) مسلم ممالک کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات کو فروغ دینا۔

(۲) بنگلہ دیش کے ساتھ اس انداز سے سیاسی اور اقتصادی رشتے استوار کرنا کہ مستقبل میں دونوں ممالک کی ایک کنفیڈریشن قائم کی جا سکے۔

(۳) جموں وکشمیر کے عوام کے لیے حق خود ارادیت کے حصول کی جدوجہد کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) فلسطینی بھائیوں کو جدوجہد آزادی میں کھلے دل کے ساتھ مادی اور اخلاقی مدد دینا۔
(۵) تیسری دنیا کے عوام جو نوآبادیاتی قوتوں کی حاکیت اور اقتصادی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں' ان کی مدد۔
(۶) تمام بین الاقوامی معاہدوں کو پاکستان کے بہترین مفاد میں بنانے کے لیے ان پر نظر ثانی۔
(۷) خارجہ امور' بیرونی سفارت خانوں کے ڈھانچے' عملے اور طریق کار میں انقلابی تبدیلیاں لانا۔
(۸) وزارت امور کشمیر کو ختم کرنا' کیونکہ یہ آزاد جموں و کشمیر کے نظم و نسق میں بیجا مداخلت کے سوا کچھ نہیں کرتی۔

دفاع:۔

تحریکِ استقلال کی دفاعی پالیسی حسب ذیل ہے:۔

(۱) افواج پاکستان کو نئے سرے سے منظم کرنا اور انہیں قومی دفاع کے تقاضے موثر طور پر پورے کرنے کے لیے مضبوط بنانا یہ کام اس طرح سے کیا جائے گا کہ قومی خزانے پر آج کی نسبت کم بوجھ پڑے۔ نیز اسلحہ کی سپلائی کے لیے غیر ملکی ذرائع کا انحصار کم کرنا۔
(۲) تمام غیر ضروری اخراجات ختم کرنا' میدانِ جنگ میں استعمال ہونے والے فوج کے حصہ کو زیادہ مؤثر بنانا' سندھ اور بلوچستان کے عوام کی قومی دفاع میں شرکت کی حوصلہ افزائی اور قوم کی افرادی قوت سے بھرپور فائدہ اٹھانا۔
(۳) بلوچستان میں ایک کیڈٹ کالج قائم کرنا۔
(۴) بچت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملک کے تمام صوبوں میں دفاعی پیداوار کی صلاحیت پیدا کرنا۔
(۵) افواج پاکستان کو ملک کی تعمیری اور قومی پیداوار کے کاموں میں استعمال کرنا تاکہ قوم پر مالی بوجھ کم کیا جا سکے' افواج پاکستان کے نوآبادیاتی ڈھانچے کو قومی کردار میں بدل دینا۔

تعلیم:۔

تحریک استقلال کی تعلیمی پالیسی حسب ذیل ہے:۔

(۱) اساتذہ کی شرائطِ ملازمت کو بہتر بنانا' تنخواہوں میں اضافہ کرنا۔
(۲) غیر پیداواری اخراجات میں زبردست کمی کر کے بجٹ میں تعلیم کے لیے رقوم بڑھانا۔
(۳) موجودہ تعلیمی اداروں کی اہلیت تسلی بخش سطح تک لانا اور ہر کمی کو پورا کرنا۔
(۴) پرائمری اور فنی تعلیم کو ازحد اہمیت دینا۔
(۵) بیرونی ملکوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف کے پروگرام کو پھیلانا۔
(۶) ملازمتوں کا انتخاب اہلیت کی بنیاد پر کرنا' غریب خاندانوں کے بچوں کو ترجیح دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) تعلیم کی بنیاد اسلام کی روحانی، تاریخی، معاشرتی، ثقافتی اور اخلاقی قدروں پر رکھنا۔
(۸) ان مساجد کے خطیبوں کو خواندگی کے پروگرام میں حصہ لینے کی بنیاد پر معاوضہ دینا، جہاں پرائمری تعلیم دینے کا بندوبست ہے۔
(۹) کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نصاب تعلیم کو بہتر بنانا۔
(۱۰) خواتین کے لیے مزید کالج قائم کرنا۔
(۱۱) فنی و غیر فنی تعلیم کے حصول کے لیے غریب بچوں کو اہلیت اور موزونیت کی بنیاد پر مدد دینا۔
(۱۲) تعلیمی اداروں میں موجود سہولتوں کو بہتر بنانا اور ان میں زیادہ طلبا کے داخلے کا انتظام کرنا۔
(۱۳) صنعتی اداروں کو اپرنٹس ٹریننگ کے پروگرام شروع کرنے کا پابند بنانا۔
(۱۴) صنعتی اور زرعی کارکنوں کی مہارت میں اضافہ کے لیے خصوصی سہولتیں فراہم کرنا۔
(۱۵) تعلیمی اداروں کی مناسب دیکھ بھال، والدین اور اساتذہ کے درمیان رابطہ اور تعاون۔
(۱۶) نصاب تعلیم کو معیاری بنانا۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن کو وسیع انقلابی بنیادوں پر تعلیم کے لیے استعمال کرنا۔

صحت:۔

تحریک استقلال صحت اور سماجی بہبود کے لیے مندرجہ ذیل پالیسی پر عمل کرنے کی خواہاں ہے:۔

(۱) بیماریوں کی وجوہات کو ختم کرنے کے لیے صاف پانی اور آبادیوں میں صفائی کی بہتر سہولتیں فراہم کرنا۔
(۲) بیرونِ ملک کام کرنے والے ڈاکٹروں کو وطن واپس آنے پر آمادہ کرنا۔
(۳) دیہی علاقوں میں طبی سہولتیں بڑھانے کے لیے میڈیکل لائسنس رکھنے والے افراد کی قابلیت بڑھانے کے لیے خصوصی کورسز شروع کرنا۔
(۴) نرسوں، مِڈ وائفوں، ڈسپنسروں اور دوسرے میڈیکل سٹاف کی تربیت کا ہنگامی پروگرام مرتب کرنا۔
(۵) ''قومی دیہی صحت سکیم'' کا اجراء۔
(۶) حکیموں اور ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کی خدمات سے فائدہ اٹھانا۔
(۷) مزید ہسپتال بنانا اور ان کی حالت بہتر بنانا۔
(۸) مچھروں اور مکھیوں کو ختم کرنے کی مہم شروع کرنا۔
(۹) ''ریبیز'' کے خاتمے کے لیے مؤثر اقدامات تاکہ پاگل کتوں کے کاٹنے سے نجات حاصل ہو سکے۔
(۱۰) دیہی علاقوں میں طبی سہولتیں مہیا کرنا اور شہری علاقوں میں ان سہولتوں کو بہتر بنانا۔

رہائش:۔

تحریکِ استقلال رہائشی مسائل کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) عالیشان سرکاری عمارتوں کی تعمیر کی روک تھام، تعمیرات کے موجودہ تصور میں تبدیلی، کم لاگت والی بستیوں کی تعمیر۔

(۲) عالیشان سرکاری رہائش گاہیں خالی کروا کر عوامی استعمال میں لانے کا بندوبست۔

(۳) کم آمدنی والے ہر بے گھر شخص کو مکان بنانے کے لیے پلاٹ مہیا کرنا اور مالکانہ حقوق عطا کرنا۔

(۴) شہروں اور قصبوں میں مکان بنانے کے لیے پلاٹ کے رقبے کی ایک حد مقرر کرنا۔

(۵) کچی آبادیوں کے مسائل کو ہنگامی بنیادوں پر حل کرنا۔

(۶) ملک بھر میں ''قصبہ ترقیاتی پروگرام'' شروع کرنا۔

(۷) نجی مکانوں کی تعمیر کے لیے رقبہ اور اخراجات پر پابندیاں عائد کرنا۔

(۸) سیمنٹ اور لوہے کی کھپت میں بچت کے لیے گارے اور اینٹوں سے تعمیر کیے جانے والے مکانات کے لیے ٹیکس میں چھوٹ دینا۔

(۹) اینٹوں کی قیمت کم کرنے کے لیے بھٹے کے مالکوں کو کنٹرول نرخ پر کوئلہ مہیا کرنا۔

پبلک ٹرانسپورٹ:۔

تحریک استقلال نے پبلک ٹرانسپورٹ کو بہتر بنانے کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) روڈ ٹرانسپورٹ کے تمام شعبوں میں نجی سرمایہ کاروں کو حصہ لینے اور سرکاری ٹرانسپورٹ کا مقابلہ کرنے کی اجازت دینا۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کو چنے ہوئے روٹوں پر اجارہ دینے کے بجائے اس امر پر مجبور کرنا کہ وہ عام کاروباری انداز میں پرائیویٹ کمپنیوں کا مقابلہ کرے۔

(۲) قومی ضروریات پوری کرنے کے لیے بسوں اور ٹرکوں کے چیسز درآمد کرنا۔

(۳) شہروں میں ٹرانسپورٹ کے نظام کو ترجیحی بنیاد پر دوبارہ مرتب کرنا اور پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کمپنیوں کو شہری علاقوں میں بسیں چلانے کی سہولت فراہم کرنا نیز منتخب راستوں پر مسافروں کی گنجائش دوگنی کرنے کے لیے بسوں کے سائز کے انجن ٹریلر چلانا۔

(۴) سرکاری افسروں کے لیے ٹھاٹ دار کاروں کا استعمال ممنوع قرار دینا اور ایسی کاروں کو نیلام کر کے پبلک ٹرانسپورٹ کی سہولت میں اضافہ کرنا۔

(۵) ریلوے کے نظام کو از سر نو منظم کرنا اور ریلوے کی لمبائی، باربرداری اور مسافروں کی گنجائش میں اضافہ کرنا۔

(۶) کراچی سے پشاور تک ریل کی ساری پٹڑی کو ڈبل کرنا۔

(۷) انڈس ہائی وے پروجیکٹ کو ترجیح دینا۔

(۸) مزید بندرگاہوں کی تعمیر اور انہیں ریل اور سڑک سے ملانے کے کام کو تیز تر کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) موٹر سائیکل' سکوٹر اور سائیکل کے پرزے بنانے کے لیے صنعتیں قائم کرنا اور عوام کو بلا منافع بنیاد پر سائیکل مہیا کرنا۔

(۱۰) ٹیکسیاں' رکشے اور تانگے چلانے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۱۱) ۳۰ جون ۱۹۷۹ء تک رجسٹر کیے گئے سائیکل رکشاؤں کی جگہ موٹر سائیکل رکشا دینا اور اس کی قیمت آسان اقساط میں وصول کرنا۔

(۱۲) شاہراہوں سے تمام رکاوٹیں دور کرنا۔

(۱۳) پبلک روڈ اور ریل کے ذریعے سفر کرنے والی خواتین کے لیے سہولتوں کو بہتر بنانا اور ان میں اضافہ کرنا۔

(۱۴) مسافروں کی سہولت کے لیے ملک بھر میں سرائے کی قسم کے سستے اور ستھرے ہوٹلوں کا جال پھیلانا'

پریس، ریڈیو، ٹیلیویژن:۔

تحریک استقلال نے فیصلہ کیا ہے کہ:۔

(۱) وفاقی وزارت اطلاعات کو ختم کردیا جائے گا' کیونکہ یہ خزانے پر غیر ضروری بوجھ بن گئی ہے اور اس سے قومی مفادات کو فائدہ نہیں پہنچا۔

(۲) نیشنل پریس ٹرسٹ کو ختم کردیا جائے گا۔

(۳) پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی نینس کو منسوخ کردیا جائے گا۔

(۴) حقیقی معنوں میں پریس کی آزادی کو یقینی بنایا جائے گا' تا کہ یہ فرد کی آزادی کی حفاظت اور رائے عامہ کی عکاسی کر سکے۔

(۵) اخباری کاغذ کے حصول پر تمام پابندیاں ختم کردی جائیں گی اور تمام پبلشرز' اخبارات اور رسائل اخباری کاغذ حاصل کرسکیں گے۔

(۶) سرکاری اشتہارات مساویانہ طور پر تقسیم کیے جائیں گے۔

(۷) ریڈیو اور ٹیلیویژن کو سیاسی مداخلت سے آزاد کردیا جائے گا اور ان کے خودمختارانہ کردار کو یقینی بنایا جائے گا۔

(۸) صحافت کے میدان میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کیے جائیں گے اور اس مقصد کے لیے مراکز قائم کیے جائیں گے۔

بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانی:۔

بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانیوں کے لیے تحریک استقلال نے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے مفاد کی دیکھ بھال کے لیے ایک الگ وزارت قائم کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) جن ملکوں میں پاکستانی باشندے آباد ہیں' ان میں ایسے دفاتر کھولے جائیں گے جو افسر شاہی کے کنٹرول سے آزاد ہوں گے۔ یہ دفاتر اپنے ملک کے ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کے لیے پاکستانیوں کی رہنمائی کریں گے۔

(۳) پاکستان کے اندر بھی ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ بیرون ممالک مقیم پاکستانی اپنے کمائے ہوئے زرمبادلہ کو نفع بخش منصوبوں میں لگا سکیں۔ انہیں حق دیا جائے گا کہ وہ جو زرمبادلہ وطن کو بھیجتے ہیں' اُسے ملک کے اندر اپنی پسند کی صنعتوں میں لگا سکیں اس پالیسی کی بدولت قیمتوں کو گھٹانے اور روزگار کے مواقع بڑھانے میں مدد ملے گی۔

(۴) اس امر کو یقینی بنایا جائے گا کہ امیگریشن' کسٹمز اور دوسرے محکموں کے اہلکار باہر سے آنے والے پاکستانیوں کا احترام کریں اور ان کے مسائل پر پوری توجہ دیں۔

(۵) بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کو ووٹ کا حق دیا جائے گا اور اسے مؤثر بنانے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے۔

اقتصادی پالیسی:۔

تحریک استقلال کی پیش کردہ اقتصادی پالیسی درج ذیل ہے:۔

(۱) حکومت کے غیر پیداواری اخراجات میں زبردست کمی کر دی جائے گی۔

(۲) ٹیکس میں کمی کی جائے گی اس طرح عوام کے پاس جو زیادہ وسائل بچ جائیں گے اُنہیں وہ پیداوار بڑھانے اور اپنی آمدنی میں اضافہ کے لیے استعمال کر سکیں گے۔

(۳) مکان تعمیر کرنے کے لیے بعض حدود مقرر کر دی جائیں گے۔ شان و شوکت والے اور بڑے مکانوں پر ٹیکس لگا دیا جائے گا۔ مکان جتنا بڑا ہوگا اس پر ٹیکس بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

(۴) بے فائدہ یعنی غیر پیداواری نجی جائیداد پر پابندیاں عائد کی جائیں گی۔

(۵) سامانِ تعیش کی درآمد پر پابندی لگا دی جائے گی۔

(۶) صنعت اور زراعت میں سرمایہ کاری پر ٹیکس کم کر دیے جائیں گے۔

(۷) محصول چونگی کو ختم کر دیا جائے گا' کیونکہ یہ عوام کی پریشانی کا سبب ہے جس سے میونسپل اداروں کو زیادہ آمدنی نہیں ہوتی' محصول چونگی کے خاتمہ سے میونسپل اداروں کو جو نقصان ہوگا' اسے حکومت پورا کرے گی۔

صنعتی پالیسی:۔

تحریک استقلال مندرجہ ذیل پالیسیوں کو ملک اور صارفین کے بہترین مفاد میں تصور کرتی ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) دفاعی صنعتیں، بجلی، فولاد، ریل، ہوائی کمپنی، جہاز سازی، بھاری کیمیکلز، ٹریکٹرز، ہیکلز اینڈ حمن اور توانائی کے جو کارخانے پہلے سے قومی ملکیت میں ہیں، انہیں جوں کا توں رہنے دیا جائے گا۔ ان صنعتوں کے بعض شعبوں میں نجی سرمایہ کاری کی اجازت دے دی جائے گی۔

(۲) سرکاری شعبوں میں ہر صنعت کی سالانہ بیلنس شیٹ اور رپورٹیں عوام کو مہیا کی جائیں گی اور انہیں متعلقہ اسمبلیوں میں زیر بحث لایا جائے گا۔

(۳) اقتصادی فیصلوں کے لیے مرکزیت کے نظام کو ختم کر دیا جائے گا اور فیصلوں میں وزارتی عمل دخل کے بجائے صنعتکاروں اور صنعت سے متعلق دوسرے افراد کو فیصلے کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

(۴) صنعتیں قائم کرنے کے بارے میں سرکاری معلومات، منصوبوں، پالیسیوں اور فیصلوں کو عوام کے لیے قابل حصول بنانے کی گنجائش پیدا کی جائے گی۔

(۵) طیارے، بحری جہاز، جیپیں، ٹرک، بسیں، الیکٹرانک آلات، فوجی اور دوسری گاڑیاں ملک میں تیار کی جائیں گی۔

(۶) تمام بنکوں اور مالیاتی اداروں کو اس امر کا پابند کر دیا جائے گا کہ وہ عوام کی طرف سے دی گئی قرضوں کی درخواستوں کا قطعی فیصلہ صوبے کے اندر ہی کریں۔

(۷) صنعتیں قائم کرنے اور سرمایہ لگانے کے لیے حکومت سے کسی اجازت نامے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۸) نجی اور سرکاری صنعتی اداروں کے مینجنگ بورڈ میں کارکنوں کو نمائندگی دی جائے گی۔

(۹) نجی اور سرکاری صنعتوں کے منافع کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا:۔

(الف) دوبارہ سرمایہ کاری کے لیے حصہ

(ب) مالک کا حصہ

(ج) مزدوروں کا حصہ

(۱۰) کاریگر بنک قائم کیے جائیں گے ان کی شاخیں دیہات میں کھولی جائیں گی تاکہ کاریگروں اور ہنرمندوں کو آسان قسطوں پر قرضے دیے جاسکیں۔

(۱۱) دیہی علاقوں میں ہنر اور دستکاریوں کے تربیتی مراکز قائم کیے جائیں گے۔

(۱۲) دستکاروں اور کاریگروں کو امداد باہمی کی بنیاد پر انجمنیں قائم کرنے کے سلسلے میں حوصلہ افزائی اور مدد دی جائے گی۔

(۱۳) دستکاروں اور کاریگروں کو اپنی تنظیمیں قائم کرنے میں مدد دی جائے گی تاکہ وہ اپنے پیشہ ورانہ مفادات کی حفاظت کر سکیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محنت (لیبر):۔

تحریک استقلال ایسا معاشرہ قائم کرنے کی خواہاں ہے، جس میں فضول خرچی اور دولت کی نامنصفانہ تقسیم کو ختم کر دیا جائے۔

(۱) نجی اور سرکاری کارخانوں اور اداروں کو چلانے والے انتظامی بورڈ میں کارکنوں کو نمائندگی دی جائے گی۔

(۲) نجی اور سرکاری شعبوں میں قائم صنعتوں کے منافع کو تین فنڈز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(الف): دوبارہ سرمایہ کاری کا فنڈ

(ب): مالک کا فنڈ

(ج): مزدور کا فنڈ

(۳) تمام صنعتوں میں مزدوروں کی محنت سے جو منافع ہوگا اس میں مالک کے ساتھ مزدوروں کو بھی حصہ دیا جائے گا۔

(۴) مزدوروں پر عائد تمام جابرانہ قوانین ختم کر دیے جائیں گے۔ ٹریڈ یونینز ایکٹ اور متعلقہ ضابطوں میں ترمیم کر کے انہیں عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) کے کنونشن میں ان دفعات کے مطابق بنایا جائے گا جن پر پاکستان نے دستخط کر رکھے ہیں۔

(۵) ٹریڈ یونینوں کی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

(۶) پیداوار کو ایک مقررہ حد سے اوپر لے جانے پر مزدوروں کو حوصلہ افزائی کے خصوصی بونس دیے جائیں گے۔

(۷) مزدوروں کو ان کے کارخانوں کے نزدیک رہائش مہیا کی جائے گی۔

(۸) مزدوروں کو بڑھاپے میں پنشن دی جائے گی اور دوران کار معذور ہو جانے پر معاوضہ ادا کیا جائے گا۔

(۹) بیماری میں علاج معالجہ اور موت کی صورت میں بیوہ اور یتیموں کی دیکھ بھال کے انتظامات کیے جائیں گے۔

(۱۰) یومیہ اُجرت یا ٹھیکے پر کام کرنے والے ہر قسم کے مزدوروں کے حقوق کو تحفظ دیا جائے گا۔ ایجنٹوں اور دلالوں کی طرف سے کی جانے والی لوٹ کھسوٹ کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۱۱) مزدوروں کو اس بات کے مواقع دیے جائیں گے کہ وہ جن اداروں میں کام کرتے ہیں ان کے حصص خرید سکیں اور ان کے انتظام میں شریک ہو کر زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکیں۔

(۱۲) تمام نجی اور سرکاری کارخانوں میں کام کرنے والی عورتوں کو وہ ساری سہولتیں دی جائیں گی جن کی وہ عالمی ادارہ محنت (I.L.O) کے کنونشن کے تحت حقدار ہیں۔

(۱۳) بچوں کے لیے، خصوصاً ملازمت کرنے والی خواتین کے بچوں کے لیے نرسریاں قائم کی جائیں گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زمین اور زراعت:۔

تحریک استقلال نے معاشرہ کے اس اہم شعبہ میں لوٹ کھسوٹ کو ختم کر دینے کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ:۔

(۱) "زمین اس کی ہے جو اس پر محنت کرتا ہے" کے اصول پر زرعی اصلاحات نافذ کی جائیں گی۔

(۲) ملکیت کی موجودہ حد آٹھ ہزار پیداواری یونٹ فی کس کی حد کو گھٹا کر ایک ہزار سات سو پچاس یونٹ کر دیا جائے گا (یعنی تقریباً پچیس ایکڑ) اس پر عمل کرتے ہوئے جو زمین حاصل ہوگی اس کا معاوضہ ادا کیا جائے گا۔

(۳) زمینداروں سے حاصل کی گئی زمین کے علاوہ ایسی تنظیموں اداروں کی زمین جو زرعی پیداوار کے عمل میں حصہ نہیں لیتے' بے زمین مزارعوں اور کھیت مزدوروں میں بانٹ دی جائے گی۔

(۴) ایسی قابل کاشت اراضی' جسے تین سال سے غیر مزروعہ رکھا گیا ہوگا' بے زمین کسانوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔

(۵) سرکاری اراضی کا وسیع و عریض فالتو رقبہ بے زمین کسانوں کو بانٹ دیا جائے گا۔

(۶) سرکار اور اوقاف کی جو اراضی عملاً بڑے زمینداروں کے قبضہ میں ہے' اسے چھڑا کر بے زمین کسانوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۷) دیہات میں رہنے والے جن لوگوں کے پاس نہ تو کوئی مکان ہے اور نہ ہی پلاٹ' انہیں رہائشی پلاٹ فراہم کیے جائیں گے۔

(۸) مزارعوں کی غیر قانونی بے دخلی کی قطعی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۹) کسانوں کو ان کی پیداوار کی مناسب قیمت ملنے کی ضمانت دی جائے گی۔

(۱۰) زراعت کے شعبہ میں سرکاری سرمایہ کاری میں اضافہ کر دیا جائے گا' تا کہ کاشتکاروں کو مشینیں' ٹریکٹر' زرعی آلات' کھادیں اور بیج رعایتی قیمت پر بہم پہنچائے جائیں گے۔

(۱۱) ایسی صنعتوں کے قیام اور فروغ کو بہت زیادہ ترجیح دی جائے گی' جن سے زراعت کو مدد ملتی ہے ملک میں ٹریکٹر سازی تین سال کے اندر شروع کر دی جائے گی۔

(۱۲) جب تک ملک میں ٹریکٹر شروع نہیں کر دیا جاتا تب تک ٹریکٹروں کی درآمد پر ڈیوٹی ختم کر دی جائے گی۔

(۱۳) کسانوں کو مالی امداد دینے کے لیے کافی مقدار میں رقوم مختص کی جائیں گی۔

(۱۴) چھوٹے زمینداروں کی کوآپریٹو بنانے پر حوصلہ افزائی کی جائے گی اور اس سلسلے میں خصوصی مدد بھی دی جائے گی۔

(۱۵) آبپاشی کے نظام میں توسیع کی جائے گی موجودہ نظام کو از سر نو مرتب کیا جائے گا اور اسے بہتر بنایا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۶) آبپاشی کے نظام کے "کاریز" میں توسیع کی جائے گی اور اسے بہتر بنایا جائے گا۔

دیہی ترقی:۔

دیہی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے تحریک استقلال نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں۔

(۱) دیہی علاقوں کو ترقی دینے کے لیے سرتوڑ کوششیں کی جائیں گی اور زیادہ سے زیادہ وسائل مخصوص کیے جائیں گے۔

(۲) جو گاؤں اور چھوٹے قصبے عملی اعتبار سے دیہی علاقوں سے منسلک ہیں' انہیں معاشرتی سرگرمیوں کے مراکز کے طور پر ترقی دی جائے گی' تا کہ دیہی آبادی زندگی کی بنیادی سہولتیں آسانی کے ساتھ حاصل کر سکے۔ یہ ضروریات پوری کرنے کے علاوہ طبی امداد' تعلیم اور تفریح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

(۳) دیہی علاقوں میں سڑکوں کی تعمیر اور بجلی پہنچانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے ایک ہزار سے زائد آبادی والے دیہات میں پانچ سال کے اندر اندر بجلی پہنچا دی جائے گی اور رابطہ سڑکیں تعمیر کر دی جائیں گی۔

(۴) دیہی علاقوں میں نئے سکول اور شفاخانے قائم کرنے اور پہلے سے موجود سکول اور شفاخانوں کی مناسب دیکھ بھال کو انتہائی ترجیح دی جائے گی۔

(۵) دیہی علاقوں میں صنعتیں قائم کی جائیں گی' تا کہ دیہی آبادی کو روزگار میسر آئے اور اس کی آمدنی میں اضافہ ہو سکے۔

(۶) کاریگروں کو تربیت دینے کے لیے فنی تربیت کے مراکز قائم کیے جائیں گے۔

(۷) چھوٹے کاشتکاروں کو قرضے دینے کے لیے کاریگر بنک قائم کیے جائیں گے۔

(۸) حکومت اس امر کو یقینی بنائے گی کہ مختلف طبقوں کے درمیان معاشرتی اونچ نیچ مکمل طور پر ختم کر دی جائے گی۔

(۹) درخت اور جنگلات لگانے پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

(۱۰) چراگاہوں کی حفاظت اور انہیں بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

(۱۱) دیہی اور دُور افتادہ علاقوں میں وسیع پیمانہ پر طبی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

(۱۲) سارے ملک میں مویشیوں کے شفاخانے قائم کیے جائیں گے۔

حرفِ آخر:۔

تحریک استقلال نے اپنے منشور کے آخر میں لکھا ہے کہ:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تحریک استقلال کے اس منشور میں جن پروگراموں اور پالیسیوں کا خاکہ پیش کیا گیا ہے وہ ہمارے عزم اور ایمان کا مظہر ہے۔ تحریکِ استقلال کا یہ منشور ہمارے لیے ایمان کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی سیاسی جماعت نے اسلام کی تعلیمات پر مبنی اس قدر جامع پروگرام پیش کیا ہے۔ ہمیں پختہ یقین ہے کہ ہم نے جو وعدے قوم سے کیے ہیں وہ پورے کیے جا سکتے ہیں اور ہم انہیں پورا کر کے رہیں گے کیونکہ ہم نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا جو ہمارے نزدیک غیر حقیقی یا ناقابلِ عمل ہو۔ ہم نے ایسی کوئی چیز پیش نہیں کی جو ہمارے ملک کی صلاحیتوں سے باہر ہو۔ بدلتی وفاداریوں بنیادی تضادات بلا امتیاز لوٹ کھسوٹ سیاسی جماعتوں کی بے لگام مطلق العنانی اور جن لوگوں نے قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے ان سے سبق اور تجربہ حاصل کر کے تحریکِ استقلال نے قوم کے سامنے منشور کو پیش کیا ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہم رائے دہندگان کی امیدوں اور امنگوں کی تکمیل میں تعمیری حصہ لے سکتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے عہد حکومت میں، سرحد اور بلوچستان میں نیپ اور جمیعت علمائے اسلام نے مخلوط حکومت بنائی تو کچھ عرصہ بعد بھٹو اور بلوچستان کی مخلوط حکومت کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے، جن کے نتیجے میں بھٹو نے بلوچستان حکومت کو برطرف کر کے وہاں گورنر راج نافذ کر دیا۔ اس پر سرحد کی مخلوط حکومت بھی احتجاجاً مستعفی ہو گئی۔ اس طرح نیپ کے کرتا دھرتا خان عبدالولی خاں اور بھٹو میں زبردست اختلافات پیدا ہو گئے۔ ۱۹ فروری ۱۹۷۵ء کو سرحد پیپلز پارٹی کے صدر اور سرحد کے سینئر وزیر حیات محمد خاں ایک جلسہ میں بم دھماکے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے حکومت نے بم دھماکہ کا الزام نیپ پر لگایا اور اس کے ۳۲ اراکین پر بغاوت کے مقدمات قائم کیے، جن میں نیپ کے سربراہ خان عبدالولی خاں بھی شامل تھے، اس کے ساتھ ہی حکومت نے نیپ کو خلاف قانون قرار دے کر کالعدم کر دیا۔

نیپ پر پابندی عائد ہونے کے بعد ۱۹۷۵ء میں "نیشنل ڈیموکریٹک" کے نام سے ایک جماعت وجود میں آئی، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نیشنل عوامی پارٹی کی کوکھ سے پیدا ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عوامی لیگ کے بہت سے لیڈر اور کارکن جمع ہو گئے تھے۔

نیشنل ڈیموکریٹک کے صدر شیر باز خاں مزاری کو بنایا گیا، جو ۱۹۷۰ء والی قومی اسمبلی میں ایک آزاد رکن تھے۔ نیپ کے سربراہ عبدالولی خاں جیل میں تھے ان کی بیگم، بیگم نسیم خاں اسی نئی جماعت کی نائب صدر مقرر ہوئیں اور نیپ کے بہت سے اراکین اس پارٹی میں شامل ہو گئے۔ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نے مسٹر بھٹو کے خلاف تحریک چلانے والے قومی اتحاد میں شامل ہو کر حکومت کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور حکومت کے خلاف نعرے لگائے اس دوران بیگم نسیم خاں نے حکومت کے خلاف دھواں دھار تقاریر کر کے شہرت حاصل کی۔

ڈاکٹر صفدر محمود نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کی کارکردگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اگرچہ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نیپ کی جانشین ہے، پھر بھی اس کے وسیع البنیاد اور باوثر ہونے کی توقع تھی۔ بدنصیبی سے یہ جماعت بھی نیپ ہی کی ایک نقل نکلی اور اس کا انداز بھی علاقائی سیاست ہی رہا۔"

ڈاکٹر صفدر محمود کا کہنا ہے کہ:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی' غیر وابستگی (Non-Alignment) اور جمہوری نظام کی بڑی حامی تھی اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے پر کابل حکومت پر تنقید بھی کرتی رہی۔ شاید پنجابیوں کے اندیشوں کے اندمال کے لیے اس نے یہ نصب العین اپنایا تھا پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران این ڈی پی اس حکومت پر تنقید کرتی رہی۔"

ضیاء کے مارشلائی دور میں جب قومی اتحاد نے ضیاء کی فوجی کابینہ میں شمولیت کا فیصلہ کرلیا' تو نیشنل ڈیموکریٹک قومی اتحاد سے الگ ہوگئی۔ پھر ۱۹۸۶ء میں عوامی لیگ' مزدور کسان پارٹی' پی این پی اور نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نے آپس میں متحد ہوکر "عوامی نیشنل پارٹی" کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی' جو اختلاف کی بھینٹ چڑھ گئی۔

۱۹۸۶ء یہی شیر باز خاں مزاری نے اپنی سابقہ پارٹی نیشنل ڈیموکریٹک کو از سرِ نو زندہ کیا۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے بارے میں پروفیسر محمد عثمان کا کہنا ہے کہ:۔

"نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی ملک کی کوئی بڑی پارٹی تو نہیں' لیکن اس کے سربراہ سردار شیر باز مزاری ایک سربرآوردہ شخصیت ہیں' جنہوں نے ہمیشہ صاف گوئی' ایمانداری' جرأت اور بیباکی سے کام لیا ہے اور اپنے دامن کو کسی قسم کی مفاد پرستی سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ وہ انقلابی ذہن رکھتے ہیں اور معاشرے میں عدل وانصاف اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں' مگر اس پارٹی کی راہ میں شخصیتوں کے تصادم کا سانحہ درپیش رہا ہے۔"

منشور نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی ۱۹۷۵ء

پیش لفظ:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے منشور میں مذکور ہے کہ:۔

"نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کی تشکیل کا اعلان پارٹی کے کنوینر شیر باز خاں مزاری نے اسلام آباد میں ۶ نومبر ۱۹۷۵ء کو ایک پریس کانفرنس میں کیا تھا اور اس کے بنیادی مقاصد کا اعلان ۱۵ نومبر ۱۹۷۵ء کو مزاری ہاؤس' ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں ایک جلسہ میں کیا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنیادی مقاصد:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے بنیادی مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پارٹی کو قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون قابل قبول نہیں ہوگا۔

(۲) پارٹی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سماج کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرے گی اور کسانوں، صنعتی مزدوروں اور بالعموم محنت کار طبقے کے استحصال کو ختم کر دے گی۔

(۳) پارٹی عوام کے صرف ایسے نمائندوں کے ذریعے ملک میں خالص جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کرے گی، جنہیں ایسے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات میں منتخب کیا گیا ہو، جو بالغ رائے دہی اور بنیادی انسانی حقوق، شہری آزادیوں، پریس اور دوسرے ذرائع کی آزادی کی بحالی پر مبنی ہوں۔ وہ ہنگامی حالات کے خاتمے اور دستور کے نفاذ کا مطالبہ کرے گی، جیسا کہ وہ متفقہ طور پر ۱۹۷۳ء میں منظور کیا گیا تھا۔

(۴) پارٹی ایک مثبت، غیر وابستہ خارجہ پالیسی کی علمبردار ہوگی اور تمام فوجی معاہدوں اور عہد ناموں کی مخالفت کرے گی اور پاکستان کی سرزمین پر کسی غیر ملکی اڈے کو برداشت نہیں کرے گی اور پارٹی ان تمام ملکوں اور قوموں کی حمایت کرے گی، جو کسی بھی قسم کی جارحیت کا شکار ہوگئی ہوں اور تمام امن پسند اور خاص کر ہمسایہ مسلم ملکوں اور تیسری دُنیا کے ملکوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرے گی۔

(۵) پارٹی تمام تاریخی، جغرافیائی، تہذیبی اور لسانی وحدتوں کے لیے ذات، مسلک، مذہب، عقیدے، پیشے، رنگ، جنس اور پیدائش گاہ کے امتیاز کے بغیر مساوی حقوق اور مواقع کے اصول کی حمایت کرے گی۔ وہ وفاقی پاکستان کے ڈھانچے کے اندر خودمختاری کی حمایت کرتی ہے اور وہ ملک میں ہر کہیں افلاس، ناانصافی جبر اور معاشی، سماجی اور سیاسی نابرابریوں کو دور کر دے گی۔ پارٹی یہ یقین رکھتی ہے کہ قومی اور سیاسی مسائل صرف وفاقی اکائیوں کے عوام کے حقیقی اور صحیح نمائندوں کے ساتھ تصفیہ کے ذریعے ہی حل ہوں گے۔

پہلا باب:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے منشور کے پہلے باب میں پارٹی کے نام، صدر دفتر اور پارٹی کے پرچم کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ بتایا گیا کہ پارٹی کا نام "نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی پاکستان" ہوگا، جس کا صدر دفتر لاہور میں ہوگا، البتہ مرکزی مجلسِ عاملہ کے فیصلہ سے اس کی کسی دوسری جگہ بھی منتقل کیا جا سکتا ہے۔ پارٹی نے اپنا جھنڈا اور اس کا رنگ وغیرہ تجویز کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا پرچم سرخ، سبز اور سفید تین رنگوں میں ہوگا، جو علی الترتیب خوشحالی، امن اور اتحاد کے مظہر ہیں۔ سرخ زمین کے وسط میں سفید ستارہ اور بائیں طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مساوی الاضلاع مثلث ہوگا۔

دوسرا باب:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی پاکستان کے منشور کے دوسرے باب میں پارٹی نے اپنی نوعیت' ساخت اور لائحہ عمل پیش کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ:۔

(۱) "نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی' پاکستان کے ان تمام وطن دوست' جمہوریت پسند اور ترقی پسند اور محنت کار عوام کی سیاسی تنظیم ہے' جو ہمیشہ سے اپنے وطن کو آزاد' جمہوری اور خوشحال ملک بنانے کی جدوجہد کرتے آئے ہیں۔ پارٹی ان جمہوری قوتوں کو اپنے جھنڈے تلے اس طرح متحد اور منظم کرنا چاہتی ہے کہ ملک میں پایا جانے والا سیاسی خلاصحیح وقت پر پُر ہو سکے اور عوام کی جمہوری اور دستوری جدوجہد کا تسلسل قائم رہ سکے۔"

(۲) پارٹی اس کی جدوجہد کرے گی کہ ملک میں آزاد جمہوری ریاست کے اصول دستوری بنیاد پر عملاً تسلیم کرائے جائیں۔

(۳) پارٹی کا منتہائے مقصود یہ ہوگا کہ قومی' جمہوری انقلاب کے ذریعے سے عوام کے اقتدار اعلیٰ کی بنیاد پر ایک ترقی پسند جمہوری سماج قائم کیا جائے گا' جو جاگیرداری' اجارہ داری اور سرمایہ داری اور سامراج کے تمام استحصال اور تسلط سے آزاد ہو۔

(۴) پارٹی اس بات کی کوشش کرے گی کہ محنت کار عوام اور مردوں اور عورتوں سمیت تمام عوام کو وہ بنیادی حقوق اور خاص کردہ شہری اور سیاسی آزادیاں مساوی طور پر حاصل کرنے کی ضمانت دی جائے جو اقوام متحدہ کے منشور اور بین الاقوامی ادارۂ محنت کے پروگرام میں شامل ہیں۔"

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی پاکستان نے مذکورہ بالا مقاصد کے لیے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) تمام شہریوں کو خوراک' روزگار' رہائش' تعلیم اور طبی امور فراہم کرنا۔

(۲) تمام شہریوں کو جان' مال' عزت کے تحفظ اور انصاف کی ضمانت فراہم کرنا' پولیس' فیڈرل سکیورٹی فورس اور دوسری سرکاری و نیم سرکاری تنظیموں کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں سے تحفظ مہیا کرنا اور جرائم اور لاقانونیت کی بیخ کنی کرنے کے لیے اقدامات۔

(۳) تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی' نقل و حرکت کی آزادی' پریس اور صحافت کی آزادی' جلسوں کا اہتمام کرنے کی آزادی' انجمنیں بنانے کی آزادی' پُرامن جلوس نکالنے کی آزادی' ہڑتالیں کرنے کا حق اور اجتماعی سودا کاری کی ضمانت فراہم کرنا۔

(۴) تمام شہریوں کو ذات کی حرمت' نجی مراسلت اور ٹیلیفونی گفتگو کی رازداری کی ضمانت فراہم کرنا۔

(۵) کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر نظر بندی کی ممانعت اور جابرانہ قوانین کی منسوخی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) اپنے ضمیر کے مطابق اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے حق کی ضمانت فراہم کرنا۔
(۷) عورتوں کو سماجی' معاشی اور سیاسی میدان میں مردوں کے مساوی حقوق دینا۔
(۸) عدلیہ کی خود مختاری اور انتظامیہ سے علیحدگی کی ضمانت۔
(۹) عاجلانہ اور ارزاں انصاف کی فراہمی' کورٹ فیس ایکٹ کی منسوخی۔

صوبائی خود مختاری:۔

صوبائی خود مختاری کے ضمن میں نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں۔

(۱) پاکستان کو پارلیمانی حکومت کے ساتھ مکمل صوبائی خود مختاری کی بنیاد پر وفاقی ریاست کے طور پر ترقی دینا' اس طرح کہ دفاع' امور خارجہ' کرنسی اور مواصلات کے شعبے وفاقی حکومت کے پاس رہیں۔
(۲) صوبوں کو تہذیبی اور لسانی یکسانیت' جغرافیائی اتصال اور تاریخی پس منظر کی بنیاد پر از سر نو تشکیل دینا۔
(۳) تمام الگ تھلگ تہذیبی اور لسانی وحدتوں کو وفاقیت کی روح کے مطابق نشو نما کے مواقع فراہم کرنا۔
(۴) قبائلی علاقوں کے اپنے مقامی وسائل کو ترقی دینا اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انہیں مکمل نمائندگی دلانا۔

مشرقی پاکستان کا سانحہ:۔

جن دنوں نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی وجود میں آئی اس سے پہلے مشرقی پاکستان کا سانحہ رونما ہو چکا تھا اور وہ ''بنگلہ دیش'' بن کر پاکستان سے الگ ہو چکا تھا۔ پارٹی یہ چاہتی تھی کہ مشرقی پاکستان کے سانحہ کی وجوہات کا سراغ لگایا جائے اور اس کی ذمہ داری متعین کرنے کے لیے ایک آزاد اور اعلیٰ اختیاراتی کمیشن تشکیل دیا جائے چنانچہ پارٹی ہذا نے اس بات کو اپنے منشور میں شامل کر لیا۔

تعلیمی پالیسی:۔

نیشنل ڈیموکریٹک کی تعلیمی پالیسی کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) موجود تکمیلِ طرزِ تعلیم پر نظر ثانی اور جدید طرز پر سائنسی تعلیمی پالیسی رائج کرنا۔
(۲) قومی زبان کے علاوہ مادری زبان میں بھی تعلیم دینا' تعلیم کو مفت اور لازمی قرار دینا۔
(۳) مکمل تعلیم کے بعد روزگار کی ضمانت' بیروزگاروں کو الاؤنس دینا۔
(۴) تعلیمی اداروں کی مکمل آزادی کا تحفظ اور ان میں مداخلت کی روک تھام' اہلیت کی بنیاد پر داخلہ اور پسماندہ علاقوں کے مفاد کو ملحوظ رکھنے کا طریقہ اختیار کرنا۔
(۵) تعلیم بالغاں کی جامع منصوبہ بندی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خارجہ پالیسی:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی پاکستان برسرِ اقتدار آنے حسب ذیل خارجہ پالیسی اختیار کرے گی۔

(۱) مثبت' غیر وابستہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا' جس میں پاکستان کا قومی مفاد' مستحکم آزادی اور بین الاقوامی میدان میں پاکستان کا وقار شامل ہو۔

(۲) حکومت پاکستان کے کیے ہوئے فوجی معاہدے منسوخ کرنا' تاکہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں سامراجی قوتوں کی مداخلت کو روکا جاسکے۔

(۳) دُنیا کے تمام امن پسند ملکوں' خاص کر مسلم ملکوں' ہمسایہ ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں کے ساتھ برابری بنیاد پر دوستانہ سیاسی' معاشی اور تہذیبی تعلقات قائم کرنا۔

(۴) بین الاقوامی امن اور تمام نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ممالک کے عوام کے حق خود ارادیت کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا۔

(۵) تنازعہ کشمیر پُرامن طریقے سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرانے کی کوشش کرنا۔

انتظامی اور سماجی اصلاحات:۔

انتظامی اور سماجی اصلاحات سے متعلقہ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کی تجاویز درج ذیل ہیں:۔

(۱) انتظامی مشینری کو ازسرِ نو منظم کرنا' انتظامیہ پر غیر ضروری اخراجات کو کم کرنا' زیادہ کم تنخواہ پانے والے ملازمین کے تنخواہ کے سکیلوں میں معقولیت پیدا کرنا اور انہیں مصارفِ زندگی کے مطابق بنانا' اس طرح کہ تنخواہوں میں تناسب ایک اور دس سے زائد ہرگز نہ ہو۔

(۲) بدعنوانی' اقرباپروری' رشوت ستانی' نفع خوری' چوربازاری' سمگلنگ اور دوسری سماجی برائیوں' خاص کر سیاسی اور فریقانہ جھگڑوں میں سرکاری افسروں کی دخل اندازی کا خاتمہ۔

(۳) ملک کی سیاست میں فوج کی عدم مداخلت کی ضمانت۔

(۴) صوبوں کو اس امر کی اجازت دینا کہ وہ قومی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی صوبائی زبان کو بھی سرکاری زبان کے طور پر استعمال کریں۔

ترقی پذیر معیشت:۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نے ''ترقی پذیر معیشت'' کے ضمن میں کہا ہے کہ:۔

وہ معاشی خودمختاری جو قومی جمہوریت کا اصل مقصد ہے' اور جس کے بغیر کسی ملک کی سیاسی آزادی ادھوری رہ جاتی ہے اور عوام کے جمہوری حقوق بے معنی رہ جاتے ہیں' ہمارے جیسے ترقی پذیر ملک میں ایک ایسی ترقی پذیر معیشت کے بغیر ممکن نہیں ہے' جس کی بنیاد مٹھی بھر استحصال کار طبقوں کے فائدوں کے بجائے ہمارے سماج کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمام وطن دوست طبقوں کے مفادات پر نہ رکھی گئی ہو۔ سامراجیوں اور اندرونی استحصال کاروں کے ہاتھوں ہمارے عوام کا معاشی استحصال آئے دن ترقی کرتا جا رہا ہے اور ان میں مفلسی، بھوک، بیماری اور بیروزگاری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لیے ہماری پارٹی اس کی جدوجہد کرے گی کہ ہمارے ملک میں جاگیرداری، بڑی زمینداری اور بڑی سرمایہ داری کا خاتمہ کر کے ہماری معیشت اور سیاست کو استحصالی ملکوں کی گرفت سے آزاد کرا دے۔

(الف) بڑی زمینداری اور جاگیرداری کی باقیات:۔

اس کے لیے انتہائی ضروری یہ ہے کہ موجودہ زرعی نظام میں انقلابی اصلاحات کی جائیں۔ چھوٹے زمینداروں کو محض مالیانہ کی معافی دے دینے سے ساری دیہی آبادی میں خوشحالی نہیں آجاتی۔ اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اراضی کی ملکیت کی انتہائی حد مقرر کر کے جاگیروں، بڑی زمینداریوں اور غائب باش زمینداری کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے لیے ہماری پارٹی یہ ضروری سمجھتی ہے کہ زمینوں کی انتہائی حد ملکیت فی کس ۱۲۵ ایکڑ نہری ۱۵۰۰ ایکڑ بارانی یا پیداواری یونٹ کے مساوی مقرر کی جائے، جس کا تعین صوبائی حکومتیں کریں گی۔ اس سے زائد اراضی کو حکومت ضبط کر کے مقامی مزارعوں، بے زمین کسانوں اور چھوٹے کاشتکاروں میں تقسیم کر دے۔ ضبط کی ہوئی زمینوں کے معاوضوں، زمین کی تقسیم کی شرطوں، اراضی کے مالیہ اور زرعی آمدنی کے محصول کے بارے میں تصفیہ کرنے کا اختیار عوام کی نمائندہ اسمبلیوں کو حاصل ہو اور تمام بارانی زمینوں کی نہری زمینوں میں تبدیل کرنے کے لیے ایک مرحلہ وار پروگرام بنایا جائے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کوشش کریں گے کہ ملک میں مشینی زراعت کو ترقی دی جائے اور مختلف علاقوں میں سہولت اور ضرورت کے مطابق کوآپریٹو کاشتکاری کا طریقہ اختیار کیا جائے اور اس کو رفتہ رفتہ عام کیا جائے اور شہری سہولتیں دیہی علاقوں تک پہنچائی جائیں۔ پارٹی دیہی علاقوں میں زرعی اور گھریلو صنعتوں کو فروغ دے گی۔

انہی بنیادی زرعی اصلاحات سے ریاست اور حکومت کو جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کے تسلط سے رہائی مل سکتی ہے، ملک میں جاگیرداری باقیات کا خاتمہ ہو سکتا ہے، کسان اور کاشتکاروں کی معاشی اور سیاسی غلامی سے چھٹکارا پا سکتے ہیں، دیہی آبادی ان کے اثرات سے آزاد ہو سکتی ہے، زرعی پیداوار بڑھ سکتی ہے اور اندرون ملک خوشحالی آسکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ سابقہ والیانِ ریاست کے وظائف، اعزازات اور خصوصی مراعات بھی منسوخ کر دی جائیں۔

(ب) بڑی سرمایہ داری:۔

اس کے ساتھ ہی ہماری پارٹی اس کی بھی جدوجہد کرے گی کہ ہمارے ملک میں اجارہ دار سرمایہ داری اور بیرونی سامراج کے استحصال کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مختلف صنعتوں، بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کے قومیانے جانے کے باوجود بڑی سرمایہ داری کے ہاتھوں ہمارے عوام کا استحصال مختلف صورتوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب بھی برقرار ہے اور بیرونی سرمائے کے منافعوں کی صورت میں سامراجی ملکوں کو ہماری قومی دولت کا نکاس بدستور جاری ہے ہم بیرونی اور اجارہ داریوں کے اتحاد اور استحصال کی مختلف صورتوں کی چھان بین کر کے ان کے انسداد کے مؤثر طریقے اختیار کریں گے اور "قومیانے" کے موجودہ اور مسخ شدہ نظام کی اصلاح کر کے اسے عوام کی مرضی اور مفاد کے مطابق صحیح بنیادوں پر قائم کریں گے۔ اس کے لیے ہماری پارٹی یہ ضروری سمجھتی ہے کہ قومیائی ہوئی صنعتوں، بنکوں اور مالیاتی اداروں کے انتظام، کاروبار، پیداوار منافع پر نوکر شاہی کے بجائے رفتہ رفتہ ان میں جسمانی اور دماغی کام کرنے والے عوام کے نمائندوں اور ماہرین کا جمہوری اقتدار قائم کیا جائے، تا کہ معیشت کے عوامی شعبے کی پیداوار اور نفع ملک کے باہر اور اندر کی بڑی سرمایہ داری کے فائدے کا ذریعہ نہ بن جائے، بلکہ ملک کے اندر صنعت اور زراعت کی متوازن اور تیز رفتار ترقی کے کام آئے اور ان کا ایک حصہ صنعتی اور کھیت مزدوروں کے زائد معاوضے ان کی سماجی بہبود اور ان کی انجمنوں کی مالی امداد کی مد میں خرچ کیا جائے۔ ملازمین کو ان کی خدمات کے صلے میں زمینوں کی مفت الاٹمنٹ کا طریقہ ختم کر دیا جائے گا۔

(ج) عوامی اور نجی شعبے:۔

ہماری پارٹی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ عوامی شعبے کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے اور اسے رفتہ رفتہ عوامی معیشت میں ایک فیصلہ کن عنصر بنا دینے کے لیے ضروری ہے کہ تنہا ریاست کو تمام بھاری اور بنیادی صنعتوں کے قیام اور ترقی کا ذمہ دار بنا دیا جائے اور ان میں سرمایہ کاری کو ترقی دی جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہماری پارٹی اس کی بھی کوشش کرے گی کہ وطن دوست، قومی سرمایہ داروں، چھوٹے اور اوسط درجہ کے کارخانہ داروں اور کاروباری افراد کو پنپنے اور ترقی پانے کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لیے ان کے نجی کاروبار کو قائم رکھا جائے اور اسے ریاست کی طرف سے بھی ضرورت کے مطابق مالی مدد دی جائے اور عوامی اور نجی شعبوں کے ساتھ ریاست اور نجی سرمایہ کی مخلوط کمپنیاں بھی قائم کی جائیں۔

(د) ترقی کا غیر سرمایہ دارانہ راستہ:۔

ہماری پارٹی اس کا بھی پورا جتن کرے گی کہ ہمارے ملک کی معاشی ترقی بالکل غیر سرمایہ دارانہ طریقے کے مطابق ہو تا کہ نجی سرمایہ ترقی کر کے بڑی سرمایہ داری اور اجارہ داری کی صورت اختیار نہ کرے اور بیرونی سرمایہ داریوں سے منسلک نہ ہو جائے۔ معاشی ارتقاء کا یہی غیر سرمایہ دارانہ راستہ ہمارے مزدوروں، پیدا کاروں اور کاروباری افراد، وطن دوست قومی سرمایہ داروں، درمیانہ طبقے کے دانشوروں، پیشہ واروں، تیکنیک کاروں، دفتری کارکنوں اور طالب علموں کے روزگار اور خوشحالی اور جمہوری حقوق کی ضمانت دے سکتا ہے۔ اس کی خاطر ہماری پارٹی پنجسالہ منصوبے کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ اختیار کرے گی، تا کہ عوام کی ہمہ جہتی معاشی، سماجی اور تہذیبی ترقی کا سال بہ سال جائزہ لے کر اسے صحیح خطوط پر آگے بڑھایا جا سکے اور دو مختلف اصلاحات کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عمل میں لانے کے لیے تنہا نوکرشاہی پر بھروسا کرنے کے بجائے اس کی نگرانی کرنے کے لیے عوام کی منتخب کی ہوئی مقامی کمیٹیوں کا نظام قائم کرے گی' تا کہ ریاست کے انتظام میں نوکرشاہی کا اقتدار اور اس کی بدعنوانی ختم ہو جائے اور عوام الناس تمام سطحوں پر ریاست کے معاشی اور سیاسی اقتدار میں شریک ہو جائیں۔

ہماری پارٹی اپنے پانچ سالہ منصوبوں میں اس کا بھی اہتمام کرے گی کہ غیر پیداواری اور نمائشی کاموں' ہمارے سیاسی حاکموں اور سرکاری افسروں کی پرتکلف زندگی اور ضرورت سے زیادہ وسیع انتظامیہ پر خرچ کرنے کے لیے رقمیں مہیا نہ کی جائیں' تا کہ ہماری قومی معیشت اور ہمارے غریب عوام کو اس بھاری بوجھ سے نجات مل جائے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمعیت علماءِ اسلام

جمعیت علمائے اسلام کی تشکیل:۔

۲۲ تا ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ کو مسلم لیگ نواز علمائے اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا' جس میں جمعیت علمائے اسلام کی تشکیل کا اعلان کیا گیا۔ اس کے پہلے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی منتخب ہوئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی:۔

مولانا شبیر احمد عثمانی ۱۸۸۷ء میں' بجنور میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا فضل الرحمٰن محکمہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کا پیدائشی نام فضل اللہ تھا بعد میں گھر والے شبیر احمد کے نام سے پکارنے لگے اور آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے تینتالیسویں پشت میں ملتا ہے۔ آپ نے حافظ محمد عظیم سے اُردو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ فارسی کی تعلیم منشی منظور احمد اور مولانا محمد یٰسین صدر مدرس شعبہ فارسی دار العلوم دیو بند سے حاصل کی۔ عربی تعلیم بھی دار العلوم دیو بند ہی سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام رسول' حکیم محمد حسین اور بالخصوص حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب شامل تھے۔

آپ نے اسی دار العلوم سے دورہ حدیث درجہ اول میں پاس کر کے سندِ فراغت حاصل کی اور پھر یہیں پڑھانے لگے۔ ۱۹۰۸ء میں آپ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس کے طور پر تعینات ہوئے' لیکن کچھ عرصہ بعد دوبارہ دار العلوم دیو بند تشریف لے آئے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں تفسیر و حدیث کا درس دینے پر مامور ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں مولانا سید محمد انور شاہ کی وفات کے بعد آپ شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ دار العلوم دیو بند کے صدر مہتمم کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ نے دار العلوم سے علیحدگی اختیار کر لی اور پھر ڈابھیل چلے گئے۔

مولانا شبیر احمد کے استاد مکرم حضرت محمود حسن صاحب نے ۱۹۰۹ء میں ''جمعیۃ الانصار'' کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی تھی۔ آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز اسی جماعت کے پلیٹ فارم سے کیا اور اس کے جلسوں میں تقریریں کیں اور مقالے پڑھے آپ تحریکِ خلافت کے دوران بھی جلسوں سے خطاب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے رہے۔ پھر آپ مسلم لیگ کے جلسوں میں شامل ہوکر تحریکِ پاکستان کے ضمن میں تقریر کرنے لگے۔ آپ نے مسلم لیگ اور قائدِ اعظم کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو قائدِ اعظم کا دستِ راست کہا جاتا ہے۔ آپ نے ۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے حق میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے سرحد ریفرنڈم کے سلسلہ میں اپنے شاگرد علماء کے ذریعے اہلِ سرحد کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا۔

قیام پاکستان کے بعد:۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی تقریبات پاکستان میں شرکت کے لیے دیوبند سے کراچی پہنچے۔ حضرت قائداعظم نے پرچم کشائی کی رسم آپ ہی کے دستِ مبارک سے کرائی اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح بھی آپ ہی نے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت علمائے اسلام نے مولانا احمد عثمانی کی قیادت میں اپنی نئی پالیسی وضع کی۔ مارچ ۱۹۴۹ء میں جو قرار دادِ مقاصد لیاقت علی خاں نے پیش کی' وہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی تحریک کردہ تھی۔

مولانا شبیر احمد عثمانی ۱۹۴۹ء میں وزیرِ اعظم بہاولپور کی درخواست پر جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے افتتاح کے لیے تشریف لے گئے۔ ۲۱ صفر ۱۹۴۹ء کو آپ کو بخار ہوا اور صبح تک افاقہ ہو گیا لیکن پھر سینہ میں تکلیف ہو گئی اور ۲۱ صفر ۱۳۶۹ ہجری (۱۹۴۹ء) کو آپ انتقال فرما گئے۔

جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم:۔

بقول ڈاکٹر صفدر محمود (مصنف' پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں) ''پاکستان میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم تو مولانا احتشام الحق تھانوی کی رہائش گاہ پر ۱۹۴۷ء میں عمل میں آئی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد سید سلیمان ندوی جمعیۃ ہذا کے سربراہ مقرر ہوئے۔'' جمعیۃ کی تحریک پر ۱۹۵۱ء میں سید سلیمان ندوی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء نے شرکت کی اور اسلامی نظام کے ضمن میں علمائے متفقہ طور پر بائیس نکات منظور کیے۔ ڈاکٹر صفدر محمود کا یہ کہنا غلط ہے کہ اس اجلاس کی صدارت مولانا شبیر احمد عثمانی نے کی تھی' کیونکہ وہ تو ۱۹۴۹ء میں فوت ہوئے تھے اور یہ اجلاس ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوا تھا۔

جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان:۔

پروفیسر محمد عثمان (مصنف' پاکستان کی سیاسی جماعتیں) کا کہنا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کا قیام ۱۹۵۲ء میں عمل میں آیا۔ مولانا احمد علی لاہوری اس کے پہلے امیر اور مولانا احتشام الحق تھانوی پہلے ناظم مقرر ہوئے۔

''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے ساتھ ''مغربی پاکستان'' کا اضافہ اس لیے کیا گیا کہ ان دنوں پاکستان دو صوبوں' یعنی مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا۔ جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان کوئی نئی جماعت نہیں تھی' بلکہ وہی جماعت تھی جس کے ابتدائی سربراہ مولانا شبیر احمد عثمانی تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

۱۹۵۴ء میں جمعیۃ علماء اسلام کا انتخاب ہوا تو مولانا مفتی محمد حسن اس کے امیر منتخب ہوئے' لیکن ان کی علالت کی وجہ سے مولانا مفتی محمد شفیع بطور قائم مقام امیر خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵٦ء میں مولانا احمد علی کو جمعیۃ ہذا کا دوبارہ امیر منتخب کرلیا گیا اور مولانا غلام غوث ہزاروی اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۵٦ء میں جب جمعیۃ علماء اسلام کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا تو احراری جماعت سے تعلق رکھنے والے چند علماء نے اس جماعت میں اپنی شرکت کا اعلان کیا اس موقع پر جمعیۃ میں شامل ہونے والوں میں مفتی محمود شامل تھے احراریوں کے جمعیۃ ہذا میں شامل ہونے پر مولانا احتشام الحق تھانوی نے احتجاج کیا' کیونکہ احرار نے مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ چنانچہ مولانا تھانوی تحریکِ پاکستان کے حامی گروپ کے ہمراہ جمعیۃ سے الگ ہو گئے۔ مولانا احمد علی کی وفات کے بعد مولانا عبداللہ درخواستی جمعیۃ علماءِ اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔

جمعیۃ علمائے اسلام کا احیائے نو:۔

جنرل ایوب خاں نے جب ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا تو سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی۔ کچھ عرصہ بعد ۱۹٦۲ء میں سیاسی جماعتوں کو بحال کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی جمعیۃ علمائے اسلام نے خود کو از سرِ نو منظم کیا۔ اس سے پہلے اس کی سرگرمیاں زیادہ تر مذہبی امور تک محدود تھیں۔ ان دنوں جمعیۃ کے قائم مقام امیر مفتی محمود تھے۔ جنرل ایوب خان نے مفتی محمود کو قومی اسمبلی کے ارکان میں شامل کر لیا تو یہ جماعت سیاسی طور پر کھل کر سامنے آئی۔ ایوب خاں نے آئین میں ترمیم کے لیے مفتی محمود کا سہارا لیا۔ اس طرح کچھ دنوں تک یہ جماعت حکومت کی منظورِ نظر رہی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیۃ علمائے اسلام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بلوچستان اور سرحد کے کچھ علاقوں سے وفاقی اسمبلی کی سات نشستیں جیت لیں۔ مفتی محمود نے اپنے حلقے سے پیپلز پارٹی کے قائد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو شکست سے دوچار کر کے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس بناء پر جمعیۃ کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ جمعیۃ ہذا نے صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی شراکت سے مخلوط حکومت قائم کی۔ خود مفتی محمود سرحد کے وزیر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہوئے اس طرح جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد میں حکومتی جماعت بن گئی۔

مسٹر بھٹو سوشلزم کا نعرہ لگاتے تھے' جبکہ محمود مفتی سوشلزم کو کفر قرار دیتے تھے۔ اس بنا پر بھٹو اور محمود مفتی میں سیاسی دشمنی پیدا ہو گئی۔ ویسے بھی مفتی محمود نے اپنے عہد وزارت میں مندرجہ ذیل اقدامات کیے:۔

(۱) شراب نوشی اور شراب فروشی پر پابندی

(۲) اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل۔

(۳) اردو زبان کو قومی زبان قرار دینا

(۴) شلوار قمیض کو سرکاری (قومی) لباس قرار دینا۔

(۵) اسلامی نظام نافذ کرنے کی کوشش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مفتی محمود اگرچہ سوشلزم کو کفر قرار دیتے تھے لیکن وہ کسی مصلحت کی بنا پر سوشلزم کی حامی جماعت نیشنل عوامی پارٹی کے ہمراہ شریکِ اقتدار ہے۔ کچھ عرصہ بعد مرکزی حکومت (بھٹو) نے صوبہ سرحد کے گورنر اور بلوچستان کے گورنر اور وزیر اعلیٰ کو برطرف کر دیا تو مفتی محمود نے بطور احتجاج صوبہ سرحد کی وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔ نجانے اس میں کیا مصلحت تھی کہ مسٹر بھٹو نے ایک ہفتہ تک مفتی محمود کا استعفیٰ منظور نہ کیا۔ تاہم مفتی محمود اپنی ضد پر ڈٹے رہے اور بالآخر مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی جمیعۃ علمائے اسلام نے صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی' لیکن اسمبلیوں کے وجود میں آنے تک جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے سیاسی جماعتوں کو بے اثر کر دیا۔ ان دنوں جمیعۃ نے پاکستان قومی اتحاد کے ساتھ مل کر مسٹر بھٹو کے خلاف تحریک میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

جنرل ضیاء کے عہد میں' ۱۹۸۰ء میں' مفتی محمود قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے اور ان کی جگہ مولانا فضل الرحمٰن جمیعۃ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ ضیاء کے ابتدائی دور میں جمیعۃ نے حکومت میں شرکت کی اور کچھ عرصہ بعد اس سے علیٰحدگی اختیار کر کے جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ تحریک بحالی جمہوریت (MRD) کا قیام جمیعۃ علمائے اسلام ہی کی کوششوں سے عمل میں آیا تھا اور مفتی محمود اس تحریک کے سرگرم رکن تھے۔ یاد رہے کہ مولانا فضل الرحمٰن مفتی محمود کے صاحبزادے ہیں۔

اسی دور میں جمیعۃ علمائے اسلام گروپ بندی کا شکار ہو گئی اور درخواستی گروپ کے نام سے ایک گروپ جمیعۃ سے الگ ہو گیا۔ بعد میں اس میں مزید گروپ بندی ہو گئی۔

جمیعۃ علماء اسلام کا منشور

جمیعۃ علماء اسلام نے ستمبر ۱۹۶۹ء میں ایک منشور کر وضع کیا اور سرگودھا میں ۲۷ ستمبر ۱۹۶۹ء کو اس کی مجلس عمومی کے منتخب ارکان نے اسے منظور کیا اس منشور میں عہد کیا گیا تھا کہ پاکستان کا نظام حکومت خالص شریعتِ اسلامیہ کے احکام پر قائم کیا جائے گا اور اس کی زمامِ کار پاکستان کے مسلمان عوام کے منتخب اور اہل ترین افراد کے ہاتھ میں ہو گی اور اسے ایک اسلامی مملکت بنایا جائے گا۔ اس میں اپنے مؤقف کے حق میں آیاتِ قرآنی کا استعمال بھی کیا گیا تھا پھر مارچ ۱۹۸۶ء میں اسی منشور میں چند ترامیم کر کے اسے شائع کیا گیا آئندہ صفحات میں ہم جمیعۃ علماء اسلام ترمیم شدہ منشور ۱۹۸۶ء پیش کرنے جا رہے ہیں۔

منشور پروگرام:

پاکستان کو ایک صحیح اور مکمل اسلامی مملکت اور اسلامی حکومت بنانے کے لیے مندرجہ ذیل امور عمل میں لائے جائیں گے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔

(۲) تمام فرقوں کے نمائندہ وجید علماء کے مرتب کردہ ۲۲ اسلامی نکات کی روشنی میں ملک کے دستور کو مکمل اسلامی بنایا جائے گا۔

(۳) بائیس نکات منشور کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) صرف قرآن وسنت کے احکام ہی ملک کے اساسی قوانین قرار پائیں گے۔

(۴) ملک کے دستور اور قانون میں اسلام کے کامل و مکمل دین ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا دستوری وقانونی تحفظ کیا جائے گا۔

(۵) خلفاءِ راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار حکومت وآثار کو اسلامی نظام حکومت کے جزئیات متعین کرنے کے لیے معیار قرار دیا جائے گا۔

(۶) مملکت کی کلیدی اسامیاں غیر مسلموں کے لیے ممنوع قرار دی جائیں گی۔

(۷) صدرِ مملکت اور وزیر اعظم کا مسلمان مرد ہونا اور پاکستان کی غالب اکثریت اہل سنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہے۔

(۸) مسلمان کی قانونی تعریف یہ ہوگی۔

''وہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتے ہوئے ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تشریحات کی روشنی میں حجت سمجھے اور سرورِ کائنات کے بعد نہ کسی کو نبوت کا اور نہ کسی شریعت کا قائل ہو۔''

(۹) جو فرقے اسلام کے کسی بنیادی عقیدہ مثلاً ختم نبوت وغیرہ سے انحراف کے مرتکب ہو چکے ہیں انہیں غیر اسلامی فرقے قرار دیا جائے گا اور آئندہ اس قسم کے انحراف کو دستور میں ممنوع اور واجب التعزیر قرار دے دیا جائے گا۔

(۱۰) دستور کی اسلامی دفعات (قرآن وسنت کے اصولوں) اور مملکت کی اسلامی حیثیت میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۱) اسلام اور اس کے کسی بھی حکم وعقیدہ کے خلاف کسی قسم کی تنقید وتبلیغ کی نہ تقریری اجازت ہوگی نہ تحریری

(۱۲) دستور میں مسلمان عوام کی براہِ راست نمائندگی واختیار کو صراحتاً تسلیم کیا جائے گا۔

(۱۳) دستور میں یہ بات قانوناً واضح کر دی جائے گی کہ حاکمیت صرف اللہ رب العالمین کی ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر پاکستان کے مسلمان عوام مملکتِ پاکستان کے اختیارات کے اصل مالک ہوں گے۔

(۱۴) پاکستان کی مجالس شوریٰ (اسمبلیوں) وغیرہ میں نمائندگی کے لیے انتخابات کا نظام شخصی مقابلہ کے بجائے جماعتی مقابلہ پر قائم کیا جائے گا اور افراد کے بجائے جماعتیں اپنے منشور پروگرام کی اساس پر انتخابات میں حصہ لیں گی اور فیصد کامیابی کے تناسب سے مجالس شوریٰ کی رکنیت کی حقدار بنیں گی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تشکیلِ حکومت کریں گی۔

نظامِ شرعی کا قیام:۔

(ا) قرآن حکیم کے فرمان:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

(وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' نیکی کا حکم کریں گے اور بُرائی سے روکیں گے۔)

کے تحت محکمہ احتساب قائم کیا جائے گا۔

(الف): ملک میں مسلمان عوام سے نماز باجماعت کی پابندی کرائے گا اور بلاعذر شرعی قصداً نماز ترک کر دینے والوں کو شرعی سزائیں دے گا۔

(ب): ہر صاحبِ نصاب مالدار کے مال میں سے مقررہ مقدار زکوٰۃ اور پیداوار میں سے عُشر و نصف عُشر نکالنے اور اس کو مقررہ مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنے' نیز صدقات واجبہ حکم شرعی کے مطابق نکالنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے کی نگرانی کرے گا۔

(ج) تمام عبادات و احکام و شعائرِ اسلامی کی پابندی کرائے گا۔

(د) پورے ملک میں حکومتی سطح پر شعبہ تبلیغ اور دعوت وارشاد کے تحت تمام احکام شرعیہ کی پابندی اور محرکات و منکراتِ شرعیہ سے اجتناب کا اہتمام کرے گی۔

(ھ) زنا' چوری' رہزنی اور شراب خوری منکرات کا استعمال قابلِ دست اندازی پولیس اور ناقابل مصالحت جرائم ہوں گے ان پر شرعی سزائیں حدِ زنا' حدِ سرقہ' حدِ رہزنی اور حدِ شربِ خمر و حدِ قذف وغیرہ جاری کرے گا۔ غیر قانونی درآمد برآمد' ذخیرہ اندوزی اور چوربازاری پر شرعی سزائیں نافذ کرے گا۔

(و) قانونی سطح پر ملک سے فحاشی' عریانی' بے حیائی اور ثقافت کے نام پر کیے جانے والے رقص و سرور وغیرہ کی' نیز اخبارات و رسائل اور تجارتی اشتہارات وغیرہ میں شائع کیے جانے والے مخرب اخلاق فوٹو' مواد اور تصاویر کی اشاعت کو قابلِ سزا جُرم قرار دے گا۔

تعلیم:۔

(ا) نظامِ تعلیم مکمل اسلامی ہوگا۔

(۲) تعلیم کی بنیاد اسلام پر ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) دسویں جماعت (میٹرک) تک تعلیم بالکل مُفت ہوگی۔ اوپر کے درجات میں بھی تعلیم کو سستا اور سہل الحصول کردیا جائے گا اور بتدریج دس سال کے اندر تمام درجات میں تعلیم مفت کردینے کی کوشش کی جائے گی۔

(۴) تعلیم کا دروازہ سب کے لیے یکساں طور پر کھلا رکھا جائے گا اور داخلوں پر کسی قسم کی رکاوٹ عائد نہیں ہوگی۔

(۵) فنی اور سائنسی تعلیم کے ادارے بکثرت اور جگہ جگہ کھولے جائیں گے۔

(۶) ان پڑھ بالغان کی تعلیم کا بھی وسیع پیمانہ پر ایسا انتظام کیا جائے گا کہ ۵ سال کے اندر کم از کم ملک کی ۱/۲ آبادی بنیادی تعلیم سے بہرہ ور ہو جائے گی اور بیس سال کے اندر اندر ملک میں کوئی بالغ ان پڑھ نہ رہنے پائے۔

(۷) دیہات میں کسان آبادی کی سہولت کے لیے اور شہروں میں کارخانوں کی مزدور آبادی کی سہولت کے لیے ان کے قریب ہی ثانوی (میٹرک) معیار تک تعلیم کا مفت انتظام کیا جائے گا۔

(۸) غریب عوام کے بچوں کے لیے خاص سکول ہوں گے۔ ان میں نصاب کی کتابیں، اسٹیشنری کا سامان طالب علموں کو مفت مہیا کیا جائے گا اور ضروری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

(۹) سکولوں سے کامیاب ہونے والے غریبوں کے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا مفت انتظام کیا جائے گا۔

(۱۰) اعلیٰ تعلیمی ادارے بااختیار ہوں گے اور منتخب انتظامیہ کی نگرانی میں کام کریں گے۔

(۱۱) پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور حکومت ان کے انتظامات کی اس طرح نگرانی کرے گی کہ ان اداروں کی تعلیمی آزادی اور خودمختاری متاثر نہ ہونے پائے۔

(۱۲) دینی مدارس کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ مدد دی جائے گی۔ ان کی سندات سرکاری درسگاہوں کی سندات کے برابر شمار ہوں گی اور ان مدارس کی ہر مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

نصاب تعلیم میں ابتدائی درجات سے آخر تک قرآن حکیم بامعنی و تفسیرہ سنتِ رسول تاریخ صحابہ وسلاف اور ضروری بنیادی مسائل شرعیہ کو لازماً شامل کیا جائے گا۔

(۱۳) نصاب تعلیم میں اسلامی عقائد، عقیدہ ختم نبوت اور مسلک اہل سنت کے خلاف کوئی بات شامل نہیں ہونے دی جائے گی۔

(۱۵) تعلیم گاہوں میں ارکانِ دین کی ادائیگی اور احترام دین کی پابندی لازمی ہوگی۔

(۱۶) بیرونی عیسائی مشنوں و دیگر غیر مسلموں کے تعلیمی ادارے بند کردیئے جائیں گے۔

(۱۷) ملکی غیر مسلم اقلیتوں کو اپنی مذہبی تعلیم کے ادارہ جات کھولنے کا حق ہوگا، لیکن ان میں کسی مسلمان بچے یا بچی کا داخلہ ممنوع ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۸) عام تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم لازمی ہوگی لیکن غیر مسلم اقلیتوں کے بچوں کے لیے لازم نہ ہوگی۔
(۱۹) مخلوط تعلیم کو ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔
(۲۰) عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ اسلامی اصولوں کے مطابق انتظام کیا جائے گا۔
(۲۱) انگریزی زبان کی تعلیم کو اختیاری مضمون کی حیثیت میں رکھا جائے گا۔
(۲۲) عربی زبان کو تعلیمی اداروں میں لازمی زبان کا مقام حاصل ہوگا۔
(۲۳) علاقائی زبانوں کو ترقی دی جائے گی۔
(۲۴) ملک میں تعلیمی ادارے اعلیٰ تعلیم کے ادارے فنی و سائنسی تعلیم کے ادارے زرعی و صنعتی تعلیم کے ادارے جگہ جگہ اور وسیع پیمانے پر کھولے جائیں گے اور ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی جائے گی۔
(۲۵) تعلیمی اداروں میں داخلہ اہلیت کی بنیاد پر ہوگا اور ان میں مقامی لوگوں کو شہریت اور دیہی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے گی۔
(۲۶) ملکی سطح پر ذریعہ تعلیم اُردو ہوگا۔

صحت:۔

(۱) ملک میں اعلیٰ پیمانے پر حفظانِ صحت اور علاج کا ایک وسیع ترین ادارہ تشکیل دیا جائے گا جس کے منصوبہ میں دیہات کی کسان آبادیوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مزدورں اور شہر کے غریبوں کا خاص خیال رکھا جائے گا۔
(۲) ہر علاقہ میں مناسب طبی امداد کے مراکز زچہ خانے اور صفائی کا باقاعدہ انتظام کیا جائے گا۔
(۳) ان مراکز میں مستند و ماہر معالج متعین کیے جائیں گے۔
(۴) علاج کی تمام سہولتیں بلا معاوضہ مہیا کی جائیں گی۔
(۵) ہر تحصیل میں ایک بڑا ہسپتال قائم کیا جائے گا جس میں تشخیص علاج کا جدید نظام ہوگا اور غریب عوام کو خصوصی سہولتیں وہاں حاصل ہوں گی۔ ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک ہیلتھ سنٹر قائم کیا جائے گا جس میں زچہ بچہ کے لیے خصوصی اہتمام ہوگا۔ تمام ہسپتالوں میں مردوں کے لیے مردانہ اور عورتوں کے لیے زنانہ سٹاف مہیا کیا جائے گا۔
(۶) ضلع میں کم از کم ایک نرسنگ کالج قائم کیا جائے گا جس میں ڈسپنسری ابتدائی طبی امداد اور نرسنگ کی تعلیم و تربیت کا مکمل انتظام ہوگا تاکہ ان کالجوں سے تربیت یافتہ افراد اپنے قریبی علاقوں میں رہ کر عوام کی زیادہ سے زیادہ علاج و معالجہ کی خدمات انجام دے سکیں۔
(۷) ملک میں ہر قسم کی دواسازی کا اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا جائے گا اور دواؤں کے سلسلہ میں ملک کو خود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کفیل بنایا جائے گا۔

(۸) ملک میں دیسی، یونانی، ہومیو پیتھک اور آیورویدک طب کو فروغ دیا جائے گا۔ ان طریق ہائے علاج کے ماہرین کو ایلو پیتھک معالجین کے برابر حقوق دیے جائیں گے اور ان طریق ہائے علاج کے کالج وشفا خانے اور دواساز ادارے قائم کیے جائیں گے۔

(۹) ملک میں صوبے کی سطح پر میڈیکل یونیورسٹی اور ڈویژن کی سطح پر میڈیکل کالج قائم کیے جائیں گے۔

معاش:۔

(۱) پاکستان کے ہر شہری کو حصول معاش کے باعزت مواقع مہیا کیے جائیں گے اور عورتوں کو اپنے مخصوص شعبوں میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ملازمت کے مواقع مہیا کیے جائیں گے۔

(۲) دیہات میں کاشت کا کام کرنے والے بے زمین افراد کو ایک کنبہ کی باسہولت گذر اوقات کے لیے حسب گذارہ زرعی زمین کا قطعہ مفت دیا جائے گا۔

(۳) ضرورت کی صورت میں بلاسود تقاوی بھی مہیا کی جائے گی۔

(۴) حسب گذارہ قطعہ زمین ہر قسم کے مالیہ سے مستثنیٰ ہوگا۔

(۵) دیہات میں جگہ جگہ مقامی چھوٹی چھوٹی صنعتیں (لوکل سمال انڈسٹریز) قائم کی جائیں گی، جیسے پھلوں، سبزیوں، مچھلیوں وغیرہ کو ڈبوں میں بند کرنے کی صنعت، چھوٹے چھوٹے زرعی آلات، ہل وغیرہ بنانے کی صنعت، ڈیری فارم، پولٹری فارم اور دستکاری کے مراکز کا قیام، تاکہ دیہات کی آبادی کو روزگار مہیا ہو سکے اور وہ دیہات چھوڑ کر شہر میں منتقل ہونے پر مجبور نہ ہوں۔

(۶) دیہات میں بلاسود امداد باہمی کے اصول پر اجناس وضروریات کی فروخت وخرید کے سٹور کھولے جائیں گے۔

(۷) شہروں میں صنعتوں اور کارخانوں کا وسیع جال پھیلا دیا جائے گا، جن میں زیادہ سے زیادہ مقامی افراد کو روزگار مہیا ہو سکے۔

(۸) غرضیکہ دیہات اور شہروں سے بے روزگاری کا کلیتاً خاتمہ کر دیا جائے گا۔

(۹) اس کے باوجود اگر کوئی شخص بے روزگار رہ جائے تو اس کا گذارہ الاؤنس مقرر کر دیا جائے گا۔

(۱۰) معذور ہو جانے والے افراد، کسی وجہ سے روزگار کے قابل نہ رہنے والے افراد، سرپرست کے فوت ہو جانے سے یتیم، بیوہ اور بے سہارا رہ جانے والے افراد کے گذارہ کا فوراً معقول انتظام کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مالیات واقتصادیات:۔

(۱) قرآنی ہدایت

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ

(اغنیاء کے درمیان دولت (محصور) نہ رہنے پائے)

کے مطابق ملکی دولت کو چند خاندانوں اور مخصوص طبقہ میں سمٹ آنے کے تمام ذرائع کو بند کر دیا جائے گا۔

(۲) سُودی کاروبار' سٹہ بازی' بنکاری اور انشورنش وغیرہ جیسے کاروبار' جن کے ذریعے عوام کا اقتصادی استحصال کیا جاتا ہے اور ملکی دولت ایک خاص طبقہ کے اندر سمیٹی جاتی ہے' ان کی بیخ کنی کر کے یا ان کی شرعی احکام کے مطابق اصلاح کر کے ملکی دولت کو ملک بھر کے عوام میں دائرو سائر رکھنے کے وسائل بروئے کار لائے جائیں گے۔

(۳) سودی کاروبار اور سودی لین دین کی ہر شکل کو ہر شعبہ سے بالکل خارج کر دیا جائے گا اور آئندہ کے لیے سُودی کاروبار ممنوع اور سخت تعزیز کا موجب قرار دیا جائے گا۔

(۴) تمام سرکاری وغیر سرکاری بنکوں اور اداروں کو مضاربت یا شرکت کے اصول پر مشترکہ سرمایہ سے چلنے والی عوامی صنعتیں اور تجارتی کمپنیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

(۵) جن لوگوں نے ناجائز اور حرام طریقوں سے' مثلاً سُود' سٹہ' قمار' رشوت' چور بازاری' سمگلنگ' ناجائز اور غیر قانونی اشیاء کی درآمد و برآمد یا ناجائز زرمبادلہ کے ذریعے دولت حاصل اور جمع کی ہے' ان کی ایسی تمام دولت واپس لے کر اول کوشش کی جائے گی کہ جن لوگوں سے انہوں نے یہ دولت حاصل کی تھی' انہیں واپس کر دی جائے' ورنہ ملک کے محتاج اور مفلس طبقوں میں حسبِ ضرورت تقسیم کر دی جائے گی۔

(جیسا کہ اس قسم کا محاسبہ حضرت فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں عام طور سے کیا جاتا رہا ہے)

(۶) ملک کے قدرتی وسائل معیشت' معدنیات' گیس' پانی' جنگلات' تیل وغیرہ کسی ایک فرد' خاندان یا ادارہ کی ملکیت واجارہ داری میں نہیں رہنے پائیں گے۔ وہ شریعت کی رو سے حکومت کی ملکیت ہوں گے۔ آمدنی بیت المال میں جائے گی۔ ان پر تصرف کا حق صوبائی حکومت کو ہوگا اور محاصل حکومتیں اپنے اپنے اصولوں میں شریعت کے مطابق بروئے کار لائیں گی۔

(۷) حکومت کے اخراجات میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک زیادہ سے زیادہ تخفیف کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سرکاری تقریبات کے اخراجات' سفارت خانوں کے اخراجات' حکام بالا کے اخراجات' سرکاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیم سرکاری اور خود مختار اداروں کے اخراجات اور تمام محکمہ جات کے اخراجات کی چھان بین کے لیے ایک اعلیٰ کمیشن قائم کیا جائے گا' جو نمائشی' غیر ضروری اور فاضل اخراجات کی نشاندہی کرے گا اور صرف نہایت ضروری اخراجات کا تعین کرے گا۔

تجارت:۔

(۱) تجارت میں اجارہ داری اور سٹہ داری کو بالکل ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔

(۲) قرآنی حکم:۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

(اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام کر دیا ہے)

کے تحت تجارت کو سُود کی ہر قسم سے پاک کر دیا جائے گا۔

(۳) تاجروں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

(۴) ملک بھر میں اشیاء کی قیمتیں غریب عوام کی قوتِ خرید کے مطابق مقرر کی جائیں گی۔

(۵) ذخیرہ اندوزی' چور بازاری اور ملاوٹ کی قطعاً اجازت نہیں ہو گی۔ اس کے مرتکبین کو سخت سزا دی جائے گی۔

(۶) تجارت میں زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی کے رجحان کو ختم کر کے کم سے کم نفع کا اصول رائج کیا جائے گا۔

(۷) درآمدی اور برآمدی تجارت پر کسی کی اجارہ داری قائم نہیں ہونے دی جائے گی۔

(۸) ملکی مصنوعات و فاضل پیداوار کی برآمدی تجارت کو وسیع تر بنایا جائے گا۔

(۹) درآمدی تجارت کو نہایت ضروری اور بنیادی اشیاء تک محدود کر دیا جائے گا۔

(۱۰) تجارت سے ہر قسم کی بدعنوانیوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔

سرمایہ اور زرِ مبادلہ:۔

(۱) سرمایہ ملک کے کسی حصے سے بھی بیرونِ ملک منتقل نہیں ہونے دیا جائے گا، بلکہ وہ سرمایہ اسی حصہ پر خرچ کیا جائے گا۔

(۲) زرِ مبادلہ کا غیر قانونی کاروبار قطعاً ممنوع ہو گا۔

صنعتیں:۔

کلیدی صنعتیں قومی ملکیت ہوں گی۔

(۱) بنیادی اور کلیدی صنعتیں جن کا براہ راست تعلق ملک کے تمام عوام یا اکثریتی عوام کے مفاد سے ہے یا ملک کے دفاعی یا عمومی نظام سے ہے' جیسے اسلحہ سازی کی صنعت' فولاد سازی' پٹرول صنعت' معدنیات کی صنعت' طیارہ سازی وغیرہ وغیرہ، ان کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) مشترکہ نجی سرمائے سے چلنے والی بڑی صنعتوں میں بونس کے عوض مزدوروں کا بھی حصہ رکھا جائے گا۔
(۳) ان صنعتوں کے نظام اور بورڈ آف ڈائریکٹران میں پچاس فیصد مزدوروں کو بھی نمائندگی دی جائے گی۔
(۴) گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی انفرادی ملکیت وحیثیت برقرار رکھی جائے گی اور ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہے گی۔

کارخانے:۔

(۱) ہر باشندۂ ملک کو صنعت وحرفت کا پیشہ اختیار کرنے کا حق ہوگا اور کارخانہ بھی قائم کر سکے گا' لیکن ناجائز طور پر قائم کردہ کارخانے قومی ملکیت میں لے لیے جائیں گے۔
(۲) جو کارخانے ناجائز سیاسی رشوتوں' بیرونی قرضہ جات سے حاصل شدہ رقوم اور ناجائز ذرائع سے کام لے کر قائم کیے گئے ہیں' انہیں بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔
(۳) آئندہ خصوصی مراعات ومواقع کے ذریعے کارخانے بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔
(۴) حتی الامکان بڑے کارخانے عمومی حصص کی شرکت پر قائم کیے جائیں گے' جن کے منافع میں کارخانے کے مزدور اور ملازمین کا بھی بقدر حصہ شامل کیا جائے گا۔
(۵) مزدوروں کو حسب لیاقت وکارگزاری پوری پوری اُجرت دی جائے گی۔
(۶) بحالاتِ موجودہ کسی مزدور کی ماہانہ تنخواہ دو ہزار روپیہ سے کم نہ ہوگی اور ہر سال اس پر نظر ثانی کی جائے گی۔
(۷) مزدوروں اور ملازموں کے لیے:۔
(الف) بہتر سکونتی مکانات کا انتظام کیا جائے گا۔
(ب) ان کے بچوں کی تعلیم کا مفت انتظام کیا جائے گا۔
(ج) ان کے اور ان کے متعلقین کے علاج ومعالجہ کے لیے شفاخانوں کا بہتر اور مفت انتظام کیا جائے گا۔
(د) مزدوروں اور ملازموں کی تنخواہوں کا غیر معمولی فرق وتفاوت مٹا کر فوری طور پر ایک اور پانچ کی نسبت قائم کر دی جائے گی۔

ملازمتیں:۔

(۱) تمام سرکاری ملازمین کے حقوق یکساں ہوں گے۔
(۲) تنخواہوں میں تفاوت کم کر کے فوراً ایک اور پانچ کی نسبت قائم کر دی جائے گی۔
(۳) کم درجوں کے ملازمین کی رہائش' وسائل سفر' علاج' بچوں کی تعلیم وغیرہ کا انتظام سرکاری طور پر اور مفت کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) ملازمین کو عام اور ضروری رخصتوں' بیماری کے دوران چھٹیوں' معذوری اور بڑھاپے کی پنشن اور حادثات کے معاوضہ کی مکمل سہولتیں دی جائیں گی ملازمت کے دوران فوت ہو جانے کی صورت میں پسماندگان کے گذر اوقات کا معقول انتظام کیا جائے گا۔

تعطیلات:۔

اوقات کار:

(۱) ملازموں اور مزدوروں کے اوقات کار کم سے کم رکھے جائیں گے۔

(۲) عیدین اور تاریخی دنوں کی تعطیل کا تعین دینی اور ملی تقاضوں کے مطابق کیا جائے گا۔

(۱) پاکستان میں ہفتہ وار تعطیل جمعہ ہی کو ہوا کرے گی۔

(۲) اوقات کار کی مدت آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(۳) خطرناک کاموں کے اوقات کار بہت کم کر دیے جائیں گے۔

(۴) اوقات کار میں نمازوں کے لیے وقفہ اور آرام اور ناشتہ وکھانے کا وقفہ بھی دیا جائے گا۔

(۵) اوور ٹائم جبری نہیں لیا جائے گا۔

(۶) اوور ٹائم کا معاوضہ کم سے کم دوگنا ہوگا۔

زراعت:۔

من احیا ارضاً فھی لہٗ ولیس لعوق ظالماً حق فیھا

(جس نے بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ زمین اسی کے لیے ہے اور جابر ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں ہے)

(۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق جس نے اُفتادہ زمین کو آباد کیا وہی اس کا مالک قرار دیا جائے گا۔

(۲) پھر وہ لوگ مالک سمجھے جائیں گے جن کو یہ زمین وراثت میں' ہبہ میں' وقف میں یا فروختگی میں جائز طور پر منتقل ہوگی۔

(۳) اراضی ملکیت کی کم یا زیادہ کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں کی' لیکن اگر بڑی زمینداریاں ملکی نظام معیشت اور اجتماعی معاشی نظم و نسق کو فاسد کرنے کا سبب بن گئی ہوں اور شدید مذہبی' ملی و ملکی مفاسد اور خطرات نمودار ہو رہے ہوں تو شریعت کے اصولوں ہی کی روشنی میں اراضی کی ملکیت کی مناسب تحدید حکومت کرے گی۔

(۴) سیاسی رشوت کے طور پر دھوکہ اور فریب کے ذریعے جبر اور ناجائز طور پر جو زمینیں اور جاگیریں حاصل کی گئی ہیں وہ بغیر معاوضہ کے واپس لے لی جائیں گی اور اس علاقے کے مستحق کاشتکاروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تقسیم کر دی جائیں گی۔

(۵) مالکِ اراضی کو اپنی زمین میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہوگا' مگر ظلماً اور بلا شرعی وجہ کے مزارع کو بے دخل نہیں کیا جاسکے گا۔

(۶) جن مزارعین نے زمینوں میں ترقیاتی کام کیے ہیں، ان کا پورا پورا معاوضہ دیئے بغیر بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔

(۷) مزارعین کو کسی مالک اراضی کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۸) حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمد نے زمین کو بٹائی دینے کی اجازت دی ہے' لیکن اگر ملک کا زرعی نظام مندرجہ بالا اصلاحات کے باوجود درست نہ ہوسکے تو حکومت کو حق حاصل ہے کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ' حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کے مسلک کے مطابق بٹائی پر زمین دینے پر پابندی لگادے اور مالک اراضی کو حکم دے کہ یا تو وہ اپنی اراضی خود کاشت کرے یا کرایہ یا اجارہ پر اٹھائے۔

(۹) زمین کے چھوٹے قطعات کے مالکان کو بڑے قطعات کے مالکان کے دباؤ کے اثر سے نجات دلائی جائے گی اور انہیں اپنی زمینوں پر غیر مشروط مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے۔

(۱۰) زراعت کی جدید سہولتیں دیہات میں عام کی جائیں گی جدید زرعی آلات کا استعمال وسیع تر بنایا جائے گا۔

(۱۱) زرعی زمینوں کا سیم وتھور سے تحفظ کیا جائے گا۔

(۱۲) زرعی زمینوں کو سیلاب سے محفوظ کرنے کا مستقل بندوبست کیا جائے گا۔

(۱۳) زرعی پیداوار کی فروخت کا ایسا انتظام کیا جائے گا کہ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ آڑھتیوں' سٹاک ہولڈروں' اسٹاک ایکسچینجوں' بنکوں' سٹہ بازوں' دلالوں وغیرہ کی جیب میں جانے کے بجائے کاشتکاروں اور کھیت مزدوروں کو پہنچے۔

(۱۴) نئی آباد کی جانے والی زمینوں کو آسان شرائط پر صرف خود کاشت کرنے والوں کو دیا جائے گا۔ اس میں اولیت اور فوقیت مقامی کاشتکاروں اور کھیت مزدوروں کو ہوگی۔

(۱۵) جن لوگوں سے ناجائز زمینیں واپس لی جائیں گی' اگر ان کا ذریعہ معاش کوئی دوسرا نہ ہو یا ناکافی ہو تو گذارہ کے مطابق خود کاشت کے لیے انہیں قطعہ زمین دیا جائے گا۔

(۱۶) زرعی زمینوں پر سے مالیہ وصول کرنے کے طریقوں کی شریعت کے اصولوں کی روشنی میں اصلاح کی جائے گی اور بدعنوانیوں اور بے جامداخلتوں کا مکمل سدِ باب کیا جائے گا۔

(۱۷) صنعتی ضروریات کے لیے قابلِ زراعت اراضی کو استعمال نہیں ہونے دیا جائے گا۔

(۱۸) زرعی اراضی کی آبپاشی کے لیے نہروں کا جال بچھایا جائے گا ڈیم تعمیر کیے جائیں گے اور ٹیوب ویل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نصب کیے جائیں گے۔

(۱۹) اراضیات کو سیلاب سے بچانے اور پانی کو زرعی استعمال میں لانے کے لیے سال ڈیمز تعمیر کیے جائیں گے۔

(۲۰) تمام نہروں کو پختہ کیا جائے گا۔

عدلیہ کا نظام:۔

(۱) عدلیہ مکمل طور پر انتظامیہ سے آزاد ہوگی۔

(۲) حصول انصاف کے طریقے بالکل آسان بنائے جائیں گے۔

(۳) عدالتوں سے انصاف کا حصول بالکل مفت ہوگا۔

(۴) ججوں اور منصفوں کا تقرر کتاب وسنت و شریعتِ اسلامیہ کی مکمل واقفیت اور اسلامی سیرت کے معیار واہلیت پر ہوگا۔

(۵) ملک کے دیوانی وفوجداری قوانین میں شریعت کے مطابق تبدیلیاں کی جائیں گی۔

(۶) انتظامیہ کے کسی بھی ادارے اور اس کے ہر چھوٹے اور بڑے افسر اور ملازم کے کسی بھی فعل کو عدالت میں چیلنج کرنے کا حق ہر شہری کو ہوگا۔

انتظامیہ:۔

(۱) انگریزوں کے زمانہ کی سول سروس کے غیر ملکی نظام میں تبدیلیاں کی جائیں گی۔

(۲) انتظامیہ کے ادنیٰ واعلیٰ سبھی ارکان کی حیثیت ملک وملت کے خادم ونگہبانی کی ہوگی۔

(۳) تمام نمود ونمائش ٹھاٹ باٹ مصنوعی رعب وداب اور پریسٹیج کے طریقے ختم کر دیے جائیں گے۔

(۴) عوام اور حاجت مند افراد کے ساتھ حسنِ سلوک انتظامیہ کی اولین بنیاد ہوگی۔

(۵) دیانتدارانہ کارکردگی پر ہی ترقی مل سکے گی۔

(۶) رشوت اور بدعنوانی کے ارتکاب پر برطرفی کے علاوہ سخت ترین سزا دی جائے گی۔

(۷) انتظامیہ کا کوئی رکن دوران ملازمت کوئی دوسرا کاروبار کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔

(۸) عہدہ اور ملازمت سے ناجائز فائدہ اٹھانے پر برطرفی کے ساتھ سخت سزا دی جائے گی۔

(۹) انتظامیہ کی تمام کارروائی کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(۱۰) انتظامیہ کی تمام کارگذاریوں میں اسلامی نظام اور اسلامی عظمت کے خطوط نمایاں تر رکھے جائیں گے۔

ٹیکس:۔

(۱) مخالف شریعت تمام ٹیکس ختم کر دیے جائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) عوام کی برداشت سے باہر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔
(۳) بنیادی ضروریات کی ہر چیز ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگی۔
(۴) ٹیکس مفادِ عامہ کو پیش رکھتے ہوئے لگائے جائیں گے۔

نشرواشاعت:۔

(۱) اخبارات و پریس کو مکمل آزادی ہوگی۔
(۲) نشرواشاعت کے تمام وسائل اسلام کی تبلیغ و تشہیر، پاکستان کے استحکام و سالمیت اور عوام کے نقطۂ نظر کے اظہار کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔
(۳) براڈ کاسٹنگ اور اخبارات وغیرہ پر عوام کا کنٹرول ہوگا۔
(۴) اخبارات حکومت کی کسی گروہ کی یا کسی فرد کی اجارہ داری میں نہیں رہنے دیے جائیں گے۔
(۵) اخبارات کی ملکیت میں غالب حصہ عوام کا ہوگا۔
(۶) نیشنل پریس ٹرسٹ توڑ دیا جائے گا۔
(۷) مارشل لاء دور میں برطرف کیے گئے صحافیوں کو بحال کر دیا جائے گا۔

اقلیتیں:۔

(۱) پاکستان کی موجودہ غیر مسلم اقلیت کو اسلام کی طرف سے عطا کردہ مذہبی آزادی، شہری حقوق اور حصول انصاف کے مواقع بلا امتیاز اور یکساں طور پر حاصل رہیں گے۔
(۲) کسی بھی مسلمان کے ختم نبوت کے عقیدے سے انحراف کو ارتداد قرار دیا جائے گا۔
(۳) مسلمانوں میں آئندہ نئی فرقہ بندی اور ارتداد کی اجازت نہیں ہوگی اور ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے گی۔

اوقاف:۔

(۱) محکمہ اوقاف قائم رکھا جائے گا۔
(۲) اوقاف کا نظام ازسرِ نو خالص شریعت کی بنیاد پر قائم کیا جائے گا۔
(۳) وقف کی آمدنی صرف واقف کی وصیت و منشاء ہی کے مطابق خرچ کی جائے گی۔

خارجہ پالیسی:۔

(۱) اسلامی عظمت کے اظہار پر مبنی آزادانہ و غیر جانبدارانہ ہوگی۔
(۲) مغربی سامراج و اشتراکی بلاکوں کے اثرات سے پاک ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) مسلمان ملکوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اشتراک پر مبنی ہوگی۔

(۴) نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور امنِ عالم برقرار رکھنے میں معاون ہوگی۔

(۵) تمام بین الاقوامی معاملات میں اسلامی نقطۂ نظر کے اظہار کو مقدم رکھا جائے گا۔

(۶) محکوم ملکوں کی جدوجہد آزادی کی حمایت و معاونت کی جائے گی۔

(۷) بین الاقوامی معاملات میں بحالی حقوق کی جدوجہد کی حمایت کی جائے گی۔

(۸) دُنیا کے جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں ان کی اسلامی حیثیت، اسلامی وحدت، باعزت رہائش و روزگار اور جان و مال کے تحفظ کے لیے زبردست کوشش جاری رکھی جائے گی۔

(۹) دُنیا کے جن ملکوں میں مسلمان اکثریت سے ہیں، خواہ وہ امریکہ میں ہوں، یورپ میں ہوں، ایشیا میں ہوں یا افریقہ میں، ان کی جداگانہ آزاد مملکت کے قیام کی حمایت کی جائے گی۔

(۱۰) فلسطین، بیت المقدس اور تمام عرب علاقوں سے یہودی، امریکی، برطانوی سامراج تسلط کے خاتمہ، افغانستان میں روسی جارحیت، کشمیر کی آزادی، بھارت کے مسلمانوں کی جان و مال، آبرو، دین، معاش، رہائش وغیرہ کے تحفظ کی کوشش کو پاکستان کی خارجہ پالیسی میں اولین و بنیادی اہمیت حاصل ہوگی۔

موجودہ مسائل:۔

(۱) صوبوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

(۲) امور خارجہ، دفاع، کرنسی اور بین الصوبائی مواصلات کے محکمے مرکز کے پاس رہیں گے۔ بیرونی تجارت صوبوں کے پاس رہے گی، جبکہ پالیسی وفاقی حکومت طے کرے گی۔

(۳) اسمبلیوں اور قومی اداروں میں نمائندگی تناسبِ آبادی کے مطابق مقرر کی جائے گی۔ سینٹ میں نمائندگی برابری کی بنیاد پر براہِ راست انتخاب کے ذریعے ہوگی۔

(۴) بقیہ معاملات میں صوبوں کو خودمختاری حاصل رہے گی۔

(۵) ملک کی سالمیت و وحدت کے پیشِ نظر وہ تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے جن سے تمام صوبوں کے درمیان عزم و مساوات و تفاوت کا خاتمہ ہو جائے۔

(۶) صوبوں کے پسماندہ علاقوں کی ترقی پر خصوصی توجہ دی جائے گی اور صوبائی ملازمتوں میں وہیں کے باشندوں کا تقرر کیا جائے گا۔

(۷) فوجی اور مرکزی ملازمتوں میں صوبوں کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے گی۔

(۸) ملک بھر میں پانی کی تقسیم شرعی اصولوں کے تحت کی جائے گی۔

(۹) ایٹمی اور شمسی توانائی کو فروغ دے کر توانائی کے بحران کو ختم کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۰) ہر گاؤں اور ہر شہر میں پینے کے لیے صاف پانی اور بجلی مہیا کی جائے گی۔

رہائش:۔

(۱) ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ اسے رہائش کے لیے حسبِ ضرورت جگہ اور مکان میسر ہو۔
(۲) اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہر ضرورت مند کو رہائش کے لیے جگہ اور مکان مہیا کرے۔
(۳) چنانچہ ایسا انتظام کیا جائے گا کہ پاکستان کا کوئی شہری بھی رہائش سے محروم نہ رہے۔

مواصلات:۔

(۱) ملک بھر میں پختہ سڑکوں کا جال پھیلایا جائے گا' تا کہ تمام دیہات ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں اور اپنے مرکزی شہروں سے سڑکوں کے ذریعے ملحق ہو جائیں۔
(۲) مواصلات رسل و رسائل کے تمام جدید ذرائع شہروں میں اور دیہاتوں میں عام کیے جائیں گے۔
(۳) مواصلات کو ترقی دینے میں اولیت پسماندہ علاقوں کو حاصل ہو گی۔
(۴) ریلوں' بسوں' جہازوں وغیرہ ذرائع سفر میں نماز اور وضو کے لیے خصوصی اہتمام ہو گا۔
(۵) سفر کے تمام ذرائع وسیع' محفوظ اور ارزاں کر دیے جائیں گے اور ان میں درجات کا تفاوت ختم کر دیا جائے گا۔

دفاع:۔

(۱) ہر بالغ اور اہل مسلمان کو جہاد کی تربیت دی جائے گی۔
(۲) ہر جگہ مقامی رضا کار و مجاہد دستے قائم کیے جائیں گے۔
(۳) ملک کو دفاع میں خود کفیل بنایا جائے گا۔
(۴) ملک میں جدید اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کی جائیں گی۔
(۵) کوشش کی جائے گی کہ ملک جنگی سامان کی ہر چیز بنانے میں باہر کا محتاج نہ رہے۔
(۶) کسی بھی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام ملک میں باقاعدہ فوج کے ساتھ ملک تمام بالغ آبادی کو بھی دفاع میں بھرپور حصہ لینے کے قابل بنا دیا جائے گا۔
(۷) پاکستانی افواج کے اعلیٰ معیار کو بلند سے بلند تر کیا جائے گا۔
(۸) فوجی تربیت میں اسلامی احکام پر عمل کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی اور قوانین شرعی ہوں گے۔
(۹) پاکستانی افواج اور پاکستانی عوام کے درمیان براہِ راست ربط و تعاون کو بڑھایا اور مضبوط کیا جائے گا اور انگریزوں کے دور کے امتیاز و علیحدگی پسندی کے طریق کو ختم کر دیا جائے گا۔
(۱۰) اسلحہ پر سے لائسنس کی پابندی ختم کی جائے گی۔ اس کا اندراج ڈاکخانوں میں کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علماء کے بائیس نکات

۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں ایک اجلاس منعقد ہوا' جس میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے جید علماء اور تمام مسلم فرقوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ یہ اجلاس مولانا سید سلیمان ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں علمائے کرام نے متفقہ طور پر بائیس نکات پر مشتمل ایک دستاویز مرتب کی ان بائیس نکات پر دستخط کرنے والوں میں مندرجہ ذیل علمائے کرام شامل تھے:۔

(۱) علامہ سید سلیمان ندوی (مصنف سیرت النبیؐ)
(۲) مولانا شمس الحق افغانی
(۳) مولانا محمد بدر عالم
(۴) مولانا احتشام الحق تھانوی
(۵) مفتی محمد حسن
(۶) مولانا خیر محمد (ملتان)
(۷) مولانا عبدالحامد قادری بدایوانی
(۸) مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۹) مولانا مفتی محمد شفیع (کراچی)
(۱۰) مولانا اظہر علی (مشرقی پاکستان)
(۱۱) مولانا ابوجعفر صالح (مشرقی پاکستان)
(۱۲) مولانا راغب احسن (مشرقی پاکستان)
(۱۳) مولانا محمد حبیب الرحمٰن (مشرقی پاکستان)
(۱۴) پیر محمد امین الحسنات (مانکی شریف)
(۱۵) مولانا محمد یوسف بنوری
(۱۶) حاجی خادم الاسلام (خلیفہ حاجی ترنگ زئی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۷) مولانا محمد علی جالندھری

(۱۸) مولانا داؤد غزنوی

(۱۹) محمد ظفر احمد انصاری

(۲۰) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

(۲۱) پیر محمد ہاشم مجددی

(۲۲) مفتی محمد ڈار (کراچی)

(۲۳) مولانا شمس الحق فرید پوری (مشرقی پاکستان)

(۲۴) مولانا محمد (کراچی)

(۲۵) مولانا احمد علی (لاہور)

(۲۶) مولانا حبیب اللہ (سندھ)

(۲۷) مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ)

(۲۸) مفتی جعفر حسین مجتہد (اہل تشیع)

(۲۹) مفتی حافظ کفایت حسین (اہل تشیع)

(۳۰) مولانا محمد اسماعیل (اہلحدیث۔ گوجرانوالہ)

(۳۱) پروفیسر عبدالخالق

مارچ ۱۹۶۹ء میں منعقدہ ایک گول میز کانفرنس میں جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم عمومی مولانا مفتی محمود نے علماء کے منظور شدہ بائیس نکات ارباب اقتدار اور سیاسی لیڈروں کے سامنے پیش کیے تھے اور انہیں پاکستان کے دستور میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے ان بائیس نکات کو اپنے منشور ۱۹۶۹ء اور ترمیم شدہ منشور ۱۹۸۶ء میں شامل کیا ہے۔

علماء کے منظور کردہ بائیس نکات درج ذیل ہیں:۔

(۱) اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

(۲) ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا' نہ کوئی ایسا حکم دیا جا سکے گا' جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

(تشریحی نوٹ۔۔۔۔۔اگر ملک میں پہلے سے کچھ قوانین جاری ہوں جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصدیق بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر ممنوع یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیے جائیں گے۔)

(۳) مملکت کسی جغرافیائی' نسلی' لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں' بلکہ اس اصول اور مقاصد پر مبنی ہوگی' جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ کتاب وسنت کے بتائے ہوئے معروضات کو قائم کرے منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلام کے احیاء واعلاء اور متعلقہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

(۵) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتۂ اتحاد واخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کرنے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ واستحکام کا انتظام کرے۔

(۶) مملکت بلا امتیاز مذہب ونسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور قیام کی کفیل ہوگی، جو اکتسابِ رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگار ہوں، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

(۷) باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے ان کو عطا کیے ہیں، یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظِ جان ومال وآبرو، آزادیٔ مذہب ومسلک، آزادیٔ عبادت، آزادیٔ ذات، آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ نقل وحرکت، آزادیٔ اجتماع، آزادیٔ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارت سے استفادہ کا حق۔

(۸) مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقع صفائی وفیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

(۹) مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدودِ قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذاہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ انہیں کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

(۱۰) غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدودِ شریعت کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہیں، ان کی پابندی لازمی ہوگی اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ میں کیا گیا ہے، ان میں غیر مسلم باشندگانِ ملک برابر کے شریک ہوں گے۔

(۱۱) غیر مسلم باشندگانِ ملک کو حدودِ قانون کے اندر مذہب وعبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم ورواج کے مطابق کرانے کا حق ہوگا۔

(۱۲) رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے، جس کے تدین صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

(۱۴) رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی یعنی ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض سرانجام دے گا۔

(۱۵) رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کُلّاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

(۱۶) جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہ کثرت آراء سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

(۱۷) رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامتہ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

(۱۹) ارکان و عمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون وضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

(۱۹) محکمہ عدلیہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

(۲۰) ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اصول مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

(۲۱) ملک کے مختلف ولایات واقطاع مملکت واحدہ کے اجزائے انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی، جنہیں انتظامی اختیارات کے پیشِ نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات کا سپرد کرنا جائز ہوگا، انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۲۲) دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

ضمیمہ:۔

جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے منشور کے آخر میں ایک ''ضمیمہ'' بھی شامل کیا ہے جو اس مسئلہ کے ضمن میں ہے کہ اگر کوئی شخص جائز اور حلال طریقوں سے زمیندار یا کارخانہ دار بن چکا ہے تو اسلامی حکومت اس کی املاک سے کوئی تعرض نہیں کرے گی اور اس کے تمام تصرفات جائز اور صحیح قرار دیے جائیں گے۔ البتہ اگر اسلامی حکومت کسی وقت پورے غور وخوض اور اہلِ علم وارباب دیانت کے مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک شخص کو یہ جائز ملکیت اور اس میں اس کا تصرف مفادِ عامہ کے خلاف اور ضررِ عام کا باعث ہے تو اس شخص کو اس کی ملک خاص کا مناسب معاوضہ دے کر خرید لے اور اس کو بیت المال کی ملک قرار دے لے اور اس طرح اس کو مفادِ عامہ میں منتقل کر دے۔ حکومت اسلامی کو اس قسم کے اختیارات ضرورت کے موقع پر حاصل ہیں اور شریعت مطہرہ میں اس کے نظائر موجود ہیں۔

''ضمیمہ'' میں مذکورہ بالا مسئلہ کو احادیثِ نبوی سے ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمعیۃ علماء اسلام کے منشور کے آخر میں ایک "نوٹ" کے تحت کہا گیا ہے کہ:

"منشور ہذا کی دفعات میں قرآن و سنت کے تصور کی روشنی میں ملک و ملت کے مفاد کے تقاضوں کے تحت تبدیلی، ترمیم اور اضافہ و کمی کی تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے اور انہیں منشور میں شامل کیا جا سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمعیت اہلحدیث

''جمعیت اہلحدیث'' ایک دینی جماعت ہے' جس نے سیاست میں بھی اپنا لوہا منوالیا ہے۔ یہ جماعت خود کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مکتب فکر سے منسوب کرتی ہے' جنہوں نے ہندوستان میں حدیث نبوی کا بول بالا کیا۔ شاہ صاحب نے ایک فتویٰ کے ذریعے ہندوستان کو ''دارالحرب'' قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کرنے پر مائل کیا تھا۔ آپ نے ''تحریک مجاہدین'' کی طرح ڈالتے ہوئے سید احمد شہید کو امیر جہاد اور سید اسماعیل شہید کو ان کا نائب مقرر کیا تھا۔ شاہ اسماعیل اور سید احمد شہید نے بالاکوٹ میں سکھوں کے خلاف جہاد کیا اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

انگریزی عہد میں' جب ہندوؤں نے کانگریس کے نام سے ایک سیاسی پارٹی تشکیل دے لی تو کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت ''مسلم لیگ'' کے نام سے میدانِ سیاست میں اُتری۔ انہی دنوں ۲۳ دسمبر ۲۰۰۶ء کو صوبہ بہار کے شہر آرہ میں اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں نے ''آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس'' کی بنیاد رکھی۔ اس کے اولین بانیوں میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

(۱) حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ غازی پوری
(۲) سید عبدالجبار غزنوی
(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری
(۴) مولانا شمس الحق ڈیانوی
(۵) مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری
(۶) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری
(۷) مولانا محمد حسین بٹالوی
(۸) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی
(۹) مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۰) شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی

(۱۱) مولانا عین الحق پھلواری

(۱۲) مولانا شرف الدین محدث دہلوی

(۱۳) حافظ عبداللہ آروی

(۱۴) مولانا عبدالحکیم پٹنہ

(۱۵) حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

آل انڈیا اہلحدیث کے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور ناظمِ اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری (ایڈیٹر ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر) منتخب ہوئے۔ اس کانفرنس کے اجلاس اور جلسے زیادہ تر مذہبی نوعیت کے ہوتے تھے' جن میں مسلک اہلحدیث کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ بعد میں یہ کانفرنس ''جمعیت اہلحدیث ہند'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد اسے ''مرکزی جمعیتِ اہلحدیث پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ کراچی میں جب جید علمائے کرام کے ایک اجتماع میں ''بائیس نکات'' منظور کیے گئے تو اس منظوری پر دستخط کرنے والوں میں جمعیتِ اہلحدیث کی طرف سے مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ) نے دستخط ثبت کیے۔

جمعیت اہلحدیث کے بارے میں پروفیسر محمد عثمان لکھتے ہیں کہ:۔

''اس کی سیاسی حیثیت ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے دوران تسلیم کی گئی۔ اسے سیاسی قوت بنانے اور دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ برابر کی سطح پر کھڑا کرنے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کا بڑا ہاتھ ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنی شعلہ بیانی اور اثر انگیز شخصیت کے باعث تمام حلقوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔''

پروفیسر علی اکبر منصور اپنی کتاب ''پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں'' بتاتے ہیں کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے لاہور کے مخلص رفقاء' جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ اور بالخصوص شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب کے تعاون سے' مرکز اہلحدیث کے لیے' لاہور میں لارنس روڈ پر' تقریباً پچھتر لاکھ روپے میں آٹھ کنال سے زائد جگہ حاصل کر کے دفتر جمعیت اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں۔

''اسی دور میں بعض متعصب دینی و سیاسی جماعتوں نے سینٹ میں شریعت بل پیش کر دیا' جو دراصل حنفیت کو فروغ دینے کا حربہ تھا۔ علامہ صاحب نے اپنے خطابات کے ذریعے اس بل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے اور کہا کہ ہمیں اس شریعت بل کی نہیں' شریعت کی ضرورت ہے۔ اگر کسی شریعت بل کی ضرورت ہے تو اسے قراردادِ مقاصد اور اکتیس علماء کے بائیس نکات کی روشنی میں مرتب کیا جائے' ہم اس کی حمایت کریں گے۔''

بقول پروفیسر موصوف' مولانا احسان الٰہی ظہیر نے:۔

''تحریک ختم نبوت' تحریک بنگلہ دیش نامنظور' تحریک نظام مصطفےٰ' اہلحدیث مطالبات کمیٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے اہل حدیث کو ملک میں ایک طاقتور جماعت کی شکل دیدی۔"

مارچ ۱۹۸۷ء میں مولانا احسان الٰہی ظہیر ایک جلسہ میں بم پھٹنے سے زخمی ہو گئے اور سات دن بعد سعودی عرب میں فوت ہو گئے ان کے بعد پروفیسر ساجد میر نے جمعیت اہلحدیث کو سنبھالا دیا۔ ۷ نومبر ۱۹۹۷ء کو جمعیت اہلحدیث نے پروفیسر ساجد میر کو امیر جماعت منتخب کیا اور میاں محمد جمیل کو سیکرٹری جنرل مقرر کیا۔ جمعیت اہلحدیث کی ذیلی تنظیمیں ملک بھر میں قائم ہیں۔

جمعیت اہلحدیث کا منشور

جمعیتِ اہلحدیث نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے موقع پر اپنا منشور شائع کیا تھا' جس میں تا حال کوئی ترمیم و تبدل نہیں ہوا' ذیل میں ہم جمعیت ہذا کے منشور کا جائزہ لینے جا رہے ہیں۔

مذہبی و سیاسی عقیدہ:۔

جمعیت اہل حدیث پاکستان نے اپنے مذہبی و سیاسی عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

"جمعیت اہلحدیث یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اس جہاں کا حاکمِ مطلق' تکوینی و تشریعی طور پر اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اللہ کے بندوں پر یہ فرض ہے کہ وہ پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات و تعلیمات کی پابندی کریں اور اس کے برگزیدہ آخرالزمان نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما تسلیم کریں۔ یہ بات فیصلہ شدہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا حصول اسی عقیدہ کی بنیاد پر عمل میں آتا تھا' اس لیے اس مملکت کا دستور و قانون براہِ راست کتاب و سنت اور تعامل خلفائے راشدین کی روشنی میں بننا چاہیے۔

جمعیتِ اہلحدیث قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر مبنی دستور ہی کو پاکستان کی سالمیت و احکام کا ضامن اور عوام کی تمام تر مشکلات کا حل خیال کرتی ہے۔"

مذکورۃ الصدر اقتباس سے مندرجہ ذیل اہم نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ حاکمِ مطلق ہے' وہی قانون ساز اور احکام جاری کرنے والا ہے' اس لیے اسی کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔

(۲) اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر امتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لیے بھیجا ہے' اس لیے مسلمانوں کو انہیں اپنا رہنما تسلیم کرنا چاہیے۔

(۳) پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا' اس لیے پاکستان کو ایک اسلامی مملکت ہونا چاہیے' یعنی اس مملکت کا دستور اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنتِ نبوی پر مبنی ہونا چاہیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) اسلامی قانون قرآن حکیم پر مبنی ہے اور اس کی تشریح و تعبیر مندرجہ ذیل ماخذات کے حوالہ سے کرنی چاہیے:۔

(i) سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(ii) تعاملِ خلفائے راشدین

(۵) اسلامی دستور (جو کتاب و سنت پر مشتمل ہے) ہی پاکستان کی سالمیت اور عوام کی مشکلات کا حل ہے۔

جمعیت اہلحدیث کا کہنا ہے کہ:۔

''پاکستان صرف لاالٰہ الاّ اللہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا' لہٰذا یہاں کسی غیر اسلامی نظریۂ حیات کو رواج نہیں دیا جا سکتا' جو لوگ اسلام کے سوا کسی بھی نظریۂ حیات کو پاکستان میں نافذ کرنا چاہتے ہیں' وہ اللہ اور اپنی قوم کے ساتھ کیے گئے وعدہ سے انحراف کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں نسلی' لسانی اور علاقائی تعصبات پھیلانے والے بھی ملک و قوم کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ جمعیتِ اہلحدیث غیر اسلامی نظریات اور نسلی' لسانی اور علاقائی' تعصبات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اپنا دینی و اخلاقی فریضہ سمجھتی ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ:۔

(۱) پاکستان صرف اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا' اس لیے یہاں اسلامی نظریہ حیات ہی رائج ہونا چاہیے۔

(۲) مندرجہ ذیل قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم کے غدار ہیں:۔

(i) پاکستان میں غیر اسلامی نظریۂ حیات (قانون) کو نافذ کرنے کے خواہاں

(ii) ملک میں نسلی' لسانی اور علاقائی تعصبات پھیلانے والے

جمعیت ہذا غیر اسلامی نظریۂ حیات نافذ کرنے کے خواہاں لوگوں اور نسلی' لسانی اور علاقائی تعصبات پھیلانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا عہد کرتی ہے' کیونکہ اس کے نزدیک یہ ایک دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ جمعیت اہلحدیث نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ ''جو جماعتیں تمام ملکی مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں حل کرنا اور دینی اقدار کو سربلند دیکھنا چاہتی ہیں' جمعیۃ الحدیث ان سے انتخابات میں تعاون کرے گی۔''

نظامِ حکومت:۔

جمعیت اہلحدیث کتاب و سنت پر مبنی معاشرہ کی تشکیل کے لیے ایسے نظامِ حکومت کی داعی ہے' جس میں حاکمیتِ اعلیٰ خدا اور برتری اس کے قانون کو حاصل ہو۔ اس مقصد کے لیے جمعیتِ اہل حدیث نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) قراردادِ مقاصد اور علماء کے پیش کردہ متفقہ بائیس نکات کو ملکی بنیاد بنانا اور اسلامی طرزِ حیات کو ملک میں عملاً نافذ کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) ملکی قوانین کتاب و سنت کی بنیاد پر وضع کرنا اور اسلام سے متصادم قوانین کو منسوخ کرنا۔
(۳) علما و ماہرین قانون پر مشتمل ایک سپریم کونسل کا قیام' جو اس امر کا فیصلہ کرے گی کہ کونسا قانون کتاب و سنت کے خلاف ہے۔
(۴) ہر شہری کو یہ حق حاصل ہونا کہ وہ خلاف اسلام قانون کی تنسیخ کے لیے عدالت سے رجوع کر سکے۔
(۵) مشرقی پاکستان میں شمالی بنگال کا صوبہ قائم کرنا اور دونوں صوبوں کو ذیلی وفاق کے تحت منظم کرنا۔
(۶) دفاع' امور خارجہ' کرنسی' زرِمبادلہ' بین الاقوامی مواصلات اور تجارت کے شعبے مرکز کی تحویل میں دینا اور ٹیکس عائد کرنے کا اختیار دینا۔
(۷) ملک میں دو ایوانی مقننہ قائم کرنا' جس کے ایوان بالا میں دونوں وفاقوں کو مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔
(۸) مغربی پاکستان کا ایک ذیلی وفاق بنانا' جو مختلف مغربی صوبوں کے مابین تجارت' مواصلات' واپڈا اور ترقیاتی کارپوریشن وغیرہ نگرانی کرے گا۔
(۹) انتظامیہ کا صدر مقام مغربی پاکستان اور مقننہ کا صدر مقام مشرقی پاکستان مقرر کرنا۔

بنیادی حقوق:۔

جمعیت اہلحدیث کے نزدیک بنیادی حقوق حسب ذیل ہیں:۔
(۱) مملکت کی طرف سے ہر شہری کے جان و مال اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت
(۲) آزادیٔ تحریر
(۳) آزادیٔ تقریر
(۴) آزادیٔ اجتماع

تحریر' تقریر اور اجتماع کی آزادی اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اسے اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ بنیادی حقوق پر لگائی گئی ہر پابندی کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

جمعیت نے اقلیتوں کو اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق دینے کا وعدہ کیا ہے۔

انتظامی مسائل:۔

جمعیت اہلحدیث نے پاکستان کے انتظامی مسائل کے ضمن میں حسب ذیل پروگرام پیش کیا ہے:۔
(۱) افسروں اور حاکموں میں یہ شعور پیدا کرنا کہ وہ عوام کے حاکم نہیں بلکہ خدمت گزار ہیں۔
(۲) انتظامی افسران کے تقرر میں تعلیمی ڈگری کے ساتھ ساتھ ذہنی قابلیت' اخلاقی و دینی صلاحیت اور تقویٰ و پرہیزگاری کو شرط قرار دینا۔
(۳) حکام و افسران کا ہر وقت عوام کی خدمت کے لیے تیار رہنا اور عوام کے ساتھ منصفانہ طرزِ عمل اختیار کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) حکام کے لیے ٹھاٹھ باٹ کی زندگی بسر کرنا ممنوع ہونا۔
(۵) انتظامیہ کو ہر قسم کی رشوت ستانی' کنبہ پروری اور سہل انگاری سے پاک کرنا۔
(۶) بڑے سے بڑے افسر کا بھی قانون سے مستثنیٰ نہ ہونا اور انتظامی افسران کی ہر قسم کی ناجائز کارروائی کو عدالت میں چیلنج کرنا۔
(۷) انتظامیہ کی ہر کارروائی میں کتاب و سنت کو پیشِ نظر رکھا جانا۔

عدلیہ:۔

جمیعت اہلحدیث نے عدلیہ اور انصاف کی فراہمی کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔
(۱) ملک میں قانون کی حکمرانی اور کسی فرد کا قانون سے بالاتر نہ ہونا۔
(۲) عدلیہ کو کامل طور پر انتظامیہ کے اثرات سے آزاد رکھنا۔
(۳) اس امر کا انتظام کرنا کہ ایک کمزور اور معمولی شخص بھی بآسانی انصاف پا سکے۔
(۴) حصولِ انصاف کا مفت اور بلا فیس ہونا۔
(۵) انصاف میں تاخیر کو بے انصافی کے مترادف قرار دینا۔
(۶) ججوں اور منصفوں کا تقرر کتاب و سنت کی واقفیت' خدا خوفی اور پرہیزگاری کی بنیاد پر کرنا۔
(۷) دیوانی اور فوجداری قوانین کو کتاب و سنت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا۔

اِقتصادی پروگرام:۔

پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے اور معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے کے لیے جمیعت اہلحدیث نے مندرجہ ذیل پروگرام دیا ہے۔
(۱) ہر شخص کے لیے روزگار کا حصول آسان بنانا اور لاچار اور بے بس افراد کے لیے ایسے مراکز قائم کرنا جہاں وہ باعزت طور پر زندگی گذار سکیں۔
(۲) پورے ملک میں شفا خانے قائم کرنا جہاں سے علاج کی سہولتیں مفت فراہم ہوں۔
(۳) میٹرک تک تعلیم مفت قرار دینا اور غریبوں کے ہونہار بچوں کو وظائف دینا۔
(۴) اعلیٰ عہدوں پر تقرر کرتے وقت قابلیت اور اسلامی اخلاق کو ملحوظ رکھنا اور خاندان یا برادری کی بنیاد پر عہدے تفویض نہ کرنا۔
(۵) اجارہ داری اور استحصال کا خاتمہ اور قماربازی' سٹہ' انشورنس اور سودی لین دین پر پابندی۔
(۶) آجروں اور اجیروں کے درمیان معاملات نپٹانے کے لیے خصوصی کونسلوں کا قیام۔
(۷) تمام بے آباد سرکاری زمینیں بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کرنا اور غرباء کے لیے مکانات کی سہولتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فراہم کرنا۔

(۸) ناجائز طور پر حاصل کی گئیں یا سیاسی رشوت کے طور پر دی گئی جاگیروں اور صنعتوں کو واپس لینا۔

(۹) بھاری صنعتوں کو معاوضہ دے کر قومی ملکیت میں لینا۔

(۱۰) بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کی اسلامی بنیادوں پر اصلاح کرنے کے بعد قومی ملکیت میں لینا۔

مذہبی واخلاقی اصلاحات:۔

جمعیت اہلحدیث کے نزدیک، مسلمانانِ پاکستان کے موجودہ انتشار وافتراق اور بدعملی بے رہروی کا باعث یہ ہے کہ مدت دید سے غیر مسلم حکومتوں، نیز مسلمان حکمرانوں نے وہ طریق کار نہیں اپنایا جس سے مذہبی واخلاقی اقدار نشوونما پا سکیں۔ لہٰذا جمعیت کا خیال ہے کہ اس کا پیش کردہ پروگرام جو قرآن وسنت پر مشتمل ہے بروئے کار لاکر پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی مملکت بن سکتا ہے جمعیت کا پیش وگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) معاشرے کو پاکیزہ بنانے کے لیے مذہبی واخلاقی لٹریچر مہیا کرنا۔ نیز عریانی وفحاشی والے لٹریچر کی درآمد واشاعت ممنوع قرار دینا۔

(۲) اسلام کے عطا کردہ ابلاغ عامہ کے حقوق عطا کرنا تا کہ اخبارات اسلام کی سربلندی کے لیے آزادانہ طور پر کام کر سکیں۔ آرڈی نینسوں اور ٹرسٹوں کے ذریعے اخبارات پر عائد شدہ پابندیاں ختم کرنا اور انہیں اسلامی ضابطہ اخلاق کا پابند کرنا۔

(۳) اقامت صلوٰۃ اور دیگر اسلامی شعائر کی پابندی کرانا۔

(۴) ابلاغ وتشہیر کے ذرائع کو مذہبی واخلاقی احکام کی تبلیغ واشاعت کے لیے استعمال کرنا۔

(۵) مساجد اور دینی مدارس کی اہمیت کو بحال کرنا اور عصری تقاضوں کے مطابق آئمہ وخطبا تیار کرنا اور دینی مدارس کے مستند افراد کو اعلیٰ ملازمتوں کے امتحانِ مقابلہ میں شرکت کی اجازت دینا۔

(۶) اسلامی عقائد واحکام کو عام کرنے کے لیے حکومت کے تمام ذرائع استعمال میں لانا۔

(۷) فواحش اور بداخلاقی کی روک تھام کے لیے اسلامی تعزیرات نافذ کرنا۔

(۸) اندرون وبیرونِ ملک تبلیغ اسلام کا وسیع ومؤثر نظام قائم کرنا۔

تعلیمی اصلاحات:۔

جمعیتِ اہلحدیث انسانی معاشرے کی اصلاح میں تعلیم کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے مندرجہ ذیل پروگرام پیش کرتی ہے:۔

(۱) پورے نظام وتعلیم میں بنیادی عقائد (خدا، آخرت، رسالت اور ختم نبوت وغیرہ) کی روح موجود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونا تاکہ دہریت جنم نہ لے سکے۔

(۲) اخلاقی تربیت اور نظریاتی اصلاح' تاکہ نظام چلانے کے لیے فرض شناس اور اسلامی روح سے سرشار افراد مہیا ہو سکیں۔

(۳) شعبۂ علم میں اسلامی اور غیر اسلامی علوم کا امتیاز ختم کر دینا اور عصری علوم کو اسلامی نقطۂ نظر سے پڑھانا۔

(۴) اسلامی عقائد و احکام کی تعلیم ابتداء سے انتہا تک مستقل مضمون کی شکل میں داخلِ نصاب کرنا۔

(۵) ہر فرد کو تعلیم یافتہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنا اور فنی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔

(۶) امکانی حد تک تعلیم کو مفت اور جہاں ممکن نہ ہو سستا کرنے کی کوشش کرنا۔

(۷) مخلوط تعلیم کا خاتمہ اور لڑکیوں کے لیے ابتداء سے انتہا تک علیحدہ تعلیم کا بندوبست کرنا۔

(۸) اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند کرنا۔

(۹) ڈاکٹروں' انجینئروں اور فنی ماہرین کو تمام ممکنہ سہولیات فراہم کرنا اور انہیں معقول وظائف اور معاوضہ دینا' تاکہ ان میں ملک کے اندر رہ کر قومی خدمت کا جذبہ بیدار ہو سکے۔

دفاع:۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مخصوص محل وقوع اور اس کے دونوں بازوؤں کے درمیان جغرافیائی بُعد کے پیشِ نظر جمعیت نے ملکی دفاع کے ضمن میں اپنے منشور ۱۹۷۰ء میں حسب ذیل تجاویز پیش کی تھیں:۔

(۱) ملک کے تمام مسلم باشندوں میں جذبۂ جہاد کی انگیخت و پرورش۔

(۲) تمام بالغ مردوں کی بنیادی عسکری تربیت۔

(۳) شہری دفاع کی وسیع پیمانے پر تربیت۔

(۴) ملک کے دونوں بازوؤں میں اسلحہ ساز فیکٹریوں کا قیام اور ان میں ہر قسم کے اسلحہ کی تیاری۔

(۵) تمام عسکری یونٹوں کو اس طرح ترقی دینا کہ دونوں صوبوں میں ہنگامی حالات کے دوران رابطہ نہ ٹوٹے۔

امورِ خارجہ:۔

جمعیت اہلحدیث کے نزدیک' پاکستان ایک خالص نظریاتی ریاست ہے' اس لیے اس کی خارجہ پالیسی اس قسم کی ہونا چاہیے جس سے اس کے نظریہ اور عظمت کی شان دوبالا ہو اور اس پر کسی لحاظ سے کوئی آنچ نہ آئے اس مقصد کے پیشِ نظر جمعیت اہلحدیث نے حسب ذیل امور طے کیے ہیں:۔

(۱) آزادانہ خارجہ پالیسی پر عمل کرنا' کسی ایک بلاک سے وابستہ نہ ہونا' اسلامی ممالک کا متحدہ بلاک بنانا۔

(۲) تمام اسلامی ممالک سے تعلقات کو فروغ دینا اور مشکل وقت میں ان کی ہر ممکن مدد کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) ہر اس ملک کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا' جو ہماری خود مختاری' آزادی اور نظریاتی وحدت کا احترام کرے۔

(۴) ہندوستان کے مظلوم عوام کی امداد و معاونت کے لیے ہر ممکن قدم اٹھانا۔

(۵) تمام ممالک میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کو روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کوشش کرنا۔

(۶) ریاست جموں وکشمیر کی آزادی کے لیے تمام کوششیں بروئے کار لانا۔

(۷) ایک اسلامی خبر رساں ایجنسی بنانے میں مدد دینا' جو تازہ ترین بین الاقوامی خبریں فراہم کرنے کے علاوہ اسلامی ممالک میں باہمی خیر سگالی' مروت اور اخوت کا حقیقی جذبہ پیدا کر سکے اور غیر اسلامی انداز فکر میں رکاوٹ بن کر نشاۃِ اسلامیہ مدد ومعاون ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمعیتِ علماء پاکستان

جمعیت علماءِ پاکستان کے سنِ تاسیس کے ضمن میں محمد عبدالستار خاں نیازی کا بیان ہے کہ:-

"قیام پاکستان کے بعد سُنی کانفرنس کو جمعیت علماء پاکستان میں بدل دیا گیا اور ۱۹۴۸ء میں ایک عظیم الشان کنونشن میں جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا"

جس کے مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری بانی صدر اور غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔

حافظ تقی الدین جمعیت علمائے پاکستان کے سن تاسیس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جمعیت علماء پاکستان ۱۹۵۲ء میں مدرسہ حزب الاحناف' علمائے مکتبہ بریلوی اور مشائخ حضرات کے اجتماع میں قائم کی گئی۔ جمعیت کے پہلے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحسنات رحمتہ اللہ علیہ جنرل سیکریٹری ٹو بنائے گئے۔"

اصل میں مولانا عبدالحامد بدایونی کا تعلق سُنی کانفرنس سے تھا' جس میں بریلوی مکتب فکر کے علماء شامل تھے۔ سُنی کانفرنس کا ایک بڑا اجلاس اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہوا تھا۔ بعد میں علماء پاکستان کے نام سے بننے والی جماعت ایک علیٰحدہ جماعت ہے۔ سنی کانفرنس اور جمعیت علماء پاکستان میں تعلق بس اتنا سا ہے کہ دونوں بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتی ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان کے پہلے صدر مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری تھے' جو پہلے سنی کانفرنس کے جنرل سیکرٹری رہ چکے تھے۔ ایوب دور حکومت میں اس کے صدر خواجہ قمر الدین سیالوی اور جنرل سیکرٹری پیر سید فیض الحسن آف آلو مہار شریف تھے۔ بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں شاہ احمد نورانی شدومد سے میدان میں آئے' جمعیت علماء پاکستان کے صدر بنے اور الیکشن لڑا۔ انہی دنوں رفیق باجوہ جمعیت ہذا کے جنرل سیکرٹری تھے۔ ان کی علیٰحدگی کے بعد مولانا محمد عبدالستار خاں جنرل سیکرٹری بنا دیے گئے۔ اب جمعیت علماء پاکستان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نورانی نیازی گروپ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کے اختلافات کے باوجود یہ جمعیت ابھی تک متحد ہے۔

جمعیت علماءِ پاکستان کی خدمات اور کارکردگی:۔

جمعیت علماء پاکستان پر طنز کرتے ہوئے حافظ تقی الدین لکھتے ہیں:۔

"دراصل ذہنی طور پر بریلوی مکتبہ فکر کے علماء اور مشائخ اپنے خاص طریقہ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی جماعت جمعیت علمائے پاکستان کو بوقت ضرورت ٹانکیل کے طور پر ہی استعمال کرتے ہیں ورنہ ان حضرات کو سیاست میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔"

حافظ تقی الدین صاحب موصوف ایوب دورِ حکومت اور جمعیت علماء پاکستان کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:۔

"ایوب کے دورِ حکومت میں مشائخ حضرات اور جمعیت علمائے پاکستان کے اکابرین ایوب حکومت کے ساتھ تھے۔ غالباً ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت پیر دیول شریف رحمتہ اللہ علیہ ایوب خاندان کے مرشدِ کامل تھے اور تمام ایوبی خاندان حضرت دیول شریف کے دست بستہ غلاموں میں شمار ہوتے تھے۔ ایوب کے دورِ حکومت میں خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ جمعیتِ علمائے پاکستان کے صدر اور حضرت پیر سید فیض الحسن آلو مہار شریف جنرل سیکرٹری تھے۔ بشمول مندرجہ بالا حضرات کے جمعیتِ علمائے پاکستان بحیثیت جماعت بھی ایوب حکومت کے ساتھ تھی۔ ۱۹۶۲ء کا آئین نافذ ہونے کے بعد جب بھی رابطہ عوام کی مہم پر ایوب نے ملک کا دورہ کیا تو حضرت پیر فیض الحسن صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان صدر ایوب کے ساتھ ہوتے تھے اور ایوبی دورِ حکومت کے آخر تک وہ ساتھ رہے اور دیگر جمعیت کے اراکین اور مشائخ بھی ساتھ رہے۔" مولانا عبدالستار خاں نیازی، جمعیت علمائے پاکستان کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"علماء اہل سنت جماعت نے اجمیر شریف، مراد آباد، لکھنؤ، دہلی اور بالآخر ۲۷، ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں سنی کانفرنس منعقد کر کے امت محمدیہ کو خیر الامم کا مستحق بنانے کے لیے اپنی مساعی جمیلہ جاری رکھیں۔ بنارس میں سُنّی کانفرنس اس ساری جدوجہد کا نکتۂ عروج تھا، جس میں محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ، شیخ الاسلام صاحبزادہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی، پیر آف گولڑہ شریف، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیق میرٹھی، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد احمد محدث کچھوچھوی، صدر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الشریعت مولانا امجد علی (مصنف بہار شریعت) غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی، ابوالحسنات مولانا عبدالحامد بدایونی قادری، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری جیسے اعاظم رجال ملت نے برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے احیاء اور سطوت ماضیہ کے قیام کے لیے تحریک پاکستان کی قلندرانہ انداز میں حمایت کا اعلان کرتے ہوئے یہاں تک فرمادیا کہ:۔

"خدانخواستہ اگر قائداعظم محمد علی جناح بھی مطالبہ پاکستان سے ہٹ جائیں تو بھی ہم اس مطالبے سے دستبردار نہیں ہوں گے۔"

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے سُنی کانفرنس کی دینی وملی خدمات کو جمعیت علماء پاکستان سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ درست ہے کہ دونوں یعنی سنی کانفرنس اور جمعیت علماء پاکستان کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے ہے، لیکن جمعیت علماء پاکستان ایک علیحدہ جماعت ہے اور اس کی کارکردگی کو سُنی کانفرنس کی کارکردگی اور خدمات سے علیحدہ کر کے دیکھنا چاہیے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی جمعیت علماء پاکستان کی ملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"جمعیت علماء پاکستان نے دولت خداداد پاکستان مقام مصطفےٰ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ جہاد کشمیر ۱۹۴۷ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۴۹ء کی قرارداد مقاصد، ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت اور ۱۹۵۶ء میں تدوین دستور پاکستان کے لیے اس نے عظیم الشان خدمات پیش کیں۔ قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں اور دارورسن تک پہنچے۔ اس کے بعد ملک کے اندر شہری آزادیوں کی بحالی اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کے لیے سارے ملک میں کانفرنسیں منعقد کیں۔ ۱۹۷۰ء میں جب سرخ استعمار کی شہ پر کمیونسٹوں نے اودھم مچایا اور "ایشیا سرخ ہے ایشیا سُرخ ہے" کے نعرے لگانے شروع کیے تو ۱۹۷۰ء میں دارالاسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے اندر ایک آل پاکستان سُنی کانفرنس منعقد کر کے اشتراکی فتنے کی تہ بہ تہ سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں فنا کے گھاٹ اتارا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ یحیٰی کے دور حکومت میں ہونے والے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان پہلی بار سیاسی طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اس سے قبل یہ ایک دینی جماعت ہی کے طور پر مشہور تھی، اگرچہ یہ سیاست میں دخیل ہونے کے لیے کوشاں تھی۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت پاکستان تنظیم نو کی گئی اور اس کے مندرجہ ذیل عہدیداران مقرر ہوئے۔

صدر: خواجہ محمد قمرالدین سیالوی

نائب صدر: علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناظمِ اعلیٰ: سید محمود احمد رضوی

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیتِ علمائے پاکستان نے بہت سے حلقوں میں اپنے نمائندے کھڑے کیے اس قومی اسمبلی میں سات نشستیں حاصل کر لیں۔ پنجاب میں اسے بہت کم کامیابی حاصل ہوئی' لیکن صوبہ سندھ میں اس نے ۹ نشستیں جیت لیں۔ قومی اسمبلی میں جمعیتِ علماء پاکستان کی طرف سے پارلیمانی پارٹی کے لیڈر شاہ احمد نورانی اور نائب لیڈر مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری مقرر ہوئے۔ ان دنوں پیپلز پارٹی برسرِ اقتدار تھی جمعیت علماءِ پاکستان نے حکمران پارٹی یعنی پیپلز پارٹی سے نہ تو مصالحت ہی کی اور نہ ہی تعاون کا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی بتاتے ہیں کہ:۔

''۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوبارہ شروع ہونے پر علامہ شاہ احمد نورانی' مولانا محمود احمد رضوی' مولانا عبدالستار خاں نیازی اور ان کے رفقاء نے شاندار خدمات انجام دیں۔ بالآخر قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی مساعی جمیلہ سے قادیانیوں کے متعلق نیشنل اسمبلی میں قرارداد منظور ہوئی' جس نے بالآخر آئینی ترمیم کی شکل اختیار کر لی اور ''مسلمان'' کی تعریف میں عقیدہ خاتمیت کو جزوِ لازم قرار دیا گیا۔ آج تک اسی ترمیم نے کفر و اسلام کے مابین ایک واضح حدِ فاصل قائم کر رکھی ہے۔''

۱۹۷۷ء میں تحریکِ نظامِ مصطفیٰ چلی تو نو سیاسی جماعتوں نے بھٹو کے خلاف ''قومی محاذ'' قائم کیا جمعیتِ علماءِ پاکستان نے بھی قومی محاذ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جنرل ضیاء کے مارشلائی دور جمعیتِ علماءِ پاکستان نے حکومت سے عدم تعاون کا ثبوت دیا۔ یہ نہ تو ضیاء کی نامزد کردہ مجلسِ شوریٰ میں شامل ہوئی اور نہ ہی وزارتوں کے لالچ میں آئی۔ ضیا دور میں جب غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات کا اعلان ہوا تو بعض دوسری جماعتوں کی طرح جمعیت علماءِ پاکستان نے بھی انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں مولانا عبدالستار نیازی نے جمعیت علماءِ پاکستان کی طرف سے حصہ لیا۔

اس ضمن میں حافظ تقی الدین لکھتے ہیں:۔

''۱۹۹۰ء کے الیکشنوں میں مولانا عبدالستار نیازی اور ان کے گروپ کو پنجاب میں کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ نیازی صاحب قومی اسمبلی کے ممبر بھی بن گئے اور نواز شریف کولیشن حکومت میں شامل بھی ہو گئے اور وزارت مذہبی امور کا قلمدان انہیں سونپا گیا۔ مولانا عبدالستار نیازی نے ہی توہینِ رسالت کے مرتکب کو سزائے موت کا قانون مرکزی اسمبلی سے منظور کرایا تھا اور آج پاکستان میں یہ قانون ہے کہ جو بھی بد بخت توہینِ رسالت کا مرتکب ہو گا اسے سزائے موت دی جائے گی۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حافظ تقی الدین احمد نے ۱۹۹۵ء میں جمعیت علمائے پاکستان کے عمائدین کے باہمی تعلقات و نزاع کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں" میں لکھا تھا کہ:۔

"اس وقت جمعیتِ علمائے پاکستان کے صدر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی اور جنرل سیکرٹری مولانا عبدالستار نیازی ہیں' جبکہ دونوں حضرات کی سیاسی راہیں الگ الگ ہیں۔ نیازی صاحب نواز شریف کے ساتھ ہیں' اور ان ہی کے تعاون سے وہ سنیٹ کے ممبر بھی بنے ہیں اور سنیٹ میں اور باہر بھی وہ اسلامی جمہوری اتحاد کے ساتھ ہیں۔ جبکہ حضرت شاہ احمد نورانی مسلم لیگ نواز گروپ کے خلاف ہیں۔"

مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی جمعیتِ علمائے پاکستان کے مسلک اور مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت ملک کی غالب اکثریت پر مشتمل ایسی تنظیم ہے جو سیاست میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوت' معیشت میں مساواتِ محمدیؐ اور اعتقادی لحاظ سے مقامِ مصطفےٰؐ کے تحفظ اور نظامِ مصطفےٰؐ کے نفاذ کی علمبردار ہے اور کتاب' سنتِ رسولؐ' سنتِ صدیقین' سنتِ خلفائے راشدین' سنتِ تبع تابعین' سنتِ شہداء' سنتِ صالحین و آئمہ اہلِ بیت' آئمہ فقہ' آئمہ علم الکلام' آئمہ حدیث' آئمہ تصوف اور اجماع امت تمام کو آئینی' قانونی' دینی' تہذیبی' تمدنی' معاشی' معاشرتی اور بین الاقوامی معاملات و مسائل میں اپنے لیے واجب الاتباع تصور کرتی ہے یہ ملک کے اندر ایک روحانی فلاحی مملکت کو اپنا نصب العین قرار دے چکی ہے۔"

مولانا نیازی صاحب کو یقین ہے کہ:۔

"جمعیتِ علماء پاکستان ہی وہ جماعت ہے جو عصرِ حاضر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور ملک کی سالمیت' وحدت و استحکام کے ساتھ ایک حق و صداقت کی علمبردار' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاشرہ قائم کر کے اقوامِ عالم کی قیادت اور سربراہی اور عالم اسلام کی اخوت کا سامان فراہم کر سکتی ہے۔"

پروفیسر محمد عثمان اور مسعود اشعر اپنی مشترکہ تالیف "پاکستان کی سیاسی جماعتیں" میں جمعیت علماء پاکستان کی تین خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"تین خصوصیات جمعیتِ علماء پاکستان کو دوسری مذہبی جماعتوں میں ممتاز کرتی ہیں۔ اول یہ کہ جمعیت کے اکابرین نے تحریکِ پاکستان اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کا مکمل کر ساتھ دیا اور ۱۹۴۰ء کی قرار داد پاکستان سے پہلے بھی اور قرار داد پاس ہونے کے بعد بھی جمعیت نے اپنا سارا وزن اور وقار پاکستان کے پلڑے میں ڈالے رکھا اور ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مذہبی گروہوں اور جماعتوں کا (علمی اور دینی سطح پر) ڈٹ کر مقابلہ کیا' جو اسلام یا ایک قومی نظریئے کی بناء پر پاکستان کی مخالفت کر رہی تھیں۔

دوم' جمعیت کا اسلام بڑی حد تک ایک ترقی پسند' فراخ نظر اور انسان دوست اسلام ہے' جس میں تنگ نظری' تشدد اور زر پرستی کے آثار دکھائی نہیں دیتے

سوم' جمعیت علماء پاکستان نے سیاست کا کھیل ہمیشہ اصولوں کے مطابق کھیلا ہے۔ اس نے اقتدار میں شرکت کی خاطر کبھی سودے بازی نہیں کی۔ وہ بھٹو حکومت کے خلاف پی این اے کی تحریک (۱۹۷۷ء) میں شدومد سے شامل تھی' مگر جب مارشل لاء لگ گیا اور پی این اے میں شامل کئی جماعتوں نے نئی حکومت سے تعاون میں جلدی اور تیزی دکھائی' حتیٰ کہ اس کے تحت وزارتوں کی پیشکش بھی قبول کر لی' تو جمعیت علماء پاکستان (دوسری مثال تحریک استقلال کی ہے) ایسی ہر پیشکش سے کنارہ کش رہی اور اس نے اپنے دامن کو وزارتوں اور سفارتوں سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ اس طرح جہاں بعض سیاسی جماعتوں نے پہلے تو مارشل لاء کا بھرپور ساتھ دیا اور بعد میں مارشل لاء کو زہر ناک قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی' وہاں جمعیت نے استقامتِ مزاج کا ثبوت دیا۔ اس نے جس بات کو غلط سمجھا اسے ہر حال میں اور ہر موقع پر غلط قرار دیا اور اس راہ میں کسی کمزوری یا لغزشِ پا کا مظاہرہ نہ کیا۔"

منشورِ جمعیت علماءِ پاکستان

جولائی ۱۹۸۶ء میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ نے اپنی جماعت کے منشور کی منظوری دی۔ اس منشور کا پیش لفظ جمعیت علماء پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد عبدالستار نیازی نے تحریر کیا' جس میں جمعیت ہذا کا پس منظر' جمعیت کی قومی ملی خدمات اور جمعیت کے مسلک و مقاصد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

منشورِ جمعیت علماء پاکستان "ابتدائیہ" کے علاوہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے:۔

(۱) مقاصد
(۲) دستور
(۳) ملکی قوانین
(۴) سقوطِ مشرقی پاکستان کے اسباب کی تحقیقات
(۵) جولائی ۱۹۷۷ء تا دسمبر ۱۹۸۵ء کے معاملات کی تحقیقات۔
(۶) انتظامیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) احتساب عمومی

(۸) عدلیہ

(۹) اقتصادی نظام

(الف) زراعت

(ب) دیہی ترقی

(ج) شہری مسائل

(د) عام معاشی اصلاحات

(ہ) صنعت و تجارت

(و) مزدوروں اور کم آمدنی والے افراد کے حقوق

(۱۰) ذرائع ابلاغ اور نظریہ پاکستان

(۱۱) تعلیم

(۱۲) قومی صحت

(۱۳) دفاع

(۱۴) اقلیتیں

(۱۵) خارجہ حکمتِ عملی

ابتدائیہ:۔

ابتدائیہ میں جمعیت علماء پاکستان نے اپنے عقیدے کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس بات پر ایمان رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی کا حکم پوری انسانیت کے لیے واجب التعمیل ہے پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضور اکرم نورِ مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، جن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایمان کا سرمایہ ہے اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ اور عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اس سے عقیدہ رسالت کے ضمن میں جمعیت کے ایمان کا جزو مندرجہ ذیل امور ہیں، جو اہلسنت کے ایمان کا خاصہ ہیں:۔

(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مجسم ہونا

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرم ہونا

(۴) عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایۂ ایمان ہونا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ

(۶) عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی

یہی وہ باتیں جو اہلسنت کو دوسرے اسلامی فرقوں سے جدا کرتی ہیں۔ جمعیت چونکہ اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کی نمائندگی کرنے کے لیے وجود میں آئی اس لیے اس نے اپنے منشور میں اپنے عقیدہ کو واشگاف الفاظ میں ظاہر کردیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اس بات کو بھی علی الاعلان بیان کردیا ہے کہ وہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمبردار ہے' جس کی بنیاد خلافت علیٰ منہاج المنبوت یعنی خلافت راشدہ ہے یہ بات بھی اہلسنت وجماعت حضرات کے عقیدہ میں داخل ہے۔ وہ خلفائے راشدین کو برحق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابلِ تعظیم سمجھتے ہیں اور ان کے حق میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کرتے توحید الٰہی عشق رسولؐ اور تکریم صحابہؓ بالخصوص عظمت خلفائے راشدین اہلسنت کے ایمان کے اجزا ہیں' جو جمعیت علمائے پاکستان کے عقیدہ کے بھی عناصرِ ترکیبی ہیں۔ اپنے عقائد کا اعلان کرنے کے بعد جمعیت علماء پاکستان نے اس نظام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے' جو وہ پاکستان میں نافذ کرنا چاہتی ہے:۔

"ہمارے نزدیک اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی اور آخرت کے ہر پہلو میں' ہر لحاظ سے غیر مشروط طور پر نافذ کرنے کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی تعبیر سے متعلق ہر اختلاف سلف صالحین کی فقہی رہنمائی میں اجماع سے طے کرنا واجب ہے قرآن مجید یا اسلام کی کوئی ایسی تعبیر قابلِ قبول نہیں ہوگی' جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یا فقہِ حنفیہ سے انحراف کرکے پیش کی جائے۔"

اس واشگاف اعلان سے مندرجہ ذیل باتیں اخذ کی جاسکتی ہے:۔

(۱) یہ کہ اسلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی اور آخرت کے ہر پہلو میں' ہر لحاظ سے غیر مشروط طور پر نافذ کرنے کا نام ہے۔ اس ضمن میں اہلسنت وجماعت اور اس عقیدہ کی حامل جمعیت کسی مصلحت اور کسی بھی شرط کو نفاذِ اسلام کے ضمن میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

(۲) قانونِ اسلام کی تعبیر وتشریح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں کی جاسکتی ہے۔

(۳) اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اسے سلف صالحین کی فقہی رہنمائی میں طے کیا جاسکتا ہے۔ فقہی رہنمائی کے لیے صرف فقہِ حنفی ہی کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اہلسنت کے لیے فقہ حنفیہ کے علاوہ دوسرے مسالک سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فقیہ کی رائے کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۴) قرآنِ مجید کی تشریح وتعبیر یا اسلام کے کسی بھی جزو کی تشریح صرف سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کی جاسکتی ہے' کسی اور بات کو ماخذِ قانون تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ فروعی مسائل میں' جن کے بارے میں قرآن وسنت میں کچھ مذکور نہ ہو' حنفی مکتبِ فقہ کی آراء کو قبول کیا جائے گا۔

اس کے کے بعد ارضِ پاکستان کے روشن مستقبل پر یقین رکھتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہم پاکستان کے روشن مستقبل پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ سرزمین اللہ کے فضل و کرم سے قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ ان وسائل کو ملک اور قوم کی بہتری کے لیے جانفشانی اور دیانتداری سے بروئے کار لانا ضروری سمجھتے ہیں، جنہیں بدقسمتی سے پامال کیا جارہا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں زرخیز زمین اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے (معدنیات) خدا کے فضل و کرم سے وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اگر محنت اور دیانتداری سے کام لیا جائے تو ہر فرد کو روزی میسر آسکتی ہے۔ دیانتداری سے مراد وسائل رزق میں دیانتداری ہے، یعنی ہر ایک کو حصول رزق کے لیے وسائل رزق میں سے برابر کا حصہ ملنا چاہیے۔ قدرتی وسائل پر پوری قوم کا حق ہے۔ کوئی فرد یا فرقہ کسی خصوصی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ اگر پاکستان میں موجود قدرتی وسائل کو حصول رزق حلال کا ذریعہ بنایا جائے تو پاکستان کا مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔

آخر میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے یہ عہد کیا گیا ہے کہ:۔

''ہم اس ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتاخیر نافذ کریں گے، تاکہ تمام ناروا پابندیوں، خوف و ہراس، معاشی بدحالی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔''

''ناروا پابندیوں'' سے مراد وہ قوانین ہیں، جو ان امور پر پابندیاں عائد کرتے ہیں، جن امور کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔ اس میں وہ حقوق بھی شامل ہیں، جو اسلام نے اپنے ماننے والوں کو عطا کیے ہیں، لیکن ملکی قانون ان کو سلب کرتے ہوئے ان پر پابندیاں عائد کرتا ہے۔ ملک میں خوف و ہراس پھیلانے کی ذمہ دار خود حکومت اور اس کے حکمران ہیں، جو چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور ظالموں کو پناہ دیتے ہیں۔ ملک میں معاشی بدحالی اس لیے ہے کہ تقسیم دولت میں ناہمواری ہے۔ گردش دولت کے اسلامی اصول پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے نزدیک ناروا پابندیوں، خوف و ہراس اور معاشی بدحالی کو ختم کرنے کا واحد علاج نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے۔ جمعیت یہ عہد کرتی ہے کہ اگر وہ انتخابات کے ذریعے برسرِ اقتدار آ گئی، تو وہ بلاتاخیر ملک میں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کر دے گی۔

(۱) مقاصد:۔

جمعیت علماءِ پاکستان کا مقصدِ اولین پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کرنا ہے۔ اس منزل کے حصول کے لیے وہ مندرجہ ذیل بنیادی مقاصد کے لیے جدوجہد کرنے کا عزم رکھتی ہے:۔

(۱) پاکستان میں قرآن و سنت کی مکمل پابندی اور ہر مسلمان کو اس قابل بنانا کہ وہ اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کر سکے، تاکہ ایک مثالی معاشرہ تشکیل پا سکے۔

(۲) ملک کے تمام باشندوں کو مساوی حقوق کے تحفظ کی ضمانت۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) تمام پاکستانیوں کے مابین محبت و اخوت اور ہمدردی کے جذبات بیدار کرنا' تاکہ نسلی' لسانی' علاقائی' فرقہ وارانہ اور طبقاتی تعصبات ختم ہو جائیں۔

(۴) ایسے عادلانہ نظام کا قیام' جس میں ہر فرد سے انصاف ہو اور مختلف حصوں کے باشندوں کے درمیان پائے جانے والے موجودہ تفاوت و تضاد کو کم سے کم مدت میں ختم کرنا۔

(۵) ظلم و استحصال اور ناانصافیوں کی ہر شکل کو مٹانا۔

(۶) زمین' محنت' سرمایہ اور دیگر ذرائع پیداوار کو تمام افراد کی بہتری کے لیے کام میں لانا۔

(۷) روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی قیمتوں کو عام آدمی کی قوت خرید کے اندر رکھنے کی منصوبہ بندی۔

(۸) ہر شہری کو غذا' لباس' مکان' تعلیم اور علاج کی فراہمی کی ضمانت' تاکہ ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم ہو سکے۔

(۹) ہر شہری کو بلا امتیاز عہدہ و مرتبہ قانون کی نظر میں مساوی قرار دینا اور ایک ایسی عدلیہ قائم کرنا جو کسی دباؤ کے بغیر انصاف کے تقاضے پورے کر سکے۔

(۱۰) خواتین کو شریعت کے مطابق معاشی' سیاسی اور معاشرتی حقوق دینا تاکہ وہ تعمیر معاشرہ میں مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کر سکیں۔

(۱۱) ملک کے تمام عہدوں پر ایماندار' کفایت شعار' بااخلاق اور سادہ بود و باش رکھنے والوں کو فائز کرنا۔

(۱۲) ایسی آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا' جو قومی امنگوں کے مطابق ملکی مفاد اور مکمل امن و سلامتی اور حقوق انسانی کی ضامن ہو۔

مسلم ممالک کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو فروغ دینا اور عالمِ اسلام کے اتحاد کو مضبوط تر بنانے کے لیے ایسے مؤثر اقدامات کرنا کہ ایک ایسا اسلامی بلاک تشکیل پا سکے' جس کی ایک مشترکہ پارلیمنٹ ہو' جو امتِ مسلمہ کے اجتماعی مفادات سے متعلق ایک قابلِ عمل مشترکہ پالیسی وضع کر سکے۔

(۱۳) مسلمانان جموں و کشمیر کی جدوجہد آزادی کے لیے تمام وسائل بروئے کار لانا۔

(۱۴) قبائلی علاقوں کے باشندوں کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق دینا۔

(۱۵) طلباء اور نوجوانوں کے مسائل پر خصوصی توجہ دینا اور ان کے روزگار کو خاص نظام وضع کرنا۔

(۱۶) ہر صحت مند اور کام کے قابل شخص کے لیے روزگار کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

(۱۷) پاکستان میں اسلامی شورائی نظام سے مطابقت رکھنے والے معروف پارلیمانی نظام کو رائج کرنا' جس میں انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کے مقررہ حد سے زائد اخراجات پر پابندی عائد ہو اور ہر شخص اپنا حق رائے دہی مکمل آزادی سے استعمال کر سکے۔

(۱۸) تمام عدالتوں کے فیصلہ میں شریعتِ محمدیہ کی پابندی

(۱۹) مزارعین' زرعی اور صنعتی مزدوروں' غیر مالک کاشتکاروں اور چھوٹے دکانداروں کے مسائل کو اولیت دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲۰) ملکی انتظامیہ کی موجودہ خرابیوں کو دور کر کے ایک ایسا انتظامی ڈھانچا تشکیل دینا' جس کا ہر رکن دینی اور جمہوری تقاضوں کے مطابق قوم کا خادم بن کر اپنا فریضہ انجام دے سکے۔

(۲) دستور:۔

جن دنوں جمعیتِ علماء پاکستان کا یہ منشور وضع کیا گیا ان دنوں ملک میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور'' مجریہ ۱۹۷۳ء نافذ العمل تھا۔ جمعیت کے اس منشور میں دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کی چند دفعات میں ترمیم کرنے اور چند دفعات کو منسوخ کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ منشور ہذا میں کہا گیا ہے کہ:۔

(۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی ان تمام ترامیم کو منسوخ کر دیا جائے گا' جن سے بنیادی حقوق متاثر ہوتے ہوں یا وہ شریعت سے متصادم ہوں۔

(۲) صدر' وزیرِ اعظم اور دیگر مرکزی اور صوبائی ارکانِ حکومت کے وہ تمام اختیارات ختم کر دیے جائیں گے۔ جو حکومت میں نیابت اور امانت کے اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں' یا جن کے ذریعے انہیں عام ملکی قوانین سے بالاتر قرار دیا گیا ہو۔

(۳) اس امر کی ضمانت دی جائے گی کہ کسی شہری کی آزادی شواہد و ثبوت کے بغیر سلب نہ کی جائے۔

(۴) متناسب نمائندگی کے اصول پر ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کا جمہوری عمل جاری رکھنے کی ضمانت دی جائے گی۔

(۵) صوبوں میں احساس محرومی ختم کرنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

(۶) اُردو کو سرکاری زبان کے طور پر عملاً نافذ کیا جائے گا۔ عربی کو فروغ دیا جائے گا اور علاقائی زبانوں کو ان کا جائز مقام دیا جائے گا۔

(۳) ملکی قوانین:۔

پاکستان میں زیادہ تر قوانین انگریز کے بنائے ہوئے ہیں' جو ابھی تک نافذ العمل ہیں۔ موجودہ دور میں ان میں سے بعض ایسے قوانین میں ترمیم کی جا چکی ہے جو احکام اسلام سے متضاد و متصادم ہیں تاہم جمعیت کے منشور کی تیاری کے وقت بعض ایسے قوانین ابھی تک موجود تھے جو اسلام سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس نے ملکی قوانین کے ضمن میں یہ پروگرام دیا کہ:۔

(۱) غیر اسلامی اور غیر جمہوری قوانین منسوخ کر دیے جائیں گے۔

(۲) عدالتی نظام میں اس طرح اصلاح کی جائے گی کہ ایک جامع' مؤثر اور آزاد نظام عدل ہر شہری کو بلا تاخیر انصاف مہیا کرنے کی ضمانت دے سکے۔

(۳) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے دستوری فیصلے کو مؤثر بنانے کے لیے فوری طور پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضروری قانونی قواعد وضوابط مرتب کیے جائیں گے۔

(۴) شرعی اوامر ونواہی کو قانونی شکل دے کر عملاً نافذ کیا جائے گا۔

(۵) اسمگلنگ' منشیات کے کاروبار اور ملاوٹ کے مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

(۴) سقوطِ مشرقی پاکستان کے اسباب کی تحقیقات:۔

جب جمعیت علمائے پاکستان نے اپنا منشور پیش کیا' مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے جدا ہوئے تقریباً پندرہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ جمعیت کا خیال تھا کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد پاکستان میں قائم ہونے والی کسی بھی حکومت نے سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد پاکستان میں قائم ہونے والی کسی بھی حکومت نے سقوطِ مشرقی پاکستان کے اسباب کا جائزہ لے کر اس کے ذمہ داروں کو نہ تو بے نقاب کیا تھا اور نہ ہی ان کے لیے کسی قسم کی سزا مقرر کی تھی۔ چنانچہ جمعیت ہذا نے اپنے منشور میں تجویز کیا کہ:۔

> ''ایک اعلیٰ اختیارات کا حامل عدالتی تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے گا' جو ۱۹۷۱ء کے سانحہ مشرقی پاکستان کی ذمہ داری کا تعین کرے گا اور اس کے ذمہ دار افراد پر مقدمات چلا کر عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔''

(۵) ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تا ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کے معاملات کی تحقیقات:۔

۱۹۷۷ء میں جنرل ضیاء الحق نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا جمعیت علماء پاکستان نے محسوس کیا کہ جنرل ضیاء کے عہد میں بہت سی بدعنوانیاں اور خلاف قانون باتیں عمل میں لائی گئی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنے منشور کے ذریعے تجویز کیا کہ اگر وہ انتخابات کے ذریعے برسرِ اقتدار آ گئی تو:۔

ایک اعلیٰ عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے گا جو ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تا دسمبر ۱۹۸۵ء کے مندرجہ ذیل معاملات کی چھان بین کرے گا اور بدعنوانیوں کے مرتکب افراد پر حکومت مقدمہ چلا کر عبرتناک سزا دے گی' تا کہ آئندہ اس قسم کی ملک دشمن حرکات کا ازالہ ہو سکے:۔

(الف): جو اختیارات عدالتِ عظمیٰ نے ۱۹۷۷ء میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو دیئے تھے' ان سے کس حد تک تجاوز کیا گیا اور کون افراد اس حد تک ملوث تھے؟

(ب): چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے دوبارا انتخابات کیوں ملتوی کیے؟ اس التواء کے ذمہ دار کون تھے؟

(ج): سیاچن گلیشیئر پر بھارتی افواج نے کیوں اور کس طرح قبضہ کیا؟ اس سانحہ کے ذمہ دار کون افراد ہیں؟

(د): مارشل لاء کے دوران سیاسی اور غیر سیاسی سطح پر جو بھی ظلم' زیادتی اور بدعنوانیاں کی گئی ہیں' ان کی تحقیقات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) انتظامیہ:۔

جمعیت علماء پاکستان سمجھتی تھی کہ نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کے لیے انتظامیہ کی اصلاح ضروری ہے۔ اس ضمن میں اس نے مندرجہ ذیل پروگرام اپنے منشور کے ذریعہ پیش کیا:۔

(۱) انتظامیہ کو نظام مصطفیٰؐ کی ضروریات اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اصلاحات کرنا اور تعمیری تبدیلیاں لانا۔

(۲) سرکاری ملازموں کو ملازمت کا تحفظ دینا' کسی ملازم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر ملازمت سے علیحدہ نہ کرنا نئے انتظامی ڈھانچے میں ماہرینِ فن اور پیشہ ورانہ قابلیت کے حامل افراد کو اہمیت دینا۔ نیز فنی اور پیشہ ورانہ وزارتوں اور محکموں کے اعلیٰ عہدیداروں کو ترجیحی بنیاد پر متعلقہ فن اور پیشے سے لینا۔

(۳) سرکاری محکموں سے رشوت' خیانت' نااہلی' کام چوری اور دوسری بدعنوانیوں کو دور کرنے کی مؤثر تدابیر اختیار کرنا۔

(۴) تنخواہوں کا تناسب ایک اور پانچ کے دائرے میں لانا اور اس مقصد کے لیے ماہرین اقتصادیات کا ایک مستقل کمیشن قائم کرنا جو اشیائے صرف کی قیمتوں کے پیشِ نظر حسب ضرورت تنخواہوں اور دیگر مراعات کا تعین کرے گا۔

(۵) انتظامیہ کے اخراجات کو کم کرنا اور انتظامیہ پر جائز آمدنی کے مطابق سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کی پابندی عائد کرنا۔

(۶) موجودہ گریڈوں کو کم کر کے ہر درجے میں تنخواہ' الاؤنس اور دیگر مراعات کا تعین۔

(۷) سول سروس اکیڈمی کے نصاب میں اس طرح ترمیم کرنا کہ وہاں سے تربیت پا کر نکلنے والے افراد خود کو خادمِ قوم تصور کریں۔

(۸) تنخواہ اور الاؤنس کے علاوہ رہائش' اندرون ملک علاج کی سہولیات اور صرف سرکاری کام کے لیے ذرائع آمد و رفت استعمال کرنے پر پابندی عائد کرنا۔ نیز ذاتی مراعات (بشمول وزیراعظم) کو ختم کرنا۔

(۹) (الف) اعلیٰ صوبائی و وفاقی ملازمین کا تقرر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے قابلیت اور استحقاق کی بنیاد پر کرنا۔

(ب) ملازمین کے تقرر میں قابلیت اور تجربے کے ساتھ ساتھ اچھی شہرت' دینی شعور' عمدہ کردار اور خدا ترسی کو بھی اہمیت دینا۔

(ج) صوبائی انتظامیہ کی آسامیوں پر متعلقہ صوبے کے افراد کا تقرر اور ملازمتوں کی از سر نو تنظیم۔

(۱۰) (الف) پولیس کے محکمہ کو انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے ایک عوام دوست' خادم خلق اور فرض شناس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ادارہ بنانا' تا کہ پولیس کے ظلم اور زیادتیوں کی روک تھام ہو سکے۔

(ب) پولیس ملازمین کی معاشی حالت کو بہتر بنانا۔

(ج) پولیس عملے کو ترقی میں محکمہ جاتی امتحانات اور کارکردگی کے ساتھ اخلاق' کردار اور اسلامی دینی شعور کو اہمیت دینا۔

(۱۱) جیل خانہ جات کو قیدیوں کی اصلاح کا ذریعہ بنانے کے لیے متعلقہ قوانین کو از سرِ نو مرتب کرنا۔

(۱۲) پاکستانی سفارت خانوں کی اصلاح کے لیے مؤثر اقدامات کرنا اور ان میں امور خارجہ کے ماہر افراد کا تقرر کرنا۔

(۷) احتساب عمومی:۔

جمعیت علماء پاکستان نے اپنے منشور میں انتظامیہ کو خرابیوں سے پاک رکھنے کے لیے تحدید توازن کے ساتھ ہر شعبے (پارلیمنٹ' انتظامیہ' عدلیہ اور مسلح افواج) سے وابستہ افراد کے احتساب کرنے کا عہد کیا اور قرار دیا کہ:۔

(۱) ایک محکمہ احتساب عمومی قائم کیا جائے گا' جس کا سربراہ سپریم کورٹ کے جج کے برابر ہوگا اور جسے پارلیمنٹ مقرر کرے گی اور وہ اسی کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ اس کے قواعد وضوابط اسلامی شریعت کے مطابق خود محکمہ احتساب عمومی مرتب کرے گا۔

(۲) سرکاری ملازمین کی مالی حیثیت اور کردار کا مسلسل جائزہ لینے کا اہتمام احتساب عمومی کرے گا اور ایسے افراد کا احتساب کیا جائے گا جو اپنی حیثیت سے بلند معیار زندگی بسر کر رہے ہوں گے یا ان کا کردار مطلوبہ معیار سے گرا ہوا ہو۔

(۳) محکمہ احتساب کی شاخیں ملک بھر میں قائم کی جائیں گی' تا کہ سرکاری ملازمین و نیم سرکاری اداروں کے اختیارات کے ناجائز و غلط استعمال کی شکایات کی سماعت و تفتیش ہر جگہ بآسانی ہو سکے۔

(۴) چیف جسٹس آف پاکستان کے سفارش کردہ پینل میں سے پارلیمنٹ ایک ایسا ٹریبونل تشکیل دے گا' جو ان سربراہانِ حکومت' وزراء' عمومی نمائندوں اور سرکاری ملازمین کے خلاف مقدمات کی سماعت کرے گا' جو محکمہ احتساب عمومی ان کے خلاف ٹریبونل میں پیش کرے۔ اس ٹریبونل کو عدالتِ عالیہ کے اختیارات حاصل ہوں گے اور اس کے فیصلے کے خلاف اپیل صرف سپریم کورٹ میں کی جا سکے گی۔

(۸) عدلیہ:۔

جمعیت علماء پاکستان نے ایک با اختیار اور آزاد عدلیہ کے قیام کے لیے اپنے منشور میں حسب ذیل تدابیر تجویز کی ہیں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱)(الف):۔ صدر پاکستان کی طرف سے چیف جسٹس پاکستان کی تقرری سپریم کورٹ کے ججوں میں سے سنیارٹی اور اہلیت کی بنیاد پر۔

(ب) ہائیکورٹ کے جج تقرری کے لیے متعلقہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس اور چیف جسٹس آف پاکستان کا تین اشخاص کے نام پیش کرنا' جن میں سے صدر کسی ایک کا تقرر کرے گا۔
ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر سنیارٹی اور اہلیت کی بنیاد پر ہونا۔

(۲) عدلیہ کو اپنا بجٹ خود تیار کرنے کا اختیار دینا اور وفاقی حکومت کا ان اخراجات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہونا۔

(۳) عدلیہ کا انتظامیہ سے علیحدہ ہونا۔

(۴) جوڈیشل اکیڈمی قائم کرنا' جس میں سیشن جج اور عدالتوں کے دیگر عملے کے لیے تربیتی نصاب کا اہتمام کیا جائے گا۔

(۵) مقامی سطح پر چھوٹے تنازعات کے فیصلوں کے لیے پنچایتی نظام میں اصلاح کرنا۔

(۶) ایک مستقل قانونی کمیشن کا قیام' جو عدالتی نظام وضوابط اور قوانین کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے سفارشات کرے گا۔

(۷) ہر عدالت پر لازم ہونا کہ وہ اپنے سامنے پیش ہونے والے مقدمہ یا اپیل کا فیصلہ تین ماہ کے اندر کردے۔

(۸) احکامِ شرعی کی تشریح کے لیے ایک فقہی بورڈ کا قیام' جس کا تقرر پارلیمنٹ کی منظوری سے کیا جائے گا۔

(۹) اِقتصادی نظام:۔

جمعیتِ علماء پاکستان کا یہ عقیدہ ہے کہ پوری کائنات کا مالک مطلق اللہ تعالیٰ ہے' ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے' بحیثیت نائب اور خلیفۃ اللہ شرعی قوانین حضور خاتم النبیین محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صادر فرمائے ہیں۔ ان قوانین کو مکمل طور پر نافذ کرنا اور ان پر دل وجان سے عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ جمعیتِ علماء پاکستان اس ملک کو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اصولوں کی روشنی میں مکمل طور پر اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی خواہاں ہے' جس کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

(۱) بھوک اور افلاس کے خاتمہ کے لیے عشر وزکوٰۃ کے نظام کا مکمل نفاذ

(۲) انکم ٹیکس کے موجودہ جابرانہ وظالمانہ نظام کو ختم کر کے ٹیکس کا منصفانہ نظام قائم کرنا۔

(۳) وفاقی' صوبائی اور بلدیاتی ٹیکسوں کی ادائیگی کے لیے ایسے نظام کا قیام' جس کے تحت ٹیکس دہندگان اپنے تمام ٹیکس ایک ہی جگہ جمع کرا سکیں اور انہیں ہر پریشانی اور بدعنوانی سے نجات مل سکے۔

(۴) خود کفیل معیشت کے لیے مثبت اقدامات' تاکہ بیرونی قرضوں پر انحصار ختم ہو سکے۔

(۵) ایسی زرعی حکمتِ عملی اختیار کرنا جس کے تحت ملک غذا کے سلسلہ میں جلد از جلد خود کفیل ہو جائے۔

(۶) کلیدی اور دفاعی صنعتوں کا قومی شعبے میں قیام۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) ایسی صنعتی حکمتِ عملی اختیار کرنا جس کے تحت محنت اور سرمایہ کاری کا تحفظ ہو اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو سکے۔
(۸) بے روزگاری کا انسداد اور افرادی قوت کی تنظیم۔
(۹) منافع میں مزدوروں کی مؤثر شرکت۔
(۱۰) نجی سرمایہ کاری کے لیے سازگار اور مستحکم فضا کا قیام اور تحفظ۔
(۱۱) معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم' تا کہ کوئی محتاج نہ رہے۔
(۱۲) معاشرتی انصاف کے اصولوں پر عمل کر کے استحصال کی تمام صورتوں کا خاتمہ۔
(۱۳) ہر شہری کے لیے بنیادی ضروریات زندگی اور ترقی کے مساوی مواقع کی فراہمی اور معاشی ترقی کے فوائد تک ملک کے تمام افراد کی رسائی۔

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے جمعیتِ علماء پاکستان نے حسب ذیل اجزاء پر مشتمل پروگرام پیش کیا ہے:۔

زراعت' دیہی ترقی' شہری مسائل' عام معاشی اصلاحات' صنعت و تجارت اور مزدوروں اور کم آمدنی والے افراد کے حقوق۔

(الف) زراعت:۔

جمعیت علمائے پاکستان کا کہنا ہے کہ ملک کی بیشتر معیشت کا دارومدار زرعی ترقی پر ہے' اس لیے زراعت کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے ایسے اقدامات اشد ضروری ہیں' جن کے ذریعے نہ صرف پیداوار میں اضافہ ہو سکے' بلکہ ملک خوشحالی اور ترقی کی شاہراہوں پر بھی گامزن ہو سکے۔ جمعیت یقین رکھتی ہے کہ پاکستان زرعی طور پر اس قدر ترقی یافتہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعے نہ صرف ملکی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں بلکہ اس کے ذریعے ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

زرعی ترقی کے لیے جمعیتِ علماء پاکستان نے حسب ذیل پروگرام پیش کیا ہے۔

(۱) ملک میں لاکھوں ایکڑ قابلِ کاشت زرعی سرکاری اراضی' جو بیکار پڑی ہے' اسے ترقی دے کر کاشتکاروں' بے زمین ہاریوں اور کسانوں یا گذارہ یونٹ سے کم رکھنے والی مالکان اراضی میں تقسیم کر دینا اور اس ضمن میں مقامی لوگوں کے حق کو مقدم رکھنا۔
(۲) جو قابلِ کاشت اراضی تین سال تک بلاجواز زیرِ کاشت نہ لائی جائے اسے دیگر مستحقین میں تقسیم کر دینا۔
(۳) سرکاری اراضی کی پٹے داری کو ختم کر دینا اور ۱۲۵ ایکڑ یا اس سے کم زمین کے پٹے داروں کو مالکانہ حقوق منتقل کر دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) امداد باہمی کے اصول کے تحت کوآپریٹو فارمنگ رائج کرنے کے لیے ہر ممکن مدد دینا۔
(۵) سرکاری افتادہ زرعی اراضی کی ملکیت اسلامی قانون کے مطابق' اسی کی ہونا جو اسے آباد کرے۔
(۶) سیم وتھور کے تدارک کے لیے تمام وسائل بروئے کار لانا۔
(۷) مزارعین کے حقوق کا تحفظ اور نظام مزارعت کو اسلامی قانون کے مطابق ڈھالنا۔
(۸) عشر کی ادائیگی کے ساتھ مالیانہ معاف کر دینا اور آبیانہ کی شرح مناسب سطح پر مقرر کرنا۔
(۹) عمدہ بیج کی فراہمی' کیمیاوی کھاد' ڈیزل' بجلی اور زرعی آلات مناسب نرخوں پر فراہم کرنا۔ نیز ساڑھے بارہ ایکڑ کے مالکان کو آسان شرائط پر قرضِ حسنہ دینا۔
(۱۰) شراکتی کاشتکاری اور صنعتی کاشتکاری کے لیے ضروری اقدامات۔
(۱۱) زرعی اجناس کی خرید وفروخت کا منصفانہ نظام قائم کرنا۔ نیز کاشتکاروں اور صارفین کے جائز حقوق کا تحفظ۔
(۱۲) کھیت مزدور کو روزگار اور ملازمت کا تحفظ اور اس کی اجرت کا تعین۔
(۱۳) جنگلات کی حفاظت' توسیع اور صحیح استعمال کے لیے ضروری تدابیر۔
(۱۴) پرورشِ حیوانات' بھیڑ بکریوں کی پرداخت' ماہی پروری' مگس پروری اور ڈیری فارمنگ اور پولٹری فارمنگ کو جدید طریقوں پر ڈھالنا اور ہر قسم کی فنی امداد فراہم کر کے انہیں صنعت کا درجہ دینا۔
(۱۵) زرعی اراضی کے ترقیاتی پروگرام کو صنعت کا درجہ دینا۔

(ب) دیہی ترقی:۔

دیہی ترقی کے لیے جمعیت علماء پاکستان کا تجویز کردہ پروگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) دیہات میں بے مکان خاندانوں کو سات مرلے رہائشی پلاٹ کے مالکانہ حقوق دینا اور تعمیر مکان کے لیے قرضِ حسنہ جاری کرنا۔
(۲) زرعی اور گھریلو صنعتوں کو تحفظ دینا اور اس سلسلہ میں قرضِ حسنہ جاری کرنا۔
(۳) دیہات میں آٹا' شکر' تیل اور دیگر ضروریات کی اشیاء مناسب قیمت پر فراہم کرنے کا معقول انتظام۔
(۴) دیہی سکولوں میں زراعت کا مضمون شاملِ نصاب کرنا۔
(۵) سیلابوں کی روک تھام کا مستقل انتظام اور مناسب مقامات پر چھوٹے بندوں کی تعمیر جو آبپاشی کے لیے استعمال ہوں گے۔
(۶) ملک کے تمام دیہات میں پانچ سال کے اندر بجلی کی فراہمی۔
(۷) آئندہ نئے دیہات کی حد بندی چک بندی کے طریقے پر کرنا۔
(۸) دیہات کو پختہ سڑکوں کے ذریعے شہروں سے ملانا۔
(۹) دیہی علاقوں میں پینے کے پانی' تعلیم اور علاج کی سہولتیں فراہم کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(ج) شہری مسائل:۔

شہری مسائل کے حل کے سلسلہ میں جمعیت علماء پاکستان نے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) تمام شہروں میں معروف کچی آبادیوں کے غیر مالک مکینوں کو حقوق ملکیت دینا اور نجی اراضی پر کسی کچی آبادی کی صورت میں مالکانِ اراضی کو معاوضہ ادا کرنا۔

(۲) ہر شہر میں آبادی کی شرح اضافہ کے مطابق تعمیر مکانات کی منصوبہ بندی تاکہ مستقبل میں کچی آبادیوں کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہو۔

(۳) بلدیاتی اداروں کو ترقیاتی اختیارات دینا۔

(۴) چنگی کی وصولی کے نظام کا خاتمہ۔

(۵) بلدیاتی اداروں کو زیادہ سے زیادہ ذمہ داری اور اختیارات دینا۔

(۶) زیادہ سے زیادہ ۶۰۰ گز پر رہائشی مکان تعمیر کرنے کی پابندی۔

(۷) بنیادی ضرورت کے تحت خود رہائشی مکانات پر جائیداد ٹیکس کا خاتمہ۔

(د) عام معاشی اصلاحات:۔

عام معاشی اصلاحات کے ضمن میں جمعیت علماء پاکستان نے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) ملک کی معاشی منصوبہ بندی میں عوام کے منتخب نمائندوں اور فنی تکنیکی ماہرین کو شامل کرنا۔

(۲) قومی سطح پر محنت کی عظمت کا احساس دلانا اور کام چوری اور دوسروں کی محنت پر زندگی گزارنے کی حوصلہ شکنی۔

(۳) مہنگائی کی روک تھام اور عام اشیاء کی قیمتوں کو اعتدال پر لانے کے لیے تمام ٹیکس ختم کر دینا نیز اس مقصد کے لیے ایک مستقل پرائس کمیشن کا قیام جس میں صارفین کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔

(۵) صنعت و تجارت:۔

جمعیت نے اپنے منشور میں صنعت و تجارت کے فروغ کے لیے حسب ذیل پروگرام پیش کیا ہے:۔

(۱) جوہری توانائی کے پروگرام کو ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال کے منصوبے کو ہر حالت میں مکمل کیا جائے گا۔

(۲) زرعی آلات اور ٹریکٹر سازی کے کارخانوں کے قیام کو اولیت دی جائے گی۔

(۳) پرائیویٹ سیکٹر میں صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۴) کپڑے اور دوسری صنعتوں کو تباہی سے بچانے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) صنعتوں کو تمام ملک خصوصاً پسماندہ علاقوں تک پھیلانے کی کوشش کی جائے گی۔ ایسی صنعتوں جن کے لیے کسی علاقے میں خام مال موجود ہے۔ انہیں اسی علاقے میں کام کرنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(۶) دفاعی لحاظ سے ملک کو خود کفیل بنانے کے لیے اسلحہ سازی کی صنعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دی جائے گی۔

(۷) بجلی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے۔

(۸) کم سے کم مدت میں تیل، گیس اور دیگر معدنیات کے مزید ذخائر دریافت کر کے ملک کو خود کفیل بنایا جائے گا۔

(۹) کاغذ کی صنعت کو فروغ دے کر ملک کو اس میں خود کفیل بنایا جائے گا۔

(۱۰) نئی صنعتوں کے قیام کی منظوری کے طریق کار کو وزارت صنعت کے تحت اس قدر سہل بنا دیا جائے گا کہ درخواست دہندہ کو ایک ہی محکمے سے رابطہ کرنا پڑے۔

(۱۱) اشیائے تعیش، کاروں اور دیگر غیر ضروری چیزوں کی درآمد بالکل روک دی جائے گی۔ نیز پاکستان میں بننے والی اشیا کی درآمد پر بھی پابندی ہوگی۔

(۱۲) پاکستان میں ہر محقق اور موجد کی بھرپور سرپرستی کی جائے گی۔

(۱۳) کوئلے، لوہے، تانبے، گندھک اور المونیم کو پیداوار بڑھانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

(۱۴) پاکستانی مصنوعات کو بیرونی منڈیوں میں لے جانے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں گے اور سرکاری اجارہ داری ختم کر دی جائے گی۔

(۱۵) ملک کی تمام غیر ضروری کارپوریشنوں کو توڑ کر ان کے محکموں میں ضم کر دیا جائے گا۔

(۱۶) واپڈا کو توڑ دیا جائے گا۔ بجلی کی پیداوار، ترسیل اور ٹرانسمشن وفاق کے ذمہ ہوگی اور تقسیم صوبوں کے سپرد کر دی جائے گی۔

(د) مزدوروں اور کم آمدنی والے افراد کا حقوق:

جمعیت علماء پاکستان کے منشور میں مزدوروں اور کم آمدنی والے افراد کے حقوق کے ضمن میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں:۔

(۱) تعمیری اور صحت مند یونین سازی اور یونین سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی۔ نیز وجہ بتائے بغیر برطرفی کو جرم قرار دینا۔

(۲) مزدوروں کی کارخانے کے منافع میں شراکت اور پیداواری بونس سکیم کا نفاذ۔ نیز آجر اور اجیر کے تعلقات خوشگوار بنانا۔

(۳) مزدوروں کی کم از کم تنخواہ مہنگائی اور ضروریات زندگی کے پیش نظر مقرر کرنا اور موجودہ تنخواہوں میں اضافہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) مزدوروں کی تنخواہوں کی ہفتہ وار تقسیم کا نظام رائج کرنا اور اجرت میں تاخیر کو جرم قرار دینا۔

(۵) ماہرین صنعت و تجارت اور ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں کے مشورے سے محکمہ صنعت کی کارکردگی کو بہتر بنانا۔

(۶) کسی صنعت کے اجراء کی اجازت دینے کے لیے یہ امر لازم قرار دینا کہ وہ کم آمدنی والے ملازمین اور مزدوروں کے لیے مطلوبہ رہائش، علاج اور بچوں کی تعلیم کے لیے سہولتیں فراہم کریں گے اور یہ شرط چھ ماہ کے اندر پوری کریں گے۔

(۷) مزدوروں کے اہل خاندان کے لیے فیئر پرائز شاپس قائم کرنا جہاں سے وہ رعایتی قیمت پر اشیائے ضرورت خرید سکیں۔

(۸) صنعتی عدالتوں پر لازم قرار دینا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تین ماہ میں مقدمات فیصل کریں گی اور اپیل کا فیصلہ دو ماہ کے اندر کریں گی۔

(۹) تانگے والوں، ریڑھی والوں، خوانچہ فروشوں، رکشہ اور ٹیکسی ڈرائیوروں، نیز چھوٹے دکانداروں اور دستکاروں کو کاروباری تحفظ فراہم کرنا۔

(۱۰) سماجی تحفظ کی سکیم کے نفاذ کو اختیاری بنانا اور نمائندہ ٹریڈ یونینوں کے مشورہ سے ایسی سکیم نافذ کرنا۔

(۱۱) مزدوروں، صنعت کاروں اور حکومت کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ کا قیام، جو صنعتی قوانین میں تبدیلی، پیداوار میں اضافہ اور مزدوروں کے حقوق و مفادات کے بارے میں سفارشات مرتب کیا کرے گا۔

(۱۲) تجارتی اداروں میں کام کرنے والوں کو بہتر شرائط ملازمت کے ساتھ روزگار کا تحفظ فراہم کرنا۔

(۱۳) آسان اقساط پر موٹر کار اور رکشہ فراہم کرنا اور عوام کو ٹرانسپورٹ کی سہولیات دینا۔

(۱۴) اندرونی اور بیرونی تجارت پر سے حکومت کا کنٹرول کم سے کم کر دینا۔

(۱۵) پندرہ سال ملازمت کرنے کے بعد مزدور کو پنشن کا حق دینا اور تیس سالہ ملازمت پر پوری پینشن کا حقدار قرار دینا۔ نیز دوران کار معذور ہو جانے والوں کے علاج کا انتظام اور کام کے قابل نہ رہنے پر پوری پینشن ادا کرنا۔

(۱۰) ذرائع ابلاغ اور نظریہ پاکستان:۔

جمعیت علماء پاکستان نے ذرائع ابلاغ کی مکمل آزادی اور نظریہ پاکستان کے مکمل تحفظ کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) نیشنل پریس ٹرسٹ کو توڑ دینا۔

(۲) پریس اور پبلکیشن سے متعلقہ تمام جابرانہ قوانین کا خاتمہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) ڈیکلریشن کے اجراء میں حائل پیچیدہ رکاوٹوں کا خاتمہ اور مقامی سطح پر ضروری سہولتوں کی فراہمی۔

(۴) صحافیوں ریڈیو اور ٹی وی کے ملازمین کی شرائط ملازمت کو بہتر بنانا۔

(۵) اخبارات کو ان کی اشاعت کی تعداد کے مطابق اشتہارات دینا۔

(۶) ریڈیو اور ٹی وی کارپوریشنوں کو قومی اسمبلی کے ایک ایسے ادارے کے سامنے جوابدہ ٹھہرانا جس میں حکمران پارٹی کے علاوہ حزب اختلاف کو بھی نمائندگی حاصل ہوگی۔

(۷) ذرائع نشرواشاعت کے بہتر استعمال اور ان کی نگرانی کے لیے ماہرین تعلیم' علمائے دین' ماہرین قانون اور عام زندگی سے تعلق رکھنے والے موزوں افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنا' جو ٹی وی اور حکومت کے اشاعتی پروگراموں کا تنقیدی جائزہ لے کر اصلاحی سفارشات پیش کرے۔

(۸) اسلامی معاشرتی اقدار کے مطابق ایک جامع قانون بنانا اور فلم سنسر بورڈ میں تعلیم' قانون اور اسلامی ثقافت سے آگاہی رکھنے والے ماہرین کا تقرر کرنا۔

(۹) اسلامی تعلیمات کو ریڈیو اور ٹیلیویژن پر نشر کرنے کا اہتمام

(۱۱) تعلیم:۔

تعلیمی ترویج و ترقی کے لیے جمعیت علماء پاکستان نے مندرجہ ذیل انقلابی اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) نظام تعلیم کو اسلام کے تقاضوں کے مطابق جدید خطوط پر استوار کرنا اور قومی زندگی میں تفریق اور ناہمواری کا سبب بننے والے نظام کا خاتمہ

(۲) موجودہ نصاب تعلیم پر نظرثانی کر کے اسے نظریاتی' سماجی' تمدنی اور اقتصادی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے تعلیم کو بامقصد بنانا۔

(۳) پورے ملک میں ایک ہی تعلیمی معیار قائم کرنا۔

(۴) ثانوی درجے تک مفت تعلیم دینا' نیز پرائمری تک تعلیم کو لازمی قرار دینا اور پسماندہ علاقوں کے بچوں کو وظائف دینا۔

(۵) فنی تعلیم کو فروغ دینا اور صنعتی مراکز میں ایسے تربیتی ادارے قائم کرنا جن کا تعلق متعلقہ صنعتوں سے ہوگا۔

(۶) مسلمان طلباء کے لیے ہر شعبہ اور مرحلہ میں علوم اسلامیہ اور نظریہ پاکستان کو لازمی مضمون قرار دینا۔ پرائمری سرٹیفکیٹ قرآن پاک ناظرہ مکمل کیے بغیر جاری نہ کرنا۔ بی اے تک اسلامیات کی تعلیم کو لازم قرار دینا۔

(۷) ملک میں علمی اور فکری نشوونما کے لیے جگہ جگہ لائبریریاں قائم کرنا۔

(۸) بے وسیلہ ذہین طلباء کو اہلیت اور موزونیت کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۹) نظریۂ پاکستان اور تحریک پاکستان سے متعلقہ نصابی کتب میں ۱۸۵۶ء تا ۱۹۴۷ء تک کے حالات اور اکابر قائدین کا خصوصی تذکرہ ہونا جنہوں نے تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۱۰) صنعتی اور زرعی مزدوروں کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں میں اضافہ کے لیے تربیتی سہولیات فراہم کرنا۔

(۱۱) تعلیم بالغاں کی مہم چلانا تاکہ لوگ مختصر مدت میں پڑھنا لکھنا سیکھ سکیں۔

(۱۲) ہر جامعہ کو قومی تعلیمی مقاصد کی حدود کے اندر پوری خود مختاری دینا۔

(۱۳) پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی اور ان پر سرکاری قواعد وضوابط کا لاگو ہونا۔

(۱۴) لڑکیوں کے لیے سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک علیحدہ تعلیمی اداروں کا قیام۔

(۱۵) کالجوں اور یونیورسٹیوں میں صرف اہلیت کی بناء پر داخلہ اور اساتذہ کے لیے تربیت کا انتظام۔

(۱۶) کالج کے طلباء کے لیے فوجی تربیت لازمی قرار دینا۔

(۱۷) اساتذہ کو معاشرے میں صحیح مقام دلانا اور ان کا اپنے دائرہ کار میں آزاد ہونا نیز انہیں ملازمت کا معقول تحفظ دینا۔

(۲۰) اساتذہ کی ترقی کا ان کے تدریسی تجربے اور تحقیقی نتائج کے ساتھ منسلک ہونا۔

(۲۱) طلباء کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنا۔ جامعات اور پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں کے ساتھ ہوسٹل کی سہولیات فراہم کرنا۔

(۲۲) تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے تعلیمی اداروں میں محاذ آرائی اور تشدد کے رجحان کا خاتمہ اور ادبی، علمی اور تحقیقی سوسائٹیوں کے قیام کی حوصلہ افزائی۔

(۲۳) دینی مدارس کو قومی تحویل میں نہ لینے کی ضمانت۔

(۲۴) دینی مدارس کے نصاب کو جدید خطوط پر مرتب کرنے کے لیے علماً اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک بورڈ کا قیام۔

(۲۵) دینی مدارس کا اپنے دائرہ کار میں آزاد ہونا اور ان کی اعانت۔ دینی مدارس کے اساتذہ کو تنخواہ اور مراعات دینا۔

(۲۶) مسلمان کے ہر مکتبۂ فکر کو ان کی فقہ کے مطابق تعلیم دینے کے حق کی ضمانت

(۲۷) ایسے تمام رسائل، کتب اور دیگر لٹریچر پر پابندی عائد کرنا، جس میں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ خلفائے راشدین، بزرگانِ دین، اہل بیت کرام اور ازواج مطہرہ پر دانستہ یا غیر دانستہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حملہ کیا گیا ہو یا ان کی توہین کی گئی ہو۔

(۲۸) کسی تعلیمی مذہبی ادارے پر براہ راست بیرونی امداد حاصل کرنے پر پابندی عائد کرنا۔ بیرونی امداد صرف حکومت کی وساطت سے حاصل کی جاسکے گی۔

(۲۹) تعلیمی اداروں میں کھیل کود کی مناسب سہولیات فراہم کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۲) قومی صحت:۔

جمعیت علمائے پاکستان قومی صحت کے ضمن میں ایک ایسا نظام رائج کرنے کی خواہاں ہے، جس میں کوئی فرد بھی محض ناداری کی بناء پر محروم نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) صفائی کے انتظامات بہتر بنانا، حفظانِ صحت کے اصولوں کی تشہیر کرنا اور کھیل کود اور ورزشوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۲) ملاوٹ کرنے والوں کو بروقت اور برسرِ عام عبرت ناک سزا دینا۔

(۳) دیہی علاقوں میں ہسپتال اور زچہ خانوں کی تعداد میں اضافہ کرنا، دیہات میں ڈاکٹروں اور اطباء کا تعین اور خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز کو شفا خانوں میں تبدیل کر دینا۔

(۴) ہر ڈاکٹر کو کم از کم دو سال قومی خدمات کے بعد مزید تعلیم کے لیے بیرونِ ملک جانے کی اجازت۔

(۵) نرسوں کی شرائط ملازمت کو بہتر بنانا۔

(۶) نجی اور سرکاری شعبے کے اشتراک سے اندرونِ ملک ادویہ سازی کی اجازت۔

(۷) نجی شعبے میں ہسپتالوں کے قیام کی حوصلہ افزائی اور انہیں قومی ملکیت میں نہ لینے کی ضمانت۔

(۸) یونانی طب اور ہومیو پیتھی علاج کی سرپرستی اور انہیں سرکاری اہتمام کے تحت چلانا۔

(۹) موجودہ غیر رجسٹرڈ ایلو پیتھک میڈیکل پریکٹیشنرز کو مناسب تربیتی کورس کے بعد قانونی تحفظ دینے کی ضمانت۔

(۱۳) دفاع:۔

جمعیتِ علماءِ پاکستان نے افواجِ پاکستان کی عسکری صلاحیت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کو اہمیت دیتے ہوئے اس کے لیے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) افواجِ پاکستان کو جدید ترین اسلحہ سے لیس کرنا۔

(۲) ملک کو اسلحہ سازی میں خود کفیل بنانا۔

(۳) نوجوانوں میں عسکری صلاحیت کے ساتھ ساتھ حب الوطنی اور اسلام کی سربلندی کے لیے جذبۂ جہاد پیدا کرنا۔

(۴) تمام صحتمند مردوں کے لیے لازمی فوجی تربیت اور خدمت کے قانون کا بلا تاخیر نفاذ۔

(۵) شہداء کے پسماندگان کی مکمل کفالت۔

(۶) فوج میں صوبائی کوٹہ مقرر کرنا اور اس پر سختی سے عمل درآمد کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۴) اقلیتیں:۔

جمعیتِ علماء پاکستان نے اقلیتوں کے بارے میں حسب ذیل پالیسی وضع کی ہے:۔

(۱) سرکاری ملازمتوں، فنی اداروں اور پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں میں ان کے جائز حقوق کا تحفظ۔

(۲) اقلیتوں کی عبادت گاہوں سے منسلک جائیداد کا تحفظ۔

(۳) اقلیتوں کو مکمل شہری اور قانونی تحفظ، نیز ان کی جان و مال، عزت و آبرو اور شہری آزادی کا تحفظ۔

(۴) اقلیتوں کو اپنے معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر قسم کا قانون منظور کرانے کا حق

(۵) اقلیتوں کے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں عدم مداخلت اور مذہب کے مطابق عمل کرنے کی آزادی مگر کسی اسلامی اصول کے خلاف تبلیغ و اشاعت کی ممانعت۔

(۶) اقلیتوں کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی مکمل آزادی، انہیں اپنے شخصی معاملات کو اپنے مذہبی، قانونی یا رسم و رواج کے مطابق چلانے کا حق۔

(۱۵) خارجہ حکمتِ عملی:۔

جمعیت علماء پاکستان نے اپنے منشور میں، پاکستان کی حکمتِ عملی کے ضمن میں مندرجہ ذیل اصول وضع کیے ہیں:۔

(۱) خارجہ حکمت عملی کا قرآن و سنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہونا اور "اندر امن باہر امن" کے اصول پر گامزن رہتے ہوئے اپنی پالیسی مرتب کرنا۔

(۲) عالمِ اسلام کے ساتھ قریب ترین روابط کو مضبوط و مستحکم کرنا، عالمِ اسلام کے اتحاد کو کوشش کرنا اور سماجی، اقتصادی، معاشرتی اور دفاعی تعاون و اشتراک کے ذریعے مسلم ممالک کی خوشحالی کے لیے کام کرنا۔

(۳) پڑوسی ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی پوری کوشش کرنا اور اپنے قومی مفادات اور خود مختاری کو قائم رکھنا۔

(۴) جموں و کشمیر کے عوام کو سلامتی کونسل کے فیصلے کے مطابق استصواب کے ذریعے حق خود مختاری دلانے کی بھرپور کوشش کرنا۔

(۵) بھارت نے جن علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اس کے خلاف باقاعدہ اقدامات کرنا، تاکہ حیدر آباد، جونا گڑھ، ماناوادار اور مانگرول کے مسئلے حل ہو سکیں۔

(۶) دنیا کی بڑی طاقتوں امریکہ، روس کی کشمکش سے پاکستان کو الگ تھلگ رکھنا۔

(۷) ہر قسم کی سامراجیت اور استعماری نظام کے خاتمہ کی انتہائی کوشش۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) مظلوم قوموں کی امداد و تائید اور غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کی معاشی آزادی کے لیے جدو جہد۔

(۹) مسجد اقصیٰ کی بازیابی اور آزاد فلسطین حکومت کے قیام کے لیے جدو جہد اور فلسطین کی تحریک آزادی کی حمایت۔

(۱۰) ایتھوپیا، قبرص یوگنڈا اور بھارت وغیرہ کے مظلوم مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی بحالی کے لیے جدو جہد۔

(۱۱) افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلا اور افغان مہاجرین کی اپنے وطن واپسی کے سلسلہ میں ضروری تدابیر۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تحریکِ فقہ جعفریہ

پس منظر:۔

قیامِ پاکستان سے قبل ''کل ہند'' ''شیعہ پولیٹیکل کانفرنس'' کے نام سے' شیعہ حضرات کی ایک تنظیم موجود تھی؛ جس کا مرکز لکھنؤ میں تھا اسے بعض نوابوں اور سیاسی رہنماؤں مثلاً قائداعظم اور یحییٰ خاں وغیرہ کی حمایت حاصل تھی۔ یہ کانفرنس زیادہ تر اپنے مذہبی حقوق ہی پر زور دیتی رہی۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں شیعہ حضرات کی طرف سے ''آل پاکستان شیعہ کنونشن' منعقد ہوا' جس میں ''تحفظ حقوق اہلِ تشیع'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز منظور کی گئی؛ جس کا مقصد شیعہ فرقہ کے حقوق منوانا تھا ۱۹۶۴ء میں ''آل پاکستان شیعہ علماء کانفرنس'' منعقد ہوئی' جس میں پاکستان بھر کے شیعہ علمائے کرام نے شرکت کی۔ اس موقع پر حافظ کفایت حسین نے شیعی رسوم کی بجا آوری میں حائل بعض مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کیا کہ عزاداری اہل تشیع کے لیے موت اور زندگی کا مسئلہ ہے' اس لیے عزاداری پر کوئی پابندی برداشت نہیں کی جائے گی۔ اسی سال (۱۹۶۴ء میں) ''آل پاکستان شیعہ کانفرنس'' منعقد ہوئی' جس میں' جنرل محمد ایوب خاں کے جاری کردہ آرڈی نینس ''ویسٹ پاکستان مسلم پرسنل لا'' کو چیلنج کیا گیا۔ ۱۹۷۰ کے سیاسی ہنگاموں اور انتخابات کے دوران شعیہ حضرات نے پیپلز پارٹی کا بھرپور ساتھ دیا۔ ابھی تک شیعہ حضرات کی کوئی جماعت سیاسی پارٹی کے طور پر ابھر کر سامنے نہیں آئی تھی۔

تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ:۔

۱۹۷۹ء میں بھکر کے مقام پر ایک کانفرنس میں ''تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ'' کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی گئی؛ جس میں مفتی جعفر حسین کو تحریک ہذا کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ بقول حافظ تقی الدین' مفتی جعفر حسین نے اپنے پہلے خطاب میں فرمایا:۔

> ''ملت جعفریہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کی جدوجہد کے لیے قائم کیے گئے اسلامی نظام حکومت کی جدوجہد میں بائیس نکات متفقہ طور پر حکومت کو پیش کیے گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ اس میں بھی شیعہ فرقہ کی تائید حاصل تھی۔ مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ کوئی فقہِ دوسری فقہِ پر مسلط نہیں کی جانی چاہیے اور ہمارا مطالبہ اسلامی جمہوری اور آئینی ہے۔ مفتی صاحب نے جنرل ضیاء الحق کی حیثیت کو غیر آئینی قرار دیا اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کا پرزور مطالبہ کیا اور مفتی صاحب نے مذہبی امور کے وزیر محمود اے ہارون سے ایک ملاقات میں واضح کیا کہ صدر پاکستان کی پالیسیاں اور طرز حکومت اپنے اقتدار کے لیے تو ٹھیک ہے مگر ملتِ اسلامیہ کے لیے اور وطن کے لیے سود مند نہیں۔"

۱۹۸۰ء میں جنرل ضیاء الحق نے جب "عشر زکوٰۃ آرڈی نینس" جاری کیا شیعہ علمائے کرام نے اس کو چیلنج کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کیا اہل تشیع نے مفتی جعفر حسین کی قیادت میں ۶ جولائی ۱۹۸۰ء کو اسلام آباد میں پاکستان سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کر لیا' جو تین روز تک جاری رہا۔ بالآخر جنرل ضیاء الحق نے اہل تشیع کے اس مطالبہ کو منظور کر لیا کہ اہل تشیع پر قانون زکوٰۃ وعشر کا اطلاق ان کی اپنی فقہ کے مطابق ہوگا۔ مذکورہ عشر زکوٰۃ آرڈی نینس کے تحت بنکوں میں جمع شدہ رقم میں سے' ہر سال ماہِ رمضان میں' زکوٰۃ منہا کر لی جاتی ہے' لیکن اگر کسی کھاتہ دار نے بنک کو تحریری طور پر یہ لکھ کر دیا ہو کہ وہ اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے' تو اس کی جمع شدہ رقم میں سے زکوٰۃ منہا نہیں کی جاتی۔

مفتی جعفر حسین کی وفات کے بعد علامہ عارف الحسینی کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا قائد بنایا گیا۔ اسی دوران ایک دوسرا گروپ پیدا ہو گیا' جس نے آغا حامد علی موسوی کو اپنا سربراہ مقرر کیا' لیکن پورا گروپ کھل کر سامنے نہ آسکا بقول پروفیسر محمد عثمان:۔

> "۱۹۸۷ء میں مینار پاکستان کے پاس "قرآن وسنت کانفرنس" منعقد کی گئی' جس میں بالکل محدود اندازوں کے مطابق پاکستان کے مختلف علاقوں سے تقریباً کئی لاکھ اشخاص نے شرکت کی اس کانفرنس میں قائد تحریک سید عارف حسین الحسینی نے کھل کر اعلان کیا کہ تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ سیاسی عمل سے گریز کی قائل نہیں اور پاکستان کے سیاسی معاملات میں بھرپور حصہ لینے پر مائل ہے۔"

۱۵ اگست ۱۹۸۸ء کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ عارف الحسینی کو قتل کر دیا گیا۔ یہ ایک فرقہ وارانہ قتل تھا۔ علامہ عارف الحسینی کی جگہ علامہ ساجد نقوی کو تحریک ہذا کا صدر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کا نام تبدیل کر کے "تحریکِ جعفریہ" رکھ دیا اور ابھی تک یہ اسی نام سے موسوم ہے۔

۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء کو مینار پاکستان (لاہور) کے کھلے میدان میں شیعہ حضرات نے "عظمتِ اسلام کانفرنس منعقد کی' جس میں علامہ ساجد نقوی نے فرقہ پرستی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اہل تشیع امت مسلمہ کا ایک طاقتور حصہ ہیں اس موقع پر اہل تشیع نے پیپلز پارٹی سے قطع تعلقی کا اعلان کرتے ہوئے اس کے خلاف نعرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بازی بھی کی۔ علامہ صاحب نے اسی کانفرنس میں کہا کہ اہل تشیع کے خلاف دہشت گردی کی جاتی ہے اور ان کے علماء کو قتل کیا جاتا ہے' اس لیے مجبوراً ہمیں بھی اسلحہ اٹھانا پڑا ہے علامہ صاحب اس کانفرنس سے واپس اسلام آباد جا رہے تھے تو کھاریاں (ضلع گجرات) کے قریب ان کی گاڑی پر نا معلوم حملہ آوروں نے فائرنگ کر دی' جس کے نتیجے میں ۷ آدمی موقع پر مر گئے اور ساٹھ آدمی زخمی ہوئے اس کے جواب میں ۲۷ نومبر ۱۹۹۴ء کو لوئر مال لاہور کے علاقہ میں ایک مسجد پر بم پھینکا گیا جس کے نتیجہ میں تین آدمی مر گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

منشور تحریک فقہ جعفریہ

تحریک فقہ جعفریہ نے ۱۹۸۷ء میں اپنا منشور پیش کیا۔ اس منشور کے شروع میں قیام پاکستان کے بعد پیش آنے والے مسائل' نظام حکومت کا معین و مشخص نہ ہونا' بڑی طاقتوں سے وابستگی' سیاہ ثقافت کے منحوس سائے' معیشت کی زبوں حالی' مروجہ نظام تعلیم' عدلیہ کی ناگفتہ بہ حالت وغیرہ موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔

مسائل کا آغاز:۔

تحریک فقہ جعفریہ کے شروع میں ان مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت پاکستان کو درپیش تھے' مثلاً مہاجرین کی آبادکاری' اثاثوں کی تقسیم' معاشی مشکلات اور مؤثر انتظامی ڈھانچا کی عدم موجودگی۔ ان مسائل پر عوام کی پر جوش شرکت اور ہمہ گیر اعتماد پر صحیح طور پر قابو پانا ناممکن تھا۔ تحریک فقہ جعفریہ کا خیال ہے کہ ان دنوں ضروری تھا کہ عوام کے اسلامی انقلابی جذبے کو بروئے کار لا کر اس مملکت کی تعمیر کا آغاز کیا جاتا' لیکن حکمران طبقہ آہستہ آہستہ عوام سے دور ہوتا چلا گیا تحریک ہذا کا کہنا ہے کہ شاید حکمران چاہتے بھی یہی تھے کہ عوام امور مملکت میں دلچسپی لینا چھوڑ دیں تا کہ وہ اقتدار کے ایوانوں میں جو چاہیں کر سکیں۔ بقول تحریک فقہ جعفریہ حکمرانوں کی اس روش نے مزید کئی سنگین مسائل اور مشکلات کو جنم دیا۔

آئین سازی:۔

تحریک فقہ جعفریہ آئین سازی کی تاریخ کو انتہائی دردناک قرار دیتے ہوئے بتاتی ہے کہ پہلا آئین تخلیق پاکستان کے نو سال بعد سامنے آیا۔ پھر اس کے بعد آئین بنتے رہے اور آمریت کے ہاتھوں ان میں ظالمانہ ترامیم ہوتی رہیں۔ آئین منسوخ ہوتے رہے۔ تحریک ہذا کا خیال ہے کہ آئین کا مسئلہ آج بھی غیر یقینی ہے' جس کی وجہ ملکی سالمیت کو خطرہ ہے۔

نظام حکومت وسیاست:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ ترجیحات کے اعتبار سے یہ معاملہ کسی طور پر بھی ثانوی قرار نہیں دیا جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا کہ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست کبھی کوئی معین و مشخص صورت اختیار نہیں کر سکا۔ اس کی وجوہات کچھ بھی پیش کی جائیں' یہ امر مسلمہ ہے کہ بالا دست طبقوں نے کئی روپ بدلے ہیں۔ کبھی جمہوریت کا راگ الاپا گیا' کبھی مضبوط مرکز کا نعرہ بلند کیا گیا' کبھی سوشلزم کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی' کبھی عوام کی مالا جپی گئی' کبھی اپنی منشاء کے مطابق نظریۂ ضرورت تراشا گیا اور کبھی اسلام کو مسند اقتدار کا زینہ بنایا گیا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اختیارات کی تقسیم میں کمی بیشی کے ساتھ بہروپ صورتیں اور ظاہری وابستگیاں بدل بدل کر مخصوص طبقے ہی آج تک حکمران رہے ہیں یہ طبقے ہیں جاگیردار' سرمایہ دار' فوجی جرنیل اور نوکر شاہی۔ بقول تحریک فقہ جعفریہ' پاکستان پر عوام کے نمائندوں کی نہیں' بلکہ زر اور زر والوں کی حکومت رہی ہے۔ اقتدار کی طوالت کے لیے جوڑ توڑ' سازش اور منافقانہ گٹھ جوڑ میں ہمہ وقت مبتلا رہا ہے۔ البتہ زیادہ عرصہ ملک طالع آزما فوجی آمروں کے قبضے میں رہا ہے۔

تحریک ہذا ان حالات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے سوال کرتی ہے کہ ان حالات میں کیونکر ممکن تھا کہ:۔

(۱) خدا کی زمین کے اس حصے پر قانون الٰہی نافذ ہو اور اس کے مطابق دولت کی منصفانہ تقسیم ہو۔

(۲) پسے ہوئے محروم طبقوں کو ان کے چھنے ہوئے حقوق ملیں۔

(۳) انتظامیہ عوام کی ہمدرد اور پولیس خدمت گذار ہو۔

قانون الٰہی نافذ نہ ہونے کی وجہ تحریک فقہ جعفریہ کے نزدیک یہ تھی کہ تمام تر وسائل حکمران طبقوں کے خدمت گذار تھے' یعنی حکمران طبقات ہی قانون الٰہی کے نفاذ میں دیوار بنے ہوئے تھے۔

بڑی طاقتوں سے وابستگی:۔

تحریکِ جعفریہ کا خیال ہے کہ عوام سے بے نیاز' بلکہ عوام کو گمراہ کرنے اور دبانے کی پالیسی پر گامزن حکومتوں کو ادھر اُدھر سے سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکمرانوں کی اسی ضرورت نے پاکستان کو بڑی حکومتوں کا کاسہ لیس اور طفیلی بنا دیا یہاں تک کہ پاکستان کی حکومت امریکہ کی حاشیہ نشین اور کٹھ پتلی بن کر رہ گئی ہے تحریک ہذا امریکہ کے گھناؤنے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہے کہ امریکہ نے مختلف طریقوں سے حکمرانوں سے ساز باز کر کے پاکستان کے وسائل کو لوٹا ہے' عہد شکنی کی ہے' ظلم و جبر کی قوتوں کو تقویت دی ہے اور گمراہ کرنے کی اپنی عالمی پالیسی پر عمل کیا ہے۔

سیاہ ثقافت کے منحوس سائے:۔

تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ مغربی ثقافت کو سیاہ ثقافت قرار دیتے ہوئے' اس بات پر اظہار افسوس کرتی ہے کہ ابتدا ہی سے پاکستان میں مغرب کے سیاسی اثر و نفوذ اور معاشی غلبہ اور مخصوص فکری تربیت نے ثقافتی سامراجیت کو بھی پروان چڑھایا اور ہمارا معاشرہ رفتہ رفتہ مغربی تہذیب و تمدن کی غلیظ دلدل میں دھنس گیا کہ اسلام کی پاکیزہ اقدار اور الٰہی روایات یکسر فراموش ہو گئیں تحریک ہذا کا خیال ہے کہ ہم انسان دشمن مغربی ثقافت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بھونڈی نقالی کرتے ہوئے اپنا قومی تشخص کھو بیٹھے ہیں۔ ان رسوم رواجوں نے ہماری اجتماعی زندگی کو فکری انتشار کا شکار بنا کر بے مقصدیت کی راہ پر گامزن کر دیا اور اس ساری صورت حال کا فائدہ براہ راست حکمرانوں اور سامراجی طاقتوں نے اٹھایا ہے بقول اہلِ تحریک اس انسانیت کُش ثقافتی یلغار نے نوجوانوں کو عریانی فحاشی اور منشیات میں مبتلا کر دیا ہے۔ نوجوانوں کی یہ روش زندگی سے فرار ہے۔

معیشت کی زبوں حالی:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ پاکستانی معیشت اس وقت سامراجی طاقتوں اور ان کے قائم کردہ نام نہاد بین الاقوامی اداروں کے کنٹرول میں ہے زراعت' صنعت' تجارت' غرض تعمیر و ترقی کے تمام تر منصوبوں کی منصوبہ بندی کا انحصار انہی طاقتوں اور اداروں کی شرائط پر ہے پاکستان پر قرضوں اور ان کے سود کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔ بقول اہلِ تحریک' داخلی طور پر بھی ذرائع پیداوار سامراجی ایجنٹوں کے کنٹرول میں ہیں اور ملک کی وسیع آبادی محرومیوں کا شکار ہے۔ نیز شہری اور دیہی زندگی کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔ یہ فرق وسائل اور دولت کی غیر منصفانہ اور ظالمانہ تقسیم کا مظہر ہے۔

مروّجہ نظام تعلیم:۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا خیال کہ پاکستان میں رائج نظام تعلیم مروجہ استعماری نظام کو مستحکم کرنے کے لیے تخلیق کیا گیا ایک دوہرا اتہرا نظام ہے' جو مغرب کے مادی فلسفے اور مادی تقاضوں کی روشنی میں تشکیل پایا ہے اس کا نصاب اور تشکیلات تمام تر غیر الٰہی انسان تیار کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں اس نظام کے ذریعے "دینی" اور "دنیاوی" کے نام پر جو بُعد پیدا کر دیا گیا ہے کہ ایک طبقہ دوسرے کو تعلیم یافتہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تحریک ہذا کو اعتراض ہے کہ:۔

(۱) اس نظام میں آج تک ملک میں تعلیمی بجٹ نا معقول حد تک کم رہا ہے۔

(۲) اس نظام میں غریبوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

(۳) یہ نظام ملک میں حکمران اُن کے معاون اور غلام طبقے پیدا کرتا ہے۔

عدلیہ نا گفتہ بہ حالت:۔

تحریک جعفریہ کا کہنا ہے کہ پاکستانی عدلیہ اپنے فرائض پورے کرنے میں قطعاً ناکام رہی ہے اس کے نزدیک اس کی اہم وجہ عدلیہ سے متعلق امور میں انتظامیہ کی ناروا مداخلت ہے' جس کے باعث عدلیہ کا آزاد کردار مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔ علاوہ ازیں مروجہ قوانین کا ایک بہت بڑا حصہ غیر اسلامی قوانین پر مشتمل ہے' جو انسان کے فطری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ حصول انصاف کا طویل اور گراں طریقہ بھی عدلیہ کو مفلوج کرنے کا سبب ہے اس کے علاوہ اراکین عدالت کی دیانت کے بارے میں بھی شکایات عام ہیں۔ ان حالات میں مجموعی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طور پر عوام عدالتوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ تحریک ہذا کے نزدیک تمام خرابیوں کی وجہ اور موجودگی کا سبب یہ تین عناصر ہیں۔

(۱) عالمی سامراج

(۲) حکمران طبقہ

(۳) مروجہ نظام

تحریک کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا عناصر کے باہمی تعلق کی اس حوالے سے تشریح کی جا سکتی ہے کہ عالمی سامراج پاکستان میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے حکمران طبقہ کی سرپرستی کر رہا ہے اور حکمران طبقہ اپنے مفادات کے لیے سامراج کی کاسہ لیسی اور مروجہ نظام کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہے۔

ہمہ گیر جدوجہد کا آغاز:۔

تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ قیامِ پاکستان کے بعد پیش آنے والے مسائل، نظام حکومت اور نظام تعلیم کی خرابیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد کہتی ہے کہ:۔

"اس پس منظر اور حالات میں ہمیں فیصلہ کرنا ہے.....کہ:۔
پاکستان میں جدوجہد اور جنگ کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اور یہ جنگ کس کے خلاف، یہ جدوجہد کس کی حمایت میں، کس کو کس انداز سے لڑنا ہے؟
بیک وقت سامراج، وطن میں موجود اس کے گماشتوں اور مفاد پرست نمائندوں اور حکمرانوں کے خلاف ہے سب سے پہلے ہمیں سامراج پر ضربِ کاری لگانا ہے، کیونکہ سامراج ہی تمام تر خرابیوں اور برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس سرچشمے کو بند کیے بغیر اور سامراج کے خوان خوار ہاتھ کاٹے بغیر کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔

یہ جنگ:

عوام کو وسیع پیمانے پر انقلابی شعور دیے بغیر اور انہیں حقیقی دشمن، اس کے مقاصد، ہتھکنڈوں اور سازشوں سے آگاہ کیے بغیر ہر گز نہیں لڑی جا سکتی، اس لیے کہ یہ تمام تر سازشیں درحقیقت عوام ہی کے خلاف ہیں اور بالآخر یہ جنگ عوام ہی کو لڑنا ہے۔

یہ معرکہ:

پاکباز، صاحب بصیرت، باایمان، متقی اور باایثار قیادت کے بغیر نہیں لڑا جا سکتا۔ عوام کو اپنی اس قیادت کو پہچاننا ہوگا اور امام وامت کو ہم آہنگ ہو کر حوصلے اور جذبے سے نجات کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ جہاد:

وطن پرستی کی بنیاد پر نہیں، خدا پرستی کی بنیاد پر کرنا ہوگا' کیونکہ وطن کی حدود تو پھیلتی اور سکڑتی رہتی ہیں' جبکہ خدا پرستی دائمی' ہمہ گیر اور آفاقی جذبوں سے سرشار کر کے پوری انسانیت کے دکھ کو ہر انسان کا دکھ بنا دیتی ہے اور پھر خدا کی قوت پر بھروسہ ہر قوت سے بے نیاز اور بے خوف کر دیتا ہے۔

منشور:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا دعویٰ ہے کہ اس کا پیش کردہ منشور اسی جدوجہد اور خطوط (جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے) واضح کرتا ہے' حقیقی اسلامی تحریک کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اسلامی حکومت کے اہداف اور پروگرام کی عکاسی کرتا ہے۔

آئندہ صفحات میں تحریک فقہ جعفریہ کے منشور کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

نظامِ حکومت:۔

تحریک جعفریہ کے نزدیک:۔

اسلامی نظام حکومت کی بنیاد یہ ہے کہ حق حاکمیت صرف اور صرف خدا کو حاصل ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان آزاد ہے اور کوئی شخص' طبقہ یا گروہ اس پر حکمرانی نہیں رکھتا حکومت و ملکیت فقط اللہ کے لیے ہے۔ انسان خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے ارض خدا پر تصرف کرتا ہے' لیکن اس کے باوجود انسان کو حاکمیت و فرمانروائی کا حق حاصل نہیں ہے۔ وہ صرف امانت کی حیثیت سے خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔''

خلافت کے اسی تصور کے حوالہ سے' تحریک فقہ جعفریہ کے نزدیک' اسلامی حکومت کے اہداف حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اللہ کی زمین پر اللہ ہی کی حکومت ہو۔

(۲) انسان پر انسان کے غلبے کا خاتمہ ہو' چاہے وہ فرد کی صورت میں ہو یا گروہ کی صورت ہیں۔

(۳) فرد اور معاشرے کو ہر قسم کے ظلم' جبر اور استحصال سے نجات ملے۔

(۴) انسان باہمی محبت' احترام' رواداری' مواخات اور مساوات کی بنیاد پر اس طرح زندگی گذاریں کہ انسانی معاشرہ جنت نظیر ہو جائے۔

(۵) نظمِ معاشرہ برقرار رہے۔

(۶) معاشرے میں تقویٰ کے علاوہ فضیلت و برتری کا ہر معیار باطل ہو جائے۔ اسی تصور حکومت اور انہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اہداف حکومت کے پیش نظر پاکستان میں نظام حکومت کے خدوخال اور خطوط ہوں گے۔

سرچشمۂ آئین وقانون:۔

تحریک فقہ جعفریہ کے نزدیک پاکستان کے آئین کے دو ماخذ ہیں:۔

(۱) قرآن مجید

(۲) سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس کا کہنا ہے کہ اگر وہ برسرِ اقتدار آئی تو آئین یا کوئی قانون خلاف قرآن وسنت وضع نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اس کا کہنا ہے کہ ہر مسلمہ اسلامی مکتبِ فکر کے لیے قرآن وسنت کی وہی تعبیر ہوگی' جو اس کے ہاں مسلم ہے۔

ریاستی ادارے:۔

تحریک فقہ جعفریہ کے نزدیک' ریاست کے حسب ذیل تین بنیادی ادارے ہیں:۔

(۱) انتظامیہ

(۲) عدلیہ

(۳) مقننہ

تحریک ہذا ان تینوں اداروں کو باہم مربوط اور کاملاً آزاد دیکھنا چاہتی ہے۔

مقننہ:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا پروگرام ہے کہ ملک میں دو ایوانی مقننہ قائم کی جائے گی۔ اراکین مقننہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:۔

(۱) تعلیم یافتہ ہوں۔

(۲) کسی بھی شعبۂ زندگی (سیاسی' سماجی' معاشی' ثقافتی اور اخلاقی) میں خلاف شریعت کوئی کام سرانجام نہ دیتے ہوں۔

(۳) آئین اور قانون سازی کے امور سے واقفیت رکھتے ہوں۔

(۴) بنیادی اسلامی احکام سے واقف ہوں۔

انتخابات:۔

تحریک ہذا کے نزدیک انتخابات جماعتی بنیاد پر ہونے چاہئیں' تاہم آزاد امیدواروں کو بھی انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت ہونی چاہیے۔ پارلیمنٹ کے اراکین آزاد اور براہ راست انتخابات کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذریعے منتخب ہونے چاہئیں۔

ووٹر کی عمر:۔

امور مملکت میں رائے دینے کے لیے' تحریک ہذا نے سولہ سال کی عمر تجویز کی ہے' جبکہ قانونی طور پر بلوغت کی عمر ۱۸ سال ہے اور مروجہ قانون کے تحت ۱۸ سال سے کم عمر کا شخص ووٹ دینے کا حقدار نہیں ہے۔

سیاسی جماعتیں:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ اس نے جو اہداف تجویز کیے ہیں' انہیں حاصل کرنے کے لیے سیاسی جماعت بنانے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے' لیکن سیاست میں حصہ لینے والے کسی فرد یا گروہ کو مشرق و مغرب کی کسی استعماری قوت سے وابستگی کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ تحریک ہذا کا خیال ہے کہ امور مملکت و سیاست میں حصہ لینے کے لیے کسی سیاسی جماعت سے وابستگی ضروری نہیں ہے۔

مارشل لاء:۔

تحریک جعفریہ کا خیال ہے کہ مارشل لاء کا نفاذ قرآن کی اصطلاح خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ کے مترادف ہے' اس لیے ملک میں کسی بھی صورت میں اور کسی بھی حصے میں کسی بھی عرصے کے لیے مارشل لاء کے نفاذ کی اجازت نہ ہوگی' بشرطیکہ وہ برسرِ اقتدار آ گئی۔

قانون:۔

تحریک فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ مروجہ قوانین معاشرتی ناہمواریوں کو روکنے میں ناکام رہے ہیں' کیونکہ یہ قوانین خود انسان کے وضع کردہ ہیں اور ان میں انسان کے انفرادی اور گروہی مفادات کی چھاپ نمایاں ہے' لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو اپنایا جائے تحریک ہذا کی تجویز ہے کہ پاکستان کا قانونی نظام مندرجہ ذیل اصولوں پر استوار ہونا چاہیے:۔

(۱) قانون کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
(۲) اللہ کے قانون کا منبع قرآن اور سنت ہیں۔
(۳) کوئی فرد یا گروہ قانون سے بالاتر نہیں ہے۔

ہمہ گیر قانون:۔

تحریک فقہ جعفریہ کے نزدیک' قانون کو ہمہ گیری کے لیے ضروری ہے کہ وہ جامع اور مدون ہو۔ اس مقصد کے لیے قانون ساز ادارہ مندرجہ ذیل اقدامات کرے گا:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) ہر وہ قانون اور قانون کی ہر اس بنیاد کو ختم کر دے گا' جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔

(۲) مسلمہ اسلامی مکاتب فکر کی متفقہ آراء کو اجتماعی قوانین کی حیثیت سے مدوّن کرے گا۔

(۳) وہ تمام موضوعات جنہیں شریعت نے انسانوں کے تکامل وارتقاء اور معاشرتی تغیرات کے پیش نظر لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے اور وہ واجب یا حرام کے قطعی احکام میں شامل نہیں ہیں' ان میں قرآن و سنت کے رہنما اصولوں کی روشنی میں عوام کی بہبود اور ملی مصالح کے پیش نظر قانون سازی کی جائے گی۔ قانون سازی کا یہ شعبہ ''شعبۂ قانون سازی'' کہلائے گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل:۔

تحریک فقہ جعفریہ نے پہلے سے قائم شدہ ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی از سر نو تشکیل و تنظیم کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئین یا قانون کے اسلام کے مطابق ہونے کا تعین اسلامی نظریاتی کونسل کرے گی۔ کونسل ہٰذا میں ہر مسلمہ اسلامی مکتب فکر کے قانون اسلامی کے ماہر علماء کو موثر نمائندگی دی جائے گی۔ نیز آئین کی تطبیق کے لیے ماہرینِ قانون کو بھی کونسل میں شامل کیا جائے گا۔ اس کونسل کے اراکین کا انتخاب سینٹ کرے گی۔ کونسل کے نظریئے کو مشورے کی نہیں' فیصلے کی حیثیت حاصل ہوگی اور اس کا نظریہ حتمی اور ناقابلِ تنسیخ ہوگا۔

عدالت:۔

تحریک ہٰذا کے نزدیک عدلیہ کی ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حقوق عامہ کا تحفظ

(۲) قانون کی حکمرانی

(۳) لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ

(۴) اس بات کو یقینی بنانا کہ قانون اپنی روح اور مقاصد کے ساتھ نافذ ہو

(۵) جرم کی حوصلہ شکنی کے لیے اقدامات

(۶) مجرم کی اصلاح کے لیے اقدامات

(۷) انتظامیہ کو خلاف اسلام اقدامات سے روکنا۔

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے تحریک ہٰذا کا کہنا ہے کہ پاکستان کا نظام عدالت مندرجہ ذیل بنیادوں پر تشکیل دیا جائے گا۔

(۱) مفت حصول انصاف ہر فرد کا بنیادی حق ہے' لہٰذا کورٹ فیس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

(۲) غلط اور بے مقصد مقدمہ بازی معاشرے پر بوجھ ہے۔ اس کے خاتمہ کے لیے ضوابط بنائے جائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) انصاف میں تاخیر انصاف سے انکار کے مترادف ہے۔ جلد انصاف کے حصول کے لیے دیگر اقدامات کے علاوہ ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا اور ضابطہ کی الجھنیں دور کی جائیں گی۔

(۴) عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر کے مکمل طور پر آزاد اور خود مختار بنا دیا جائے گا۔

(۵) عدالتوں کی درجہ بندی از سرِ نو کی جائے گی۔

(۶) ابتدائی سماعت جس سطح پر بھی ہو اس کے خلاف صرف ایک اپیل ہو گی۔

(۷) پورے ملک میں یکساں عدالتی نظام رائج کیا جائے گا۔

(۸) ججوں کی تنخواہیں اس حد تک بڑھا دی جائیں گی کہ ان کی مالی ضروریات پوری ہو سکیں اور وہ اپنا سماجی مقام برقرار رکھ سکیں۔

سپریم جوڈیشل کونسل:۔

تحریک فقہ جعفریہ نے ایک سپریم جوڈیشل کونسل تشکیل دینے کی تجویز پیش کی ہے، جس کے اختیارات اور ذمہ داریاں حسب ذیل ہوں گی:۔

(۱) ملک کی تمام عدالتوں کی نگرانی

(۲) عدالتوں میں ججوں کا تعین

(۳) ججوں کی ترقی اور ان کے خلاف انضباطی کارروائی

(۴) عدالتوں کو متعلقہ قوانین کا ابلاغ

اس کونسل کے اراکین کا انتخاب سینٹ کرے گی۔

نظامِ معیشت:۔

تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ نے نظام معیشت کے ضمن میں اپنے منشور میں کہا ہے کہ:۔

زمین اور اس کے وسائل اللہ کی ملکیت ہیں۔ انسان زمین پر نائب الٰہی کی حیثیت سے ان وسائل کا امین ہے۔ اور اس کے وسائل کی تقسیم اور ان کا تصرف انسانی بقا اور ارتقاء کے نقطۂ نظر سے عادلانہ طور پر ہونا چاہیے تھا، لیکن دنیا کا موجودہ نظام معاش ظالمانہ ہے۔ اس نظام نے دنیا کی کثیر اور وسیع آبادیوں کو محرومیوں کا شکار کر رکھا ہے۔ خود پاکستان میں رائج معاشی نظام بڑی طاقتوں اور ان کے زیر تسلط اداروں کی استعماری پالیسیوں کے تقاضے پورے کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے اور یہ نظام ظلم و استحصال اور استعمار و احتکار کا سبب بن رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ:۔

ملک میں موجودہ معاشی نظام کو یکسر تبدیل کر کے اسلام کے عدلِ اجتماعی کی بنیاد پر قائم اقتصادی نظام نافذ کیا جائے، جس میں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) ہر قسم کے معاشی استبداد کی نفی
(۲) طبقاتی تفاوت کا خاتمہ
(۳) بنیادی ضروریات کی فراہمی
(۴) ہر شخص کو روزگار کی فراہمی
(۵) ملک کی خود کفالت کی ضمانت موجود ہو۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ:۔
قومی اقتصادی منصوبہ بندی اس انداز میں کی جائے کہ فرد اپنی معاشی جدوجہد کے ساتھ معنوی و روحانی خود سازی کے مواقع بھی حاصل کر سکے۔

اسلامی احکام کی روشنی میں حسب ذیل اقدامات کیے جائیں گے:۔
(۱) ملکیت کی حدود کا تعین کیا جائے گا' تا کہ وسائل و آلات پیداوار کی عادلانہ تقسیم ممکن ہو سکے۔
(۲) ذخیرہ اندوزی و احتکار چونکہ معاشرے میں استحصال و استثمار کو جنم دیتا ہے' لہٰذا تمام ضروریات زندگی کی نجی سطح پر ذخیرہ اندوزی ممنوع قرار دیدی جائے گی۔ اشیائے خوردنی کی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے اسباب ختم کر دیے جائیں گے۔
(۳) اشیائے صرف کے بے جا استعمال اور انہیں ضائع یا تلف کرنے سے روکنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔
(۴) ہر قسم اور ہر حیلے کی جانے والی ناجائز منافع خوری اور اجارہ داری کو ختم کر دیا جائے گا۔
(۵) ہر فرد کو پیشے کے انتخاب کی آزادی ہوگی' البتہ خلاف اسلام اور مفادِ عامہ کے منافی پیشہ اختیار کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی نیز ہر طرح کے حرام کاروبار کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے گا۔
(۶) تمام قدرتی وسائل قوم کی ملکیت ہوں گے۔
(۷) نظام مالیات کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے سود کی ہر شکل کو ختم کر دیا جائے گا۔ تجارتی منافع کی شرح کا تعین بھی کیا جائے گا تا کہ زیادہ سے زیادہ منافع سود (ربا) کی شکل اختیار نہ کر سکے۔

تجارتی پالیسی:۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی پیش کردہ تجارتی پالیسی حسب ذیل ہے:۔
(۱) بین الاقوامی تجارت قومی کنٹرول میں ہوگی۔
(۲) بین الاقوامی سودی نظام کے مہلک اثرات سے بچنے کے لیے اشیا کی طرز تجارت اختیار کی جائے گی۔
(۳) درآمدات و برآمدات کا از سر نو جائزہ لیا جائے گا اور اشیائے تعیش کی درآمد مکمل طور پر بند کر دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے گی۔ نیز ملکی ضروریات کی ملک میں پیداوار کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

صنعتی پالیسی:۔

(۱) انفرادی صنعتی ملکیت کی حدود کا تعین کیا جائے گا۔
(۲) تمام بنیادی صنعتیں قومی ملکیت میں ہوں گی۔
(۳) آلات تولید پیدا کرنے والے کارخانے حکومتی کنٹرول میں ہوں گے۔
(۴) گھریلو صنعتوں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا۔
(۵) بیرونی سرمایہ کاروں کو اسلامی اور ملکی مفادات کی روشنی میں مشروط طور پر سرمایہ کاری کی اجازت دی جا سکے گی۔

زرعی پالیسی:۔

تحریک فقہ جعفریہ کے حسب ذیل زرعی پالیسی مرتب کی ہے:۔

(۱) ملکیتِ زمین کی حدود کا تعین کیا جائے گا اور بڑی بڑی جاگیرداریاں اور زمینداریاں ختم کر دی جائیں گی۔
(۲) ایسی زمینیں جنہیں خود کاشت نہیں کیا جاتا' انہیں قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔
(۳) اسلامی اصولوں کے مطابق مزارعین کو ان کے حقوق دلوائے جائیں گے۔
(۴) زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیے جائیں گے اور ملکی معیشت میں زرعی شعبہ کا کردار مؤثر بنایا جائے گا۔
(۵) مشینی کاشت اور جدید زرعی آلات کے استعمال کو فروغ دینے کے لیے تعاونی کاشت کے نظام کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

لیبر پالیسی:۔

تحریک ہذا کی پیش کردہ لیبر پالیسی کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:۔

(۱) سرمائے کو محنت کی جگہ نہیں لینے دی جائے گی
(۲) مزدوروں کو کارخانے کے منافع میں حصہ دار بنایا جائے گا۔
(۳) مزدوروں کو مکمل سماجی تحفظ دیا جائے گا۔
(۴) مزدوروں کے بچوں کی مفت تعلیم کا اہتمام کیا جائے گا۔
(۵) مزدوروں اور ان کے اہل و عیال کی صحت کی ضروریات کی مفت فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔
(۶) مزدور کی تنخواہ کا تقرر اجتماعی معیار زندگی کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) مزدور کو اس وقت تک ملازمت سے نہیں نکالا جائے گا' جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اپنی ذمہ داریوں کے خلاف کردار ادا کیا ہے۔

(۸) غیر ہنر مند مزدوروں کو ہنر مند بننے کے مواقع اور کارخانہ مفت فراہم کرے گا۔

ملازمین کے حقوق:۔

(۱) لیبر پالیسی میں مزدور کو حاصل تمام حقوق و مراعات ملازمین کو بھی حاصل ہوں گے۔

(۲) طبقاتی تفاوت پیدا کرنے والا مروجہ گریڈ سسٹم ختم کر کے انتہائی مختصر انتظامی درجوں پر مشتمل نیا نظام رائج کیا جائے گا۔

(۳) سول ملازمین کو امور مملکت و سیاست میں حصہ لینے کا حق دیا جائے گا۔

خارجہ پالیسی:۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی مرتب کردہ خارجہ پالیسی حسب ذیل ہے:۔

ملک کی خارجہ پالیسی کی بنیاد "الاشرقیہ لاغربیہ" کا اسلامی اصول ہوگا' اس کی روشنی میں:۔

(۱) کسی بھی طاقت کی اقتصادی' ثقافتی' فوجی اور سیاسی بالادستی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

(۲) کسی بھی طاقت کے مفادات کی نگہداشت اور ترویج نہیں کی جائے گی اور اس حوالے سے ناوابستگی کے اصول پر سختی سے کاربند رہا جائے گا۔

(۳) استعماری اور سامراجی عزائم کی مزاحمت کی جائے گی۔

(۴) ملکی مفاد کا تحفظ خارجہ پالیسی کا بنیادی ستون ہوگا' اس کے تحت:۔

علاقائی سالمیت" ملکی سلامتی' سیاسی خود مختاری اور معاشی آزادی کے حصول اور بقا کے لیے جدوجہد کی جائے گی' اس طرح کہ ملکی مفادات کا تعین اسلامی تقاضوں کی روشنی میں ہو۔

(۵) دیگر ممالک سے تعلقات عدم مداخلت اور پرامن بقائے باہمی کے اصول پر مبنی ہوں گے جس کے تحت:۔

(i) کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی اور کسی ملک کی جغرافیائی سرحدوں پر جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

(ii) تمام ممالک بالخصوص ہمسایہ ممالک سے دوطرفہ بنیادوں پر قریبی' خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں گے۔

ماسوائے:۔

ان ممالک کے جو نسل پرستانہ' صیہونی' سامراجی اور توسیع پسندانہ عزائم کے حامل ہوں یا اسلام دشمن اور مسلم کش پالیسی اپنائے ہوئے ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

البتہ:۔

(۱) تمام مواقع پر اسلامی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔

(۲) محض حکومتوں سے تعلقات کے بجائے دُنیا بھر کے عوام سے قریبی رابطے قائم رکھے جائیں گے۔

(۳) تمام تر سیاسی' اقتصادی' فوجی اور ثقافتی نوعیت کے معاہدوں پر نظر ثانی کی جائے گی اور ایسے تمام معاہدے یا کسی بھی معاہدے کے ایسے حصے کالعدم قرار دے دیے جائیں گے۔ جو خارجہ پالیسی کے مذکورہ بالا بنیادی اصولوں سے متصادم ہوں گے۔

(۴) قرضوں کی شرائط پر نظر ثانی کی جائے گی اور سامراجی سرمایہ کاری اور قرضے ضبط کر لیے جائیں گے۔

(۵) ایسا کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا اور نہ روبہ عمل لایا جائے گا' جس کے تحت کوئی غیر ملکی طاقت ملک کے قدرتی وسائل پر تسلط یا تصرف حاصل کر سکے۔

(۶) کسی سامراجی طاقت کو قومی مقاصد کے لیے پاکستان کی زمین' فضا اور پانی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۷) دُنیا بھر میں محروموں اور مظلوموں کی آزادی کی تحریکوں' بالخصوص اسلامی تحریکوں کی حمایت کی جائے گی اور ان سے ہر ممکن تعاون کیا جائے گا۔

(۸) عالمی امن کے قیام اور فروغ نیز بنی نوع انسان کی خوشحالی اور ترقی کے لیے عالمی تنظیموں اور اداروں میں مؤثر کردار ادا کیا جائے گا اور ان تنظیموں اور اداروں میں استعماری اثر و نفوذ کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔

(۹) استحصال' استعمار اور ظلم سے پاک نئے عالمی اقتصادی اور سیاسی نظام کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔

(۱۰) مسلم اکثریت کے وہ علاقے جو اغیار کے زیرِ تسلط ہیں' ان کی آزادی کے لیے تعاون کیا جائے گا۔

(۱۱) القدس اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی حرمت و آزادی کو بنیادی اہمیت دی جائے گی۔

(۱۲) کشمیر کی آزادی اور اس کے پاکستان سے الحاق کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔

(۱۳) بیرونی مداخلت یا فوج کشی کے خلاف مزاحمت میں اسلامی ملکوں کے ساتھ تعاون کیا جائے گا۔

(۱۴) علاقے میں ہر قسم کی فوجی مہم جوئی یا بیرونی مداخلت کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔

(۱۵) پاکستان کو اس کے جغرافیائی' تاریخی اور دینی تقاضوں کی روشنی میں مغربی ایشیا کا حصہ قرار دے کر مسلمان ممالک سے قریبی روابط کا احیاء کیا جائے گا۔

تعلیم:۔

تحریکِ جعفریہ نے نظامِ تعلیم کے سلسلہ میں حسب ذیل پروگرام پیش کیا ہے:۔

(۱) نصابِ تعلیم اس نہج پر ترتیب دیا جائے گا کہ:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(i) تعلیم اور تربیت کے تمام تقاضے پورے ہوں۔
(ii) وسعتِ نظر اور ادراک حقیقت کے لیے تقابلی مطالعہ پیش کرے۔
(iii) دُنیاوی اور مذہبی تعلیم کے درمیان پیدا کردہ تفاوت دور کرنے کا ذریعہ ہو۔

(۲) طبقاتی درجہ بندی کے خاتمہ کے لیے:۔
(i) نصاب میں یکسانیت
(ii) لباس میں برابری
(iii) ذریعہ تعلیم میں ہم آہنگی اور
(iv) سہولیات میں مساوات قائم کی جائے گی۔

(۳) عمرانی علوم اور فنی تعلیم میں ربط اور توازن پیدا کیا جائے گا' تا کہ:۔
(i) سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیشرفت کے ساتھ ساتھ انسان شناسی کا شعور بھی پروان چڑھے۔
(ii) سائنس کی ترقی انسانی تقاضوں اور اخلاقی اقدار سے گریزاں نہ ہو۔

(۴) اس نظامِ تعلیم کو ثمر آور بنانے کے لیے پاکستان میں درج ذیل اقدامات کیے جائیں گے:۔

(i) مذہبی تعلیمی اداروں کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے گا اور عام تعلیمی اداروں کے نصاب اور پروگرام کو انہی تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے گا

(ii) عام تعلیمی اداروں میں ہر سطح پر اور ہر شعبے میں قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے گا اور اس مقصد کے لیے نصابی کتب اور متعلقہ کتب کا فی الفور قومی زبان میں ترجمہ کیا جائے گا

(iii) ہر سطح پر انگریزی کو بحیثیت لازمی مضمون ختم کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ علاقائی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی جائے گی۔

(iv) حصول تعلیم کے مواقع اور سہولیات لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یکساں ہوں گے۔

(vi) لڑکے اور لڑکیوں کے تعلیمی ادارے الگ الگ ہوں گے' لیکن جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہاں مخلوط تعلیم کی صورت میں اسلامی اقدار و احکام کی مکمل پابندی کی جائے گی' تا کہ تعلیمی ماحول عفت' پاکیزگی' شرافت اور تقویٰ کا آئینہ دار ہو۔

(vii) تعلیمی پالیسی پر مؤثر عملدرآمد کے لیے تعلیمی بجٹ میں ہر ممکن اضافہ کیا جائے گا۔

(viii) میٹرک تک تعلیم لازمی اور بلا معاوضہ ہوگی۔

(ix) فنی تعلیم عام کی جائے گی تا کہ ٹیکنالوجی میں مغرب کی بالادستی کا خاتمہ ہو سکے۔

(x) حکومت دورانِ تعلیم شادی کے لیے نوجوانوں کو آسان شرائط پر قرضے فراہم کرے گی۔

(xi) ملازم پیشہ افراد کی تعلیمی اور پیشہ ورانہ قابلیت میں اضافہ کے لیے جامع منصوبہ بندی کی جائے گی۔

(xi) شرح خواندگی میں اضافہ کے لے لیے تعلیم بالغان کا انقلابی پروگرام شروع کیا جائے گا' جس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تحت کسانوں' مزدوروں' خواتین اور قیدیوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے گا۔

(xii) لائبریریاں قائم کی جائیں گی تاکہ ذوق مطالعہ کو فروغ حاصل ہو۔

(xiii) اساتذہ کی پیشہ ورانہ اور نظریاتی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کے لیے توسیعی پروگرام شروع کیا جائے گا۔

(xiv) اساتذہ کی سنیارٹی ان کی پیشہ ورانہ قابلیت اور تعلیمی خدمات کی بنیاد پر متعین کی جائے گی۔

(xv) تعلیمی ماحول کو بامقصد' پاکیزہ اور ارتقا پذیر بنانے اور تعلیمی مسائل کے حل کے لیے مؤثر نظام وضع کیا جائے گا' جس میں اساتذہ' طلبہ اور والدین کی شرکت کو یقینی بنایا جائے گا۔

(xvi) طلبہ کے لیے صحت مندانہ غیر نصابی علمی امور تفریحی سرگرمیوں کی سرپرستی کی جائے گی۔

(xvii) امور مملکت سیاست میں طلبہ کی مثبت شرکت کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ نیز ان کے اجتماعی مؤقف اور رائے کو قومی پالیسیوں کی تشکیل میں ملحوظ نظر رکھا جائے گا۔

(xviii) میٹرک اور اس سے بالا درجے کے ہر طالب علم کے لیے ابتدائی عسکری تربیت لازمی ہوگی۔

(xix) عربی زبان کی تعلیم و ترویج کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔

(xx) نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام کی سطح علم اور عمومی معلومات میں اضافے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

(xxi) غیر مسلموں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے کی اجازت ہوگی' لیکن ان میں مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(xxii) غیر اسلامی مشنری اداروں کے قیام کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔

(xxiii) نظام تعلیم اس طرح سے وضع کیا جائے گا کہ عرصۂ تعلیم ممکن حد تک کم ہو جائے۔

جہاد:۔

تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ کے منشور میں جہاد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:۔

"اسلام کے بنیادی نظریات' وعقائد میں جہاد کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جہاد اسلام کے فروغِ دین میں سے ہے۔ اس کا مقصد اسلام' مسلمانوں اور سرزمینِ اسلام کا دفاع ہے یہ صفحۂ ارض سے ظلم کے خاتمے اور مظلوم کی نجات کے لیے ہے۔ جہاد اللہ کے راستے میں اللہ کے قانون کی بالادستی اور اللہ کے بندوں کی حمایت میں ہے۔ اسلام کے داخلی اور خارجی دشمنوں نے مسلمانوں کو اسلام کے نظریۂ جہاد سے دور کرنے کی ایسی سازشیں کی ہیں کہ آج مسلمان روح جہاد سے عاری ہو چکے ہیں۔ اسی سبب سے مسلمان ذلت و پستی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں مسلمانوں کی نجات جذبۂ جہاد اور شوق شہادت زندہ کیے بغیر ممکن نہیں۔ جہاد پوری اُمتِ مسلمہ کا فریضہ ہے۔ کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک گروہ کی ذمہ داری نہیں' البتہ دور حاضر میں فوجی اور عسکری تربیت اور فوجی ٹیکنالوجی میں تیز رفتار ترقی نے باقاعدہ اور مستقل فوج کی ضرورت سے دوچار کر دیا ہے لہٰذا مستقل فوج آج کی اسلامی ریاست کی بھی ناگزیر ضرورت ہے' لیکن جہاد کے اسلامی فلسفے کا تقاضا ہے کہ یہ فوج کاملاً نظریاتی ہو اور ساتھ ساتھ عوام کی فوجی تربیت کا بھی مؤثر انتظام ضروری ہے' تاکہ اسلامی جہاد کے تمام تر تقاضوں کو پورا کیا جا سکے' جبکہ پاکستان میں صورت حال یہ ہے کہ فوج عملاً غیر نظریاتی ہو کر رہ گئی ہے' اسے عوام سے کاٹ کر سامراج کی عالمی حکمت عملی کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔"

تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ مذکورہ بالا حالات کے پیشِ نظر پاکستان میں نظامِ جہاد کو مندرجہ ذیل بنیادوں پر استوار کرنے کی تجاویز پیش کرتی ہے:۔

(۱) پاکستان کی تمام افواج کا ڈھانچا نظامِ تربیت' حربی حکمتِ عملیاں اور اہداف کا اسلامی مقاصد اور اسلامی ریاست کی ضروریات کے اعتبار سے نئے سرے سے تعین کیا جائے گا۔

(۲) مسلح افواج اور عوام کے درمیان حائل فاصلوں کو کم کرنے اور جہاد کی ذمہ داریوں سے با حسن عہدہ برآ ہونے کے لیے "عوامی اسلامی فوج" تیار کی جائے گی۔

(۳) فوجی قوانین پر نظر ثانی کر کے اسلامی احکام کی روشنی میں نئے قوانین وضع کیے جائیں گے۔

(۴) فوج میں درجہ بندی کے موجودہ طریقے کو یکسر تبدیل کر کے ذمہ داری کے اعتبار سے عہدوں کا اصول اپنایا جائے گا۔

(۵) بیرونِ ملک فوجی خدمات کی شرائط کا تعین اسلامی مفاد اور ملکی تقاضوں کی روشنی میں کیا جائے گا۔

(۶) پاکستانی فوج آمر حکمرانوں کے اقتدار کے تحفظ اور ایسے کسی بھی سامراجی مفاد کے لیے ہرگز استعمال نہیں کی جائے گی۔ البتہ اسلامی مفادات مثلاً قبلہ اول کی آزادی کے لیے پاکستانی فوج بیرونِ ملک خدمات انجام دے سکے گی۔

(۷) سیاسی عمل میں فوجی مداخلت کے خاتمے کو یقینی بنانے کے لیے مؤثر حکمتِ عملی ترتیب دی جائے گی۔

مذکورہ مقاصد و اہداف کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات بھی کیے جائیں گے:۔

(۱) ملک کے تمام صحتمند مردوں کی لازمی فوجی تربیت کا انتظام کیا جائے گا۔

(۲) ہر بالغ پاکستانی مرد کو دو سال کے لیے لازمی فوجی خدمت کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ اس طرح دس کروڑ کی آبادی کے لیے پہلے دو سال میں تیس لاکھ عوامی اسلامی فوج مہیا کی جائے گی۔

(۳) دفاعی صنعتوں میں خود کفالت کے لیے تیز رفتار اقدامات کیے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے ٹیکنالوجی اور ریسرچ کے لیے مناسب رقوم مختص کی جائیں گی۔

(۴) بڑی فوجی صنعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور اس مقصد کے لیے جہاں اور جس حد تک ضروری ہوا'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظریاتی اسلامی ممالک کے ساتھ مشترکہ منصوبے شروع کیے جائیں گے۔

(۵) غیر ممالک میں اس وقت فوجی خدمات سرانجام دینے والے تمام پاکستانیوں کو فی الفور واپس بلا لیا جائے گا۔

حقوقِ عامہ:۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے حقوق عامہ کے ضمن میں مندرجہ ذیل پروگرام بنایا ہے:

(۱) ہر شخص کو اپنے ضمیر کے مطابق عقیدہ اور مذہب کے اختیار کی آزادی ہوگی۔

(۲) ہر شخص کو اپنی مذہبی رسوم کی بجا آوری اور تبلیغ کی آزادی فراہم کی جائے گی' جیسے عید میلاد النبیؐ اور عزاداری وغیرہ۔

(۳) ہر شہری کو روزگار' تعلیم اور صحت کا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ نیز اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ ہر شہری کی خوراک' لباس اور رہائش کی ضروریات پوری ہوسکیں۔

(۴) سیاسی' سماجی' ثقافتی اور معاشی میدان میں عورتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

(۵) حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ ہر شہری کی جان و مال اور عزت کو تحفظ فراہم کرے۔

(۶) ہر شہری کو نقل و حرکت' تحریر و تقریر' اجتماع اور تنظیم سازی کی آزادی ہوگی۔

(۷) شہریوں کے ذاتی خطوط اور ٹیلیفون گفتگو وغیرہ کی رازداری کا تحفظ کیا جائے گا۔

(۸) کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر کسی شخص کو گرفتار یا نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

ثقافت:۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نزدیک اسلامی ثقافت کی بنیادیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام کے احکام اور تعلیمات اسلامی ثقافت کی بنیاد ہیں۔ اسلام کے اجتماعی اور انفرادی ضوابط اسلامی ثقافت کی حدود متعین کرتے ہیں۔

(۲) اسلام کے نزدیک انسان محض ایک لوہے کی مشین نہیں' بلکہ یہ دل بھی رکھتا ہے اور دماغ بھی۔ اس کے روحانی اور معنوی تقاضے بھی ہیں۔

(۳) اسلام تفریح برائے تفریح کو تفریح کے لیے ایک ناگزیر معاون و مددگار سمجھتا ہے۔

(۴) اسلام اپنے فروغ کے لیے اپنی ثقافت کو ایک نہایت اہم اور مؤثر ذریعہ سمجھتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ اسلام اپنے ثقافتی پروگرام کے ذریعے علم و آگہی کی سطح بلند کرتا ہے۔

(۵) اسلام انسان کے فطری تقاضوں کو دبانے پر نہیں' انہیں باقاعدہ باضابطہ بنانے پر یقین رکھتا ہے۔

تحریک ہذا اسلامی ثقافت کے مذکورہ بالا اصولوں اور بنیادوں کی روشنی میں پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانچے میں ڈھالنے کے لیے مندرجہ ذیل پروگرام پیش کرتی ہے:۔

(۱) تمام غیر ملکی ثقافتی معاہدوں پر نظرثانی کی جائے گی اور پاکستان کی اسلامی اساس سے متصادم غیر ملکی ثقافتی سرگرمیوں کو بند کر دیا جائے گا۔

(۲) ثقافت کے نام پر اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحاشی، عریانی اور بے حیائی اور دیگر اخلاقی گمراہیوں کی ترویج کو کچل دیا جائے گا۔

(۳) علاقائی زبانوں اور ثقافتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۴) شعروسخن اور فنونِ لطیفہ کے دیگر شعبوں کی سرپرستی کی جائے گی۔

(۵) ملک میں ایک ایسا ماحول مہیا کیا جائے گا کہ فنکار معاشی اور سیاسی جبر سے آزاد ہو کر معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر سکیں۔

(۶) صحتمندانہ کھیل اور تفریحی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

متفرقات:۔

تحریک فقہ جعفریہ نے اپنے منشور میں ''متفرقات'' کے عنوان کے تحت صحت پالیسی، اوقاف، دیہی علاقوں کی ترقی، پولیس اور قید خانوں سے متعلق پروگرام مرتب کیے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

صحت پالیسی:۔

(۱) جسمانی اور ذہنی صحت ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔

(۲) علاج کے بجائے مدافعت کا اصول اپنایا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے ماحول کی پاکیزگی اور صفائی کا مؤثر اہتمام کیا جائے گا۔

(۳) تمام آبادی کا سالانہ طبی معائنہ حکومت کے ذمہ ہوگا۔

(۴) میڈیکل کی بنیادی تعلیم میٹرک تک کے لیے لازمی ہوگی۔

(۵) پیرا میڈیکل سٹاف میں خاطر خواہ اضافہ کر کے عوام کے علاج معالجے کی ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔

(۶) گھر گھر طبی سہولیات پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

(۷) طب اسلامی کو رواج دیا جائے گا۔

(۸) ادویات سازی کی صنعت کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا، تاکہ عوام کو معیاری اور سستی ادویات میسر آسکیں۔

(۹) میڈیکل ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوقات:۔

اوقاف جس مسلک کے افراد سے متعلقہ ہوں گے ان کے انتظام وانصرام اسی مسلک کے پیروکاروں کے سپرد کیا جائے گا۔

خاندان:۔

خاندان اسلامی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اس کی تشکیل' اہتمام اور تقدس کو قائم و برقرار رکھا جائے گا۔

دیہی علاقوں کی ترقی:۔

دیہی ترقی کے لیے زرعی پالیسی اور دیگر عنوانات کے تحت دیے گئے امور کے علاوہ حسب ذیل اقدامات کیے جائیں گے:۔

(۱) دیہی علاقوں میں زرعی بنیاد کی حامل صنعتوں کا جال بچھا دیا جائے گا۔

(۲) بجلی کی فراہمی میں دیہی علاقوں کو ترجیح دی جائے گی۔

(۳) دیہات کو سڑکوں کے ذریعے منڈیوں اور شہروں سے منسلک کر دیا جائے گا۔

(۴) دیہات کی تعلیمی ضروریات کو ترجیحی بنیادوں پر پورا کیا جائے گا۔

پولیس:۔

(۱) پولیس کی ازسرِنو تشکیل و تنظیم کی جائے گی۔اس مقصد کے لیے پولیس میں درجہ بندی کو کم سے کمتر کر دیا جائے گا۔بھرتی کے نظام میں بھی بنیادی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں گی۔

(۲) پولیس کی دینی بنیادوں پر مؤثر تربیت کی جائے گی اور اسے معاشرتی امن وسکون اور عدل اجتماعی کا ہمدرد محافظ بنایا جائے گا۔

(۳) پولیس میں ترقی کے لیے تقویٰ و پرہیز گاری اور عوامی خدمت کو اہمیت دی جائے گی۔

(۴) پولیس حکومت کی نہیں بلکہ عوام کی محافظ ہو گی۔

(۵) دورانِ تفتیش ہر قسم کے تشدد و سختی سے ختم کر دیا جائے گا۔

(۶) ملزم کے اعزا و اقربا کو پریشان کیے جانے کے عمل کا سختی سے خاتمہ کر دیا جائے گا۔

قید خانے:۔

(۱) قید خانوں اور جیلوں کے نظام میں انقلابی تبدیلیاں کی جائیں گی اور انہیں تصورِ اسلام کے مطابق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مراکز اصلاح میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ ان کی عمارات کو انسانوں کے رہنے کے قابل بنایا جائے گا۔ نیز ان کا نام بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔

(۲) ان میں ہر قسم کے تشدد اور غیر انسانی و غیر اسلامی سلوک کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

(۳) مراکز اصلاح کے عملے کو جدید اسلامی تقاضوں کی روشنی میں تربیت دی جائے گی۔

(۴) مجرموں اور قیدیوں کی اسلامی تربیت کا اہتمام کیا جائے گا۔

(۵) اَن پڑھ اور بے ہنر قیدیوں کی تعلیم اور فنی تربیت کا انتظام کیا جائے گا۔

(۶) وہ مجرم اور قیدی جو اپنے اہل ذمہ کی کفالت نہ کر سکیں گے، ان کے اہل ذمہ کی کفالت حکومت کرے گی۔

(۷) شادی شدہ قیدیوں کو اپنے ازدواجی فرائض کی ادائیگی کے لیے مناسب سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

(۸) قیدیوں کو مالی طور پر اپنا بوجھ اٹھانے اور انہیں ان کی صلاحیتوں کے مطابق روزگار کی فراہمی کے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جماعت اسلامی

بانی جماعت اسلامی:۔

جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھے' جن کا دورِ حیات ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء تا ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء ہے۔ وہ حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور گیارہ سال کی عمر میں "مولوی" کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں صحافت کا آغاز کیا اور "اخبار مدینہ" بجنور کے ادارے سے منسلک ہو گئے جب تحریکِ خلافت چلی تو انہوں نے اس میں بھر پور حصہ لیا۔ اسی دوران "مجلس اعانت نظر بندان اسلام" میں بھی نمایاں کام سرانجام دیے۔ ۱۹۲۰ء میں ان کے والد ماجد فوت ہو گئے اس کے بعد انہوں نے روزنامہ "تاج" جبل کی ادارت سنبھالی اور کچھ عرصہ بعد مستعفی ہو کر دہلی چلے گئے۔ ۱۹۲۱ء کے دورانِ انہوں نے اسلامیات کی تکمیل اور انگریزی کے مطالعہ پر توجہ دی اور ۱۹۲۲ء میں جمعیت علمائے ہند کے اخبار "مسلم" کی ادارت کے فرائض سرانجام دیے۔ اس اخبار کے بند ہو جانے کے بعد انہوں نے "الجمعیۃ" (دہلی) کی ادارت سنبھالی اور ۱۹۲۸ء تک اسی عہدہ پر مامور رہے۔ انہوں نے ۲۴ سال کی عمر میں "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے اسلام کے قانونِ صلح و جنگ پر ایک کتاب لکھی۔ "الجمعیۃ" سے علیحدگی کے بعد انہوں نے اگست ۱۹۳۰ء تک حیدر آباد میں قیام فرمایا اور اس دوران رسالہ "دینیات" شائع کیا۔ ۱۹۳۲ء میں انہوں نے "ترجمان القرآن" کے نام سے حیدر آباد دکن سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ اس کے بعد آپ نے تصنیف تالیف پر زیادہ توجہ صرف کرنا شروع کر دی اور اسلامی موضوعات پر بے شمار کتاب تصنیف کیں۔ انہوں نے ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ دعوت اسلامی کو عام کرنے کا آغاز کیا اور پھر کچھ عرصہ بعد "جماعت اسلامی" کی بنیاد رکھی۔

جماعت اسلامی:۔

جماعت اسلام ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو وجود میں آئی۔ اس کے تاسیسی اجتماع میں ۷۵ افراد نے شرکت کی۔ یہ اجتماع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مولانا مودودی کی رہائش گاہ واقع اسلامیہ پارک، چوبرجی، لاہور میں منعقد ہوا۔ نے متفقہ طور پر مولانا مودودی کو جماعت اسلامی کا امیر منتخب کیا۔ اجلاس کے دوران جماعت اسلامی کی تشکیل کا مقصد یوں بیان کیا گیا تھا۔

> ''انسانی زندگی کے پورے نظام کو تمام شعبوں..... فکرونظر' عقیدہ وخیال' مذہب واخلاق' سیرت وکردار' تعلیم وتربیت' تہذیب وثقافت' تمدن ومعاشرت' معیشت وسیاست' قانون وعدالت' صلح وجنگ اور بین الاقوامی تعلقات سمیت خدا کی بندگی اور انبیا علیہم السلام کی ہدایت پر قائم کیا جائے۔''

جون ۱۹۴۲ء میں مولانا مودودی لاہور سے ترکِ سکونت کر کے ضلع گورداسپور کے تحصیل ٹاؤن پٹھانکوٹ سے چار میل کے فاصلہ پر امرتسر روڈ پر سرنا ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ''دارالسلام'' منتقل ہو گئے تو جماعت اسلامی کا مرکزی دفتر بھی وہیں منتقل ہو گیا۔ مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کو فعال بنانے کے لیے کافی جدوجہد کی۔ قیام پاکستان سے پہلے تک جماعت اسلامی کے ممبروں کی کل تعداد ۱۲۵ کے قریب تھی۔ ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوؤں نے پٹھان کوٹ پر یلغار کر کے مسلمانوں کو وہاں سے جبراً نکالنا شروع کر دیا تو اکثر مسلمانوں نے جماعت اسلامی کے مرکز (دارالسلام) میں پناہ لی۔ جماعت کے کارکنوں نے جان پر کھیل کر ان کی حفاظت کی' یہاں تک کے وہ پاکستان منتقل ہو گئے۔ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا مودودی اور جماعت کے متعدد کارکن فوجی کانوائے کے ذریعے دارالسلام سے لاہور پہنچے۔ مولانا مودودی نے لاہور ہی میں رہائش اختیار کر لی۔

(یاد رہے کہ بعضوں نے مولانا مودودی کی لاہور آمد کی تاریخ ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء درج کی ہے)

پاکستان آمد کے فوری بعد مولانا مودودی نے ریڈیو پاکستان پر پہلی بار قربانی کے موضوع پر تقریر کی۔

ابھی پاکستان طرح طرح کے مسائل سے دوچار تھا کہ چند سیاست دانوں نے پاکستان کو ایک عام سیکولر قوم پرست ریاست بنانے کے منصوبے شروع کر دیے۔ مولانا مودودی نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے چند پاکستانی دوست رفقا کے تعاون سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا اور ۶ جنوری ۱۹۴۷ء کو لا کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں اسلامی آئین کی بنیاد پر نظام حکومت تشکیل دیا جائے۔ ایک تقریر میں انہوں نے دستور ساز اسمبلی سے مطالبہ کیا کہ وہ سب سے پہلے بلا تاخیر ان مقاصد کا صاف صاف اعلان کرے جن کے لیے مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دے کر پاکستان بنایا ہے۔ انہوں نے تشکیلِ پاکستان کے مندرجہ ذیل مقاصد بیان فرمائے:۔

(۱) پاکستان میں اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیت کے اختیارات رب العالمین کو حاصل ہوں گے۔

(۲) پاکستان کا بنیادی قانون شریعتِ اسلامیہ پر مشتمل ہوگا۔

(۳) پاکستان کے تمام رائج الوقت قوانین کو ایک معینہ مدت کے اندر اندر قرآن وسنت کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا اور آئندہ کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) حکومت پاکستان اپنے اختیارات اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرے گی۔

مولانا مودودی نے پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے مختلف شہروں میں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے مؤقف کی وضاحت کی۔ انہوں نے کراچی کے ایک جلسۂ عام میں نفاذ اسلام کے لیے ایک چار نکاتی مطالبہ کا اعلان کیا (یہ نکات اوپر درج کیے جا چکے ہیں۔ اسلام سے محبت رکھنے والے لوگوں نے مولانا کی آواز پر لبیک کہا۔ دوسری طرف عمائدین حکومت نے آپ کے خلاف الزام تراشی کرنا شروع کر دی۔ حکومتی کارکنوں نے آپ پر بے حد گھناؤنے الزام لگائے اور لوگوں کو آپ کے خلاف کرنے کے لیے آپ پر یہ بہتان لگایا گیا کہ:۔

"مولانا مودودی جہاد کشمیر کے مخالف ہیں اور اس کے شہداء کو کتے کی موت مرنے والے قرار دیتے ہیں۔"

مولانا مودودی کی پیدا کردہ تحریک جوں جوں بڑھتی گئی حکومت نے ان پر کڑی سے کڑی سختیاں عائد کرنا شروع کر دیں یہاں تک کہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مولانا مودودی اور ان کے دو رفقائے کار کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ ان کی نظر بندی کے بعد جماعت اسلامی کے کارکنوں نے اس تحریک اور نفاذ اسلام کے مطالبہ کو جاری رکھا۔ بالآخر ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو جماعت اسلامی کی مہم سے مجبور ہو کر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کر لی (یاد رہے کہ بعضوں نے اس قرارداد کی منظوری کی تاریخ ۲۱ مارچ درج کی ہے)

"قراردادِ مقاصد" پہلے دساتیر میں بطور تمہید داخل تھی۔ جنرل ضیاء الحق کے عہد میں اسے دستور پاکستان کا باقاعدہ ایک حصہ بنا دیا گیا۔ یہ وہی قرارداد ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

"چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا وہ ایک مقدس امانت ہے۔"

قراردادِ مقاصد کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستانی مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی اور کوئی ایسا دستور یا قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو۔

دستور ساز اسمبلی کی طرف سے قرارداد مقاصد کی منظوری کے دوسرے روز جماعت اسلامی کی مجلسِ شوریٰ نے بھی اسے قبول کر لیا۔ مئی ۱۹۴۹ء میں جماعت اسلامی نے جماعت کا کل پاکستان اجتماع منعقد کیا، جس میں مولانا شریک نہ ہو سکے، کیوں کہ وہ ابھی تک جیل میں تھے۔ بالآخر ۱۹ ماہ ۲۵ دن کی طویل نظر بندی کے بعد مولانا مودودی ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کو جیل سے رہا ہوئے۔

رہائی کے بعد مولانا مودودی نے ملک بھر میں جلسہ ہائے عام سے خطاب کیا۔ انہوں نے ماہ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں حکومت کی غیر اسلامی دستوری سفارشات پر زبردست تنقید کی، جس سے عمائدین حکومت بہت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سخ پا ہوئے۔حکومت نے جماعت کے ہمدردپرچوں پر پابندی عائد کردی۔

۱۱نومبر۱۹۵۱ءکوکراچی میں جماعت اسلامی کا دوسرا کل پاکستان اجتماع ہوا' جس میں مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کے مقصدِ وجود پر روشنی ڈالتے ہوئے جماعت کے لائحہ عمل کے چار بڑے اجزاء کی وضاحت فرمائی' جوحسب ذیل ہیں:۔

(۱) تطہیرافکاروتعمیرافکار

(۲) صالح افراد کی تلاش' تنظیم اور تربیت

(۳) اصلاحِ معاشرہ

(۴) نظام حکومت کی اصلاح

۱۹۵۲ء میں جماعت اسلامی کی طرف سے دستورساز اسمبلی کے لیے ایک آٹھ نکاتی مطالبہ کیا گیا اور اسلامی دستور کے لیے ملک گیر مہم چلائی گئی۔اس دوران قادیانیوں کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے۔جماعت اسلامی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرنے کے لیے کراچی میں منعقدہ کل جماعتی کونشن میں شرکت کی۔مولانا مودودی بھی اس کونشن میں شریک ہوئے۔قادیانیوں کا مسئلہ طول پکڑتا گیا۔جماعت کے کارکنوں نے جلسے اور جلسوں کے ذریعہ اس مذہبی مسئلہ کو ہوادی' جس کے نتیجے میں ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء کے تحت مولانا مودودی اوران کے رفقا کو گرفتار کرلیا گیا۔اب ان پر حکومت سے غداری کا الزام لگایا گیا اور فوجی عدالت میں مقدمہ قائم کر کے سزائے موت سنادی گئی۔اس پر پورے عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ملک بھر میں ہڑتالیں اوراحتجاج ہوئے۔لوگوں نے مولانا کی رہائی کا مطالبہ کیا۔آپ کو رہا تو نہ کیا گیا البتہ سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کردیا گیا۔بعد میں ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو خالص قانونی سقم کی بنا پر مولانا مودودی اوران کے رفقاء کو ۲۵ ماہ کی قیدوبند کے بعد رہا کردیا گیا۔اسی سال کراچی میں جماعت اسامی کا تیسرا کل پاکستان اجتماع ہوا۔

۱۹۵۶ء میں مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کی طرف سے اسلامی دستورسازی کا مطالبہ کیا اور ایک مہم چلائی۔آپ نے دوماہ تک مشرقی پاکستان کا دورہ بھی کیا اور وہاں اپنے مؤقف کی وضاحت کی۔اسی سال آپ بغرض حج مکہ تشریف لے گئے۔

۱۹۵۷ء میں ماچھی گوٹھ کے مقام پر جماعت اسلامی کا چوتھا کل پاکستان اجتماع ہوا۱۹۵۸ء میں مولانا نے ملک کے سیاسی عدم استحکام پر موچی گیٹ (لاہور) کے ایک جلسۂ عام میں اظہارِ تشویش کیا۔پھر جب جنرل محمد ایوب خاں نے ملک میں مارشل لاء نافذ کیا تو جماعت اسلامی پر پابندی عائد کردی گئی۔

نومبر۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ء تک مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے سلسلے میں اسلامی آثار اور تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے ارض القرآن کا سفر کیا۔اس دوران آپ نے عالم اسلام کے اتحاد کے لیے بھی کوشش کی۔۱۹۶۰ء میں عرب ممالک کے سفر سے واپسی پر مولانا تصنیف وتالیف میں مصروف ہوگئے۔

۱۹۶۱ء میں جنرل ایوب خاں نے عائلی قانون مرتب کرایا' جو اسلامی نظریات سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متضاد تھا اس پر مولانا مودودی نے زبردست احتجاج کیا اور اس کے خلاف ملک بھر میں مہم چلائی۔ اسی دوران افریقی ممالک کے مسلمانوں نے آپ کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی' لیکن حکومت نے آپ کو جانے کی اجازت نہ دی۔ ۱۹۶۲ء میں مکہ میں عالمی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تو رابطہ عالم اسلامی کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا گیا۔ مولانا مودودی اس ادارہ کی مجلس تاسیس کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں جب جماعت اسلامی کے پانچویں کل پاکستان اجتماع کی تیاریاں شروع تھیں تو حکومت نے اسے ناکام بنانے کی سازش تیار کی۔ اجتماع کے موقعہ پر اسے ناکام بنانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے گئے۔ غنڈوں کے ذریعے مولانا مودودی پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا' لیکن مولانا صاف بچ گئے' البتہ جماعت کا ایک کارکن شہید ہو گیا۔ ۶ جنوری ۱۹۶۴ء کو مولانا مودودی اور ان کے ۴۹ رفقائے مجلس شوریٰ گرفتار کر لیا گیا اور جماعت اسلامی کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ جماعت کے تمام ریکارڈ پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ ستمبر ۱۹۶۴ء میں سپریم کورٹ نے جماعت اسلامی کی بحالی اور مولانا اور ان کے رفقائے کار کی رہائی کا فیصلہ دے دیا۔ رہائی کے بعد مولانا نے جنرل ایوب خاں کی آمرانہ حکومت کی بے رہروی کو بے نقاب کرنے کے لیے مختلف مقامات پر منعقدہ جلسوں سے خطاب کیا۔

۱۹۶۵ء میں مولانا مودودی کو مدینہ یونیورسٹی کے اجلاس میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی تو حکومت نے آپ کا پاسپورٹ ضبط کرا لیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران مولانا مودودی نے جہاد کے موضوع پر تقاریر کر کے قوم کا جذبہ بیدار کیا۔ اس دوران جماعت اسلامی کے کارکنوں نے امدادی کام کیا اور عوام سے چندہ جمع کر کے متاثرین کی مدد کی۔ جنگ بند ہونے کے بعد جب ''اعلان تاشقند'' وجود میں آیا تو مولانا مودودی نے اس کے خلاف قرارداد پیش کی۔ ۱۹۶۶ء میں مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کیے جو اتحادِ پاکستان کے منافی تھے' مولانا نے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا اور مجیب کے چھ نکات کے خلاف مہم چلائی۔

۱۹۶۷ء میں مولانا نے بحالی جمہوریت کے سلسلہ میں دوسری سیاسی جماعتوں سے مل کر تحریک جمہوریت پاکستان (پی ڈی ایم) تشکیل دی۔ اسی سال رویت ہلال کا مسئلہ نزاع اختیار کر گیا۔ مولانا حکومتی علماء سے متفق نہ ہوئے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں حکومت اور نظریاتی مخالفین سے کشمکش کے دوران آپ کی طبیعت علیل ہو گئی اور آپ علاج کے لیے لندن تشریف لے گئے۔

۱۹۶۹ء میں سیاسی رہنماؤں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حکومت سے کچھ آئینی مطالبات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیے گئے تھے۔ مولانا مودودی نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اسی سال آپ نے مراکش میں اسلامی یونیورسٹی کی تاسیسی کانفرنس میں شرکت کی۔

۱۹۷۰ء میں انتخابی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تو مولانا مودودی مشرقی پاکستان کے دورے پر گئے اور ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ حکومتی غنڈوں نے مولانا کے اس جلسہ پر حملہ کر دیا۔

مولانا مودودی یکم نومبر ۱۹۷۲ء کو ۳۱ سال تک جماعت اسلامی کی رہنمائی کرنے کے بعد مسلسل علالت اور کمزور صحت کی وجہ سے جماعت کی امارت سے مستعفی ہو گئے۔ کچھ عرصہ بغرض علاج امریکہ چلے گئے۔ ۴ ستمبر ۱۹۷۹ء کو ان کے گردے کا آپریشن ہوا۔ ۸ ستمبر کو دل کا شدید دورہ پڑا لیکن حالت کچھ بہتر ہو گئی۔ آخر ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو مولانا مودودی بفیلو کے ہسپتال میں فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مودودی کی وفات کے بعد میاں طفیل محمد جماعت اسلامی کے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں جماعت اسلامی کے اندر الیکشن ہوا تو قاضی حسین احمد امیر جماعت منتخب ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جماعت اسلامی نظریاتی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک گروپ میاں طفیل محمد کا اور دوسرا قاضی حسین احمد کا۔ میاں طفیل محمد قاضی حسین احمد کے خلاف اس لیے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ قاضی صاحب جماعت کے اصولوں سے انحراف کرتے ہیں۔

۱۹۹۳ء میں جماعت اسلامی نے سیکولر جماعتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان اسلامک فرنٹ (PIF) تشکیل دی' لیکن دوسری مضبوط جماعتوں کے مقابلہ میں الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل نہ کر سکی۔

جماعت اسلامی کا کردار

جماعت اسلامی ابتدا میں صرف ایک نظریاتی جماعت تھی۔ اس جماعت کے بانی مولانا مودودی خاص طور مبلغ دین تھے اور انہوں نے یہ جماعت اسلام کی ترویج و اشاعت ہی کے لیے قائم کی تھی۔ جماعت اسلامی نے اپنے وجود میں آنے کے بعد' پاکستان بننے سے پہلے اپنے لٹریچر کے ذریعے دو قومی نظریئے کو خصوصی تقویت پہنچائی' لیکن یہ تحریک پاکستان سے الگ تھلگ رہی۔ اس لٹریچر کے مصنف مولانا مودودی خود تھے۔ مولانا کا خیال تھا کہ جمہوریت مغربی افکار پر مشتمل ہے اور اس کے تحت وجود میں آنے والی اسمبلیاں غیر اسلامی تصور پر قائم ہوتی ہیں۔ چنانچہ مولانا کا خیال تھا کہ عام مسلمان جوں جوں تحریک پاکستان سے وابستہ ہوتے جاتے ہیں' اسی قدر وہ اسلامی تہذیب و روایات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ تو خالص اسلامی ریاست اور شوریٰ کے قائل تھے جس کا جواز قرآن و سنت سے ملتا ہے۔ ہاں وہ انگریز سے گلو خلاصی کے ضرور خواہاں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جماعت اسلامی نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں حصہ نہ لیا۔ ان دنوں جماعت اسلامی کے اراکین کی تعداد صرف سوا سو کے لگ بھگ تھی اور یہ ابھی سیاسی جماعت کے طور پر متعارف بھی نہ ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودی پاکستان (لاہور) میں آباد ہو گئے اور انہوں نے پاکستان کو اسلامی ریاست کا درجہ دلوانے کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ ان کا مؤقف تھا کہ مسلم لیگ نے ۱۹۴۶ء کے انتخاب میں "پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" کے نعرہ پر ووٹ حاصل کیے تھے۔ اس لیے پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہونا چاہیے اور اسے ایک اسلامی ریاست کا درجہ حاصل ہونا چاہیے۔ وہ عمر بھر اپنے اسی مؤقف پر ڈٹے رہے۔

رفتہ رفتہ اس جماعت نے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا اور اس نے اپنے پارٹی نظام کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر کھڑا کیا۔ ملک بھر میں اس کے دفاتر، عہدیداران اور کارکن موجود ہیں۔ اس نے سیاست سے زیادہ معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ جنگ کے موقع، سیلاب کی تباہ کاریوں اور قدرتی آفات سے نقصان پہنچنے پر متاثرین کی ہمیشہ مدد کی ہے۔

مولانا مودودی کی وفات کے بعد جماعت اسلامی نے فوجی حکومت کا بلا دریغ ساتھ دیا۔ کہتے ہیں کہ مولانا کی زندگی میں بھی جماعت نے یحییٰ حکومت کا ساتھ دیا تھا۔ ضیاء کے مارشل لا میں تو اس کے بعض اراکین باقاعدہ حکومت میں شامل ہو گئے اور بعضوں نے وزارتیں پائیں۔ جنرل ضیاء کی اسلامائزیشن میں جماعت کا خاص حصہ تھا۔ افغان مہاجرین کے سلسلہ میں بھی جماعت نے جنرل ضیاء کا ساتھ دیا اور مجاہدین (جو بعد میں طالبان کی صورت میں سامنے آئے) کی بھرپور حمایت کی۔

پروفیسر محمد عثمان جماعت اسلامی کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"جہاں تک اس کی سیاست فہمی کا تعلق ہے، اس نے اکثر غلط بینی کا ثبوت دیا۔ پاکستان بن رہا تھا، وہ پاکستان کی حقیقت کو نہ دیکھ سکی۔ مشرقی پاکستان ایوب خاں اور یحییٰ خاں کے آمرانہ رویے سے تنگ آ کر (دیگر وجوہ کے علاوہ) الگ ہو رہا تھا تو جماعت کو یہ علیحدگی اور اس کا پس منظر دکھائی نہ دیا۔ بھٹو اور ان کی حریف سیاسی جماعتوں میں قریب قریب سمجھوتا ہو چکا تھا کہ ضیاالحق نے فوجی حکومت قائم کر دی۔ فوجی حکومت کس نہج پر کام کرے گی اور ملک کو کدھر لے جائے گی؟ اس کے بارے میں جماعت کے زعما اب کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں۔"

پروفیسر موصوف جماعت کی تنظیم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جماعت اسلامی ہی غالباً واحد جماعت ہے جو سائنٹفک طریقے پر کام کر رہی ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ یہ سیاسی جماعت ان اصولوں پر عمل پیرا ہے جو جمہوری ملکوں کی بڑی اور کامیاب پارٹیوں کا دستور العمل ہے۔"

جماعت اسلامی انتخابات میں کبھی بھی اُبھر کر سامنے نہیں آئی، اس لیے سیاسی طور پر اپنا وجود نہیں منوا سکی۔ ایوب دور میں ۱۹۶۴ء میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا تو صدارتی انتخاب میں جنرل ایوب کے مقابلہ میں محترمہ فاطمہ جناح امیدوار بن کر کھڑی ہوئیں۔ ان کی حمایت کے لیے اور جنرل ایوب کو حکومت سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہٹانے کے لیے پانچ سیاسی جماعتوں نے اتحاد کیا تو جماعت اسلامی بھی اس میں شامل ہوگئی' حالانکہ مذہبی اور نظریاتی طور پر جماعت اسلامی دوسری متحدہ جماعتوں سے اختلاف رکھتی تھی۔ جنرل یحییٰ کے دور میں ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی نے مشرقی پاکستان سے ۶۹ اُمیدوار نامزد کیے' جن میں سے صرف ایک کامیاب ہوا۔ قومی اسمبلی کے الیکشن میں ۷۹ اُمیدوار نامزد کیے' جن میں سے صرف ۴ کامیاب ہوائے ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی نو جماعتی اتحاد میں شامل تھی' جسے بھٹو کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ پھر جب ۱۹۸۲ء میں جنرل ضیاء الحق نے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کا اعلان کیا تو اکثر سیاسی جماعتوں نے اس امر کے خلاف احتجاج کیا اور انتخاب میں حصہ لینے سے انکار کر دیا' لیکن جماعت اسلامی نے انتخابات میں حصہ لیا۔ ۱۹۸۸ء میں الیکشن کے موقع پر آٹھ جماعتوں نے آپس میں اتحاد کیا' جن میں جماعت اسلامی بھی شامل تھی۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جماعت اسلامی کبھی بھی عوام میں مقبولیت حاصل نہیں کر سکی اور نہ ہی سیاسی پارٹی کے طور پر خود کو منوا سکی ہے۔

جماعت اسلامی کی عوام میں نامقبولیت کی ایک وجہ تو شاید بانی جماعت حضرت مولانا مودودی سے علماء کا حسد ہے۔ مولانا نے کسی سکول یا مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی' بلکہ انہوں نے خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اپنی محنت سے خود ہی علم حاصل کیا تھا۔ انہوں نے جب تصنیف وتالیف کی بنا پر شہرت حاصل کی تو دوسرے مولوی حضرات ان سے حسد کرنے لگے کہ یہ بندہ عالمِ دین کہاں سے پیدا ہوگیا' جس نے کسی درس نظامیہ' سکول' کالج اور یونیورسٹی کا منہ تک نہیں دیکھا۔ اپنے حسد وبغض کی بنا پر اس قسم کے مولویوں نے مولانا مودودی کے خلاف نعرہ وضع کیا: سو یہودی اِک مودودی' یہ نعرہ ان پڑھ مولویوں نے ان پڑھ عوام تک پہنچایا اور خوب پہنچایا' یہاں تک کہ عوام مولانا مودودی کا نام سنتے ہی ان سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ یوں عوام مذہبی طور پر مولانا کے خلاف تھے۔ مولانا چوں کہ خرافات اور توہمات پر یقین نہیں رکھتے تھے' اس لیے انہوں نے اپنی تصانیف میں صرف انہی باتوں کو بیان کیا جو تعقل پر پوری اُترتی ہیں۔ انہوں نے نام نہاد پیروں اور ملنگوں کو اپنے عقائد میں کہیں جگہ نہیں دی' حالانکہ یہ لوگ عوام کے نزدیک مذہبی ہیرو یعنی روحانیت کے علمبردار ہیں۔ اس لیے بھی عوام کو مولانا کی تصانیف اور عقائد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مولانا مودودی مذہبی طور پر اس صدی کے "مجدد" تھے' لیکن نام نہاد علما نے انہیں مجدد نہ بننے دیا اور ان کے خلاف تقریریں کر کے عوام کو ان سے دور کر دیا۔

ویسے بھی انتخابات میں ووٹ مذہبی بنیادوں پر حاصل نہیں ہوتے بلکہ ذات برادری اور اثر ورسوخ کی بنا پر ملتے ہیں۔ اس لیے جماعت اسلامی مذہب کے حوالہ سے عوام سے ووٹ حاصل نہ کر سکی اور نہ ہی سیاسی طور پر کوئی قابل ذکر مقام حاصل کر سکی۔

جماعت اسلامی کی ناکامی میں بعض دیگر تلخ حقائق کا ہاتھ بھی ہے۔ مثال کے طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جماعت کی طلبا تنظیمیں جو غنڈہ گردی کی مرتکب رہی ہیں اور جنہوں نے کتابوں کے گھر میں اسلحہ بارود جمع کر کے دہشت گردی کو راہ دی ہے۔ اس بنا پر بھی جماعت اسلامی کی ساکھ مجروح ہوئی ہے۔ جماعت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلامی کی انتخابات میں ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جاگیردار‘ سرمایہ دار اور وڈیرے انتخابات میں کامیابی کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں‘ وہ جماعت اسلامی کبھی بھی استعمال نہیں کر سکی‘ کیونکہ وہ بے ایمانی کی سیاست پر یقین نہیں رکھتی۔ دوسرے اس جماعت میں اس قسم کے وڈیرے بھی شامل نہیں ہیں‘ جو دوسری سیاسی پارٹیوں کے وڈیروں کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکیں۔

مذہبی طور پر امیر جماعت اسلامی حضرت مولانا مودودی کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان کی تصانیف ایم اے اسلامیات‘ سیاسیات اور قانون کے طالب علموں کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان کا حوالہ بطور سند استعمال ہوتا ہے۔ جس شخص کی کتابیں پڑھ کر آپ ایم اے کی ڈگری حاصل کرتے ہیں وہ شخص نام نہاد مولویوں کے نزدیک ”ان پڑھ“ ہے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کر سکتے ہیں؟ مولانا نے اپنی تحریروں کے ذریعے قوم کو تو ہمات کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اب قوم خود ہی اس چنگل میں پھنسی رہنے میں ہی اپنی بہتری تصور کرے تو بیچارے مولانا کا اس میں کیا قصور؟ دوسری بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی تنظیم قابلِ داد ہے‘ لیکن سیاست میں شاید تنظیم کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ وڈیروں‘ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا تنظیم سے کیا کام؟ ان کے لیے تو وقت پڑنے پر ”ہتھکنڈے“ ہی کافی ہیں۔

جماعت اسلامی نے جو دستور و منشور پیش کیا ہے‘ وہ خالصتاً فقہِ اسلام کی بنیادوں پر مشتمل ہے۔ اس کو ہم ایک اسلامی ریاست کا دستوری خاکہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی خاکہ کے تحت اگر دستور وضع ہو سکے تو یہ ایک مکمل اسلامی دستور ہوگا۔ اس دستور کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم سوچ سکتے ہیں کہ اگر جماعتِ اسلامی انتخابات کے ذریعہ برسرِ اقتدار آجائے اور اپنے اسی منشور اور دستور پر من و عن عمل کرے تو پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بن سکتی ہے۔

جماعتِ اسلامی کا دستور

دستور ۱۹۴۱ء

جماعت اسلامی کا پہلا دستور اس کے قیام کے روز ہی منظور کر لیا گیا تھا‘ جو ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو جماعت کی طرف سے نافذ العمل قرار دیا گیا۔ جماعت اسلامی لاہور (پنجاب) میں تشکیل پائی تھی‘ لیکن امیرِ جماعت مولانا مودودی کے موضع دار السلام (پٹھانکوٹ) منتقل ہو جانے پر اس کا مرکزی دفتر بھی وہیں منتقل ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان وجود میں آیا تو مولانا لاہور آ گئے اور جماعت کا مرکزی دفتر پھر سے لاہور میں کام کرنے لگا۔ تقسیم کے وقت جماعت بھی‘ ملک کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گئی‘ یعنی جماعت اسلامی پاکستان اور جماعت اسلامی ہند۔ اس باب میں ”جماعت اسلامی“ سے ہماری مراد ”جماعت اسلامی پاکستان“ ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دستور ۱۹۵۲ء

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد جماعت اسلامی نے اپنے کل پاکستان اجتماع عام منعقدہ ۱۰ تا ۱۲ نومبر ۱۹۵۱ء بمقام کراچی' اپنے دستور میں ترمیم کے لیے ایک ''مجلس ترمیم دستور'' تشکیل دی' جس نے جماعت کا دستور از سرِ نو مرتب کیا۔ یہ دستور ۲۶ اگست ۱۹۵۲ء کو نافذ ہوا۔ پھر جماعت اسلامی کے کُل پاکستان اجتماع ارکان' منعقدہ ۱۷ تا ۲۱ فروری ۱۹۵۷ء میں ''مجلس ترمیم دستور'' توڑ دیا گیا اور دستوری ترمیم کے سلسلہ میں متعدد قراردادیں پیش کی گئیں اور فیصلہ کیا گیا کہ نئی مجلس شوریٰ کا انتخاب ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء سے قبل عمل میں لایا جائے گا' تب تک موجودہ مجلس شوریٰ قائم رہے گی۔

قرارداد کا خلاصہ:۔

جماعت اسلامی کے کُل پاکستان اجتماع ۱۹۵۷ء کے موقع پر دستور جماعت میں چند تغیرات کا فیصلہ کیا گیا۔ اس قرارداد کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) نظم جماعت اور تحریکِ اسلامی کو چلانے کی آخری ذمہ داری امیرِ جماعت پر ہوگی اور وہ مجلسِ شوریٰ اور ارکانِ جماعت کے سامنے جوابدہ ہوگا۔

(۲) جماعت اسلامی کی پالیسی کی تشکیل اور اہم مسائل کے فیصلے امیرِ جماعت مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے کرے گا۔

(۳) مجلسِ شوریٰ کے ارکان میں سے امیرِ جماعت کو اپنی مجلسِ عاملہ خود منتخب کر لینے کا اختیار ہوگا اور مجلسِ عاملہ کو اختیارات حاصل ہوں گے جو آئندہ دستور میں اسے دیئے جائیں گے۔

(۴) اہم معاملات میں اگر کوئی فوری قدم اٹھانے کی ضرورت ہو اور مجلس عاملہ یا مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کرنے کا امکان نہ ہو تو امیر جماعت مجلسِ عاملہ یا مجلسِ شوریٰ کے جن ارکان سے بھی مشورہ لے سکتا ہو اُن کے مشورے سے وہ قدم اٹھا سکتا ہے۔

(۵) امیرِ جماعت اپنی مدد کے لیے نائب امراء مقرر کر سکے گا اور وہ تفویض کردہ فرائض ادا کرتے اور اختیارات استعمال کرنے کے مجاز ہوں گے۔

(۶) مجلسِ شوریٰ کے ارکان کی تعداد کم از کم پچاس ہوگی۔ ہر انتخاب سے پہلے اس تعداد کو مختلف تنظیمی حلقوں کے ارکان کی تعداد کے تناسب سے ان حلقوں میں تقسیم کیا جاتا رہے گا' مگر کوئی حلقہ کم از کم ایک نشست سے محروم نہ رہے گا۔

(۷) مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں ارکانِ جماعت' سامع کی حیثیت سے حاضر ہو سکیں گے۔ البتہ کسی خاص اجلاس کے لیے امیر جماعت مصالح جماعت کی خاطر اس اجازت کو منسوخ کر سکے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) مجلسِ شوریٰ کے کُل منتخب ارکان کی دو تہائی اکثریت سے اگر امیر جماعت کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور ہو جائے تو امیر جماعت معزول ہو جائے گا۔

(۹) مجلسِ شوریٰ کو تعبیر دستور اور ترمیم دستور کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

ایک اور قرارداد جو متذکرۃ الصدر اجتماع میں پیش کی گئی تھی' اس میں تجویز کیا گیا تھا کہ جو ارکان جماعت' دستور جماعت کی پابندی کے عہد پر قائم ہوں۔ مگر نصب العین کے حصول کے عملی طریقوں میں جن کا نقطۂ نظر جماعتی فیصلوں سے مختلف ہو' انہیں جماعت کے اندر حسب ذیل حدود کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

(۱) انہیں جماعت کے اجتماعات میں اظہار کا پورا حق ہوگا' مگر اس غرض کے لیے پریس اور پبلک پلیٹ فارم کو ذریعہ بنانے کا حق نہ ہوگا اور یہ حق بھی نہ ہوگا کہ وہ فرداً فرداً ارکان جماعت میں واویلا کرتے پھریں۔

(۲) جماعت میں کثرت رائے سے جو فیصلے ہو جائیں' ان کو وہ جماعتی فیصلوں کی حیثیت سے تسلیم کریں گے اور ان کے پابند ہوں گے البتہ انہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ مقررہ حدود کے اندر ان فیصلوں کو متعلقہ اجتماعات میں بدلوانے کی کوشش کریں۔

(۳) اگر کوئی رکنِ جماعت' جماعت کی طے کردہ پالیسی سے اختلاف کا اظہار کر دے تو وہ جماعت میں کسی ایسے منصب پر نہ رہ سکے گا' جس کا فریضہ جماعتی پالیسی کو نافذ کرنا ہو۔

دستور ۱۹۵۷ء

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا انتخاب ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء سے پہلے کرالیا گیا۔ اس مجلس کا پہلا اجلاس ۱۹ تا ۲۶ مئی ۱۹۵۷ء منعقد ہوا' جس میں دستور کی دفعہ ۳۴ کی شق ۶ کے سوا پورا دستور بالاتفاق منظور ہوا۔ یہ دستور ۲۶ مئی ۱۹۵۷ء سے نافذ العمل قرار پایا۔

صدر ایوب کے مارشل لاء کے دوران جماعت اسلامی کی تنظیم تو تقریباً پونے چار سال معطل رہی اور جون ۱۹۶۲ء میں آئینی نظام قائم ہونے کے بعد ۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء کو پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں تو جماعت اسلامی بھی دوبارہ فعال ہو گئی۔

ترمیمی دستور ۱۹۶۶ء:

۱۹۶۳ء میں دستور میں چند تبدیلیاں کرنے کی تجویز جماعت کے پیش نظر تھی لیکن جماعت اور امیرِ جماعت حکومت کی نظر میں معتوب ہو گئے۔ ۱۹۶۵ء میں بھی ترمیم دستور کا کام نہ ہو سکا۔ ۱۹۶۵ء میں مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں دستور جماعت میں بالاتفاق ضروری ترامیم اور اضافے منظور کر لیے گئے۔ ان ترامیم کا نفاذ ۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء سے کیا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دستور ۱۹۶۶ء:

ترمیمی دستور ۱۹۶۶ء کے نفاذ کے بعد نیا دستور اس وقت تک کی تمام ترامیم اور اضافوں کے ساتھ جنوری ۱۹۶۶ء میں طبع چہارم کے طور پر جماعت اسلامی کی طرف سے شائع کر دیا گیا۔

ترامیم ۱۹۶۷ء:

جماعت اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۷ تا ۲۱ مئی ۱۹۶۷ء کے دوران بھی دستور جماعت میں بعض ترامیم کی گئیں، جن کا نفاذ ۲۱ مئی ۱۹۶۷ء سے ہوا۔ ان ترامیم کے ساتھ جماعت اسلامی کا دستور نومبر ۱۹۶۹ء میں بطور طبع پنجم شائع ہوا۔

ترمیمی دستور ۱۹۷۱ء:

۱۹۷۱ء میں دستور میں چند انتظامی نوعیت کی ترامیم کی گئیں، جن کا نفاذ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۱ء سے کیا گیا۔

ترامیم ۱۹۷۸ء و مابعد:

۱۹۷۸ء میں جماعت اسلامی کے دستور میں انتظامی نوعیت کی ترمیم کی گئی۔ پھر فروری ۱۹۸۲ء اپریل ۱۹۸۷ دسمبر ۱۹۸۷ء میں بھی دستور جماعت میں ترامیم کی گئیں۔

رکنیت اور ارکان کی ذمہ داریاں

جماعت اسلامی کی رکنیت:۔

ہر عاقل و بالغ شخص، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خواہ وہ کسی بھی ذات یا برادری سے تعلق رکھتا ہو جماعت اسلامی کا رکن بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ علیم و خبیر خداوند عالم کو گواہ کر کے یہ شہادت دے کہ وہ:۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے، یعنی یہ کہ اس کے نزدیک واقعتاً صرف اللہ ہی ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔۔

(۲) جماعت کے نصب العین کو اس تشریح کے ساتھ سمجھ لینے کے بعد شہادت دے کہ یہی اس کا اپنا نصب العین ہے۔

(۳) جماعت کے دستور کا مطالعہ کرنے کے بعد عہد کرے کہ وہ اس کے مطابق جماعت کے نظم کی پابندی کرے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) فرائضِ شرعی کا پابند ہو اور کبائر سے اجتناب کرتا ہو۔

(۵) کوئی ایسا ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو جو معصیتِ فاحشہ کی تعریف میں آتا ہو مثلاً سود' شراب' زنا' رقص وسرور' شہادت زور (جھوٹی گواہی دینا یا گھڑنا) رشوت' خیانت' قمار وغیرہ۔

(۶) اگر اس کے قبضے میں ایسا مال (یا جائیداد) ہو جو حرام طریقے سے آیا ہو' یا جس میں حقداروں کے تلف کردہ حقوق شامل ہوں' تو اس سے دست بردار ہو جائے اور اہلِ حقوق کو ان کے حق پہنچا دے۔

(۷) کسی ایسی جماعت یا ادارے سے تعلق نہ رکھتا ہو جس کے اصول اور مقاصد جماعت اسلامی کے عقیدہ ونصب العین اور طریق کار کے خلاف ہوں۔

(۸) نظم جماعت اس کے بارے میں مطمئن ہو جائے کہ وہ جماعت کی رکنیت کا اہل ہے۔

گویا جماعت اسلامی ممبر بننے کے لیے ایک مسلمان کو اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لیے شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا رہنے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مذکورہ بالا شرائط کو پورا کر کے جماعت کا رکن بننے والا شخص صحیح معنوں میں بن سکتا ہے۔ فرائض شرعیہ کی پابندی' کبائر (بڑے گناہ) سے اجتناب' کسبِ رزق حلال' حق شناسی اور کسی کی حق تلفی نہ کرنا ہی اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ جو بھی شخص ان اصولوں کو اپنا لے وہی جماعت اسلامی کا رکن ہے۔

ارکانِ جماعت کے فرائض اور ذمہ داریاں:۔

جماعت اسلامی کا رکن بن جانے کے بعد ایک رکن پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اس کا جواب جماعت ہذا کے منشور میں موجود ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

جماعت اسلامی کی رکنیت قبول کرنے کے بعد جو کام اور تغیرات ہر رکن کو بتدریج اپنی زندگی میں کرنے ہیں' وہ یہ ہیں:۔

(۱) دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لینا کہ اسلام اور جاہلیت (غیر اسلام اور کفر) کے فرق اور حدود اللہ سے واقفیت ہو جائے۔

(۲) تمام معاملات زندگی میں اپنے فکر و عمل اور سوچ کو کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا اور اپنی زندگی کے مقصد' اپنی پسند و ناپسند کے معیار اور اپنی وفاداریوں کے محور کو تبدیل کر کے رضائے الٰہی کے مطابق بنانا۔

(۳) اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے مطابق بنانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش اور اپنی زندگی کو جاہلانہ رسوم سے پاک کرنا۔

(۴) اپنے قلب وضمیر کو ہر قسم کے غلط تعصبات اور لایعنی جھگڑوں' بحثوں اور مشاغل اور دلچسپیوں سے پاک کرنا۔

(۵) بُرے لوگوں (فساق وفجار) کی سوسائٹی اور صحبت سے اجتناب اور شریف اور نیک وصالح لوگوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صحبت اختیار کرنا۔

(۶) اپنی دوڑ دھوپ اور سعی و اللہ کے دین کی اقامت کے لیے نصب العین پر مرتکز کر دینا۔ انہی تغیرات اور فرائض کی انجام دہی کی نسبت سے جماعت میں آدمی کے مرتبے کا تعین ہوگا۔

(۷) ہر رکن جماعت کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے حلقۂ تعارف میں' جہاں تک وہ پہنچ سکے' بندگانِ خدا کے سامنے بالعموم جماعت کی دعوت (عقیدے اور نصب العین) کو پیش کرے' جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں' انہیں اقامتِ دین کی منظم جدوجہد کرنے پر آمادہ کرے اور جو لوگ جدوجہد کے لیے تیار ہوں' انہیں جماعت اسلامی کے نظام میں شامل ہونے کی دعوت دے۔

مذکورہ بالا امور سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کے ہر رکن کا فرض ہے کہ پہلے وہ خود دین کا علم حاصل کرے اور پھر دین کا یہ علم دوسروں تک پہنچائے۔ علمِ دین سکھانے کے لیے جماعت اسلامی نے کوئی سکول یا درس نہیں کھول رکھا' بلکہ اس مقصد کے لیے امیر جماعت مولانا مودودی کی کتابیں موجود ہیں' جو چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں بھی ہیں اور ضخیم کتابوں کی شکل میں بھی۔

اسلام میں کسی گورے کو کالے پر' کالے کو گورے پر' عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے' ہاں اگر کسی کو کسی پر برتری حاصل ہے تو تقویٰ کی بنیاد۔ افضل وہی ہے جو دوسروں سے اعمال صالحہ میں افضل ہے جماعت اسلامی میں اراکین کے درجہ و مرتبہ کے تعین کے سلسلہ میں یہی اسلامی اصول اپنایا ہے۔ یہاں کسی کو علمی اسناد' ڈگریوں یا مال و دولت کی بنا پر کوئی عہدہ نہیں دیا جاتا بلکہ تقویٰ اور عمل (کارکردگی) کی بنیاد پر دیا جاتا ہے جس نے اللہ کے دین کی اقامت کے لیے دوسروں سے زیادہ سعی اور جدوجہد کی ہے وہ ان سے افضل ہے' لہٰذا کوئی بلند تنظیمی عہدہ اسے ہی دیا جائے گا۔

رکن خواتین پر ان کے دائرۂ عمل (یعنی اپنے خاندان' افرادِ کنبہ وغیرہ) میں وہ تمام فرائض عائد ہوتے ہیں جو مرد اراکین پر عائد ہوتے ہیں۔

عہد رکنیت:۔

جماعت اسلامی کا رکن بنتے وقت جو عہد کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

''میں اللہ رب العالمین کو گواہ کر کے اقرار کرتا ہوں کہ:۔

(۱) میں نے جماعت اسلامی پاکستان کے عقیدہ کو اس تشریح کے ساتھ اچھی طرح سمجھ لیا ہے' جو دستور جماعت اسلامی پاکستان کی دفعہ ۳ مذکور ہے اور اسے سمجھنے کے بعد اب میں پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) میں نے جماعت اسلامی پاکستان کے نصب العین کو بھی اس کی تشریح کے ساتھ اچھی طرح سمجھ لیا ہے'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو دستور جماعت اسلامی پاکستان کی دفعہ ۴ میں مذکور ہے۔ میں اسے سمجھنے کے بعد اقرار کرتا ہوں کہ دُنیا میں اللہ کے دین کو قائم کرنا میری زندگی کا نصب العین ہے اور میں اسی نصب العین کے حصول کی سعی کے لیے خالصتہ اللہ جماعت اسلامی میں داخل ہو رہا ہوں اور اس کام میں میرے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور فلاحِ اُخروی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

(۳) میں نے جماعت کے دستور کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ اس دستور کے مطابق میں نظام جماعت کا پوری طرح پابند رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کو وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

امیر جماعت اور مجلس شوریٰ کا انتخاب

جماعت اسلامی کا سربراہ "امیر جماعت" کہلاتا ہے ضلع اور تحصیل وغیرہ کی سطح پر قائم تنظیموں کے سربراہ بھی "امیر" کہلاتے ہیں۔ امیر جماعت اور مجلس شوریٰ کے اراکین کا انتخاب رائے دہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ انتخاب کے ضمن میں دسمبر ۱۹۶۵ء میں جماعت اسلامی نے جو طریق کار وضع کر کے جاری کیا تھا' اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

(۱) ناظمِ انتخاب کا تقرر انتخاب کی تاریخ سے کم از کم تین ماہ پہلے عمل میں لایا جائے گا۔ وہ اپنا نائب خود مقرر کر سکے گا۔

(۲) مرکز تاریخ انتخاب سے ۶۰ دن پہلے ارکان جماعت کی مکمل فہرست ناظم کو پیش کرے گا۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے انتخاب کے لیے ہر حلقہ اپنی فہرست خود تیار کرے گا اور ووٹروں کی تعداد سے ۶۰ دن پہلے ناظم کو مطلع کرے گا۔

(۳) انتخاب سے ۹۰ دن پہلے تک ارکان کو پرچہ رائے دہی جاری کرنے کا حق ہوگا۔ اس کے بعد بننے والے ارکان کو اس انتخاب میں ووٹ دینے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۴) تمام رائے دہندگان کو فہرست میں ترتیب کے اعتبار سے باضابطہ نمبر شمار دیا جائے گا اور وہی نمبر شماران کے لیے انتخابی نمبر ہوگا۔

(۵۔الف): پرچہ رائے دہی پر رائے دہندہ کا نام' نمبر اور پتہ درج نہیں کیا جائے گا' البتہ یہ تمام کوائف مع نمبر شمار' شئی پر درج ہوں گے نیز لفافے پر صرف نمبر شمار درج ہوگا تا کہ ناظم انتخاب ووٹ کی وصولی پر لفافہ کے نمبر سے فہرست پر نشان لگا کر ووٹ کی وصولی کا اطمینان کر لے۔ گنتی کے وقت تمام لفافے بیک وقت کھول کر پرچہ ہائے رائے دہی الگ کر لیے جائیں گے اور اس کے بعد گنتی کی جائے گی۔

(۵۔ب):۔ گنتی میں سب سے زیادہ آراء حاصل کرنے والا شخص منتخب قرار پائے گا۔ اگر ضمنی انتخاب میں ایک سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زائد اشخاص کے حق میں مساوی آراء آ جائیں تو انتخاب کا فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔

(۶) مرکزی امیر جماعت کے انتخاب میں فہرست ارکان فراہم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ مرکزی شوریٰ کے انتخاب کے لیے حلقے اپنے ارکان کی فہرستیں مقامی جماعتوں اور منفرد ارکان کو فراہم کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۷) مرکزی مجلس شوریٰ کے انتخاب کے لیے امرائے حلقہ علاقائی ناظمین کے انتخاب ہوں گے۔ انتخابی پروگرام کا اعلان، پرچہ ہائے دہی کی تیاری اور امرائے حلقہ کو ان کی ترسیل مرکزی ناظم انتخاب کی طرف سے ہوگی اور ارکان جماعت کو پرچہ ہائے رائے دہی کی ترسیل، وصولی اور گنتی کا کام علاقائی ناظمین انتخاب (امرائے حلقہ) کریں گے اور حلقہ وار صرف منتخب ارکان کی فہرست مرتب کر کے مرکزی ناظم انتخاب کو بھیجیں گے۔ نتیجہ کا باقاعدہ اعلان ناظم انتخاب مرکزی طور پر کرے گا۔

(۸) گنتی کے بعد علاقائی ناظمین انتخاب مرکزی دفتر انتخاب کو انتخابی چارٹ اور پرچہ ہائے رائے دہی کا حساب ارسال کریں گے۔ باقی تمام ریکارڈ ان کے دفاتر میں چھ ماہ تک محفوظ رہے گا۔ گنتی کے کاغذ پر علاقائی ناظم انتخاب اور اس حلقہ کی مجلس شوریٰ کے دو ارکان کے دستخط ہوں گے۔

(۹) مرکزی امیر جماعت کا انتخاب براہ راست ناظم انتخاب کی نگرانی میں ہوگا۔

(۱۰) انتخابی عذرداری نتائج انتخاب کا اعلان ہونے کے بعد ۳۰ دن کے اندر اندر ہو سکے گی۔

(۱۱) مرکزی مجلس شوریٰ کے انتخاب کے لیے انتخابی ٹریبونل مرکزی امیر جماعت مقرر کریں گے۔ البتہ مرکزی امیر جماعت کے انتخاب کے لیے مرکزی شوریٰ ناظم انتخاب کے تقرر کے ساتھ ہی ٹریبونل مقرر کر دے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حلقۂ خواتین کی تنظیم

مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی جماعت اسلامی کی رکن بن سکتی ہیں۔ ان کی تنظیم مردوں سے علیحدہ طور پر کی گئی ہے۔ مرکزی امیر جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی سربراہی کے لیے ایک ''قیمہ'' کا تقرر کرتے ہیں۔ اس کے تقرر میں پاکستان بھر کی جماعت اسلامی کی رکن خواتین کی آراء کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ تقرر تین سال تک کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے۔ قیمہ اپنے منصب پر اس وقت تک فائز رہ سکتی ہے جب تک امیر جماعت اس کے کام اور کارکردگی سے مطمئن رہے۔ قیمہ کے فرائض اور اختیارات جماعت اسلامی کے دستور میں مقرر کر دیئے گئے۔

قیمہ حلقہ خواتین پاکستان کی مدد اور مشورے کے لیے خواتین کی ایک مجلس شوریٰ کا انتخاب کیا جاتا ہے اس مجلس شوریٰ کے اراکین کی تعداد کم از کم سات اور زیادہ سے زیادہ پچیس تک ہو سکتی ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ہر ایک صوبہ سے کم از کم ایک نمائندہ خاتون کو مجلس شوریٰ میں شامل کیا جائے۔ مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کے لیے جماعت کی رکن خواتین صوبہ وار تعداد ارکان کے تناسب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

ہر صوبہ، ضلع اور مقامی نظم میں ایک صوبائی، ایک ضلعی اور ایک مقامی ناظمہ حلقۂ خواتین مقرر ہوتی ہے، جس کا تقرر امیر جماعت متعلقہ نظم کی رکن خواتین کی آرا کو ملحوظ رکھتے ہوئے قیمہ حلقہ خواتین پاکستان کے مشورے سے کرتا ہے۔ اس تقرر کی اطلاع متعلقہ امرا کو دے دی جاتی ہے۔

مقامی ناظمہ اپنی ماہوار رپورٹ اپنے نظم بالا کو اور اس کی نقل اپنے ضلع کی جماعت اسلامی کے امیر کو اور ضلعی ناظمہ اپنی سہ ماہی رپورٹ اپنے نظم بالا کو اور اس کی نقل اپنے صوبے کی جماعت اسلامی کے امیر کو اور مرکزی حلقہ خواتین کی قیمہ حلقہ خواتین اپنی رپورٹ مرکز کو بھیجنے کی پابند ہے

حلقہ خواتین کا ہر سطح پر اپنا ایک بیت المال ہوتا ہے جس کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے۔ اس کی پڑتال کے لیے ناظم مالیات مناسب صورت اور نظام مفصل قواعد و ضوابط کی صورت میں امیر جماعت سے منظور کروا کر حلقۂ خواتین کو بھیجتا ہے انہی قواعد و ضوابط کی روشنی میں بیت المال کے حسابات کی پڑتال اور آڈٹ کیا جاتا ہے۔

خواتین کا ہر سطح کا نظم اسی سطح کے جماعتی نظم کی رہنمائی میں کام کرتا ہے اور اپنے کام آمد و خرچ کی رپورٹ کی ایک نقل اسے ارسال کرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرکزی مجلسِ شوریٰ کی کارروائی اور طریقِ کار

ایجنڈے کی ترتیب:۔

جب امیر جماعت اسلامی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ قیم جماعت ارکانِ مجلس کو اجلاس کی تاریخ، وقت، مدت اور جگہ کے بارے میں تحریری اطلاع دیتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس کا ایجنڈا امیر جماعت کی ہدایت کے مطابق قیم جماعت مرتب کرتا ہے اور یہ بالعموم اجلاس سے پندرہ دن قبل جاری کر دیا جاتا ہے۔ امیر جماعت خاص حالات میں ۱۵ دن سے کم مدت کے نوٹس پر بھی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرنے کا مجاز ہے۔ اگر کوئی رکن ایجنڈے میں کوئی خاص مسئلہ شامل کرانا چاہے تو وہ اسے قلمبند کر کے اجلاس کا اعلان ہونے کے بعد دس دن کے اندر قیم جماعت کے پاس بھیج سکتا ہے اور امیر جماعت یا مجلس عاملہ کی مقرر کردہ کمیٹی منظور کر لے تو اسے ایجنڈے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے اراکین کی تجاویز کو لازمی طور پر ایجنڈے میں شامل کیا جاتا ہے۔

سوالات:۔

مجلس شوریٰ کا جو رکن کوئی سوال اٹھانا چاہے، وہ اجلاس سے کم از کم ۵ دن پہلے اسے تحریری صورت میں قیم جماعت کے پاس بھیج سکتا ہے۔ بعد کے پیدا ہونے والے سوالات بھی قیم جماعت کو تحریری صورت میں دیے جاتے ہیں مجلسِ شوریٰ میں سوالات صرف اس وقت پر پیش کیے جاتے ہیں جو ان کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ عام ارکانِ جماعت کے سوالات و اعتراضات کسی رکن شوریٰ کے ذریعے مجلس میں پیش کیے جاتے ہیں۔

صدر و متبادل صدر:۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت امیر جماعت اسلامی خود کرتا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کا نامزد شخص اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روزانہ زیر بحث آنے والے امور:۔

اجلاس کے دنوں میں بالعموم اگلے دن مجلس میں زیرِ بحث آنے والے امور کا تعین کر دیا جاتا ہے' تا کہ ارکان ان کے لیے تیار ہو کر آئیں۔

طریق بحث:۔

مرکز کی طرف سے پیش کیا جانے والا مسئلہ امیر جماعت یا قیم یا دوسرے جس شخص کو حکم دے وہ اسے پیش کرے گا کسی رکن شوریٰ کی طرف سے ایجنڈے میں شامل کیا گیا مسئلہ اسے پیش کرنے والا خود پیش کرے گا۔ کوئی مسئلہ جو زیر بحث آنے کے بعد طے ہو جائے اسے دوبارہ زیر بحث نہیں لایا جاتا۔ بحث کے دوران کسی کو پندرہ وقت سے زیادہ تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ایک پیش شدہ مسئلہ جب تک طے نہ ہو جائے یا ملتوی نہ کر دیا جائے' کوئی دوسرا مسئلہ پیش نہیں جا سکتا' بحث کے دوران مقررین صدر مجلس کی مقرر کردہ ترتیب سے تقریر کرتے ہیں صدر جب بھی چاہے کسی کو بحث و تقریر سے روک کر خود مجلس سے خطاب کر سکتا ہے۔ دوران بحث غیر متعلقہ گفتگو کرنا ممنوع ہے۔ مجلس میں تقریر اور گفتگو ہر شخص صدرِ مجلس کو خطاب کر کے کرتا ہے' خواہ اس کی یہ تقریر یا گفتگو کسی دوسرے رکن کے جواب میں ہو۔

خاتمہ بحث کا طریقہ:۔

صدر کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی مسئلہ پر بحث کے خاتمہ کا اعلان کر کے مجلس کو اس کا فیصلہ کرنے کی ہدایت کرے۔

سامعین:۔

صدر مجلس کو اختیار ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کے سوا' جو ارکانِ جماعت سامعین کی حیثیت سے ایوان میں موجود ہوں' انہیں جب چاہیں ایوان سے چلے جانے کی ہدایت کر دے۔ سامعین کو کسی حالت میں بھی ایوان کی کارروائی میں مداخلت کا حق حاصل نہیں' خواہ وہ حرکات و سکنات ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو۔

کمیٹیاں:۔

مجلسِ شوریٰ کی مقرر کردہ کمیٹیوں میں سے اگر کسی کمیٹی کی کوئی نشست کسی وجہ سے خالی ہو جائے' یا اس کا کوئی رکن کمیٹی میں کام کرنے سے معذور ہو اور کمیٹی نے ابھی اپنا کام ختم نہ کیا ہو' تو اگر یہ صورت حال مجلس کے اجلاس کے دوران پیش آئے تو مجلس اسے خود پر کرے گی' ورنہ امیر جماعت اس نشست کو پر کرنے کا مجاز ہوگا۔ کمیٹی اپنی رپورٹ تحریری صورت میں مجلس شوریٰ یا اس کے مقررہ کردہ شخص یا اشخاص کے سامنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش کرتی ہے۔ اگر مجلس نے اس ضمن میں کوئی صراحت نہ کی ہو تو کمیٹی اپنی رپورٹ امیر جماعت کو دے گی جو اس پر مناسب کارروائی کرے گا۔ مجلس شوریٰ اپنی مقرر کردہ کمیٹیوں کا صدر یا کنونیر خود مقرر کرتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو امیر جماعت انہیں مقرر کر سکتا ہے۔

بجٹ:۔

بجٹ پیش کرنے سے پہلے مجلس شوریٰ کے سامنے جماعت کے کام کی رپورٹ اور آمد و خرچ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ناظم مالیات یا قیم جماعت یا امیر جماعت کا مقرر کردہ کوئی شخص آئندہ سال کا بجٹ پیش کرتا ہے بجٹ پیش کرنے کے بعد کم از کم ایک دن ارکان مجلس کو تحریری صورت میں مطالعہ اور غور کے لیے دیا جاتا ہے اور اگر وہ جماعت کی رپورٹ اور آمد و صرف پر کوئی بات کہنا چاہیں تو انہیں اس کا موقع دیا جاتا ہے اور پھر بجٹ کے ایک ایک جز کو پیش کر کے منظور کرایا جاتا ہے۔ بجٹ کا یہ سارا کام تین دن کے اندر نپٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

عدم اعتماد کی قراردادیں:۔

امیر جماعت، قیم یا کسی بھی عہدیدار کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی جا سکتی ہے، جس پر مجلس شوریٰ کے اجلاس میں کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس کے لیے خفیہ رائے شماری کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے تاہم جس پر کوئی الزام ہو اسے صفائی کا موقع دیا جاتا ہے۔

منشور جماعت اسلامی

ذیل میں جماعت اسلامی کے جس منشور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، یہ جماعت ہذا نے ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات سے قبل شائع کیا تھا۔ یہ دیباچہ کے علاوہ ۱۳ عنوانات اور ۲۷ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

تمہید

پالیسی پروگرام

(۱) اصول عامہ

(۲) آئینی اصلاحات

(۳) مشرقی پاکستان

(۴) قانونی اصلاحات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) مذہبی اور اخلاقی حالات
(۶) تعلیمی اصلاحات
(۷) انتظامی اصلاحات
(۸) معاشی اصلاحات
(i) زراعت
(ii) صنعت و حرفت
(iii) مزدوروں اور کم تنخواہ پانے والے مزدوروں کے حقوق
(iv) عام معاشی اصلاحات
(۹) قومی بچت
(۱۰) اسلامی فرقوں کے حقوق
(۱۱) غیر مسلم اقلیتیں
(۱۲) خارجہ پالیسی
(۱۳) پارلیمانی پالیسی

دیباچہ:۔

منشور ہذا کے دیباچہ میں کہا گیا ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان محض ایک سیاسی یا مذہبی یا اصلاحی جماعت نہیں ہے' بلکہ وسیع معنی میں ایک اصولی جماعت (Ideological Party) ہے' جو پوری انسانی زندگی کے لیے ہر شعبے میں عملاً نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اس جماعت کے نزدیک بگاڑ کا حقیقی سبب خدا اور آخرت سے بے نیازی اور رسالت کی رہنمائی سے روگردانی ہے اور اس خرابی کا علاج خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جماعت اسلامی کوئی قوم پرست یا وطن پرست جماعت نہیں ہے بلکہ اس کا نظریہ حیات عالمگیر ہے اور پوری انسانیت کی فلاح اس کے پیش نظر ہے۔ پھر اس بات کا عندیہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جماعت ہذا پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی خواہاں ہے' جو ابھی تک قائم نہیں کیا گیا۔ جماعت کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ وہ اسلام کا علم پھیلانے' قدیم و جدید جاہلیتوں کی پیدا کردہ گمراہیوں کو دور کرنے' اخلاق عامہ کی اصلاح کرنے اور سوچنے سمجھنے والے طبقوں کو یہ بتانے میں مصروف عمل ہے کہ اسلام ہمارے مسائل کو کس طرح حل کرتا ہے۔ جماعت کے نزدیک حکومتِ وقت اور حکومتی نظام کی اصلاح لازم ہے' کیونکہ اس کے بغیر اجتماعی عدل کا قیام ناممکن ہے۔ نظامِ حکومت کو بدلنے کے لیے آئینی اور جمہوری طریقوں سے ایسی تبدیلیاں لانا جماعت کا مقصد ہے' جن کے ذریعے پاکستان ایک ایسی ریاست بن جائے جس کا تصور ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:۔

(۱) جو قرآن و سنت کے اتباع کی پابند اور خلافتِ راشدہ کے نمونے کی پیرو ہو' جس میں اسلام کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اصول واحکام پوری طرح کارفرما ہوں۔

(۲) جو برائی کومٹائے، نیکی کو پروان چڑھائے اور دُنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرے۔

(۳) جو ظلم، ناجائز استحصال اور اخلاقی بے رہروی کی ہر شکل کو مٹائے، اسلامی اقدار کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر نو کرے اور زندگی کے ہر پہلو میں عدل قائم کرے۔

(۴) جو ایک خادم خلق ریاست ہو، ہر شہری کو اس کی بنیادی ضروریات (غذا، لباس، مکان، تعلیم اور علاج) کی فراہمی کی ضمانت دے، رزقِ حلال کے دروازے کھولے، کسب حرام کے دروازے بند کرے، تمام جائز ذرائع سے ملک کی دولت بڑھائے اور اس دولت کی منصفانہ تقسیم کا انتظام کرے۔

(۵) جو لوگوں کے چیخنے چلانے سے پہلے ان کی ضرورتوں کو سمجھے اور فریاد سے پہلے ان کی مدد کو پہنچے۔

(۶) جو درحقیقت عوام کی خیر خواہ ہو اور عوام اس کے خیر خواہ، جس میں لوگوں کے تمام بنیادی حقوق پوری طرح محفوظ ہوں۔

(۷) جو صحیح معنوں میں ایک جمہوری حکومت ہو، عوام اپنی آزاد مرضی سے جن لوگوں کو اس کا اقتدار سونپنا چاہیں، وہی انتخابات کے ذریعہ برسرِ اقتدار آئیں اور عوام جنہیں اقتدار سے ہٹانا چاہیں، انہیں انتخابات کے ذریعہ سے بآسانی ہٹایا جا سکے۔

آخر میں دعوت دی گئی ہے کہ جو لوگ مذکورہ بالا مقاصد سے متفق ہوں وہ ان کے حصول میں جماعت اسلامی سے تعاون کریں۔

پالیسی اور پرگرام:۔

(ا) اصول عامہ

"اصول عامہ کا عنوان ۸ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں جماعت اسلامی کی طرف سے وہ عام اصول بیان کیے گئے، جن پر وہ خود کاربند رہنے کا عہد کرتی ہے۔ ذیل میں جماعت اسلامی کی طرف سے اصول عامہ بیان کیے جارہے ہیں:۔

(۱) پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ اگر کوئی اسے لادینی مملکت بنانے یا اس میں کسی دوسرے نظریہ کو نافذ کرنے کی کوشش کرے گا تو ایسی تحریک کا شدت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا۔

(۲) پاکستان کی وحدت کو برقرار رکھنا جماعت کا فرضِ اولین ہے۔ پاکستان کی بقا، سلامتی آزادی اور خود مختاری کے لیے وحدت کا احساس وشعور پیدا کر کے عادلانہ نظام قائم کرنا ضروری ہے۔ جماعت کے نزدیک وہ تمام تحریکیں تباہ کن ہیں جو نسلی، لسانی، علاقائی یا طبقاتی تعصبات ابھار کر عوام کو ایک دوسرے سے الگ کریں۔

(۳) ماضی میں جو بے انصافیاں ہوتی رہی ہیں، جماعت اسلامی ان کا تدارک کرے گی اور ملک کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سالمیت کو محفوظ رکھتے ہوئے ہر علاقے کے لوگوں کو حکومتِ خود اختیاری سے ممتنع ہونے کا موقع دے گی۔

(۴) ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے (مہاجرین) اور انصار کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ نئے اور پرانے باشندوں میں تمیز کرنا جائز نہیں۔ فرزند زمین (Son of the soil) کا نظریہ غیر اسلامی ہے۔

(۵) جماعت اسلامی بنگلہ اور اُردو کو پورے ملک کی قومی زبانیں تسلیم کرتی ہے اور ان میں سے کسی کو کسی علاقے کی مخصوص زبان قرار دینے کی مخالف ہے۔

(۶) جماعت اسلامی کے نزدیک پاکستان میں کوئی پائیدار اور مستحکم نظام اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک قومی زندگی کے تمام عناصر اخلاص اور ایمانداری کے ساتھ حسب ذیل چھ اصولوں پر متفق نہ ہو جائیں اور ان پر عملاً پابندی کا فیصلہ نہ کر لیں:۔

(i) ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت چونکہ اسلامی نظام چاہتی ہے اس لیے جو لوگ اس سے متفق نہیں ہیں وہ اکثریت کی رائے کے مطابق ملک میں اسلامی نظام کو قبول کر لیں اور غیر جمہوری طریقوں سے اس کی مزاحمت چھوڑ دیں۔

(ii) پاکستان تمام باشندوں کا ہے' نہ کہ کسی خاص طبقے یا گروہ کا' اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عام باشندوں کو ملک کے معاملات سے بے دخل کر کے فرمانروائی اپنے لیے مخصوص کر لے۔

(iii) ملک کا نظام چلانا باشندگانِ ملک کے نمائندوں کا کام ہے۔ سرکاری ملازمین کا کام ان نمائندوں کی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ اگر سرکاری ملازمین نمائندگانِ قوم کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تو وہ مستعفی ہو جائیں۔ وہ آئینی اور جمہوری طریقوں سے نظام حکومت میں تبدیلی کے لیے کوشش کر سکتے ہیں لیکن انہیں یہ حق نہیں کہ وہ ملازم رہتے ہوئے خود ایک سیاسی جتھے کی صورت اختیار کر لیں اور انتظام اور دفاع کے لیے دیئے گئے اختیارات کو ملک پر قبضہ کرنے کے لیے استعمال کریں۔

(iv) ملک کے صحیح نمائندے صرف وہی ہیں جنہیں لوگ اپنی مرضی سے منتخب کریں۔ دھاندلی اور حکومت کے اثرات سے انتخابات جیتنے والے غاصب اور جمہوریت کے قاتل ہیں۔ سیاست سے تعلق رکھنے والوں کو یہ عہد کر لینا چاہیے کہ آئندہ کبھی انتخابات میں نہ خود دھاندلی کریں گے اور نہ ہی دھاندلی کرنے والوں کا ساتھ دیں گے

(v) ہر گروہ کو جمہوری و آئینی طریقوں سے اپنے نقطۂ نظر کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کا حق ہے' جس پر کوئی پابندی عائد نہیں ہونی چاہیے اور اس راستے سے اقتدار تک پہنچنا ہر ایک کے لیے جائز ہے' مگر اس کے سوا کسی دوسرے راستے سے حصول اقتدار کی کوشش جائز نہیں۔ کوئی اس طرح اقتدار حاصل کرنے پر قادر بھی ہو تو اسے ملک کی بھلائی کی خاطر اس سے باز رہنا چاہیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(vi) پریس' ریڈیو' ٹیلیویژن اور خبر رساں ایجنسیوں کو کسی کے حق میں یک طرفہ پروپیگنڈا کے لیے استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

(۷) جماعت اسلامی کے نزدیک پاکستان میں کام کرنے والی تمام جماعتیں جب تک حسب ذیل ضابطہ کی پابند نہ ہوں' پاکستان کی سیاسی زندگی صاف ستھری نہیں ہوسکتی:۔

(i) نظریہ پاکستان (اسلام نظام حیات) اور ملک کی وحدت وسالمیت کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔

(ii) کوئی پارٹی یا اس کا کوئی ذمہ دار شخص انتخابات کے زمانہ میں کسی امیدوار کے خلاف دشنام طرازی اور ناشائستہ پروپیگنڈا نہ کرے۔ جو شخص کسی لیڈر یا امیدوار پر الزام لگائے اس کا بارِ ثبوت اسی کے ذمہ ہو۔

(iii) ہر پارٹی کو جلسے' جلوس اور پرامن مظاہرے کرنے کا حق ہے لیکن دوسروں کے جلسے جلوسوں کو درہم برہم کرنے کا حق حاصل نہیں۔ اگر کوئی پارٹی ایسا کرے تو قانون انتخاب میں یہ تصریح ہونی چاہیے کہ وہ انتخابات میں حصہ لینے کی مجاز نہ ہوگی۔

(iv) کسی پارٹی کو تشدد کے ذریعہ انقلاب لانے کا حق نہیں۔ ایسا کرنے والی جماعت کو ملک میں کام کرنے کا حق حاصل نہیں ہونا چاہیے۔

(v) کوئی شخص' پارٹی یا لیڈر انتخابات کا بائیکاٹ کرسکتا ہے لیکن وہ اس طرح کے اعلانات نہیں کرسکتا کہ وہ انتخابات نہیں ہونے دے گا یا انتخابات میں حصہ لینے والوں کو روکے گا۔ ایسے شخص یا پارٹی کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ ایسے جرم کی سزا مقرر ہونی چاہیے۔

(vi) انتخابات کا اعلان ہونے کے بعد اور دوران انتخاب کسی کو روپے پیسے کا لالچ دیکر ووٹ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں' سرکاری افسروں کے ذریعے ووٹروں پر دباؤ ڈال کر زبردستی ووٹ نہ لیے جائیں اور برادریوں اور علاقائی نسلی یا لسانی تعصبات کے نام پر اپیل کر کے ووٹ نہ لیے جائیں۔

(vii) ہر پارٹی کو اس بات کا عہد کرنا ہوگا کہ انتخابات کے ذریعہ اگر وہ برسرِ اقتدار آئے تو وہ حسب ذیل چیزوں سے احتراز کرے گی۔

(الف) سرکاری ملازمین اور سرکاری ذرائع اور وسائل کو پارٹی کے مفاد کے لیے استعمال کرنا۔

(ب) ذرائع ابلاغ کو اپنی پارٹی کے حق میں اور مخالف پارٹیوں کے خلاف پروپیگنڈا کے لیے استعمال کرنا۔

(ج) پریس اور پلیٹ فارم کی آزادیوں پر اپنی پارٹی کے مفاد میں قدغن لگانا۔

(د) لائسنس پرمٹ یا کسی دوسرے مالی مفاد کے ذریعہ دوسری پارٹی کے آدمیوں کو توڑنا یا اپنے اثر ورسوخ کے لیے یہ ذرائع استعمال کرنا۔

(۸) کسی ایسی پارٹی کو انتخابات میں حصہ لینے کا حق نہ ہوگا جو پاکستان کی اسلامی بنیاد نہ مانتی ہو یا پاکستان میں جمہوری نظام کے خلاف کوئی اور نظام لانا چاہتی ہو' یا پاکستان کی وحدت وسالمیت کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مخالف ہو۔

(۲) آئینی اصلاحات:۔

(۹) ہم پہلے مرحلے میں ۱۹۵۶ء کے دستور کو حسب ذیل ترمیمات کے ساتھ ملک کا آئین قرار دینا چاہتے ہیں:۔

(i) وفاقی مرکز میں دوایوانی مجلس مقننہ قائم کی جائے' ایوانِ زیریں میں آبادی کی بنیاد پر نمائندگی ہو اور ایوان بالا میں تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی دی جائے' دونوں ایوانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں مشترکہ اجلاس کر کے فیصلہ کیا جائے اور اس میں رائے دہی کا ایسا طریقہ رکھا جائے کہ اس مشترکہ اجلاس کے فیصلوں میں ملک کے کسی علاقے کے ساتھ بے انصافی نہ ہو سکے۔

(ii) ون یونٹ توڑ کر مغربی پاکستان کے سابق صوبے بحال کر دیے جائیں۔ کوئٹہ و قلات ڈویژن اور لس بیلا کو ایک پورے صوبے کا درجہ دیا جائے۔ کراچی کو سندھ میں شامل کر دیا جائے اور بہاولپور کو ایک الگ صوبہ بنا دیا جائے۔

(iii) دفاع' امور خارجہ' کرنسی اور وفاقی مالیات' بیرونی اور بین الاقوامی تجارت اور مواصلات اور دوسرے امور جن پر اتفاق ہو' مرکز کے پاس رہیں اور شعبوں کو چلانے کے لیے مرکز کو براہِ راست خود ٹیکس عائد کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

(iv) مذکورہ امور کے ماسوا تمام اختیارات ان حکومتوں کی طرف منتقل کر دیے جائیں جو از روئے دستور ملک کے دونوں بازوؤں میں قائم ہوں اور انہیں مکمل خود اختیاری حاصل رہے۔

(v) موجودہ آزاد سرحدی علاقوں کو پوری طرح پاکستان میں شامل کر لیا جائے' وہاں کے باشندوں کو بالغ رائے دہی کی بنا پر ووٹ کا حق دیا جائے۔ وہاں پاکستان کے تمام قوانین نافذ کیے جائیں اور پاکستان سے ان کی علیحدہ امتیازی حیثیت ہر لحاظ سے ختم کر دی جائے۔

(۱۰) مذکورہ بالا ترمیمات کے بعد جب ۱۹۵۶ء کا دستور ملک کا آئین قرار دیا جائے اور اقتدار اسمبلی کی طرف منتقل ہو جائے تو دوسرے مرحلے میں ہم کوشش کریں گے کہ اس آئین میں حسب ذیل مزید ترمیمات کی جائیں:۔

(i) قرآن کریم اور سنت کو بالفاظ صریح قانون کا ماخذِ اول تسلیم کیا جائے۔

(ii) تمام سابق غیر اسلامی قوانین کو جلد سے جلد اسلام کے مطابق تبدیل کرنے کے لیے قابل اطمینان مشینری قائم کی جائے۔

(iii) جداگانہ طریق انتخاب کو از سرِ نو رائج کیا جائے اور پاکستان کی غیر مسلم اقلیت کو اس کی آبادی کے لحاظ سے علیحدہ نمائندگی دی جائے یا پھر "Proportional Reprsentation" کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طریقہ اختیار کیا جائے۔

(iv) بنیادی حقوق کی دفعات میں سے تمام غیر معقول اور غیر منصفانہ پابندیوں کو ختم کیا جائے اور خصوصاً احتیاطی نظربندی کے قاعدے میں ایسی اصلاح کی جائے جس سے کسی شخص کی آزادی عدالتی فیصلے کے بغیر اور اس کو صفائی کا موقع دیئے بغیر سلب نہ کی جا سکے۔

(v) عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل علیٰحدہ اور مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے۔

(vi) ہنگامی حالات میں بنیادی حقوق کو کلیتاً معطل کر دینے کے اختیارات منسوخ کیے جائیں۔

(vii) مارشل لاء لگانے اور انڈمنٹی ایکٹ جیسے قوانین بنانے کے غیر مشروط اور غیر محدود اختیارات کو معقول حدود سے مقید کیا جائے۔

(viii) فوجی ملازمین کو فوجی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کا حق اسی طرح دیا جائے جس طرح پاکستان کے دوسرے باشندوں کو سول عدالتوں کے معاملہ میں دیا گیا ہے۔

(ix) صدارت' وزارت اور دوسرے ذمہ دار عہدوں پر مامور کیے جانے والے لوگوں سے جو حلف لیا جاتا ہے' اس میں یہ بات بھی شامل کی جائے کہ وہ اپنے فرائض دیانت کے ساتھ انجام دیں۔

(x) تمام ملازمین حکومت سے بشمول فوجی ملازمین یہ حلف لیا جائے کہ وہ کبھی اپنے ایسے افسر اعلیٰ کا حکم نہیں مانیں گے جو ملک کے دستور کو منسوخ کرنے کا اقدام کرنا چاہے۔

(xi) جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہوں' اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیا جائے' کیوں کہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں۔

(3) مشرقی پاکستان:۔

(۱۰) حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام تدابیر کو عمل میں لائے جو مشرقی پاکستان کی معاشی پسماندگی دور کرنے اور اسے ہر لحاظ سے مغربی پاکستان کے برابر کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس غرض کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی:۔

(i) مشرقی پاکستان کے کمائے ہوئے زرِمبادلہ کو دفاع' امورِ خارجہ اور مرکزی ادائیگیوں میں حصہ رسدی وضع کر کے تمام رقوم مشرقی پاکستان ہی پر صرف کی جائیں گی۔ غیر ملکی امداد اور قرضوں کی تقسیم میں مشرقی پاکستان کو ترجیح دی جائے گی۔

(ii) کرنسی' زرمبادلہ' بنکاری' بین العلاقائی تجارت و مواصلات اور بیرونی تجارت کے لیے ایک بورڈ قائم کیا جائے گا۔ جس میں مشرقی پاکستان کے ارکان کی تعداد مساوی ہوگی اور بورڈ کے اراکین کا انتخاب کے لیے ایک بورڈ قائم کیا جائے گا جس میں مشرقی پاکستان کے ارکان کی تعداد مساوی ہوگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بورڈ کے اراکین کا انتخاب علیحدہ علیحدہ کریں گے۔

(iii) مشرقی پاکستان سے سرمایہ کے فرار کی روک تھام کی جائے گی اور وہاں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(iv) مرکزی ملازمتوں میں آئندہ تقررات آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ہوں گے۔

(v) مشرقی پاکستان کو دفاع کے معاملہ میں خود کفیل بنایا جائے گا۔ وہاں ملٹری اکیڈمی، اسلحہ ساز فیکٹری، کیڈٹ کالج اور سکول وغیرہ کھولے جائیں گے۔ بحری، بری اور فضائی شعبوں کو مشرقی پاکستان میں منتقل کر دیا جائے گا ان باتوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے ایک ڈیفنس کونسل قائم کی جائے گی جس میں دونوں بازوؤں کے اراکین کی تعداد مساوی ہوگی۔

(vi) فوج اور فضائیہ کے ڈپٹی کمانڈر انچیف مشرقی پاکستان سے متعین کیے جائیں گے۔

(vii) ملک کے وسائل کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ دونوں بازوؤں میں فی کس آمدنی مساوی ہو جائے۔

(viii) مشرقی پاکستان میں سیلابوں کی روک تھام بیراج تعمیر کیے جائیں گے اور آبپاشی کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

(ix) مشرقی پاکستان کے جتنے ڈیپازٹ اور پریمیم بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کو وصول ہوں گے وہ مشرقی پاکستان ہی میں استعمال ہوں گے۔

(4) قانونی اصلاحات:۔

(II) ہم ملک کے موجودہ قوانین میں حسب ذیل اصلاحات کرنا چاہتے ہیں:۔

(i) اسلام کے جو احکام قانون کی حیثیت سے ایک اسلامی مملکت میں رائج ہونے چاہئیں، ان کے نفاذ کے لیے قانون سازی کرنا۔

(ii) غیر منصفانہ قانون (بغیر مقدمہ چلائے شخصی آزادی سلب کرنا یا بنیادی حقوق سلب کرنا) کی منسوخی۔

(iii) پریس یا عوام کی آزادی اظہار رائے پر پابندی عائد کرنے والے قوانین کی تنسیخ۔

(iv) کورٹ فیس ختم کر کے لوگوں کو بلا معاوضہ انصاف مہیا کرنا۔

(v) بلا تاخیر ایسے قوانین بنانا جن کے ذریعہ سے زنا، شراب، قمار بازی، عریانی، فحاشی، بردہ فروشی، مخرب اخلاق فلموں، کتابوں رسالوں اور اشتہارات کو روکا جا سکے۔

(vi) ضابطہ فوجداری اور ضابطہ دیوانی میں ایسی ترمیم و اصلاح جس سے عدالتوں میں جلدی اور بآسانی انصاف ہو سکے۔

(vii) عورتوں کو شریعت کے عطا کردہ حقوق دلوانے کے لیے قوانین بنانا اور رائج الوقت عائلی قوانین کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احکامِ شریعت کے مطابق درست کرنا۔

(viii) اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے لیے نئے قوانین بنانا۔

(ix) فوجی قوانین کی اصلاح اسلامی اُصولوں اور جدید جمہوری ریاستوں کے قوانین کی روشنی میں۔

(5) مذہبی اور اخلاقی اصلاحات:۔

(۱۲) مسلمانوں کی مذہبی و اخلاقی حالت کو درست کرنے کے لیے ہم حسب ذیل پروگرام پر عمل کریں گے:۔

(i) مسلمانوں میں اقامت الصلوٰۃ کا انتظام۔

(ii) احترام رمضان کو پوری طاقت سے قائم کرنا۔

(iii) اتوار کے بجائے جمعہ کو تعطیل۔

(iv) اوقاف کا انتظام شرعی احکام کے مطابق کرنے کے لیے علماء کے ایک بورڈ کی تشکیل۔

(v) مساجد میں امام اور خطیب تیار کرنے کا موزوں انتظام۔

(vi) حج کے لیے سہولیات کی فراہمی۔

(vii) اسلامی عقائد، احکام اور تعلیمات سے عوام کو آگاہ کرنے کے لیے موزوں تدابیر اختیار کرنا۔

(۱۳) بحیثیت مجموعی ملک کی اخلاقی اصلاح کے لیے ہمارا پروگرام یہ ہے:۔

(i) قانون اور انتظامی طاقتوں کے ذریعے فواحش و مفاسد کا خاتمہ

(ii) اخلاق عامہ کی اصلاح و تربیت کے لیے تدابیر

(iii) خاندانی منصوبہ بندی کا خاتمہ اور ملکی وسائل کو فروغ دینا۔

(6) تعلیمی اصلاحات:۔

(۱۴) ہم معاشرے کی تعمیر میں تعلیم کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہمارا پروگرام یہ ہے:۔

(i) نظام تعلیم میں خدا پرستانہ نظریۂ حیات پیدا کرنا۔

(ii) کئی تعلیمی نظاموں کو ختم کر کے ایک ہی نظامِ تعلیم رائج کرنا۔

(iii) ہر شعبے میں لازمی طور پر اخلاقی تربیت کو شامل کرنا۔

(iv) ثانوی تعلیم تک ہر بچے کو اسلامی زندگی کے ضروری احکام سے واقف کرانا اور قرآن فہمی۔ غیر مسلم بچوں کو اسلامی تعلیم کے بجائے اخلاقی تعلیم دینا۔

(v) علوم و فنون کی تحقیق کے لیے اعلیٰ درجہ کے اداروں کا قیام اور اسلامی علوم کی تحقیق پر خصوصی توجہ۔

(vi) ناخواندگی کو جلد از جلد دور کرنے کی تدابیر۔

(vii) ابتدائی تعلیم کو لازمی اور مفت بنانا نیز ثانوی تعلیم مفت کرنے کا انتظام۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(viii) تعلیم کو سستا کرنے کا انتظام۔
(ix) بڑے پیمانے پر فنی تعلیم وتربیت کے اداروں کا قیام۔
(x) مخلوط تعلیم کے طریقہ کا خاتمہ اور لڑکے لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ درسگاہوں کا قیام۔
(xi) تعلیمی اداروں میں آزادانہ فضا قائم کرنا اور یونیورسٹیوں کو خودمختارانہ حیثیت دینا۔
(xii) اساتذہ کے لیے معقول معاوضہ مقرر کرنا۔
(xiii) معلمین کی تربیت پر خصوصی توجہ دینا۔
(xiv) اساتذہ کے تقرر میں اسناد کے ساتھ ساتھ نظریہ پاکستان کو ملحوظ رکھنا۔
(xv) مشن سکولوں کو سرکاری تحویل میں لے لینا۔
(xvi) پبلک سکول سرکاری خرچ پر قائم کرنے اور چلانے کے سلسلہ کا خاتمہ۔
(xvii) پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی اور ان کی نگرانی تاکہ وہ تجارتی ادارے نہ بن جائیں۔
(xviii) مشرقی پاکستان میں بنگالی اور مغربی پاکستان میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینا۔
(xix) تعلیمی اداروں میں فوجی تربیت کا انتظام۔
(xx) عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھانا۔
(xxi) انگریزی کی بجائے قومی زبان ذریعہ تعلیم قرار دینا۔
(xxii) علاقائی زبانوں کی ترقی کے لیے ہر قسم کی سہولتوں کی فراہمی۔

(7) انتظامی اصلاحات:۔

(۱۵) ہمارے نزدیک ملک کی اصلاح کے لیے کوئی اچھے سے اچھا پروگرام بھی اس وقت تک مفید ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اسے عمل میں لانے کے لیے ایک دیانتدار اہل اور فرض شناس انتظامیہ موجود نہ ہو۔ اس غرض کے لیے ہم حسب ذیل تدابیر اختیار کرنا چاہتے ہیں:۔

(i) سرکاری محکموں سے رشوت' خیانت اور دوسری بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے خاتمہ کی تدابیر اور ان اسباب کا تدارک جن کی وجہ سے کم تنخواہ پانے والے ملازمین میں رشوت کا مرض پھیلتا ہے۔

(ii) اعلیٰ منصب پر فائز ہونے والے کے تقرر کے وقت اس کی اور اس کے متعلقین کی مالی حیثیت کا جائزہ لینا اور پھر وقتاً فوقتاً یہ دیکھنا کہ اس میں کوئی اضافہ ہوسکے جو اس کے ذرائع آمدنی کی نسبت سے زیادہ ہو۔

(iii) اپنی جائز مالی حیثیت سے زیادہ بلند معیار زندگی اختیار کرنے والے کا بلاتاخیر محاسبہ کرنا۔

(iv) ایک اعلیٰ اختیار رکھنے والے محکمہ کا قیام جو سرکاری ملازمین کے ظلم اور اختیارات کے تجاوز سے متعلقہ شکایات سنے گا۔

(v) مقابلے کے امتحانات میں اسلامیات کے مضمون کو لازمی مضمون قرار دینا اور محکمانہ اداروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اخلاقی و دینی تعلیم کا انتظام۔

(vi) انگریزی دور کے ضوابط ملازمت میں اصلاحات اور انہیں اسلام سے ہم آہنگ کرنا۔

(vii) سرکاری ملازمین کے لیے اوقات کار اور سرکاری تقریبات میں قومی لباس پہننے کی پابندی عائد کرنا۔

(viii) انتظامیہ کے اخراجات کم کرنا اور قومی خزانے کو بے جا اخراجات سے بچانا۔

(ix) جرائم کی تفتیش کے تمام وحشیانہ اور غیر مہذب طریقوں کو بند کرنا۔

(x) خفیہ پولیس کے بے جا استعمال کو روک کر اسے انسداد جرائم' رشوت خوری اور ملازمین کی نگرانی کے لیے استعمال کرنا۔

(xi) پولیس کے شعبہ احتساب اور شعبہ تفتیش کو عملاً علیحدہ علیحدہ کرنا۔

(xii) جیل کے وحشیانہ اور غیر مہذب ضابطوں کو اسلامی طریقوں کے مطابق بدلنا اور قیدیوں کی اخلاقی و ذہنی اصلاح کرنا۔

(xiii) نظم و نسق پر کسی ایک سروس کی اجارہ داری ختم کرنا۔

(xiv) ڈاکٹروں' انجینئروں اور دوسرے صاحب فن لوگوں کی تنخواہ اور شرائط ملازمت کو بہتر بنانا۔

(xv) سرکاری افسروں کے اونچے طبقے کو ایک سیاسی جتھے کی شکل اختیار نہ کرنے دینا۔

(xvi) بیرونی ممالک میں پاکستان کے سفارت خانوں کی اصلاح کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرنا۔

(8) معاشی اصلاحات:۔

(١٦) ہمارے ملک میں اس وقت جو معاشی نظام پایا جاتا ہے' وہ صرف اس وجہ سے از سرتا پا ظلم بن گیا ہے کہ اس میں پرانے جاگیرداری نظام اور نئے سرمایہ داری نظام کی تمام برائیاں جمع ہو گئی ہیں اور ان کو حکومت کی غلط معاشی پالیسیوں اور ایک مطلق العنان بیوروکریسی کی خود غرضیوں نے اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اس پورے نظام میں جب تک بنیادی تبدیلیاں نہ کی جائیں' یہاں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا' مگر یہ تبدیلیاں لازماً ایسی ہونی چاہئیں جو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہوں اور جن کے ساتھ افراد کے بنیادی حقوق محفوظ اور معاشرے کی شہری آزادیاں برقرار رہیں۔

(١٧) ہماری پالیسی کے بنیادی مقاصد یہ ہیں:۔

(i) عادلانہ تقسیم دولت۔

(ii) دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے سے روکنا۔

(iii) ظلم اور ناجائز استحصال کی تمام صورتوں کا خاتمہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(iv) تمام لوگوں کے لیے مساوی مواقع کی فراہمی۔
(v) معاشی ترقی کے فوائد سے ملک کے تمام لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع دینا۔
(vi) ملک سے غربت کا خاتمہ اور اس امر کی ضمانت کی بنیادی ضروریات زندگی سے کوئی باشندہ محروم نہ رہنے پائے۔

مذکورہ بالا مقاصد کے لیے ہمارا پروگرام چار بڑے اجزا پر مشتمل ہے:۔

(i) زراعت
(ii) صنعت و تجارت
(iii) مزدوروں اور کم تنخواہ پانے والے ملازموں کے حقوق
(iv) عام معاشی اصلاحات

زراعت:۔

(۱۸) ایک طویل مدت تک زرعی املاک کے معاملہ میں نہایت غلط نظام رائج ہونے کی وجہ سے جو ناہمواریاں پیدا ہو چکی ہیں' ان کو ختم کرنے کے لیے شریعت کے اس قاعدے پر عمل کیا جائے گا کہ ''غیر معمولی حالات میں ایسی غیر معمولی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں جو اسلام کے اصولوں سے متصادم نہ ہوتی ہوں'' اس قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے:۔

(الف) ان نئی اور پرانی تمام جاگیروں کو ختم کر دیا جائے گا جو کسی دورِ حکومت میں اختیارات کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوئی ہوں۔

(ب) قدیم املاک کے معاملہ میں زمین کی ملکیت کو ایک خاص حد تک محدود کر دیا جائے گا۔ مغربی پاکستان کے زرخیز علاقوں میں یہ حد زمین کی پیداواری صلاحیت کے لحاظ سے ایک سو تا دو سو ایکڑ کے درمیان ہو گی اور مشرقی پاکستان میں ۱۰۰ بیگھ کی حد رکھی جائے گی۔ زائد ملکیتوں کو منصفانہ شرح سے خرید لیا جائے گا۔

(ج) تمام زمینیں بیراجوں کے ذریعہ سے کاشت کی جائیں گی۔ تمام زرعی زمینیں کاشتکاروں کے ہاتھ آسان قسطوں پر فروخت کر دی جائیں گی۔ کسی افسر کو زمین بطور عطیہ نہیں دی جائے گی۔

(د) مزارعت کے تمام اسلامی قوانین کی سختی سے پابندی کی جائے گی۔

(۱۹) حتیٰ الامکان کوشش کی جائے گی کہ ہر کاشتکار کو کم از کم گذارہ کے قابل زمین ضرور حاصل ہو۔

(۲۰) کاشتکاروں کو اجناس کی معقول قیمت ملنے کا بندوبست کیا جائے گا۔

(۲۱) مغربی پاکستان میں گذارہ یونٹ تک اور مشرقی پاکستان میں ۱۱۰ یکڑ تک اراضی کے مالکان کو مال گزاری سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲۲) زیادہ آمدنی والوں سے زیادہ اور کم آمدنی والوں سے کم مال گزاری عائد کی جائے گی اور وصولی کے طریقوں میں اصلاح کی جائے گی۔

(۲۳) دیہی آبادی کے محنت کش طبقات پر کسی قسم کا پیشہ ورانہ ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔

(۲۴) مشینی کاشت کو فروغ دیا جائے گا اور کوآپریٹو فارمنگ اور کوآپریٹو مارکیٹ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۲۵) کسانوں کاشت کے لیے بہتر آلات' بیج اور کھاد کی فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔

(۲۶) کسانوں کو بلا سود تقاوی قرضے دیے جائیں گے۔

(۲۷) سیلابوں کی روک تھام کے انتظامات کیے جائیں گے۔

(۲۸) دیہی علاقوں میں غیر مالک محنت کشوں کو گھر بنانے کے سلسلہ میں مدد دی جائے گی اور انہیں بے دخل نہیں کیا جاسکے گا۔

(۲۹) جنگلات کی حفاظت' توسیع اور ان کے صحیح استعمال کے لیے ضروری تدابیر کی جائیں گی۔

(۳۰) اراضی کے زرخیز قطعات کو صنعتوں کے لیے استعمال کرنے سے روک دیا جائے گا۔

(۳۱) دیہی علاقوں میں ایسی صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا جن سے بیروزگاری ختم ہو سکے اور زراعت پیشہ آبادی میں اضافہ ہو سکے۔

(۳۲) ملک میں خوراک کی کمی دور کرنے کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی:۔

(i) افتادہ قابلِ کاشت زمینوں کو زیرِ کاشت لانا۔

(ii) قابل اصلاح بنجر زمینوں کو قابلِ کاشت بنانا۔

(iii) سیم اور تھور کے پھیلاؤ کو روکنا اور ان سے متاثر شدہ زمینوں کی اصلاح کرنا۔

(iv) آبپاشی کے موجود اور ممکن وسائل کو پوری طرح استعمال کرنا اور لوگوں کو لاگت کی بنیاد پر یہ سہولتیں فراہم کرنا۔

(v) نقد آور فصلوں اور خوراک پیدا کرنے والی فصلوں کے درمیان صحیح توازن قائم کرنا۔

(vi) کیڑوں سے فصلوں کو محفوظ کرنا' زمین کو سمندری پانی سے بچانا اور پیداوار میں کمی کرنے والے اسباب کو رفع کرنا۔

(۳۳) اجناس خوردنی کی تجارت میں ان اسباب اور طریقوں کا خاتمہ کیا جائے گا جن سے اشیاء کی مصنوعی قلت اور گرانی پیدا ہوتی ہے۔ نیز ایسی تدابیر اختیار کی جائیں گی جن سے یہ اشیاء صارفین کو ارزاں نرخ پر مل سکیں اور کاشتکاروں کو بھی ان کی معقول قیمت ملے۔

(۳۴) مارشل لاء ریگولیشن ۸۹ اور ۹۱ کو منسوخ کر دیا جائے گا اور اس سے متاثرہ لوگوں کے نقصان کی تلافی کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صنعت و تجارت:۔

(۳۵) ملک میں غلط قوانین اور انتظامی پالیسیوں کی وجہ سے دولت کا جو بے تحاشا ارتکاز پیدا ہوا ہے اور ہوتا جا رہا ہے، اس کو روکنے اور مرتکز شدہ دولت کو پھیلانے کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی:۔

(i) کسب مال کے حرام طریقوں (سود، سٹہ، ذخیرہ اندوزی وغیرہ) کو قانوناً منسوخ کر دیا جائے گا۔

(ii) ان لوگوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے گا جن کے پاس دولت کا غیر معمولی اجتماع پایا جاتا ہے ناجائز دولت کو واپس لیا جائے گا۔

(iii) بڑی صنعتوں اور تجارتوں کو ملکیت کو عام لوگوں میں پھیلایا جائے گا۔ کمپنیوں کا انتظام تنخواہ دار منیجروں کے سپرد کیا جائے گا جو عام حصہ داروں کے منتخب کردہ بورڈ کے تحت کام کریں گے۔

(iv) بینکوں، انشورنس کمپنیوں، بازار حصص اور سرکاری مالیاتی اداروں پر سے سرمایہ داروں کا تسلط ختم کر دیا جائے گا۔

(v) قرض دینے کی پالیسی پر نظرثانی کی جائے گی اور چھوٹے اور نئے سرمایہ داروں کو بھی قرض دیا جائے گا۔

(vi) کمپنیوں کو اپنے منافع کا صحیح صحیح اعلان کرنے اور حصہ داروں میں اسے تقسیم کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

(vii) اجارہ داریوں اور کاروبار جتھہ بندیوں کو توڑا جائے گا۔

(viii) برآمدی بونس سکیم پر نظرثانی کی جائے گی۔

(ix) بونس کے استعمال پر بھی پابندیاں عائد کی جائیں گی اور صرف ضروری اشیاء کی درآمد کی اجازت دی جائے گی۔

(x) صنعتوں اور درآمدی و برآمدی تجارت کے لیے لائسنسوں کے اجراء کی خاطر ایک بورڈ مقرر کیا جائے گا۔

(xi) اس امر کی سختی سے نگرانی کی جائے گی کہ صنعت کار اور بڑے تاجر ایک معقول حد سے زیادہ منافع نہ کما سکیں۔

(۳۶) ہم قومی ملکیت کے نظام کو بطور اصول اختیار کرنے کے مخالف ہیں، لیکن جن صنعتوں کو کلیدی اور بنیادی اہمیت حاصل ہے اور جن کا نجی ہاتھوں میں چلنا اجتماعی حیثیت سے نقصان دہ ہے، انہیں قومی ملکیت میں بمعاوضہ لے لینے یا خود حکومت کے انتظام میں قائم کرنے اور چلانے کو ناجائز بھی نہیں سمجھتے۔ اس امر کا فیصلہ کرنا کہ کن صنعتوں کو قومی انتظام میں چلانا ضروری ہے، ہمارے نزدیک عوام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی نمائندہ اسمبلی کا کام ہے اور ایسا فیصلہ کرتے ہوئے یہ اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ ان صنعتوں کا انتظام بیوروکریسی کی معروف خرابیوں کا شکار نہ ہونے پائے۔

(۳۷) ہمارے نزدیک بینکنگ اور انشورنس کے پورے نظام کو لازماً اسلامی اصول شرکت و مضاربت اور تعاونِ باہمی کے مطابق از سرِ نو تعمیر کرنا چاہیے۔

(۳۸) ملک کی صنعتی ترقی کے لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جلد سے جلد بھاری صنعتوں کو قیام عمل میں لایا جائے۔

(۳۹) ملکی دفاع کے لیے اسلحہ کی صنعت کو بھی زیادہ سے زیادہ ترقی دینا ہمارے نزدیک ضروری ہے۔

(۴۰) ہم چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کریں گے۔

(۴۱) ملک کی صنعتی ترقی اور تمام ترقیاتی کاموں میں ہم سرمایہ کے استعمال کی نسبت محنت کے استعمال اور روزگار کی فراہمی کو اہمیت دیں گے۔

(۴۲) ہم ملک کے تمام علاقوں میں صنعتوں کو پھیلانے کی کوشش کریں گے۔

مزدوروں اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کے حقوق:۔

(۴۳) معاوضوں کے درمیان موجود تفاوت کو جو ایک اور سو سے بھی زیادہ ہے گھٹا کر فی الحال ہم ایک اور بیس کی نسبت پر اور بتدریج ایک اور دس کی نسبت پر لائیں گے۔ نیز یہ طے کر دیا جائے گا کہ کوئی معاوضہ اس حد سے کم نہ ہو جو موجودہ زمانے کی قیمتوں کے لحاظ سے ایک کنبے کی بنیادی ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔

(۴۴) کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو مکان، علاج اور بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مناسب سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ تمام صنعتوں میں مزدوروں کو مذکورہ بالا کم سے کم حد معاوضہ کے علاوہ بونس بھی دیا جائے گا اور شیئرز کے ذریعہ انہیں صنعتوں کی ملکیت میں حصہ دار بھی بنایا جائے گا۔

(۴۵) موجودہ لیبر قوانین کو بدل کر منصفانہ قوانین بنائے جائیں گے۔

(۴۶) ہفتہ کا کام زیادہ سے زیادہ ۴۲ گھنٹے رکھا جائے گا۔

(۴۷) ہفتہ میں ڈیڑھ دن کی چھٹی دی جائے گی۔

(۴۸) بارہ سال کی عمر کے بچوں سے محنت لینے کی ممانعت کر دی جائے گی۔

(۴۹) عورتوں اور مردوں سے یکجا کام لینے کی ممانعت ہوگی۔

(۵۰) بیماری اور مشینی حادثات کی صورت میں علاج کا انتظام نیز قابلِ کار ہو جانے کی صورت میں منصفانہ معاوضہ اور ریٹائر ہونے پر پنشن یا پراویڈنٹ فنڈ لازمی ہوگا۔

(۵۱) مزدوروں اور ملازموں کو ہڑتال کا حق دیا جائے گا۔

(۵۲) پیشہ ورانہ تنظیم کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ کارکن اور مزدور ٹریڈ یونین میں حصہ لینے کے مجاز ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے۔

(۵۴) محنت کاروں کے لیے صحت مندانہ ماحول میں کام کرنے کا انتظام لازمی ہوگا۔

عام معاشی اصلاحات:۔

(۵۵) حکومت کی طرف سے صدقات وزکوٰۃ اور عام رفاہی اغراض کے لیے فی سبیل اللہ اعانتیں جمع کرنے کا انتظام کیا جائے گا اور یہ فنڈ شرعی قواعد کے مطابق حسب ذیل کاموں پر صرف کیا جائے گا:۔

(i) بوڑھوں' اپاہجوں' معذوروں اور دوسرے تمام محتاج اعانت لوگوں کو مالی سہارا اور وظائف۔

(ii) یتیموں اور غریب بچوں کی تعلیم اور ان کے مصارف کی کفالت۔

(iii) بے روزگاروں کو اس وقت تک سہارا دینا جب تک ان کے روزگار کا بندوبست نہ ہو جائے۔

(iv) ایسے لوگوں کی مدد جو تھوڑے سرمایہ سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

(v) ضرورت مند اور مستحق لوگوں کو قرض حسنہ۔

(vi) غریبوں کا علاج

(vii) ایسے مسافروں کی امداد جو حالتِ سفر میں مدد کے محتاج ہوں۔

(viii) مساجد کی اصلاحِ حال اور دینی درسگاہوں اور دوسرے دینی اداروں کی اعانت۔

(ix) عملی کام کرنے والوں کو وظائف۔

ان مدات سے جو کچھ بچے گا' اسے بڑے پیمانے پر دنیا میں تبلیغ اسلام' غیر مسلم ممالک میں مسلمان اقلیتوں کی مدد اور دوسرے فی سبیل اللہ کاموں پر صرف کیا جائے گا۔

(۵۵) ٹیکس عائد کرنے کی پالیسی پر نظر ثانی کی جائے گی۔

(۵۶) ملک کی معاشی منصوبہ بندی میں عوام کے منتخب نمائندوں کو شریک کیا جائے گا اور تمام منصوبے مقننہ کی منظوری سے نافذ ہوں گے۔

(۵۷) معاشی منصوبہ بندی میں تعلیم' صحتِ عامہ' معاشرتی بہبود اور زراعت کی ترقی کو اہمیت دی جائے گی۔

(۵۸) حرام راستوں میں دولت کے خرچ کو روک دیا جائے گا اور اسراف وتبذیر کی روک تھام کے لیے مناسب تدابیر کی جائیں گی۔

(۵۹) سرکاری ضروریات کے لیے بڑی بڑی عالیشان نمائشی عمارتیں نہیں بنائی جائیں گی۔

(۶۰) سرکاری خزانے کو حرام آمدنیوں سے پاک کیا جائے گا اور تمام ناجائز مصارف میں ان کا استعمال بند کر دیا جائے گا۔

(۶۱) بیرونی قرضوں پر انحصار ختم کیا جائے گا اور سابقہ قرضوں سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶۲) گرانی کے اسباب کا خاتمہ کیا جائے گا۔

(۶۳) بیروزگاری کے انسداد کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

(۶۴) کم آمدنی رکھنے والے لوگوں کے لیے سستے مکانات تعمیر کیے جائیں گے اور مکانات کے کرایوں کو معقول حد تک لایا جائے گا۔

(۶۵) دیہی علاقوں میں علاج' صاف پانی بجلی کی فراہمی اور ذرائع آمدورفت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

(۶۶) ملک کے پسماندہ علاقوں کو ترقی دینے کی کوشش کی جائے گی۔

(۶۷) رفاہِ عامہ کے کاموں اور تجارتی کاموں سے جو سرکاری انتظام میں چلائے جا رہے ہوں' بے جا منافع اندوزی کو روک دیا جائے گا۔

(۶۸) مہاجر فنڈ کو صرف مہاجرین کی آبادکاری اور فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے گا۔

(9) قومی صحت:۔

(۶۹) ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کا کوئی باشندہ شخص ناداری کی بنا پر علاج سے محروم نہ رہ جائے اور اس ملک کی عام صحت کو جو روز بروز گرتی جا رہی' سنبھالا دیا جائے۔ اس غرض کے لیے ہم حسب ذیل تجاویز عمل میں لائیں گے۔

(i) سستی قیمت پر دواؤں کی فراہمی کا انتظام اور علاج کے مصارف کم کرنے کے لیے ضروری تدابیر۔

(ii) سرکاری شفاخانوں اور دوا خانوں کی تدریجی توسیع۔

(iii) شفاخانے کے عملے کی اخلاقی اصلاح تاکہ وہ مریضوں کے حقیقی ہمدرد اور خادم بنیں۔

(iv) ایلوپیتھی کی طرح یونانی طب اور ہومیوپیتھی کے شفاخانے بھی سرکاری طور پر کرنا۔

(v) دِق' وبائی اور متعدی امراض کی روک تھام پر خصوصی توجہ۔

(vi) غذا اور دواؤں میں آمیزش کو پوری سختی کے ساتھ بند کرنا۔

(vii) شہروں اور دیہات میں حفظانِ صحت کا اطمینان بخش انتظام۔

(Viii) حفظانِ صحت' تیمارداری' وباؤں کی مدافعت' صحت بخش غذا اور فوری طبی امداد کو مدارس کے نصاب میں شامل کرنا۔

(10) اسلامی فرقوں کے حقوق:۔

(۷۰) مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدود و قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا پورا حق ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور انہی کے قاضی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فیصلہ کریں گے۔

(11) غیر مسلم اقلیتیں:۔

(۷۱) غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں ہماری پالیسی یہ ہوگی:۔

(i) ان کے تمام شہری اور قانونی حقوق کی حفاظت کی جائے گی اور حکومت ان کی جان ومال، آبرو اور شہری آزادیوں کے تحفظ کی پوری طرح ذمہ دار ہوگی۔

(ii) اپنے معاشرے کی اصلاح کے لیے قوانین منظور کرانے میں ان کی مدد کی جائے گی۔

(iii) ان کو اپنے تعلیمی وتہذیبی معاملات میں حکومت کے وسائل سے جائز مدد دی جائے گی۔

(iv) ان کے مذہبی ومعاشرتی معاملات میں بے جا مداخلت نہیں کی جائے گی۔

(v) انہیں اکثریت کے طرزِ عمل یا حکومت کے نظم ونسق سے جو بھی معقول شکایات ہوں انہیں رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(vi) انہیں حدودِ قانون کے اندر مذہب وعبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی ہوگی۔

(vii) شیڈولڈ کاسٹ کی فلاح بہبود پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

(12) خارجہ پالیسی:۔

(۷۲) ہماری خارجہ پالیسی کے اصول ومقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(i) پاکستان ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہے لہٰذا اس کی ملکی پالیسی کی طرح خارجہ پالیسی بھی لازماً اس کے اختیار کردہ نظریۂ حیات پر قائم ہوں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہونی چاہیے۔ ہمارے نظریۂ حیات کا فطری تقاضا یہ ہے کہ ہم دنیا میں حق اور انصاف کے علم بردار ہوں، ظلم وزیادتی کے مخالف ہوں، راستبازی سے خود کام کریں اور دوسروں کو اس پر آمادہ کریں، عہد وپیمان کے خود پابند رہیں اور دوسروں کو پاسِ عہد کی تلقین کریں۔

(ii) ہم امنِ عالم کے خواہشمند ہیں اور اسے برقرار رکھنے کے لیے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔ ہماری نظر میں محض حالتِ جنگ کا نہ ہونا ہی امن کے مترادف نہیں ہے، بلکہ امن سے ہماری مراد یہ ہے کہ دنیا میں بین الاقوامی انصاف کی ایسی فضا قائم ہو جس میں تمام قوموں اور ملکوں کو آزادی کے ساتھ ترقی کے کھلے مواقع حاصل ہوں اور کوئی کسی کے جائز حقوق پر دست اندازی کرے نہ کسی کی پرامن ترقی میں رکاوٹ بنے۔

(iii) ہم سامراجیت اور استعماری نظام کو بین الاقوامی انصاف اور ان بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب سمجھتے ہیں، جن کی وجہ سے دنیا میں فساد برپا ہو رہا ہے، یہ سامراج خواہ مشرقی ہو یا مغربی بہرحال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قابلِ مذمت ہے ہم اس کے خاتمہ کے لیے اپنی انتہائی کوشش کریں گے اور ہماری امداد و تائید ہمیشہ ان مظلوم قوموں کے ساتھ ہوگی' جو ان بلاؤں کے شکار ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ دُنیا میں جہاں جہاں مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے' ان سے ہمدردی ہمارے دین کا تقاضا بھی ہے اور انسانیت کا بھی۔

(iv) ہم دُنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستانہ تعاون رکھنا چاہتے ہیں' مگر کسی ایسے تعلق' دوستی یا اتحاد کے لیے تیار نہیں ہیں' جو ہمارے نظریہ حیات کے خلاف ہو' یا جس کے ہمارے جائز قومی مفاد پر آنچ آتی ہو یا جس کا ہماری آزادی و مختاری پر برا اثر پڑتا ہو۔ ہم اس کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ جس قوم سے ہماری دوستی ہو یا جو بین الاقوامی تعلقات سے ہماری کسی طریقہ سے مدد کرے ہم اس کی تہذیب اور اس کے نظریات بھی اپنے ملک میں درآمد کرنے لگیں اور اس کے اصولوں کی تبلیغ کے لیے اپنے ملک کے دروازے چوپٹ کھول دیں۔

(v) ہم دُنیا کی بڑی قوموں اور ان کے بلاکوں کی کشمکش سے پاکستان کو بالکل الگ رکھنا چاہتے ہیں اور سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدوں سے پاکستان کی وابستگی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پاکستان کی خارجہ پالیسی اس کے اپنے مفاد اور اصولوں کے مطابق بالکل آزادانہ ہونی چاہیے۔

(vi) کشمیر کو استصواب کے ذریعہ حقِ خود اختیاری دینا اور فرخابند کے مسئلے کو انصاف کے ساتھ طے کرنا اور ہندوستان کی مسلم اقلیت کے ساتھ انصاف کرنا' ہمارے نزدیک ہندوستان کے ساتھ تعلقات کی درستی کے لیے لازمی شرط ہے۔ ان مسائل کے لیے ہم تمام ممکن وسائل اور تدابیر استعمال کریں گے۔

(vii) عالمِ اسلام کے ساتھ ہم قریب ترین تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں ہم اس امر کی پوری کوشش کریں گے کہ مسلم ممالک اسلام کی بنیاد پر متحد ہوں اور کم از کم حسب ذیل امور میں کوئی مشترکہ لائحہ عمل بنائیں۔

☆ اسلامی تہذیب کا احیاء اور فروغ اور غیر اسلامی تہذیبوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے اسلامی دُنیا کی حفاظت۔

☆ تمام مسلم ممالک کے لیے ایک مشترک اور متوازن تعلیمی پالیسی۔

☆ متحدہ کوششوں سے مسلمان ملکوں میں اسلحہ سازی کی صنعتوں کا قیام تا کہ یہ ملک دفاع کے معاملہ میں خودکفیل ہوں۔

☆ مسلمانوں کی مشترک بین الملکی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کی ترویج' مسلم ممالک کے باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لیے بین الاقوامی عدالت کا قیام' مسلم ممالک کے مابین آمد و رفت کا انتظام' خبررسانی اور باہمی تجارت کو فروغ دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆ مختلف ملکوں کی مسلم اقلیتوں کو ظلم وتشدد سے بچانے کی کوشش۔

(13) پارلیمانی پالیسی:۔

(۷۳) صوبائی اور نیشنل اسمبلیوں میں جماعت اسلامی کی پارلیمانی پارٹی حسب ذیل اصول پر کام کرے گی:۔

(i) وہ احکام اسلامی کے اجراء انصاف کے قیام اور ملک کی حقیقی فلاح وبہبود کے کاموں میں اسمبلی کی دوسری پارٹیوں کے ساتھ تعاون کرے گی مگر ناجائز امور میں یا ناروا اغراض کی تکمیل میں کسی کی مدد گار نہ بنے گی۔

(ii) اگر وہ اکثریت میں ہو تو اپنی وزارت بنائے گی اور اس صورت میں اس کی پالیسی یہ ہوگی:۔

(الف) حاکمانہ زعم میں پبلک کی تنقیدوں سے بے پروائی نہ برتی جائے۔

(ب) پبلک کی شکایات کی طرف پوری توجہ کی جائے اور ہر جائز شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

(ج) حکومت کے کاموں میں اہل فکر ونظر سے مشورہ لیا جائے اور ان کا تعاون حاصل کیا جائے۔

(د) وزراء پبلک سے نزدیک رہیں اور معیار اخلاق اور معیار خدمت بلند کریں۔

(ہ) حکومت کی مشینری کو پارٹی کے اغراض کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

(و) حکومت کے اختیارات کو مخالف سیاسی پارٹیوں کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔

(ز) مغربی ڈپلومیسی کے طریقے ترک کر کے حکومت کو سچائی اور راستبازی کے ساتھ چلایا جائے۔

(ح) ہر قیمت پر وزارت سے چمٹے رہنے کی کوشش نہ کی جائے، اپنے عقیدہ ومقصد کے مطابق اپنے اصلاحی پروگراموں کو نافذ کرنے پر اصرار کیا جائے اور اس کا موقع نہ ہو تو وزارت سے استعفیٰ دے دیا جائے۔

(iii) اگر یہ پارٹی اقلیت میں ہو لیکن دوسری پارٹیوں کے ساتھ مشترک وزارت بنانے کا امکان ہو تو صرف اس صورت میں اس امکان سے فائدہ اٹھایا جائے جبکہ:۔

(الف) مشترکہ وزارت میں شریک ہونے والی پارٹیاں اس پارٹی کے عقیدہ ومقصد سے اور اس کے منشور کے اصلاحی پروگرام یا کم از کم اس کے بنیادی اصولوں سے متفق ہوں۔

(ب) وہ اس پالیسی پر عمل کرنے کا اقرار کریں جو اوپر نمبر ۲ میں بیان کی گئی ہے۔

(iv) اگر اس پارٹی کو اپوزیشن میں رہنا پڑے تو یہ بھی اختلاف برائے اختلاف نہ کرے گی بلکہ حق کی موافقت اور باطل کی مخالفت کے اصول پر عامل ہوگی۔

وآخر دعونا ان الحمد رب العالمین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان عوامی تحریک

بانی:۔

"پاکستان عوامی تحریک" کے بانی پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں۔ وہ ۱۹۵۱ء میں ڈاکٹر فرید الدین قادری کے ہاں جھنگ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز سیکرڈ ہارٹ سکول جھنگ صدر سے کیا۔ وہ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے جب ان کے والدین بیت اللہ شریف کے حج کے لیے گئے اور انہیں بھی ساتھ لیتے گئے اور مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران مولانا ضیاء الدین قادری سے اکتساب فیض کیا۔ انہوں نے سید احمد سعید کاظمی سے حدیث پڑھی اور پھر سند حدیث حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایم اے اسلامیات کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی ہی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے عملی زندگی کا آغاز محکمہ تعلیم سے کیا۔ آپ پہلے گورنمنٹ کالج جھنگ میں علوم اسلامیہ کے عارضی استاد کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ پھر پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہو کر ۱۹۷۴ء میں گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں بطور لیکچرار اسلامیات تعلیمی خدمات انجام دینے لگے۔ والدین کے یکے بعد دیگرے وفات کے بعد آپ کالج سے مستعفی ہو کر جھنگ آ گئے اور یہاں تقریباً دو سال تک بطور ایڈووکیٹ پریکٹس کرتے رہے اس کے بعد آپ پنجاب یونیورسٹی میں اسلامک لاء کے لیکچرار مقرر ہوئے اور لاء کالج (پنجاب یونیورسٹی) میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۶ء میں آپ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ پنجاب یونیورسٹی سے منسلک ہونے کے بعد یونیورسٹی سنڈیکیٹ اور اکیڈمک کونسل اور سینٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ پھر آپ کو قومی کمیٹی برائے نصاب اسلامی میں بطور ماہر مضمون نامزد کیا گیا۔ اسی اثناء میں آپ وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے مشیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں جب اپیلیٹ شریعت بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان قائم ہوا تو آپ کو اس میں مشیر فقہ مقرر کیا گیا ڈاکٹر محمد طاہر القادری جن دنوں ڈسٹرکٹ کورٹ جھنگ میں وکالت کر رہے تھے انہی دنوں (۱۹۷۶ء میں) آپ نے "محاذ حریت" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس میں آپ درس قرآن دیتے رہے۔ جب آپ لاہور منتقل ہوئے تو ۱۹۸۰ء میں "منہاج القرآن" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد ہر سطح پر طاغوتی استحصالی قوتوں اور ان کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔ منہاج القرآن کے نام سے آپ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مختلف جگہوں پر سکول بھی کھولے جن میں دینی تعلیم پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے علاوہ ازیں ''جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن'' کے نام سے قائم ہے' جس کو اسلامک یونیورسٹی کہا جا سکتا ہے۔

حافظ تقی الدین اپنی کتاب ''پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں'' میں بتاتے ہیں کہ علامہ محمد طاہر القادری جب پنجاب یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے:۔

''اسی زمانہ میں شادمان لاہور کی ایک مسجد میں خطبہ دیا کرتے تھے سابق وزیراعظم میاں نواز شریف کے والد میاں محمد شریف نے ان کا خطبہ جمعہ سنا اور انہیں طاہر القادری کے انداز بیان اور علمیت نے بہت متاثر کیا۔ میاں شریف صاحب کی درخواست پر جناب طاہر القادری صاحب نے جامع مسجد اتفاق میں خطبہ جمعہ پڑھانے کی پیشکش قبول کر لی اور مستقل طور پر جامع مسجد اتفاق کے خطیب بن گئے۔ اس سے قبل ادارہ منہاج القرآن قائم ہو چکا تھا۔ ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں میاں محمد شریف کا خاندان کافی نامور ہو چکا تھا۔ میاں نواز شریف ۱۹۸۴ء کے غیر جماعتی انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے ممبر بن جانے کے بعد پنجاب کابینہ کے سینئر وزیر بھی بن چکے تھے اور میاں نواز شریف کے اثر و رسوخ ہی کی وجہ سے مولانا طاہر القادری صاحب کو ٹیلیویژن پر اسلامی تعلیمات کے عنوان سے تقاریر کرنے کے کئی بار مواقع ملے اور ان کی شہرت پنجاب یونیورسٹی یا مسجد اتفاق سے نکل کر پورے پاکستان میں پھیل گئی اور وہ پاکستان کے بہت بڑے مذہبی سکالرز میں شمار ہونے لگ گئے اور ساتھ ہی ان کے مذہبی رجحانات کو عوام کے ایک بڑے طبقے میں مقبولیت حاصل ہو گئی۔''

حافظ تقی الدین صاحب آگے چل کر بتاتے ہیں کہ:۔

''ڈاکٹر طاہر القادری صاحب ۱۹۸۹ء تک نواز شریف خاندان کے ساتھ وابستہ رہے اور جامع مسجد اتفاق کے خطیب رہے۔ جب بینظیر کی حکومت ۱۹۸۹ء میں تھی' اس وقت ڈاکٹر طاہر القادری نے میاں نواز شریف سے قطع تعلق کر لیا اور اعلان کیا کہ میرا تعلق اب میاں نواز شریف سے قطعی نہیں ہے اور میں شریف خاندان سے الگ ہو گیا ہوں اور انہوں نے سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا۔''

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جس زمین پر جامعہ القرآن بنا رکھا ہے اور وہ لاہور ٹاؤن شپ میں واقع ہے اور ماڈل ٹاؤن کی وہ زمین جس پر انہوں نے سیکرٹریٹ قائم کیا ہوا ہے' کہاں سے آئی؟ حافظ تقی الدین کا کہنا ہے کہ اربوں روپے کی یہ زمین نواز شریف نے انہیں اپنے اثر و رسوخ سے دلائی تھی۔

پاکستان عوامی تحریک:۔

مولانا محمد طاہر القادری نے بقول پروفیسر علی اکبر منصور' ۱۹۹۵ء میں پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبکہ حافظ تقی الدین کا کہنا ہے کہ:۔

''انہوں نے اپنی سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کر دیا اور اس کے لیے انہوں نے ۲۵ مئی ۱۹۷۹ء کو موچی دروازے میں ایک پبلک جلسہ بلایا' جس میں لوگوں کو اس کشش پر بلایا گیا کہ وہ بتائیں گے کہ اسلام میں بغیر سود کے بنکاری کا نظام چل سکتا ہے۔ اس جلسے میں تقریباً ایک لاکھ لوگ جمع ہوئے۔ وہ بغیر سود کے بنکاری کا نظام تو نہیں بنا سکے' مگر انہوں نے اس بہت بڑے اجتماع میں اپنی نئی سیاسی جماعت ''عوامی تحریک'' کا اعلان کر دیا اور خود ہی اس کے چیئرمین بھی بن گئے۔''

اغراض و مقاصد:۔

پاکستان عوامی تحریک نے اپنے اغراض و مقاصد یوں بیان کیے ہیں:۔

(۱) قرآن و سنت کو پاکستان کا سپریم لاء قرار دینا اور آئین و قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانا۔

(۲) نظام میں اصلاحات کر کے قومی اداروں کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنا اور پاکستان کو ایک جدید اسلامی' جمہوری اور فلاحی مملکت بنانا۔

(۳) احتساب کے مستقل اور دیرپا نظام کے قیام کے ذریعے ملک سے کلیتاً کرپشن کا خاتمہ کرنا' کرپٹ افراد سے ملکی خزانے کی لوٹی ہوئی دولت کی واپسی ممکن بنانا اور کرپٹ افراد کو ہر قومی ادارہ کے لیے نااہل قرار دلوانا۔

(۴) ہر قسم کی نسلی' لسانی' گروہی' مذہبی اور صوبائی تعصبات کا خاتمہ کرنا' وفاق کے استحکام کی خاطر صوبائی خود مختاری کو آئین کے مطابق یقینی بنانا اور انتقالِ اختیارات کے اصول کے تحت اختیارات' مرکز سے صوبوں اور صوبوں سے ضلع کی سطح تک آئینی تحفظ کے ذریعے تقسیم کرنا۔

(۵) پاکستان میں قرضوں' سود اور افراطِ زر سے پاک پائیدار نظام معیشت کو فروغ دینا۔

(۶) غریبوں' مزدوروں' کسانوں اور بیروزگاروں کی خوشحالی کے لیے انقلابی پروگرام ترتیب دینا اور بنیادی ضروریات' طبی و تعلیمی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانا اور بالخصوص دیہی ترقی کے نئے ترجیحی بنیادوں پر نئے منصوبے بنانا۔

(۷) معاشرے میں جدید تعلیم' سائنسی طرز فکر' سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کو یقینی بنانا اور پاکستان کو تعلیم یافتہ' بااصلاحیت و باکردار قیادت کی فراہمی کے لیے جدوجہد کرنا۔

(۸) معاشرے میں ہر سطح پر ہر قسم کے استحصال کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا اور طبقاتی نظام تعلیم کے خاتمہ کے لیے بھی ٹھوس اور عملی اقدامات کرنا۔

(۹) بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۰) ہر شہری بشمول اقلیتوں کو بلا امتیاز رنگ ونسل وجنس بنیادی حقوق اور جائز مذہبی آزادی فراہم کرنا' بالخصوص خواتین' بچوں اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا۔

(۱۱) خواتین کو معاشرہ میں باعزت مقام دلانا اور خواتین کی حکومتی اداروں میں تناسب آبادی کے مطابق شراکت کو یقینی بنانا' خواتین کے خلاف کیے جانے والے جرائم کی روک تھام کے لیے کام کرنا' بالخصوص خواتین کے استحصال اور چائلڈ لیبر کا خاتمہ کرنا۔

(۱۲) قومی وصوبائی اسمبلیوں میں غریبوں' مزدوروں' خواتین' ٹیکنو کریٹس اور پیشہ ور افراد کے لیے نشستیں مختص کرنا۔

(۱۳) اوورسیز پاکستانیوں کے مسائل کے مؤثر حل کے لیے ایک آزاد اور خود مختار کمیشن کا قیام عمل میں لانا اور انتخابی مہم میں اوورسیز پاکستانیوں کی شرکت کو یقینی بنانا۔

(۱۴) پاکستان کی خارجہ پالیسی کو ملکی دفاع وقومی سلامتی کی خاطر آزادانہ اور متوازن بنانا اور پاکستان کے تعلقات کو مسلم ممالک کے ساتھ بالخصوص اور عالمی برادری کے ساتھ بالعموم خوشگوار بنانا۔

(۱۵) پاکستان کے دفاع اور سلامتی کی خاطر ایٹمی پروگرام کی حفاظت کو یقینی بنانا۔

(۱۶) مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل کے لیے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانا۔

قائد تحریک:۔

پاکستان عوامی تحریک کے بانی اور قائد ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں' جنہیں پارٹی میں "قائد انقلاب" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ پارٹی ان کی فکری' نظریاتی اور تحریکی رہنمائی میں کام کرنے کی پابند ہے۔ پارٹی کے مرکزی سطح کے تمام بنیادی فیصلے اور دستوری ترامیم قائد تحریک (محمد طاہر القادری) کی توثیق سے نافذ العمل ہوتے ہیں۔ قائد تحریک کسی بھی ہنگامی صورتِ حال کے پیش نظر پارٹی کے وسیع تر مفاد میں ضروری اقدام کرنے کا مجاز ہے۔ جنرل کونسل کا اجلاس طلب کرنے کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے اور اس اجلاس کی صدارت بھی وہی کرتا ہے۔

عوامی تحریک کی مرکزی تنظیم:۔

عوامی تحریک کی مرکزی تنظیم مندرجہ ذیل اداروں (ہیئتِ مقتدرہ) پر مشتمل ہے:۔

(۱) جنرل کونسل

(۲) فیڈرل کونسل

(۳) سنٹرل ایگزیکٹو

(۴) ایڈوائزری کونسل (تھنک ٹینک)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنرل کونسل: (۵) پارلیمانی بورڈ:

جنرل کونسل پارٹی کا بالائی اور بنیادی پالیسی ساز ادارہ ہے' جو پارٹی اور اس کے تمام ونگز' تحریک اور اس کے فورمز کے ہر سطح کے تمام عہدیداروں پر مشتمل ہے۔ قائدِ تحریک بوقت ضرورت جنرل اسمبلی کا اجلاس طلب کر کے اجلاس کی صدارت کرنے کا مجاز ہے اس کونسل میں اہم بنیادی فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جنرل کونسل چیئر مین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہے۔

فیڈرل کونسل:۔

فیڈرل کونسل پاکستان عوامی تحریک کا دستور ساز اور عمومی پالیسی ساز ادارہ ہے' جو کم از کم ۱۵۰ اراکین پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ فیڈرل کونسل اپنے سیکرٹری' چیف کوآرڈی نیٹر اور چیف آرگنائزر کا انتخاب اپنے اراکین میں سے کرتی ہے سیکرٹری انفارمیشن کے عہدہ کے لیے فیڈرل کونسل تین افراد کا انتخاب کر کے چیئر مین کو پیش کرتی ہے۔ اور چیئر مین ان میں سے کسی ایک کو اس کی ذاتی قابلیت وصلاحیت' کارکنوں میں پذیرائی' پارٹی کی خدمات' تحریکی مفاد' اس شعبہ کا تجربہ' سوجھ بوجھ اور میڈیا کے ساتھ تعلقات کے پیش نظر منتخب کرتا ہے۔ پارٹی دستور میں ترمیم کے لیے فیڈرل کونسل کے اراکین کی دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہے۔ سنٹرل ایگزیکٹو کے عہدیدار اور اراکین بلحاظ عہدہ فیڈرل کونسل کے رکن متصور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایڈوائزی کونسل' پارلیمانی بورڈ اور ونگز کے سربراہان بھی بلحاظ عہدہ فیڈرل کونسل کے ممبر شمار ہوتے ہیں اسی طرح پاکستان کے ہر صوبے کے صدر اور جنرل سیکرٹری اور ہر ضلع کے ضلعی صدر اور آرگنائزر بھی بلحاظ عہدہ فیڈرل کونسل کے رکن متصور ہوتے ہیں۔ پارٹی کے سینٹ اور قومی اسمبلی کے اراکین بھی اس کے ممبر ہوتے ہیں۔ قائد تحریک فیڈرل کونسل کے تیس اراکین کی نامزدگی پارٹی سے وابستگی' پیشہ ورانہ قابلیت و استعداد اور پارٹی خدمات کی بنیاد پر کر سکتا ہے۔ تحریک کے تمام فورمز کی مرکزی ایگزیکٹو کونسل دس دس اراکین نامزد کرنے کی مجاز ہے۔

فیڈرل کونسل کا سال میں کم از کم ایک اجلاس منعقد ہونا ضروری ہے۔ اس کا اجلاس چیئر مین کی ہدایت پر جنرل سیکرٹری طلب کرتا ہے اور صدارت کے فرائض چیئر مین ادا کرتا ہے۔

سنٹرل ایگزیکٹو:۔

پاکستان عوامی تحریک کے دستور کے بموجب' سنٹرل ایگزیکٹو مندرجہ ذیل عہدیداران اور ونگز کے سربراہان' جنرل سیکرٹری اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ نامزد ارکان (ممبرز ایگزیکٹو) پر مشتمل ہوگی' جنہیں چیئر مین عہدیداران کی مشاورت سے نامزد کرے گا:۔

(۱) چیئر مین

(۲) سینئر وائس چیئر مین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) وائس چیئرمین
(۴) سیکرٹری جنرل
(۵) ایڈیشنل سیکرٹری جنرل
(۶) ڈپٹی سیکرٹری جنرل
(۷) چیف آرگنائزر
(۸) ڈپٹی چیف آرگنائزر
(۹) چیف کوآرڈی نیٹر
(۱۰) ڈپٹی چیف کوآرڈی نیٹر
(۱۱) سیکرٹری کوآرڈی نیشن
(۱۲) فنانس سیکرٹری
(۱۳) سیکرٹری انفارمیشن

سیکرٹری جنرل' چیف آرگنائزر اور چیف کوآرڈی نیٹر کے علاوہ دیگر تمام عہدیداران کا انتخاب سنٹرل ایگزیکٹو کرے گی اور ان کی توثیق چیئرمین کرے گا۔ تحریک اور اس کے تمام فورمز کے مرکزی سربراہان یا سیکرٹری جنرل بلحاظ سنٹرل ایگزیکٹو کے رکن ہوں گے۔ اس کے تمام عہدیداران واراکین کا انتخاب تین سال کے لیے ہو گا۔

دیگر ممالک میں قائم ہونے والی پاکستان عوامی تحریک کی تمام تنظیمات کے مرکزی صدر' سیکرٹری جنرل بلحاظ عہدہ سنٹرل ایگزیکٹو کے ممبر ہوں گے' البتہ ان کی شمولیت صوابدیدی ہوگی۔ شمالی علاقہ جات اور فاٹا سے ایک ایک نمائندہ سنٹرل ایگزیکٹو کا ممبر ہوگا ایڈوائزری کونسل اور پارلیمانی بورڈ کے سربراہان یا جنرل سیکرٹری بلحاظ عہدہ سنٹرل ایگزیکٹو کے رکن ہوں گے۔

سنٹرل ایگزیکٹو کے اختیارات اور ذمہ داریاں:۔

پاکستان عوامی تحریک کے سنٹرل ایگزیکٹو کے اختیارات اور ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) سنٹرل ایگزیٹو مرکزی اور صوبائی پارلیمانی بورڈ اور الیکشن کمیشن کا تقرر کرے گا۔ سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس چیئرمین کم از کم سہ ماہی طلب کرے گا اور اجلاس کی صدارت کرے گا۔

(۲) سنٹرل ایگزیٹو چیئرمین فیڈرل کونسل اور جنرل کونسل کے جملہ فیصد کی تنفیذ اور تعمیل کی ذمہ دار ہوگی۔

(۳) مرکزی اور صوبائی جملہ عہدیداران اپنی منصبی اور دستوری ذمہ داریوں کی ادائیگی اور کارکردگی کے معاملے میں سنٹرل ایگزیکٹو کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۴) مختلف امور کی انجام دہی کے لیے قائم کیے گئے ونگز شعبہ جات' کمیٹیاں اور ان کے سربراہان اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کارکردگی کے معاملے میں سنٹرل ایگزیکٹو کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۵) سنٹرل ایگزیکٹو کسی بھی ہنگامی ضرورت کے پیشِ نظر پارٹی کے وسیع تر مفاد میں کسی بھی دستوری، منشوری، تنظیمی، تحریکی، انتظامی اور مالیاتی نوعیت کے فیصلے کا اختیار ہوگا، جو قائد کی توثیق سے نافذ العمل ہوگا۔

(۶) مرکزی بجٹ تجاویز فیڈرل کونسل کو پیش کرے گی۔ فیڈرل کونسل کے اجلاس سے قبل چیئرمین کی توثیق سے بجٹ کی عبوری منظوری دے سکے گی۔

(۷) مجوزہ دستور اور مجوزہ دستوری ترامیم فیڈرل کونسل کو پیش کرے گی فیڈرل کونسل کے اجلاس سے قبل قائد کی توثیق سے دستور اور دستوری ترامیم کی عبوری منظوری دے سکے گی۔

سنٹرل ایگزیکٹو کے عہدیداران:۔

چیئرمین:۔

سنٹرل ایگزیکٹو کے چیئرمین کا انتخاب ہر پانچ سال بعد خفیہ رائے دہی کی بنیاد پر سنٹرل ایگزیکٹو کے عہدیداران اور اراکین میں سے کثرت رائے سے ہوتا ہے۔ پارٹی چیئرمین کی تنظیمی، انتظامی اور سیاسی سربراہی میں کام کرتی ہے اور پارٹی کے مرکزی سطح کے عمومی، تنظیمی اور سیاسی فیصلے چیئرمین کی توثیق سے نافذ العمل ہوتے ہیں۔ اگر کسی معاملہ میں سنٹرل ایگزیکٹو اور فیڈرل کونسل کے اراکین کے ووٹ مساوی ہوں تو چیئرمین کا ووٹ فیصلہ کن ہوتا ہے۔

سینئر وائس چیئرمین:۔

سینئر وائس چیئرمین اپنی صوابدید پر نامزد کرتا ہے اور جو اختیارات چیئرمین اسے تفویض کرتا ہے وہ انہی پر عمل کرتا ہے۔

وائس چیئرمین:۔

ہر صوبے میں ایک مرکزی وائس چیئرمین کو منتخب کیا جاتا ہے۔ ہر صوبائی کونسل اپنے اراکین میں سے تین افراد کو وائس چیئرمین کے لیے چنتی ہے جن میں سے چیئرمین کسی ایک کی تقرری کی توثیق کرتا ہے وائس چیئرمین، چیئرمین اور سینئر وائس چیئرمین کی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔

سیکرٹری جنرل:۔

پاکستان عوامی تحریک کے سنٹرل ایگزیکٹو کے جنرل سیکرٹری کا چناؤ فیڈرل کونسل میں سے بذریعہ انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ فیڈرل کونسل تین ناموں کا انتخاب کر کے چیئرمین کو پیش کرتی ہے اور چیئرمین ان میں سے کسی ایک کو اس کی ذاتی قابلیت، کارکنوں میں پذیرائی، پارٹی خدمات اور پارٹی کے مفاد کے پیش نظر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عہدہ پر تعینات کر دیتا ہے۔ وہ ایگزیکٹو فیڈرل کونسل اور جنرل کونسل کے فیصلوں پر عمل درآمد کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ حسب دستور سنٹرل ایگزیکٹو فیڈرل کونسل اور جنرل کونسل کا اجلاس طلب کرنے اور جملہ کارروائیوں کا ریکارڈ رکھنے کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔ اور پارٹی کی کارکردگی کی رپورٹ متعلقہ اجلاس میں پیش کرتا ہے۔

ایڈیشنل سیکرٹری جنرل:۔

ایڈیشنل سیکرٹری جنرل' سیکرٹری جنرل کی طرف سے تفویض کردہ امور انجام دیتا اور سیکرٹری جنرل کی عدم موجودگی میں قائم مقام سیکرٹری جنرل کے فرائض انجام دیتا ہے۔ وہ پارٹی کے ریسرچ ڈیٹا مینجمنٹ اور مانیٹرنگ بیورو کے چیف اور پارٹی کے "Vigilance cell" کے انچارج کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتا ہے اور پارٹی کے دفتری امور کا بھی انچارج ہوتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری جنرل:۔

ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور ایڈیشنل سیکرٹری جنرل کی تنظیمی اور انتظامی امور میں معاونت کرتا ہے۔ ڈپٹی سیکرٹری جنرل ایک سے زائد منتخب کیے جاتے ہیں۔

چیف آرگنائزر:۔

چیف آرگنائزر پارٹی کی تنظیم سازی کا صوبائی سطح تک ذمہ دار اور ذیلی سطح تک نگران ہوتا ہے اور پارٹی کو مختلف سطحوں پر تنظیمی اور تحریکی اعتبار سے متحرک اور فعال بنانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ وہ پارٹی کی تنظیم سازی کی رپورٹ سنٹرل ایگزیکٹو اور فیڈرل کونسل میں پیش کرتا ہے۔

ڈپٹی چیف آرگنائزر:۔

ڈپٹی چیف آرگنائزر' کی تنظیم سازی میں معاونت کرتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں قائم مقام چیف آرگنائزر کے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ ڈپٹی چیف آرگنائزر ایک سے زائد منتخب کیے جاتے ہیں۔

چیف کوآرڈی نیٹر:۔

چیف کوآرڈی نیٹر پارٹی کی حکمتِ عملی اور منصوبہ بندی کے امور کا نگران ہوتا ہے اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کا سیکرٹری۔ وہ چیئرمین کی ہدایات کے مطابق پارلیمانی بورڈ' پارٹی کے مختلف ونگز' فورمز اور شعبہ جات اور عہدیداران کے درمیان رابطہ کا ذمہ دار ہوتا ہے علاوہ ازیں وہ پارٹی کے جلسوں' ریلیوں اور تقریبات کے انتظامات کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈپٹی چیف کوآرڈی نیٹر:۔

وہ چیف کوآرڈی نیٹر کا معاون ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں قائم چیف کوآرڈی نیٹر کے فرائض انجام دیتا ہے۔

سیکرٹری کوآرڈینیشن:۔

سنٹرل ایگزیکٹو کے تمام عہدیداران وارا کین کے مابین رابطہ کو عملی شکل دینے کا ذمہ دار سیکرٹری کو آرڈی نیشن ہوتا ہے۔علاوہ ازیں وہ PAT اور تحریک کے تمام فورمز کے مابین اور سنٹرل ایگزیکٹو کی ہدایات کے مطابق معاصر جماعتوں اور اداروں سے رابطہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔وہ مرکزی عہدیداراں کے دفتری امور میں معاونت کرتا ہے اور پارٹی کے دفتر کے انتظامی امور کو بطور انچارج سرانجام دیتا ہے۔

سیکرٹری فنانس:۔

سیکرٹری فنانس پارٹی کے مالیاتی امور کا نگران اور پارٹی کے فنڈز جمع کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ سیکرٹری جنرل اور سنٹرل ایگزیکٹو کے نامزد کردہ رکن کے اشتراک سے بنک اکاؤنٹ چلاتا ہے۔آمدن وخرچ کا حساب رکھنا اور حسب ضابطہ سنٹرل ایگزیکٹو کے مقرر کردہ چارٹرا کاؤنٹنٹ سے حسابات کا سالانہ آڈٹ کرانا اسی کی ذمہ داری ہے۔وہ پارٹی کا سالانہ بجٹ مرتب کر کے سنٹرل ایگزیکٹو میں پیش کرتا ہے۔

سیکرٹری انفارمیشن:۔

سیکرٹری انفارمیشن پارٹی کے منشور پروگرام اور سرگرمیوں کی تشہیر کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس سلسلے میں ابلاغ عامہ کے ذرائع سے مؤثر رابطہ رکھنا اور اس امر کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی پارٹی لیڈر پالیسی کے خلاف بیان جاری نہ کرے۔وہ پارٹی کے خلاف میڈیا یا پراپیگنڈا کے ایگزیکٹو مؤثر دفاع کی کوریج کو یقینی بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

سنٹرل ایگزیکٹو کے اراکین:۔

پارٹی کے جملہ فورمز اور ونگز کے سربراہان بلحاظ عہدہ سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کے اراکین متصور ہوتے ہیں۔مذکورہ بالا عہدیداران کے علاوہ سنٹرل ایگزیکٹو کے زیادہ سے زیادہ دس نامزد اراکین ہوتے ہیں جنہیں چیئرمین عہدیداران کی مشاورت سے نامزد کرتا ہے۔

سنٹرل ورکنگ کمیٹی:۔

سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کی نمائندہ (Standing) باڈی سنٹرل ورکنگ کمیٹی کے طور پر کام کرتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے جو کہ سنٹرل ایگزیکٹو کے اپنے عہدیداران واراکین میں سے کم از کم دس افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کے فرائض واختیارات استعمال کرتی ہے۔

ایڈوائزری کونسل (تھنک ٹینک):۔

ایڈوائزری کونسل پارٹی کا "تھنک ٹینک" متصور ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ماہرین پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۱) ایگزیکٹو کونسل کے ذریعے نامزد کردہ ماہرین
(۲) سکالرز
(۳) ٹیکنو کریٹس
(۴) دانشور
(۵) مزدور
(۶) کسان
(۷) تاجران
(۸) خواتین
(۹) ریٹائرڈ ججز
(۱۰) وکلاء
(۱۱) جرنلسٹس
(۱۲)

ایڈوائزری کونسل ملکی، قومی، علاقائی اور پارٹی امور کے مسائل پر غور وخوض اور ریسرچ کے ذریعے نظام اور لائحہ عمل مرتب کرتی اور چیئرمین کو پیش کرتی ہے۔ یہ سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کے مرتب کردہ قواعد وضوابط کے تحت اختیارات وفرائض سرانجام دیتی ہے۔ ایڈوائزری کونسل کے سربراہ اور جنرل سیکرٹری کی نامزدگی ایگزیکٹو کونسل کرتی ہے۔ علاقائی سطح پر بھی ایک ایڈوائزری کونسل تشکیل دی جاتی ہے۔

پارلیمانی بورڈ:۔

پارلیمانی بورڈ حسب ذیل اداروں پر مشتمل ہے:۔

(۱) مرکزی پارلیمانی بورڈ
(۲) صوبائی پارلیمانی بورڈ
(۳) ضلعی انتخابی بورڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرکزی پارلیمانی بورڈ:۔

پاکستان عوامی تحریک نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے بارے میں حسب ذیل نکات پیش کیے ہیں:۔

(۱) بورڈ کے صدر چیئرمین خود ہوں گے یا سنٹرل ایگزیکٹو میں سے ان کا نامزد کردہ کوئی عہدیدار رکن ہو گا۔

(۲) بورڈ کے سیکرٹری کے فرائض چیف کوآرڈی نیٹر کے ذمہ ہوں گے۔ سیکرٹری جنرل سینئر وائس چیئرمین اور چیف آرگنائزر بلحاظ عہدہ اس کے رکن ہوں گے۔

(۳) ہر صوبائی پارلیمانی بورڈوں کے صدر اور سیکرٹری بھی بلحاظ عہدہ اس کے رکن ہوں گے۔

(۴) قائد تحریک پانچ رکن نامزد کر سکیں گے۔

(۵) پارٹی کے ونگز اور ایڈوائزری کونسل کے سربراہاں بلحاظ عہدہ اراکین ہوں گے۔

(۶) بورڈ الیکشن کے لیے پارٹی امیدواروں کا چناؤ کرے گا اور ٹکٹ جاری کرے گا۔

(۷) حلقہ جات سے متعلق تمام کوائف اور رپورٹیں مرتب کرے گا۔

صوبائی پارلیمانی بورڈ:۔

(۱) صوبائی صدر، جنرل سیکرٹری بالترتیب بورڈ کے صدر اور سیکرٹری ہوں گے۔

(۲) پارٹی کے ونگز کے صوبائی سربراہان اور ایڈوائزری بورڈ کے صوبائی صدر بلحاظ عہدہ اور چیئرمین کے نامزد کردہ ۵ اراکین بھی بورڈ کے ممبر ہوں گے۔

(۳) پارٹی کے ضلعی صدر اور ضلعی انتخابی بورڈ کے سربراہان متعلقہ اضلاع سے امیدواران کی سفارشات کی تیاری کے عمل میں صوبائی پارلیمانی بورڈ کے اراکین ہوں گے۔

(۴) بورڈ اپنے صوبہ سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے امیدواروں کے بارے میں اپنی سفارشات برائے منظوری مرکزی پارلیمانی بورڈ کو بھیجے گا۔

(۵) بورڈ امیدواروں کے بارے میں اپنی سفارشات متعلقہ حلقہ ہائے انتخاب کی تنظیمات اور ورکرز کی آراء کی روشنی میں مرتب کرے گا۔

(۶) بورڈ امیدواروں کے چناؤ کے وقت ان کی تعلیم، تجربہ، سیرت و کردار اور عمومی شہرت کو پیش نظر رکھے گا۔

ضلعی انتخابی بورڈ:۔

(۱) بلدیاتی انتخابات کے لیے امیدواروں کی نامزدگی ضلعی انتخابی بورڈ کے ذریعے عمل میں لائی جائے گی۔ البتہ یہ صوبائی پارلیمانی بورڈ کی نگرانی میں کام کرے گا۔

(۲) پارٹی کے ضلعی صدر جنرل سیکرٹری، آرگنائزر اور ضلعی ونگز اور ایڈوائزری بورڈ کے سربراہان اور پارٹی کے صوبائی صدر کے نامزد پانچ اراکین ضلعی انتخابی بورڈ کے ممبر ہوں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) پارٹی کا ضلعی صدر سربراہ اور جنرل سیکرٹری بورڈ کا سیکرٹری ہوگا۔
(۴) قومی وصوبائی اسمبلی کے امیدواروں کے چناؤ کے لیے مرکزی وصوبائی پارلیمانی بورڈ کو سفارشات پیش کر سکے گا۔
(۵) سنٹرل ایگزیکٹو کونسل وصوبائی کونسل کے طے کردہ قواعد وضوابط کے تحت کام کرے گا۔

پارٹی کے ونگز:۔

پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے مرکزی سطح سے لے کر یونٹ سطح تک پورے ملک میں درج ذیل اور دیگر شعبہ ہائے زندگی اور طبقات کے لیے الگ الگ ونگز کی تنظیمیں قائم کی جاسکتی ہیں:۔

(۱) ویمن ونگ
(۲) یوتھ ونگ
(۳) لائیرز ونگ
(۴) کسان ونگ
(۵) لیبر ونگ
(۶) ٹریڈرز ونگ
(۷) کلچرل ونگ
(۸) علماء ومشائخ ونگ
(۹) مینارٹی ونگ
(۱۰) سوشل ویلفیئر اینڈ ہیومن ونگ

ونگز کے سربراہان بلحاظ عہدہ پارٹی کی متعلقہ ایگزیکٹو کونسل کے ممبران ہوں گے۔
ونگز اپنے مخصوص نام بھی اختیار کر سکتے ہیں؛ جیسے کہ لائیرز ونگ (عوامی لائیرز موومنٹ پاکستان)
ونگز مندرجہ ذیل عہدیداران پر مشتمل ہوں گے۔

(۱) صدر
(۲) آرگنائزر (بوقتِ ضرورت)
(۳) نائب صدر (بوقت ضرورت)
(۴) جنرل سیکرٹری
(۵) ڈپٹی جنرل سیکرٹریز (حسب ضرورت)
(۶) سیکرٹری فنانس
(۷) سیکرٹری انفارمیشن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ونگ کی ایگزیکٹو کونسل ہوگی' جس کا اجلاس ونگ کا صدر کم از کم سہ ماہی طلب کرے گا اور اس کی صدارت کرے گا۔ ونگ کی ایگزیکٹو کونسل اور اس کے عہدیداران پارٹی کی متفقہ مرکزی و علاقائی سطح کی تنظیمات کی کونسلز و عہدیداران کے لیے مروجہ اصولوں کے تحت اختیارات اور فرائض استعمال کریں گے۔

خصوصی سیلز کی تشکیل:۔

پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے خاص امور کی انجام دہی کے لیے حسب ضرورت عہدیداران پر مشتمل سیل کمیٹیز قائم کی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ ایجوکیشن اینڈ امرجنگ سائنسز' ڈویلپمنٹ اینڈ سٹریٹیجک پلاننگ' دستور ساز کمیٹی' منشور ساز کمیٹی۔

عوامی دادرسی سیل:۔

عوام کے حکومتی محکمہ جات' عدالتوں' تھانوں اور جیلوں میں مسائل کے حل کے لیے پارٹی کی ہر سطح پر عوامی و دادرسی سیل قائم کیے جائیں گے جن میں ہر سطح پر پانچ رکنی ایگزیکٹو ہوگی' جس میں ایک ایڈووکیٹ رکن ہو گا' جو عوام کے تھانوں جیلوں اور عدالتوں کے مسائل حل کروانے کا ذمہ دار ہوگا' جبکہ بقیہ تنظیم حکومتی محکمہ جات میں عوام کے مسائل حل کروانے کی ذمہ دار ہوگی۔ سیل کا سربراہ صدر ہوگا جو کم از کم ایک اجلاس سہ ماہی طلب کرے گا اور اس کی صدارت کرے گا۔

صوبائی تنظیم:۔

پاکستان عوامی تحریک نے صوبائی تنظیم کے لیے حسب ذیل دو ادارے تشکیل دیے ہیں۔

(۱) صوبائی کونسل

(۲) صوبائی ایگزیکٹو

صوبائی کونسل:۔

(۱) پاکستان کے ہر صوبہ میں صوبائی کونسل قائم کی جائے گی۔ شمالی علاقہ جات اور فاٹا کی کونسلز کا درجہ صوبائی کونسل کے برابر ہوگا۔

(۲) متعلقہ صوبے میں ہر ڈویژن اور ضلع کا صدر اور آرگنائزر اور تمام زونل تنظیمات کے صدور بلحاظ عہدہ صوبائی کونسل کے رکن ہوں گے۔

(۳) صوبائی کونسل میں صوبائی ایگزیکٹو کی سفارش پر مزید پچیس کی حد تک اراکین کی نامزدگی ہوگی جو چیئرمین پُر کرے گا۔

(۴) صوبائی کونسل مرکز کی ہدایات کی روشنی میں صوبائی امور سے متعلق پالیسیاں وضع کرے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) صوبائی کونسل تمام ذیلی تنظیمات کے تنظیمی مالیات اور دیگر تحریکی امور میں محاسبہ کی مجاز ہوگی۔

(۶) صوبائی صدر سال میں کم از کم ایک اجلاس طلب کر کے اس کی صدارت کرے گا۔ صوبائی کونسل متعلقہ صوبائی بجٹ اور مرکزی پالیسی کے تحت لائحہ عمل اور پروگرام کی منظوری دے گا۔

(۷) پارٹی کے صوبائی اسمبلی کے ممبران صوبائی کونسل کے ممبر ہوں گے۔

صوبائی ایگزیکٹو:۔

صوبائی ایگزیکٹو درج ذیل عہدیداران اور کم از کم پانچ اراکین پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) صدر

(۲) سینئر نائب صدر

(۳) نائب صدر (تین)

(۴) جنرل سیکرٹری

(۵) ڈپٹی جنرل سیکرٹریز (حسب ضرورت)

(۶) آرگنائزر

(۷) سیکرٹری کوآرڈی نیشن

(۸) سیکرٹری انفارمیشن

(۹) ڈپٹی سیکرٹری انفارمیشن

(۱۰) سیکرٹری فنانس

(۱۱) ونگز کے صوبائی صدور۔

صوبائی کونسل صدر، آرگنائزر، سینئر نائب صدر، ڈپٹی جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری انفارمیشن کا چناؤ بذریعہ انتخاب کرے گی اور نائب صدر، جنرل سیکرٹری، سیکرٹری کوآرڈی نیشن اور سیکرٹری فنانس کا تقرر چیئرمین منتخب عہدیداران کے مشورہ سے کرے گا۔ تمام عہدیداران اپنے نام سے قبل "صوبائی" کا لفظ استعمال کریں گے صوبائی صدر، ایگزیکٹو کا کم از کم سہ ماہی اجلاس طلب کرے گا اور اجلاس کی صدارت کرے گا۔ صوبائی صدر دیگر عہدیداران کے مشورہ سے پانچ اراکین نامزد کرے گا۔

ضلعی تنظیم:۔

پاکستان عوامی تحریک نے ضلعی تنظیم کے ضمن میں ضلعی کونسل اور ضلعی ایگزیکٹو کے نام سے دو ادارے قائم کیے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضلعی کونسل:۔

(۱) ہر ضلع میں ضلعی کونسل قائم کی جائے گی۔

(۲) ضلعی ایگزیکٹو کے عہدیداران واراکین کے علاوہ ضلع کی صوبائی حلقہ جات کے صدر اور جنرل سیکرٹریز اس میں شامل ہوں گے۔

(۳) ضلعی صدر کم از کم ماہانہ اجلاس طلب کرے گا اور اجلاس کی صدارت کرے گا اور کونسل ضلعی بجٹ اور مرکزی وصوبائی پالیسی کے تحت لائحہ عمل اور پروگرامز کی منظوری دے گی۔

(۴) پارٹی کے ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبران ضلعی کونسل کے رکن ہوں گے۔

ضلعی ایگزیکٹو:۔

ضلعی ایگزیکٹو درج ذیل عہدیداران اور پانچ اراکین پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) صدر

(۲) چار نائب صدور

(۳) جنرل سیکرٹری

(۴) چار ڈپٹی جنرل سیکرٹریز

(۵) آرگنائزر

(۶) سیکرٹری انفارمیشن

(۷) سیکرٹری فنانس

(۸) زونل تنظیم کے صدر بلحاظ عہدہ

(۹) ضلعی ونگز کے صدر بلحاظ عہدہ

ذیلی تنظیمات:۔

ضلعی تنظیم کے تحت درج ذیل سطحوں تک ذیلی تنظیمات قائم کی جائیں گی:۔

(۱) صوبائی حلقہ کی تنظیم (زونل تنظیم)

(۲) یونین کونسل کی تنظیم (سیکٹر تنظیم)

(۳) یونٹ تنظیم

صوبائی حلقہ تنظیم زونل تنظیم:۔

ہر صوبائی حلقہ میں زونل تنظیم قائم کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زونل تنظیمی کونسل:۔

(۱) زونل ایگزیکٹو کے عہدیداران وارا کین کے علاوہ تمام سیکٹرز کے صدر اور جنرل سیکرٹریز اس میں شامل ہوں گے زونل صدر کم از کم ماہانہ اجلاس طلب کرے گا اور اجلاس کی صدارت کرے گا۔ زونل تنظیمی کونسل بالائی تنظیم کی پالیسی کے تحت لائحہ عمل اور پروگرامز اور اپنے بجٹ کی منظوری دے گی۔

(۲) یونین کونسل کے ممبران زونل تنظیمی کونسل کے اراکین ہوں گے۔

زونل ایگزیکٹو:۔

زونل ایگزیکٹو درج ذیل عہدیداران اور چار اراکین پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) صدر

(۲) دو نائب صدر

(۳) جنرل سیکرٹری

(۴) آرگنائزر

(۵) دو ڈپٹی جنرل سیکرٹریز

(۶) سیکرٹری انفارمیشن

(۷) سیکرٹری فنانس

(۸) سیکٹر ونگز کے صدر

(۹) سیکٹر تنظیم کے صدر بلحاظ عہدہ

سیکٹر تنظیم:۔

ہر یونین کونسل کے حلقہ میں سیکٹر تنظیم قائم کی جائے گی۔

سیکٹر تنظیمی کونسل:۔

سیکٹر ایگزیکٹو کے عہدیداران وارا کین کے علاوہ تمام یونٹس کے صدر اور جنرل سیکرٹریز اس میں شامل ہوں گے سیکٹر صدر کم از کم ماہانہ اجلاس طلب کرے گا اور اجلاس کی صدارت کرے گا سیکٹر تنظیمی کونسل بالائی تنظیم کی پالیسی کے تحت لائحہ عمل و پروگرامز اور اپنے بجٹ کی منظوری دے گی۔

سیکٹر ایگزیکٹو:۔

سیکٹر ایگزیکٹو درج ذیل عہدیداران اور چار اراکین پر مشتمل ہوگی:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) صدر
(۲) دو نائب صدر
(۳) جنرل سیکرٹری
(۴) آرگنائزر
(۵) دو ڈپٹی جنرل سیکرٹریز
(۶) سیکرٹری انفارمیشن
(۷) سیکرٹری فنانس
(۸) یونٹ کے صدر بلحاظ عہدہ
(۹) ونگز کے صدر بلحاظ عہدہ

یونٹ کی تنظیم:۔

ہر محلہ اور گاؤں میں یونٹ تنظیم قائم کی جائے گی۔
یونٹ درج ذیل عہدیداران اور چار اراکین پر مشتمل ہو گی:۔

(۱) صدر
(۲) دو نائب صدر
(۳) جنرل سیکرٹری
(۴) آرگنائزر
(۵) دو ڈپٹی جنرل سیکرٹریز
(۶) سیکرٹری انفارمیشن
(۷) سیکرٹری فنانس
(۸) یونٹ کے صدر بلحاظ عہدہ
(۹) ونگز کے صدر بلحاظ عہدہ

علاقائی تنظیمات کے عہدیداران کے فرائض و اختیارات:۔

صوبائی، ضلعی، زونل، سیکٹر اور یونٹ سطح کی علاقائی تنظیمات کے عہدیداران کے فرائض و اختیارات حسب ذیل ہوں گے۔

صدر:۔

(۱) صدر اپنی علاقائی سطح کی تنظیمی کونسل اور ایگزیکٹو کونسل کا سربراہ ہو گا۔ صدر اجلاس طلب کرے گا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس اجلاس کی صدارت کرے گا۔

(۲) صدر ایجنڈا کی منظوری دے گا اور اپنی صدارت میں ہونے والے اجلاسوں کی کارروائی کے اجراء کی منظوری دے گا۔

(۳) علاقائی سطح پر پارٹی کے مجموعی نظم و نسق کو برقرار رکھے گا اور پارٹی کے استحکام اور فروغ کے لیے کوشش کرے گا۔

(۴) پارٹی کے مقاصد کے فروغ کے لیے معاصر پارٹیوں اور بااثر افراد سے رابطے کرے گا اور انہیں پارٹی کے مقاصد اور پروگرام سے آگاہ کرے گا۔

(۵) اپنی تنظیم کی بالائی اور ذیلی تنظیمات سے روابط مضبوط بنائے گا۔

(۶) بالائی و ملکی تنظیم کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے بارے میں جوابدہ ہوگا اور باقاعدگی سے رپورٹس اور کارکردگی پیش کرے گا۔

(۷) ذیلی سطح پر کسی عہدیدار کا حسب ضابطہ محاسبہ رکھے گا۔ یکساں سطح کے عہدیداران کے محاسبہ کے لیے بالائی یا ملکی تنظیم کی سفارش کرے گا۔

(۸) صدر اپنی عدم موجودگی میں اپنے اختیارات حسب ضرورت ایگزیکٹو کے کسی بھی رکن کو تفویض کر سکے گا۔

(۹) پارٹی کے وسائل میں اضافہ کے لیے منصوبہ بندی اور کوشش کرے گا۔

نائب صدر:۔

(۱) نائب صدر، صدر کو جواب دہ ہوگا اور اس کی ہدایات پر عمل کرے گا۔

(۲) صدر کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے گا اور تفویض کردہ اختیارات استعمال کرے گا۔

(۳) پارٹی کے مقاصد کے فروغ اور اس کے استحکام کے لیے بھرپور کوشش کرے گا۔

(۴) پارٹی میں وسائل کے اضافہ کے لیے ایگزیکٹو کے تعاون سے کوشش کرے گا۔

آرگنائزر:۔

(۱) پارٹی کی اپنی متعلقہ علاقائی سطح تا ذیلی سطح کی تنظیم سازی کا ذمہ دار اور نگران ہوگا اور پارٹی کو اپنی علاقائی سطح پر تنظیمی و تحریکی اعتبار سے متحرک و فعال بنانے کے لیے کوشاں رہے گا۔

(۲) آرگنائزر اپنی تنظیم سازی کی رپورٹس ایگزیکٹو کونسل میں پیش کرے گا۔

جنرل سیکرٹری:۔

(۱) جنرل سیکرٹری اپنی علاقائی سطح کی تنظیمی کونسل اور ایگزیکٹو کونسل کے فیصلہ جات اور پالیسیوں کے نفاذ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا ذمہ دار ہوگا اور ایگزیکٹو کونسل کو جوابدہ ہوگا۔

(۲) اپنے ماتحت عہدیداران اور سٹاف اراکین کو پارٹی کے اہداف کے حصول کے لیے ہدایات دے گا اور ان کی کارکردگی سے ہر وقت آگاہ رہے گا اور ان کی نگرانی کرے گا۔

(۳) صدر کی ہدایت کے مطابق اجلاس طلب کرنے کے لیے ایجنڈا جاری کرے گا اور اجلاس کی کارکردگی ریکارڈ کرے گا اور صدر کی توثیق سے اجلاس کی کارروائی کا اجراء کرے گا۔

(۴) جنرل سیکرٹری اپنی عدم موجودگی میں اپنے اختیارات حسب ضرورت ڈپٹی جنرل سیکرٹری، جوائنٹ سیکرٹری یا کسی دیگر عہدیدار کو تفویض کرے گا۔

(۵) اپنے فرائض کی انجام دہی سے متعلق رپورٹس صدر اور ایگزیکٹو کونسل کو پیش کرے گا۔

(۶) اپنی علاقائی سطح کی تمام ذیلی تنظیمات سے رابطہ رکھے گا اور ان کو بروقت ہدایات دے گا اور ان کی کارکردگی سے مکمل آگاہ رہے گا۔

(۷) اپنے علاقائی سطح کے تمام کارکنان کے مسائل سے آگاہ رہے گا اور ان کا فوری حل نکالے گا۔

(۸) پارٹی کے اپنی علاقائی سطح کے دفتری امور کا انچارج ہوگا۔

ڈپٹی جنرل سیکرٹری:۔

(۱) جنرل سیکرٹری کو جوابدہ ہوگا اور اس کی طرف سے تفویض کردہ امور کا ذمہ دار ہوگا۔

(۲) جنرل سیکرٹری کی عدم موجودگی میں قائم مقام جنرل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے گا اور تفویض کردہ اختیارات استعمال کر سکے گا۔

(۳) پارٹی کے مقاصد کے فروغ اور اس کے استحکام کے لیے بھرپور کوشش کرے گا۔

(۴) پارٹی کے اپنی علاقائی سطح کے تنظیمی و دفتری صورتِ حال سے ہر وقت آگاہ رہے گا اور اس میں بہتری کے لیے جنرل سیکرٹری کی ہر ممکن معاونت کرے گا۔

سیکرٹری کوآرڈی نیشن:۔

(۱) اپنی علاقائی سطح پر پارٹی کی ایگزیکٹو کونسل، ایڈوائزری کونسل، ونگز اور بورڈ کے مابین رابطہ کو عملی شکل دینے کا ذمہ دار ہوگا۔

(۲) ایگزیکٹو کونسل کے تمام عہدیداران و اراکین کے مابین و رابطہ کو عملی شکل دینے کا ذمہ دار ہوگا۔

(۳) PAT اور تحریک کے تمام فورمز کے مابین رابطہ کا ذمہ دار ہوگا۔

(۴) صدر کی ہدایات کے مطابق اپنی علاقائی سطح کے معاصر جماعتوں سے رابطے کا ذمہ دار ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیکرٹری فنانس:۔

(۱) اپنی علاقائی سطح کی پارٹی کے مالیاتی امور کا نگران اور ذمہ دار ہوگا اور پارٹی کے فنڈز کو لیکٹ (Collect) کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

(۲) جنرل سیکرٹری اور ایگزیکٹو کونسل کے نامزد کردہ رکن کے اشتراک سے بنک اکاؤنٹ چلائے گا۔

(۳) پارٹی کے تمام فنڈز بنک اکاؤنٹس میں جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

(۴) آمدن وخرچ کا حساب رکھے گا اور حسب ضابطہ ایگزیکٹو کونسل کے مقرر کردہ آڈیٹر سے حسابات کا سالانہ آڈٹ کرائے گا۔

(۵) سالانہ بجٹ مرتب کرے گا اور ایگزیکٹو کونسل میں پیش کرے گا۔

سیکرٹری انفارمیشن:۔

(۱) پارٹی کے منشور، پروگرام اور سرگرمیوں کی تشہیر کرائے گا اور ابلاغ عامہ کے ذرائع سے مؤثر رابطہ رکھے گا۔

(۲) اس امر کو یقینی بنائے گا کہ کوئی پارٹی عہدیدار پارٹی پالیسی کے خلاف بیان جاری نہ کرے۔

(۳) قائدِ تحریک اور مرکزی قائدین کے بیانات کی روشنی میں اپنی متعلقہ سطح کے پارٹی عہدیداران کی پریس کوریج کا ذمہ دار ہوگا۔

(۴) پارٹی کے خلاف مقامی میڈیا کے پراپیگنڈا کے مؤثر دفاع کے لیے ایگزیکٹو کونسل کی منظور شدہ پالیسی کی کوریج کو یقینی ذمہ دار ہوگا۔

ڈپٹی سیکرٹری انفارمیشن:۔

(۱) ڈپٹی سیکرٹری انفارمیشن، سیکرٹری انفارمیشن کو جوابدہ ہوگا اور اس کی طرف سے تفویض کردہ امور کا ذمہ دار ہوگا۔

(۲) سیکرٹری انفارمیشن کی عدم موجودگی میں قائم مقام سیکرٹری انفارمیشن کے فرائض انجام دے گا اور تفویض کردہ اختیارات استعمال کرے گا۔

(۳) پارٹی کی میڈیا میں کوریج کے فروغ کے لیے میڈیا سے مؤثر رابطہ قائم کرے گا۔

تنظیمی میعاد:۔

صوبائی تنظیم کی میعاد تین سال اور ذیلی تنظیمات کی میعاد کی مدت دو سال ہوگی۔ البتہ تسلی بخش کارکردگی کی صورت میں بالائی تنظیم مدت میں توسیع کر سکے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظام تنظیم سازی:۔

(۱) ابتدائی طور پر تنظیم سازی اور بعدازاں تنظیم نو بالائی تنظیم کے زیرنگرانی اجازت سے ہی ممکن ہوگی۔

(۲) کوئی بھی تنظیم غیر تسلی بخش کارکردگی کے باعث بالائی تنظیم کی اجازت سے اپنی ذیلی تنظیم کو کلی یا جزوی طور پر تبدیلی کر سکے گی۔

(۳) کسی بھی سطح پر عہدیدار کے اپنے عہدہ پر برقرار نہ رہنے کی صورت میں متعلقہ سربراہ عبوری طور پر کسی فرد کو نامزد کر سکے گا' جبکہ تین یوم کے اندر اندر طے شدہ طریقہ کار کے مطابق انتخابی عمل مکمل کیا جائے گا۔

(۴) کسی بھی سطح پر انتخابات کے لیے بالائی تنظیم کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔

(۵) کوئی عہدیدار کسی بھی سطح پر بیک وقت دو عہدوں پر فائز نہ رہے گا۔ مخصوص حالات میں صرف مرکزی تنظیم کی منظوری سے ایسا ممکن ہو سکے گا۔

(۶) تنظیم سازی سے قبل بالائی تنظیم کی طرف سے کنوینئنگ باڈی نامزد کی جا سکے گی۔

شرائط اہلیت:۔

پاکستان عوامی تحریک ہر سطح پر عہدیداران کے چناؤ دستوری و تنظیمی ڈھانچا کے تحت کرے گی۔ عہدیداران کی اہلیت درج ذیل شرائط سے مشروط ہوگی:

(۱) غیر تسلی بخش کارکردگی کے حامل افراد انتخاب کے لیے نااہل ہوں گے۔

(۲) مجوزہ عہدیداران کے لیے ضروری حد تک پڑھنے لکھنے کی صلاحیت لازم ہے۔

نظام انتخاب:۔

(۱) کسی بھی علاقائی سطح پر تنظیم کی عدم موجودگی کی صورت میں پہلی مرتبہ تنظیم قائم کرنے کے عمل کو تنظیم سازی جبکہ بعدازاں دوبارہ انتخاب کا عمل "تنظیم نو" کہلائے گا۔

(۲) دورانِ انتخاب ایک یا ایک سے زائد عہدیداران کی تبدیلی یا ان کی ذمہ داریوں میں ردوبدل کا عمل "تنظیم میں تبدیلی" کہلائے گا۔

(۳) ہنگامی صورتِ حال میں بالائی تنظیم کسی عہدیدار یا تنظیم کے فرائض واختیارات معطل کر سکے گی اور کسی فرد یا تنظیم کو عبوری یا اضافی فرائض واختیارات تفویض کر سکے گی۔

تنظیم سازی:۔

(۱) کسی بھی علاقائی سطح پر تنظیم کی عدم موجودگی کی صورت میں ملکی بالائی تنظیم یا قریبی تنظیم بالائی تنظیم کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اجازت سے عبوری تنظیم سازی اور عہدیداران کی تقرری کر سکے گی۔

(۲) عبوری عہدیداران معینہ مدت میں عبوری تنظیمات کی تکمیل کے ذمہ دار ہوں گے۔

تنظیم نو:۔

پاکستان عوامی تحریک کی تنظیم نو کا عمل درج ذیل دو سطحوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) بالائی عہدیداران (صدور اور جنرل سیکرٹریز)

(۲) دیگر عہدیداران

بالائی عہدیداران کا چناؤ:۔

(۱) بالائی عہدیداران کا حلقۂ انتخاب متعلقہ سطح پر پارٹی کے تمام موجودہ اور سابقہ عہدیداران اور متصلہ ذیلی سطح کے تمام موجودہ عہدیداران پر مشتمل ہوگا۔ یہ افراد ہی بالائی عہدیداران کے چناؤ کے لیے حق رائے دہی استعمال کر سکیں گے۔

(۲) حق رائے دہی رکھنے والے افراد خفیہ ووٹنگ کے دوران ہر بالائی عہدے کے لیے الگ الگ ترجیحی بنیاد پر تین تین افراد کو نامزد کریں گے۔

(۳) ترجیحی نامزدگی کے دوران پہلی ترجیح کے حامل فرد کے تین، دوسری ترجیح کے حامل فرد کے دو جبکہ تیسری ترجیح کے حامل فرد کا ایک ووٹ شمار ہوگا۔

(۴) اس طرح نامزد افراد کی ایک فہرست مرتب کی جائے گی اور دونوں کی تعداد کے لحاظ سے سرِ فہرست تین نامزد افراد بالائی عہدے کے لیے نامزد متصور ہوں گے۔ یہ نامزدگی مجوزہ افراد کی رضامندی سے مشروط ہوگی۔ عدم رضامندی کی صورت میں وہ نام فہرست میں شامل نہ سمجھا جائے گا۔

(۵) ضلع اور بالائی سطح کی تنظیمات میں صدور اور جنرل سیکرٹری کے انتخاب کے لیے تجویز کردہ تین افراد میں سے کسی ایک کے انتخاب کی توثیق الیکشن کمیٹی کرے گی بصورت دیگر دوبارہ انتخاب کی ہدایت بھی کی جا سکے گی۔

دیگر عہدیداران کا چناؤ:۔

صدور اور جنرل سیکرٹریز باہمی مشورے سے دیگر عہدیداران کی نامزدگی کریں گے۔

تنظیمی ردوبدل:۔

تنظیم کی کارکردگی میں بہتری کے لیے کسی بھی سطح کی ایگزیکٹو اپنے عہدیداران میں ردوبدل کی سفارشات تیار کر سکے گی۔ البتہ بالائی تنظیم سے اس کی منظوری لینا لازمی ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنظیم عہدیدار کی معطلی:۔

(۱) عہدیداران پر عائد ذمہ داریوں پر عائد ادائیگی باہمی تنازعات کے شدت اختیار کر جانے یا کسی سنگین الزام کے عائد ہونے کی صورت میں بالائی تنظیم فوری طور پر ذمہ داران کو معطل کر سکے گی۔

(۲) معطل شدہ عہدیداران یا تنظیم کے فرائض و اختیارات عبوری طور پر متبادل افراد کو سونپے جائیں گے۔ بالائی اور مرکزی تنظیمات کو فوری طور پر صورت حال سے آگاہ کیا جائے گا۔

(۳) بعدازاں مرکزی تنظیم ضروری تحقیق کے بعد معطلی کے فیصلے کی توثیق یا تنسیخ کی مجاز ہوگی۔

پارٹی سے اخراج:۔

(۱) ازخود بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو جائے۔

(۲) پارٹی کے دستور سے انحراف پارٹی کے عہدے سے قولاً عملاً روگردانی کرے۔

(۳) کسی ایسے عمل کا مرتکب ہو جو پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی ہو۔

(۴) فیصلہ کا محاسبہ کمیٹی کرے گی۔

(۵) فیصلے کے خلاف اپیل چیئرمین کو کی جا سکے گی۔

نظام مالیات:۔

مالیاتی نظام کی نگرانی:۔

(۱) پاکستان عوامی تحریک پارٹی کے جملہ مالیاتی امور یعنی بجٹ کی تیاری' آمدن و اخراجات کا حساب' مالیاتی گوشوارے فنانس سیکرٹری PAT کی ذمہ داری ہوگی۔

(۲) PAT کا اکاؤنٹ شیڈول بنکوں میں کھولا جا سکے گا' جس کو آپریٹ کرنے کے لیے ایگزیکٹو کونسل کی نامزدگی سے سیکرٹری فنانس سمیت تین عہدیداران دستخط کرنے کے مجاز ہوں گے۔

(۳) مرکز سے یونٹ تک کے حسابات کے آڈٹ کا نظام قائم کیا جائے گا۔

(۴) پارٹی کے فنڈ صرف پارٹی مفاد پر خرچ کیے جا سکیں گے۔ کوئی فرد ذاتی مفاد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔

مبادیات:۔

(۱) تمام اجلاسوں کا کورم کم از کم ایک تہائی ہوگا۔ البتہ دستوری ترامیم کے اجلاس کا کورم کم از کم دو تہائی ہوگا۔

(۲) پارٹی میں مرد عورت بلا امتیاز جنس ہر سطح کے پارٹی عہدیداروں کے لیے امیدوار بن سکتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) پارٹی کی ہر سطح کی تنظیمات کونسلو اور بورڈ میں نامزدگی کے لیے مختص کوٹہ ایک تہائی حصہ خواتین کے لیے مخصوص ہوگا۔

(۴) پارٹی کا ماٹو "اسلام، عوام، جمہوریت، پاکستان" ہوگا۔

(۵) شمالی علاقہ جات اور فاٹا کی بالائی تنظیم کا درجہ صوبائی تنظیم کے برابر ہوگا۔

(۶) ملکی، صوبائی، ضلعی و ذیلی سطح کے عہدیداران اپنے عہدہ سے قبل متعلقہ علاقائی سطح کا نام شامل کریں گے۔

(۷) ہر علاقائی، تنظیمی پر ایڈوائزری کونسل تشکیل دی جا سکے گی۔

پارٹی کی ممبر شپ:۔

پاکستان کا ہر عاقل، بالغ شہری، جس کی عمر کم از کم اٹھارہ سال ہو اور پارٹی کے منشور سے متفق ہو اور دستور کی پابندی کا عہد کرے، پارٹی کا ممبر بن سکتا ہے۔

پارٹی کا پرچم:۔

پاکستانی عوامی تحریک کا اپنا ایک پرچم ہے، جو افقی ترتیب میں سرخ، سفید اور سبز تین رنگوں پر مشتمل ہے۔

پاکستان عوامی تحریک کا بارہ نکاتی انقلابی پروگرام:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری، عوامی تحریک کے قائد کی حیثیت سے لکھتے ہیں:۔

"ریاستِ مدینہ کے چودہ سو سال بعد فلسفۂ ہجرت کی بنیاد پر ملک پاکستان عظیم نظریاتی ریاست کے طور پر وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیوں کے بعد امیروں، غریبوں سب کے لیے پاکستان حاصل کیا تھا۔ قائداعظم کا پاکستان پوری قوم کا یکساں پاکستان تھا۔ امیر اور غریب سب کے لیے برابر، لیکن ہمارے حکمرانوں نے غریبوں کو ان کے اپنے پاکستان میں بے آسرا اور پریشان حال بنا دیا۔ پاکستان ایک نہ رہا، دو پاکستان بن گئے:۔

امیروں کے لیے پاکستان..... الگ طرزِ زندگی..... الگ سہولیات

غریبوں کے لیے پاکستان.... الگ طرزِ زندگی..... الگ محرومیاں

حکومت صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی جاگیر بن گئی اس میں نہ غریب شامل رہے نہ ان کی رائے کا دخل رہا امیروں کے پاکستان کی ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں، جنہیں پورا کرنے کے لیے غریبوں کے پاکستان کے وسائل ناکافی تھے، اس لیے قرضوں، بیرونی امدادوں اور خسارے کے بجٹ ملتے گئے۔ یہ سلسلہ ایوب حکومت، بھٹو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ادوار حکومت اور نواز ادوار حکومت سب میں جاری رہا' کیونکہ غریبوں کے صدر' وزرائے اعظم اور وزرائے اعلیٰ کو محلات' شاہانہ دفاتر اور الگ الگ جماعتوں کے لیے... غریبوں کے وزیروں کو عالیشان رہائش گاہوں اور عظیم مراعات کے لیے..... غریبوں کے نمائندوں کو بے تحاشا مالی فوائد اور VIP حقوق کے لیے اور غریبوں کے افسروں کو شاہانہ طرز زندگی اور خصوصی مراعات کے لیے دولت درکار تھی۔ لہٰذا ان لٹیروں کی ہر حکومت نے پہلے سے بڑھ کر قرضے حاصل کیے اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اخراجات بڑھ گئے ہیں' اس لیے قرض لینا پڑتا ہے۔ کیا حکومت کی ذمہ داری صرف خرچہ بڑھانا تھی؟ کیا ذرائع آمدن بڑھانا ان کی ذمہ داریوں میں شامل نہیں تھا۔ قرض کو معیشت کی بنیاد بنانا مجبوری نہیں' نااہلیت' بدنیتی اور ملک دشمنی ہے۔ حکومت اور اپوزیشن ایک ہی استحصال اور سامراجی طبقے کی دو جدا جدا باریوں کا نام ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے الگ نام رکھے ہوئے ہیں۔ حکومت بھی انہی کا نام ہے اور اپوزیشن بھی انہیں کا نام غریبوں کا حصہ نہ حکومت میں ہے اور نہ اپوزیشن میں یہ عوام دشمن عناصر کروڑوں عوام کو بیوقوف بنائے رکھنے کے لیے آپس میں جعلی سیاسی جنگ جاری رکھتے ہیں۔ سیاست میں شور شرابہ' الزام تراشی اور دنگا فساد کی فضا بنائے رکھتے ہیں' تاکہ لوگ دھڑے بندی اور مصنوعی جنگ کے ماحول میں الجھے رہیں اور ان کے خلاف بغاوت پر نہ اٹھیں۔ اس طرح خود حکمران سفید ہاتھی بن کر غریب عوام کا خون چوس رہے ہیں۔ یہ لوگ غریب عوام کو معاشی مسائل کا حل کیسے دے سکتے ہیں؟ یہ حکمران ملک و قوم کی تقدیر کیسے بدل سکتے ہیں؟ ناممکن...... ناممکن.... ناممکن!"

بارہ نکات:۔

پروفیسر محمد طاہر القادری نے ملک کی تعمیر و ترقی اور ملکی خوشحالی کے لیے بارہ نکات پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس پروگرام کے کامیاب نفاذ کے لیے پاکستان عوامی تحریک کے پاس تفصیلی پلان موجود ہے۔ ان کے نزدیک یہ بارہ نکات ہی غریبوں کے اور پوری پاکستانی قوم کے معاشی مسائل کا بہترین حل ہیں۔

بارہ نکاتی انقلابی پروگرام:۔

ذیل میں پاکستان عوامی تحریک کا پیش کردہ بارہ نکاتی انقلابی پروگرام درج کیا جا رہا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(1) ہر بے گھر کو گھر دیا جائے گا:۔

وسائل سے محروم غریب عوام کو مفت مکان' جبکہ متوسط طبقے کے لوگوں کو رعائتی قیمت اور آسان قسطوں پر مکان بنا کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح غریب اور متوسط طبقے کے ہر گھرانے کو رہائشی مکان کا مالک بنا دیا جائے گا۔

(2) ہر شہری کو مکان' تعلیم' علاج اور روزگار فراہم کیا جائے گا:۔

مکان ہر شہری کا بنیادی حق تصور ہوگا۔ ہر شہری کو حصول تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو روزگار اور علاج معالجہ کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔ غریبوں کو یہ تمام حقوق مفت اور ریاستی خرچ پر دیئے جائیں گے۔

(3) چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں دُگنی کر دی جائیں گی:۔

گریڈ ا تا ۱۶ کے تمام ملازمین کی تنخواہیں دگنی کر دی جائیں گی' جبکہ گریڈ ۱۷ سے ۲۲ تک ۵۰ فیصد اضافہ کیا جائے گا تمام بڑے افسران سے مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ اس طرح سرکاری خزانے پر کوئی اضافی بوجھ نہیں پڑے گا۔

(4) غریبوں کو اشیائے ضرورت سستے داموں فراہم کی جائیں گی:۔

غریبوں کی لمبی قطاروں میں لگے بغیر عام دکانوں کے ذریعے سستے داموں اشیاء کی فراہمی کے لیے قومی سہولت کارڈ جاری کیے جائیں گے' جن کے ذریعے غریب اپنی ضرورت کے مطابق کوٹہ کی مقدار میں آٹا' آدھی قیمت پر اور گھی' چینی' دال' چاول اور سستا کپڑا' پچیس فیصد رعایت پر خرید سکیں گے' جبکہ زائد از ضرورت اشیاء مارکیٹ ریٹ پر خریدنا ہوں گی۔

(5) کسی گھرانے کے پاس ایک سے زائد مکان نہیں رہنے دیا جائے گا:۔

شہری سکنی جائیداد فی خاندان کے (میاں' بیوی اور غیر شادی شدہ اولاد) ایک مکان تک محدود کر دی جائے گی۔ کوئی مکان ایک کنال سے زائد رقبے پر نہیں بنایا جا سکے گا۔ امراء کے محلات نما مکانات مفادِ عامہ کے لیے بلا معاوضہ ضبط کر لیے جائیں گے' جبکہ ایک سے زائد مکانات کے مالکان کو جائز معاوضہ ادا کیا جائے گا۔

(6) کسی گھرانے کے پاس دو مربعے سے زائد اراضی نہیں رہنے دی جائے گی:۔

زرعی اراضی فی خاندان زیادہ سے زیادہ دو مربعے تک محدود کر دی جائے گی۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی اراضی ان کے قابضین سے بلا معاوضہ چھین لی جائے گی اور دیگر زائد زرعی اراضی کا مناسب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاوضہ طویل المیعاد بانڈز کی شکل میں ادا کیا جائے گا۔ اس طرح حاصل شدہ اراضی آسان قسطوں پر بے زمین کسانوں کو دے دی جائے گی۔

(7) سرکاری تحویل میں لی گئی جائیداد رفاہِ عامہ کے لیے وقف کر دی جائے گی:۔

ایک سے زائد مکانات اور بڑے بڑے محلات میں عوامی فلاح و ترقی کے لیے سکولز، کالجز، یونیورسٹیاں، ٹیکنیکل ادارے، انڈسٹریل ہاؤسز، ریسرچ سنٹرز، ہسپتال، ڈسپنسریاں، بوڑھے اور بے سہارا افراد، یتیم اور معذوروں کے ہاسٹل بنائے جائیں گے۔

(8) اعلیٰ حکام کی بلا جواز مراعات ختم کر دی جائیں گی:۔

برطانوی استعمار کی ہر یادگار اور ذہنی غلامی کے ہر نشان کو مٹا دیا جائے گا۔ صدر، وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ، گورنروں، سیکرٹریوں، کمشنروں، ڈپٹی کمشنروں اور دیگر حکام کی اسراف اور عیاشی پر مبنی تمام مراعات ختم کر دی جائیں گی۔ صدر اور وزیر اعظم کو ایک کنال کے گھر کی پابندی کرنا ہوگی اور اپنی تنخواہ میں گزارہ کرنا ہوگا۔

(9) تین ماہ کے اندر بے رحمانہ احتساب مکمل کیا جائے گا:۔

حقیقی جمہوریت کے قیام اور بقا کے لیے کڑے احتساب کو بنیاد بنایا جائے گا۔ احتساب کے لیے سالوں کا عرصہ درکار نہیں۔ ہم احتساب کے عمل کو تین ماہ میں مکمل کریں گے۔ اسی مدت میں نہ صرف فیصلے ہوں گے بلکہ ان پر عمل درآمد بھی مکمل کیا جائے گا۔ احتساب نیچے سے نہیں، اوپر سے شروع کیا جائے گا۔ معروف کرپٹ افراد اور خاندانوں کے کیس پہلے مکمل کیے جائیں گے۔

(10) تین ماہ کے اندر لوٹی ہوئی قومی دولت واپس لی جائے گی:۔

پاکستان عوامی تحریک صرف تین ماہ کے اندر بد عنوانی سے کمائی ہوئی دولت ضبط کرے گی اور ایک ایک پائی رفاہِ عامہ کے کاموں پر خرچ کرے گی۔ عام آبادی کو خوف اور معاشی دہشت گردی سے نجات دلائی جائے گی اور قومی مجرموں کو قوم کے حوالے کر دیا جائے گا۔

(11) قرضوں پر مبنی معیشت کا خاتمہ کر دیا جائے گا:۔

بچت کے لیے قرضوں کے حصول پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے گی۔ قرضوں کی بندش کے ساتھ ساتھ ملکی وسائل اور قومی پیداوار میں بے پناہ اضافہ کیا جائے گا۔ ہم اپنے تجارتی، صنعتی اور زرعی وسائل میں حیرت انگیز اضافہ کریں گے اور عیاشانہ اخراجات ختم کر کے بجٹ کو حقیقی معنوں میں متوازن بنائیں گے اور قوم کو قرضوں کی معیشت سے نجات دلائیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(12) روپے کی قیمت میں کمی اور افراطِ زر پر پابندی عائد کردی جائے گی:۔

حکومتیں اپنی عیاشیوں پر پردہ ڈالنے اور منظورِ نظر افراد کے لیے کبھی روپے کی قیمت میں کمی کر دیتی ہیں اور کبھی بے تحاشا نوٹ چھاپ کر افراطِ زر کو پروان چڑھاتی ہیں۔ حکومت کی ذاتی صوابدید ختم کر دی جائے گی اور اختیار پارلیمنٹ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ تاکہ حکومت قوم اور عوام کی معیشت پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عوامی نیشنل پارٹی

جب نیشنل عوامی پارٹی، جس کے صدر ولی خان تھے، کو خلاف قانون قرار دیا گیا اور اس کے بعد نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی وجود میں آئی، تو تھوڑے ہی عرصہ بعد چار سیاسی جماعتوں نے ۱۹۸۶ء میں ایک مشترکہ جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ ان سیاسی پارٹیوں میں عوامی تحریک، مزدور کسان پارٹی، نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی اور پی این پی شامل تھیں یہ چاروں جماعتیں آپس میں متحد ہو کر ایک نئی پارٹی ''عوامی نیشنل پارٹی'' کے نام سے سامنے آئیں۔ تاہم ان میں سے پی این پی کے ایک گروپ نے، جس کے سربراہ غوث بخش بزنجو تھے اس نئی پارٹی میں شمولیت سے انکار کر دیا اسی طرح مزدور کسان پارٹی کے فتح علی خاں بھی اس نئی پارٹی میں شامل نہ ہوئے۔ بعد میں شیر باز خاں مزاری نے بھی اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عوامی نیشنل پارٹی کا کنونشن ۱۹۸۷ء میں حاکم علی زرداری کی کوٹھی میں ہوا، جس میں پارٹی کا نام رکھا گیا۔ اس کا صدر ولی خاں کو اور جنرل سیکرٹری سردار شوکت علی کو بنایا گیا، جو پہلے مزدور کسان پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے کنونشن میں عوامی تحریک کے رسول بخش پلیجو، قومی محاذِ آزادی کے لطیف آفریدی اور دیگر بہت سے سیاستدان بھی شامل تھے۔

ولی خاں نے جیل سے رہا ہونے کے بعد اسی عوامی نیشنل پارٹی کے پلیٹ فارم پر سے ''پہلے احتساب پھر انتخاب'' کا نعرہ بلند کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''ذوالفقار علی بھٹو سانپ ہے، جو فوجی بوٹوں کے نیچے آ گیا ہے اگر کچل دیا گیا تو فوجی بچ جائے گا اور اگر چھوڑ دیا گیا تو فوجی مارا جائے گا۔''

منشور عوامی نیشنل پارٹی ۱۹۸۶ء

عوامی نیشنل پارٹی کا منشور پارٹی کے اس تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۶ جولائی ۱۹۸۶ء میں بمقام کراچی منظور ہوا۔ اسی تاسیسی اجلاس میں چار ترقی پسند اور سامراج دشمن پارٹیوں، یعنی عوامی تحریک، پاکستان مزدور کسان پارٹی، نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی اور پاکستان نیشنل پارٹی کے انضمام کے نتیجے میں ایک نئی جماعت ''عوامی نیشنل پارٹی'' کو وجود میں لانے کا اعلان کیا گیا۔ یہ پارٹی پاکستان میں موجود سندھی، پنجابی، پختون، بلوچ اور سرائیکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عوام' حقوق سے محروم سماجی حلقوں اور حقیقی مفادات کی ترجمان ہونے کی دعویدار ہے۔

بنیادی اصول:۔

عوامی نیشنل پارٹی کے چار بنیادی اصول ہیں' جو اس کے مقاصد کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱) جمہوریت کا قیام

(۲) قومی نابرابری کا خاتمہ

(۳) سامراجیت سے نجات

(۴) سماجی انصاف

ریاست اور حکومت کی تشکیل:۔

عوامی نیشنل پارٹی نے ریاست اور حکومت کی تشکیل کے ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) پاکستان کو ایک آزاد' ترقی یافتہ' خوشحال جمہوری ریاست میں تبدیل کرنا۔

(۲) موجودہ فوج کے ڈھانچے کو تبدیل کر کے فوج کی تعداد میں کمی کرنا اور ایسی فوج بنانا جو عسکری تربیت کے ساتھ ساتھ پیداواری عمل میں بھی حصہ لے۔

(۳) ہر صحت مند بالغ مرد اور عورت کو فوجی تربیت دینا اور عوام کو اسلحہ رکھنے کی اجازت دینا۔

(۴) فوجی اخراجات کو تعلیم اور صحت کے اخراجات سے کم کرنا

(۵) ملک کے دفاع کا فریضہ وفاق اور وحدتی کی مشترکہ ذمہ داری قرار دینا' صوبوں کو ملیشیا بنانے کا مکمل اختیار دینا۔

(۶) ملکی سیاست میں فوج اور نوکر شاہی کی عدم مداخلت اور ماضی میں غیر قانونی مداخلت کے ضمن میں محاسبہ کرنا۔

(۷) مرکز میں پارلیمنٹ کا دو ایوانوں پر مشتمل ہونا' ایوان نمائندگان کا بالغ رائے دہی کی بنیادوں پر منتخب ہونا اور سینٹ میں وفاق کی وحدتوں کو مساوی نمائندگی دینا۔

(۸) پارلیمان کا انتخاب ''ایک آدمی ایک ووٹ'' اور مخلوط بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہونا۔

(۹) نوآبادیاتی انتظامیہ اور عدالتی نظام کا خاتمہ' جاگیرداروں' گماشتہ سرمایہ داروں اور افسر شاہی کے مفادات کی حفاظت کرنے والے پرانے قوانین کا خاتمہ اور عوام کے حق میں نئے جمہوری قوانین وضع کرنا۔

(۱۰) ملک میں صدارتی اور آمرانہ نظام کی جگہ پارلیمانی وفاقی نظام قائم کرنے کی حمایت اور جدوجہد۔

(۱۱) عدلیہ کو انتظامیہ سے مکمل طور پر الگ کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۲) ہر انتخابی حلقے کو اپنے منتخب نمائندے پر عدم اعتماد کی صورت میں پارلیمان اور اسمبلی سے واپس بلانے کا دستوری حق۔

(۱۳) تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق دلانا اور برابری کی بنیاد پر سب قومیتوں کو ریاستی کاروبار میں شرکت کا حق دلانا۔ نیز تمام اقلیتی لسانی اور نسلی گروہوں کے تہذیبی' ثقافتی ولسانی ورثے کی ترویج وترقی کی ضمانت۔

(۱۴) وفاقی اکائیوں کو تہذیبی ولسانی یکسانیت' جغرافیائی اتصال اور تاریخی پس منظر کی بنیاد پر ملک کو از سرِ نو تشکیل دینا۔

(۱۵) سندھ کو تقسیم کرنے کی ہر سازش کی مخالفت کرنا اور اس کی موجودہ سرحدوں کو سندھ ہی کا حصہ تسلیم کرنا۔

(۱۶) تنخواہوں کے سکیل میں معقولیت پیدا کرنا اور تنخواہوں میں تناسب ایک اور پانچ سے زیادہ نہ ہونے دینا' کسی ملازم کی تنخواہ یا اجرت کا ایک تولہ سونا کی قیمت سے کم نہ ہونے دینا نیز تنخواہوں کو مہنگائی کے تناسب سے تبدیل کرنا۔

(۱۷) پنشن یافتہ سول اور فوجی انتظامیہ کے افسروں کو دوبارہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری عہدے پر مامور کرنے کا طریقہ ختم کر دینا۔

(۱۸) سابق والیانِ ریاست' ملکوں اور سرداروں کے وظائف' اعزازات اور خصوصی مراعات منسوخ کر دینا۔

(۱۹) بدعنوانی' اقربا پروری' رشوت ستانی' نفع خوری' چور بازاری' سمگلنگ اور ایسی ہی دوسری سماجی برائیوں کا خاتمہ کرنا۔

سامراجیت سے نجات:۔

سامراجیت سے نجات دلانے کے لیے عوامی نیشنل پارٹی نے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) پاک امریکہ دو طرفہ فوجی معاہدوں اور دیگر سامراجی معاہدوں کو منسوخ کرنا۔

(۲) پاکستان میں لگا ہوا تمام سامراجی سرمایہ ضبط کر لینا اور سودی قرضوں پر از سرِ نو مذاکرات کر کے ملک کے مفاد میں فیصلہ کرنا۔

(۳) سامراجی ممالک سے مشروط قرضے اور پاکستانی معیشت کو سامراج کے تابع کرنے کے تمام راستے مسدود کر دینا۔

(۴) پاکستان کی بیرونی تجارت کو سامراجی سرمایہ دار اور کثیر القومی کارپوریشنوں کے پنجے سے آزاد کرانا اور پاکستان کے مفادات کے مطابق برابری کی سطح پر باہمی فائدوں کی بنیاد پر تجارت کی بنیاد رکھنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معیشت:۔

عوامی نیشنل پارٹی، پاکستان کی معیشت کے جدید نوآبادیاتی، نیم جاگیردارانہ محتاج سرمایہ دارانہ اور غیر پیداواری کردار کو بدل کر، خودمختاری، خودانحصاری اور حقیقی ترقی کی بنیاد پر نئے اقتصادی ڈھانچے اور رشتے قائم کرنے کی خواہاں ہے اور چاہتی ہے کہ ان کی مناسبت سے اقتصادی پالیسیاں وضع کی جائیں۔ اس کا عہد ہے کہ برسراقتدار آنے پر پاکستان کی نئی اقتصادی حکمتِ عملی قومی، عوامی اور جمہوری اور سیاسی اقتدار کا سنگ بنیاد ہو گی اور وہ قومی آزادی ترقی اور سماجی انصاف کے لیے مادی اساس فراہم کرے گی۔

قومی مسئلہ:۔

عوامی نیشنل پارٹی، قومی ظلم، بالادستی اور ناہمواری کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کی خواہاں ہے اور مختلف تہذیبی، لسانی اور نسلی گروہوں کو منصفانہ حق دینے کی حمایت کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ سندھی، پنجابی، پختون، بلوچ اور سرائیکی قومیتوں کی زبانوں کو پاکستانی زبانوں کا درجہ دے کر ان کو ذریعہ تعلیم، عدالتی اور دفتری زبانوں کے طور پر فروغ دیا جائے۔ جن زبانوں کی تحریری حیثیت نہیں ہے، ان کو حروف تہجی دے کر ترقی دلائی جائے اور تمام علاقائی، زبانوں میں ریڈیو اور ٹیلیویژن پروگرام نشر کیے جائیں۔ ان تمام زبانوں میں اخبارات ورسائل اور کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا جائے۔ ہر طالب علم کو مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا حق دینا اس پارٹی کا عہد ہے۔ اردو کو وہ رابطہ کی زبان مانتی ہے اور قومیتوں کے درمیان ثقافتی تعلقات بڑھانے کا عزم رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے عہد میں پاکستان کی تمام قومی وحدتیں، ان میں تاریخی طور پر آباد پنجابی، سندھی، بلوچ، پختون اور سرائیکی قومیت کی نسبت سے پہچانی جائیں گی، ہر قومی وحدت کے اقتدارِ اعلیٰ پر بنیادی حق اس وحدت میں تاریخی طور پر آباد قومیت کا ہوگا اور وحدتوں کے مابین اور دوسرے علاقوں سے آبادی کی آمد اور نقلِ مکانی کو روکنے کا مؤثر بندوبست کیا جائے گا اور ان میں تاریخی طور پر آباد قومیتوں کو کسی بھی صورت میں اقلیت میں تبدیل نہیں ہونے دیا جائے گا نیز مقامی قومی آبادی کے خلاف آبادی کے عدم توازن کا سدِباب کیا جائے گا۔

زرعی مسائل:۔

عوامی نیشنل پارٹی، ملک کے زرعی مسائل کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کرنے کا عزم رکھتی ہے:۔

(۱) اراضی حدِ ملکیت خاندان پچاس ایکڑ نہری یا اس کے برابر پیداواری یونٹوں کی بارانی اراضی مقرر کرنا۔

(۲) سول اور فوجی افسروں اور دیگر لوگوں کو انعامات میں دی گئی اراضی ضبط کرنا۔ ان کے بڑے جدید فارموں کو کوآپریٹو یا ریاستی فارموں میں تبدیل کرنا، اراضی کو مقامی بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) زرعی کمیشن قائم کرنا' جو پیداواری یونٹوں کا ازسرِ نو تعین کرے گا اور غیر بارانی زمینوں کو سیراب کرنے کا مرحلہ وار پروگرام بنائے گا اور زرعی صنعتیں لگانے کے لیے سفارشات پیش کرے گا۔
(۴) سرکاری اراضی پر جدید کوآپریٹو ریاستی فارم بنانا۔
(۵) آئندہ سرکاری اراضی انعام کے طور پر دینے کی ممانعت۔
(۶) مزارعوں اور کھیت مزدوروں کو قانونی تحفظ دینا۔
(۷) مزارعین اور چھوٹے مالکان اراضی کے مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کرنا۔
(۸) مالکان اراضی کو دوہرے ٹیکسوں سے نجات دلانا۔
(۹) دیہاتی محنت کشوں کو اچھے مکانات مہیا کرنا' دیہات کو بجلی کی سہولیات کے لیے سڑکوں' سکولوں' ہسپتالوں' عوامی ثقافتی مراکز اور کھیلوں کی سہولتیں فراہم کرنا۔
(۱۰) خانہ بدوش اور نیم خانہ بدوش لوگوں کو رضاکارانہ طور پر آباد ہونے میں مدد دینا۔
(۱۱) دیہاتی محنت کشوں' مزارعوں' غریب کسانوں اور دوسری مظلوم دیہی آبادی کی متحدہ جدوجہد اور ریاستی امداد کے ذریعے دیہاتی عوام پر غنڈوں' بدمعاشوں' رسہ گیروں' دلالوں اور زمینداروں کے ظلم و ستم اور لوٹ مار کو ختم کرانا۔

صنعت و تجارت:۔

صنعت اور تجارت کی ترقی کے بارے میں عوامی نیشنل پارٹی کی تجاویز حسب ذیل ہیں:۔
(۱) سامراجی سرمایہ داریوں کی ملکیتی کمپنیوں' بنکوں اور صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینا۔
(۲) سرکاری شعبے کو ملک کی معیشت میں فیصلہ کن حیثیت دینا' پبلک سیکٹر میں مرکزی منصوبہ بندی کے تحت بھاری صنعتیں قائم کرنا' علاقائی صنعتی ترقی' مقامی مزدوروں کو اپنے اپنے علاقے کی صنعتوں میں ملازمت دلوانا' قومی وحدتوں کی دولت پر قومی وحدتوں ہی کا حق ہونا۔
(۳) قومیائی گئی صنعتوں اور دیگر صنعتوں کا انتظام افسر شاہی کے ہاتھوں سے لے کر محنت کشوں اور دماغی کام کرنے والے عوامی نمائندوں اور ماہرین پر مشتمل کمیٹی کے سپرد کرنا۔
(۴) کثیر القوی کارپوریشنوں اور عالمی سرمایہ داری کی بالادستی اور ملکی گماشتہ سرمایہ داروں کی معیشت پر جکڑبندی کا خاتمہ۔
(۵) پرائیویٹ سیکٹر میں وطن دوست' سامراج مخالف' پرائیویٹ سرمایہ داروں اور اوسط درجے کے چھوٹے صنعت کاروں کو ملکی پیداوار بڑھانے کے لے ترقی کے مواقع فراہم کرنا اور ان کی پوری مدد کرنا۔
(۶) گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۷) صنعتی ترقی کے لیے سرکاری اور نجی سرمائے کی مخلوط کمپنیاں قائم کرنا۔
(۸) بیرونی تجارت کے لیے مرکز اور صوبوں میں پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر قائم کرنا' صوبوں کو مرکزی پالیسی کے تحت بیرونی تجارتی معاہدے کرنے کی اجازت دینا۔
(۹) بڑی بڑی شہری جائیدادیں' بڑے ہوٹل اور مینشن قومی ملکیت میں لینا۔
(۱۰) سامانِ تعیش کی برآمد کا خاتمہ۔
(۱۱) ملکی صنعتوں کو مکمل تحفظ دینا۔ ملکی مصنوعات کی درآمدی پر پابندی۔

خارجہ پالیسی:۔

عوامی نیشنل پارٹی نے حسب ذیل خارجہ پالیسی وضع کی ہے:۔
(۱) ایک مثبت' آزاد اور غیر وابستہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا' جس میں ملکی مفاد' سیاسی آزادی اور معاشی خود مختاری کو ملحوظ رکھا جائے گا۔
(۲) حکومتِ پاکستان کے کیے ہوئے تمام فوجی معاہدے اور ملکی مفاد کے منافی سمجھوتے اور قرضے منسوخ کرنا۔
(۳) کسی دوسرے ملک میں اندرونی مداخلت نہ کرنا۔
(۴) دُنیا کے تمام امن پسند ملکوں' خاص طور پر ہمسایہ ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر دوستانہ سیاسی' معاشی اور تہذیبی تعلقات قائم کرنا اور سوشلسٹ ملکوں کے ساتھ باہمی فائدے کی بنیاد پر گہرے تعلقات قائم کرنا۔
(۵) بین الاقوامی تنازعات کو طاقت کے بجائے پُرامن مذاکرات کے ذریعے حل کرنا۔
(۶) عالمی امن' پُرامن بقائے باہم اور تخفیفِ اسلحہ کی جدوجہد۔
(۷) نسل پرستی' نوآبادیاتی نظام اور صیہونیت کی ہر صورت میں مخالفت اور دُنیا میں سامراج دشمن قومی آزادی کی تحریکوں کی حمایت۔ نیز موجودہ غیر منصفانہ عالمی سرمایہ داری نظام کی جگہ نئے اقتصادی نظام کیلئے جدوجہد کرنا۔

بنیادی حقوق:۔

عوامی نیشنل پارٹی نے بنیادی حقوق کے ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔
(۱) تمام شہریوں کو بلا امتیاز اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے کا حق حاصل ہونا۔
(۲) تمام شہریوں کو ذات پات' عقیدے' رنگ' نسل اور جنس کے امتیاز کے بغیر ریاست اور حکومت کے تمام عہدوں پر مامور اور منتخب ہونے کا یکساں حق۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) عورتوں کو معاشی، سیاسی اور سماجی میدان میں مردوں کے مساوی حقوق کی ضمانت اور تمام امتیازی قوانین کا خاتمہ۔

(۴) ریاست کی طرف سے تمام شہریوں کو خوراک، روزگار، مکان، مفت تعلیم اور علاج کی سہولتیں فراہم کرنا اور ہر صحتمند شخص کے لیے لازم ہونا کہ وہ پیداواری عمل کے کسی شعبے میں کام کرے۔

(۵) طبقاتی بنیادوں پر قائم تعلیمی اداروں کو ختم کر کے سب کے لیے یکساں تعلیم کے مواقع فراہم کرنا۔

(۶) علاج معالجہ میں طبقاتی تفریق کا خاتمہ اور سب کو علاج کے یکساں مواقع فراہم کرنا۔

(۷) اظہار رائے، نقل و حرکت، تحریر و تقریر، پریس، جلسوں کے انعقاد، انجمن سازی، پرامن جلوس نکالنے اور ہڑتال کرنے کا حق دینا نیز اجتماعی سودے کاری کی ضمانت۔

(۸) حُرمتِ ذات، نجی مراسلت اور ٹیلیفونی گفتگو کی رازداری کی ضمانت۔

(۹) عاجلانہ ارزاں انصاف کی فراہمی اور فیس کورٹ کا خاتمہ۔

(۱۰) کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر نظر بندی کی ممانعت اور کالے قوانین کا خاتمہ۔

(۱۱) شہریوں کے جان و مال، تحفظ عزت اور انصاف کی ضمانت ہر ادارے کے ظلم و زیادتی کے خلاف اقدامات۔

(۱۲) گداگری، جسم فروشی اور دیگر جرائم کے خاتمہ کے لیے اقدامات۔

(۱۳) ٹرانسپورٹ کی مشکلات ختم کرنے کے لیے مؤثر اقدامات۔

(۱۴) پندرہ سال سے کم عمر بچوں سے محنت کروانے کو جرم قرار دینا۔

(۱۵) صحافت کو فروغ دینا، سیاسی جماعتوں اور عوامی تنظیموں کو اپنے اخبار نکالنے کی مکمل آزادی۔

(۱۶) سیکولر (غیر فرقہ وارانہ) ریاست کا قیام، جس میں تمام شہریوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل، مذہب، ذات، فرقہ، عقیدہ، جنس یا پیشہ کے مساوی معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق حاصل ہوں گے۔

مزدوروں کے حقوق:۔

مزدوروں کے حقوق کے ضمن میں عوامی نیشنل پارٹی نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) ٹریڈ یونین بنانے، جلسے، جلوس اور ہڑتال کرنے کا حق۔ کھیت مزدوروں کو بھی ٹریڈ یونین بنانے کا حق۔

(۲) مزدوروں کی بنیادی تنخواہ کم از کم ایک تولہ سونے کے برابر مقرر کرنا اور مہنگائی کے تناسب سے تنخواہوں میں اضافہ۔

(۳) ہر کارخانے اور فیکٹری میں تعلیم کا بندوبست۔

(۴) زیادہ اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کی تنخواہ کے سکیلوں میں معقولیت پیدا کرنا۔

(۵) مزدوروں کے اوقات کار کا از سرِ نو تعین، لیبر قانون پر نظر ثانی اور مزدور دشمن قوانین کی منسوخی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۶) مزدوروں کے افرادِ خانہ کی تعلیم، صحت اور رہائش کی آجر پر ذمہ داری۔

(۷) روزگار کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہونا۔ مزدوروں کو بیروزگاری الاؤنس دینا۔

(۸) کارخانہ میں مزدوروں کے حالاتِ کار، انتظامی امور اور سماجی مسائل میں ٹریڈ یونین کو زیادہ سے زیادہ حصہ دار بنانا۔

تعلیمی پالیسی:۔

عوامی نیشنل پارٹی کی وضع کردہ تعلیمی پالیسی حسب ذیل ہے:۔

(۱) ناخواندگی کو ختم کرنا، مفت اور بامقصد تعلیم کو فروغ دینا۔

(۲) تعلیمی اداروں کی آزادی اور خودمختاری کا تحفظ اور طلباء کو انجمن سازی کا مشروط حق دینا۔

(۳) تدریسی طریقے اور انداز میں تبدیلی اور تخلیقی و تحقیقی اندازِ فکر کو فروغ دینا۔

(۴) اساتذہ کے معاوضہ میں اضافہ کرنا اور انہیں معاشرہ میں باعزت مقام دلوانا۔

(۵) مادری زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دینا اور دوسری زبانوں میں تعلیم کا بندوبست کرنا۔

(۶) تکمیل تعلیم کے بعد روزگار کی ضمانت، بصورت دیگر بیروزگاری الاؤنس دینا۔

(۷) تعلیم بالغاں کی جامع منصوبہ بندی۔

مذہب:۔

عوامی نیشنل پارٹی نے مذہب کے بارے میں مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون بنانے کی ممانعت۔

(۲) جدید نوآبادیاتی غلامی، سماجی ناانصافی، سیاسی جبر، معاشی استحصال کو اسلام کی آڑ میں فروغ دینے کی ممانعت۔

مذہبی اقلیتیں:۔

مذہبی اقلیتوں کے بارے میں عوامی نیشنل پارٹی نے حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

(۱) ہندو، عیسائی، پارسی اور دیگر غیر مسلم لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور تعصب کو ختم کرنا۔

(۲) مذہبی اقلیتوں کو مساویانہ سیاسی سماجی اور کلچرل حقوق عطا کرنا۔

(۳) اقلیتوں کی عبادت گاہوں، مقدس مقامات اور غیر منافع بخش اداروں کا تحفظ۔

(۴) فرقہ واریت کی بنا پر منافرت پھیلانے کی مذموم سازشوں کا سدِباب۔

تمدن وثقافت:۔

عوامی نیشنل پارٹی نے تمدن اور ثقافت کے بارے میں حسب ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملک سے سامراجی ثقافتی غلبہ اور جاگیرداری تمدنی اقدار کا خاتمہ۔

(۱) عوامی ثقافتی ورثے کا تحفظ۔

(۲) ایسے نظام اقدار کو فروغ دینا جو ملک کی آزادی' سماجی انصاف' برابری اور جدید انقلابی فکر کی پرورش کرے۔

(۳)

تنظیمی اُصول:۔

جمہوری مرکزیت' اجتماعی قیادت اور وحدتِ فکر وعمل عوامی نیشنل پارٹی کے تنظیمی اصول ہوں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلوچستان نیشنل موومنٹ (ڈاکٹر حیی گروپ)

بلوچستان نیشنل موومنٹ (حیی گروپ) کا پہلا کنونشن (۱۹۸۸ء میں) کوئٹہ میں منعقد ہوا جس میں اس پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کنونشن میں ڈاکٹر عبدالحیی بلوچ، ڈاکٹر یاسین بلوچ، عبدالمالک بلوچ، ایوب صاحب، منظور گچکی اور دیگر بہت سے سیاسی لیڈروں نے شرکت کی اس کنونشن میں فدا محمد خاں کو بانی سربراہ ڈاکٹر عبدالحیی بلوچ کو پارٹی کا صدر اور ایوب خٹک کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا اختر مینگل کو سینئر نائب صدر کا عہدہ دیا گیا۔

بلوچستان نیشنل موومنٹ کے وجود میں آنے کے چند ماہ بعد اس کے بانی سربراہ فدا محمد خاں کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا۔ حافظ تقی الدین نے ان کے قتل کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"پارٹی کے ذمہ دار لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کی شہادت کی وجہ یہ تھی کہ پارٹی کے معرض وجود میں آنے کے چند ماہ بعد ہی پارٹی بلوچستان کے لوگوں میں کافی مقبول ہو گئی تھی۔ مخالفین، جن میں بلوچستان کے سردار یا وہ جماعتیں جو بلوچستان موومنٹ کے لوگوں میں اتنی جلد ترقی برداشت نہیں کر سکتی تھیں، انہوں نے قتل کرایا ہے، ورنہ جناب فدا محمد خاں کی کسی سے بھی کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔"

بلوچستان نیشنل موومنٹ نے ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں جمہوری وطن پارٹی سے اتحاد کر کے الیکشن میں حصہ لیا تھا اور اس کے چار صوبائی ممبر کامیاب ہوئے تھے جبکہ جمہوری پارٹی نے تین نشستیں حاصل کی تھیں۔ قومی اسمبلی میں نیشنل موومنٹ نے دو نشستیں حاصل کی تھیں، جبکہ وطن پارٹی کا ایک امیدوار کامیاب ہوا تھا۔ اکبر بگٹی بلوچستان کے وزیراعلیٰ بنے تو بلوچستان نیشنل موومنٹ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر عبدالمالک وزیر صحت بنائے گئے تھے بعد میں جب موومنٹ کا اکبر بگٹی سے اختلاف ہوا تو ڈاکٹر عبدالمالک وزارت سے مستعفی ہو گئے۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں بلوچستان نیشنل موومنٹ کے دو امیدوار ڈاکٹر عبدالحیی اور کچکول علی بلوچ صوبائی اسمبلی کے ممبر بنے۔

۱۹۹۳ء کے انتخابات میں بلوچستان نیشنل موومنٹ نے صوبائی اسمبلی میں چار اور قومی اسمبلی میں ایک نشست حاصل کی۔ قومی اسمبلی میں سے ڈاکٹر یاسین بلوچ مرکزی پارلیمانی سیکرٹری مقرر ہوئے جن کا تعلق بلوچستان نیشنل موومنٹ سے تھا۔ صوبائی اسمبلی کے چاروں ممبروں نے وزارتیں حاصل کیں۔

۱۹۹۰ء میں بلوچستان نیشنل موومنٹ میں اختلافات پیدا ہو گئے جن کے نتیجے میں سردار اختر مینگل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا گروپ علیحدہ ہو گیا۔

بلوچستان نیشنل موومنٹ (مینگل گروپ)

بلوچستان نیشنل موومنٹ دسمبر ۱۹۹۰ء میں وجود میں آئی۔ اس کے پہلے اجلاس میں سردار اختر مینگل، وحید بلوچ، سردار دھنی بخش لاشاری، غوث بہادر، بہرام خاں، کامریڈ مصطفیٰ اور دیگر بہت سے سیاسی لیڈروں نے شرکت کی۔ بلوچستان نیشنل موومنٹ کے صدر سردار اختر مینگل اور جنرل سیکرٹری ایوب ختک مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد بلوچستان کی ایک پارٹی، یعنی پروگریسو نیشنل موومنٹ بھی بلوچستان نیشنل موومنٹ میں شامل ہو کر اس میں ضم ہو گئی۔

۱۹۹۳ء کے عام انتخابات میں، قومی اسمبلی کی ایک نشست پر بلوچستان نیشنل موومنٹ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ نشست پارٹی کے جنرل سیکرٹری ایوب ختک نے جیتی تھی۔ صوبائی اسمبلی بلوچستان میں اس پارٹی نے دو سیٹیں حاصل کیں۔ سردار اختر مینگل خضدار سے صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے، جبکہ عبدالوحید بلوچ نے کوئٹہ شہر سے الیکشن لڑ کر کامیابی حاصل کی تھی۔

متحدہ قومی موومنٹ

متحدہ قومی موومنٹ (M.Q.M) کے بانی الطاف حسین ہیں۔ انہوں نے پہلے "آل پاکستان مہاجر سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے نام سے ایک تنظیم بنائی، جو طالب علموں میں بہت مقبول ہوئی اور وہ بڑھ چڑھ کر اس تنظیم میں حصہ لینے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے کراچی کے تمام کالجوں میں آل پاکستان مہاجر سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کا طوطی بولنے لگا۔

ایم کیو ایم (متحدہ قومی موومنٹ) ۱۹۷۸ء میں وجود میں آئی۔ اس کا پہلا کنونشن نشتر پارک، کراچی میں منعقد ہوا، جس میں پارٹی کی بنیاد رکھی گئی اس کنونشن میں قریباً پندرہ ہزار نوجوان کارکن شریک ہوئے۔ اسی روز نشتر پارک میں ایم کیو ایم کا جو جلسہ ہوا، اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد قریباً پانچ لاکھ بتائی جاتی ہے۔

ایم کیو ایم کے وجود میں آتے ہی اس کے خلاف سازشیں، حملے اور ہنگامے شروع ہو گئے۔ ایم کیو ایم کا ایک جلسہ حیدر آباد میں پکا قلعہ کے مقام پر ہو رہا تھا، جس میں شمولیت کرنے کے لیے لوگ کراچی سے حیدر آباد جا رہے تھے کہ کارکنوں کے ایک قافلہ پر، سہراب گوٹھ کے مقام پر نامعلوم افراد نے حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں ۱۳۵ افراد ہلاک اور قریباً ایک سو زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد ایم کیو ایم کے کارکنوں پر پے در پے حملے ہونے لگے۔ علیگڑھ کالونی میں کارکنوں پر حملہ ہوا تو ۶۰ کارکن ہلاک اور قریباً دو سو زخمی ہو گئے حملہ آوروں نے کالونی کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگ لگادی، جس سے لوگوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا اس کے بعد کراچی کے حالات بہت خراب ہو گئے اور ایم کیو ایم نے جوابی کارروائیاں شروع کر دیں۔ ایم کیو ایم کا کہنا ہے کہ ایم کیو ایم میں سرکاری بندے داخل کر دیے جاتے ہیں جو تخریب کاری کرتے ہیں اور اس کا الزام ایم کیو ایم پر لگا دیا جاتا ہے۔

بقول حافظ تقی الدین، یہ بات جب قائدِ تحریک کے علم میں آئی تو انہوں نے اس قسم کے لوگوں کو پارٹی سے نکال دیا اور یہی لوگ بعد میں "ایم کیو ایم حقیقی" بن گئے، جن کے لیڈر آفاق احمد، عامر خاں، منصور چاچا اور بھی بہت سارے کارکن، جو غلط کاموں میں ملوث پائے گئے، شامل تھے۔ متحدہ قومی موومنٹ "مہاجرین" کی ایک جماعت ہے، جو صوبہ سندھ، بالخصوص کراچی میں اپنے حقوق منوانے کے لیے وجود میں آئی۔ حافظ تقی الدین نے اس جماعت کے وجود میں آنے کا سبب بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کراچی میں مہاجرین کے حقوق سلب کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بیحد ذلیل بھی کیا جاتا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

> "مہاجرین نوجوانوں کے مسائل میں یہ باتیں بھی شامل تھیں کہ انہیں نوکریاں نہیں ملتیں۔ ان کے ڈومیسائل پر کئی اعتراض لگ جاتے ہیں دفاتر روزگار میں جاتے ہیں تو نام اندراج نہیں ہوتا۔ کئی اعتراضات لگا دیے جاتے ہیں۔ اگر یہ تمام مراحل سے گزر کر درخواست گذار ہی دیتے ہیں تو کئی اعتراضات لگا کر نوکری حاصل کرنے میں ناکام بنا دیا جاتا ہے ان اعتراضات کے علاوہ بھی مہاجر کہتے ہیں کہ ہمیں سندھ حکومت شہری ہی تسلیم نہیں کرتے۔ کراچی اور سندھ میں پنجابی لوگوں کی اجارہ داری ہے پولیس میں بھرتی نہیں کیا جاتا کہ تمہارا قد چھوٹا ہے جس کی مثال ۱۹۹۲ء میں اڑھائی ہزار مہاجر پولیس مینوں کو فارغ کر دیا گیا۔ اگر کسی کی سفارش پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ کی طرف سے ہوتی ہے تو اسے رکھ لیا جاتا ہے، وہ بھی عارضی طور پر۔ ایم کیو ایم کے لیبل پر نوکری بالکل نہیں دی جاتی۔ پولیس مہاجرین پر ظلم کرتی تھی، تشدد کرتی تھی۔ انہیں دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے اس روشنی میں لوگوں نے الطاف حسین کی آواز پر لبیک کہہ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا شروع کر دیا۔"

ایم کیو ایم کے خلاف اخبارات وجرائد، ریڈیو اور ٹیلیویژن پر زبردست پروپیگنڈا کیا گیا اور اس کی جدوجہد کو روکنے کے لیے انسانی خون بھی بہایا گیا ایم کیو ایم اپنے منشور ۱۹۹۷ء میں لکھتی ہے:۔

> "سوال یہ ہے کہ ایم کیو ایم کی مخالفت اور اسے ختم کرنے کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر چنگیز مظالم اور پُر تشدد کارروائیاں کیوں کی گئیں؟..... اس کا صاف اور سادہ جواب یہ ہے کہ ایم کیو ایم کی تحریک، اس کا نظریہ اور اس کی جو جہد اس فرسودہ ظالمانہ اور استحصالی نظام کے لیے سب سے بڑا حقیقی خطرہ ہے، جو گزشتہ پچاس برسوں سے پاکستان کے نوے فیصد مظلوم اور غریب عوام پر مسلط ہے یہی وجہ ہے کہ ایم کیو ایم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیغام اور نظریہ کو ملک کے دیگر علاقوں کے مظلوم و غریب عوام تک پہنچنے سے روکنے اور اس حق پرست تحریک کو ختم کرنے کے لیے ملکی اقتدار اور وسائل پر قابض استحصالی عناصر نے تمام تر وسائل اور سازشی ہتھکنڈے استعمال کیے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اگر ایم کیو ایم باطل پرستی اور مفاد پرستی کی راہ چلتی اور حق پر نہ ہوتی تو ملک کے وسائل اور اقتدار پر قابض دو فیصد استحصالی عناصر اس کی مخالفت میں کبھی ایڑی چوٹی کا زور نہ لگاتے۔"

ایم کیو ایم کا نظریہ کیا ہے؟

ایم کیو ایم اپنے منشور ۱۹۹۷ء میں اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتی ہے:۔

"ایم کیو ایم حقیقت پسندی اور عملیت پسندی پر یقین رکھتی ہے۔ کسی بھی سچائی کو کھلے دل سے تسلیم کرنے کا نام "حقیقت پسندی" ہے اور اس حقیقت پسندی کی بنیاد پر حاصل ہونے والے نتائج کی روشنی میں مثبت مقاصد کے لیے جو لائحہ عمل، نظریہ یا خیال یا پروگرام تشکیل پائے، اس کو عملی جامہ پہنانے کے عمل کو "عملیت پسندی" کہا جاتا ہے۔

اگر ہم حقیقت پسندی و عملیت پسندی کے نظریہ کی روشنی میں پاکستان کے معروضی حالات کا جائزہ لیں، تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ پاکستان کی تاریخ میں اب تک صرف جاگیرداروں، وڈیروں، افسر شاہی اور دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے افراد نے ہی ملک پر حکومت کی ہے، حتیٰ کہ عوام ووٹوں سے بھی اسی دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے افراد منتخب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچتے رہے ہیں، جبکہ ملک کے ۹۸ فیصد غریب اور متوسط طبقہ کے عوام کا نہ تو کبھی ملکی اقتدار و انتظام میں کوئی حصہ رہا ہے اور نہ اس کی صفوں میں غریب افراد منتخب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچے ہیں۔ البتہ غریب و متوسط طبقہ کے عوام کو صرف ووٹ دینے، تحریکوں کے دوران گردنیں کٹانے، جلسے جلوسوں میں نعرے لگانے اور تالیاں بجانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔

یوں تو پاکستان کے آئین کے تحت ہر شہری کو اس بات کا حق حاصل رہا ہے کہ وہ انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے اور اسمبلی میں عوام کی نمائندگی کر سکتا ہے، مگر دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ نے فرسودہ معاشی نظام اور پیسے کی سیاست کے ذریعے انتخابات میں حصہ لینے کے عمل کو اتنا مشکل اور مہنگا بنا دیا ہے کہ اگر کوئی غریب و متوسط طبقہ کا فرد الیکشن میں حصہ لینا بھی چاہے تو نہیں لے سکتا۔ اس طرح دو فیصد مراعات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یافتہ طبقہ نے ملک کے غریب و متوسط طبقہ کے عوام کے لیے الیکشن میں حصہ لینے کے راستے بند کر دیے ہیں' حتیٰ کہ ملک کی بڑی سیاسی جماعتیں بھی صبح و شام غریبوں کی ہمدردی کے نعرے تو لگاتی رہتی ہیں' مگر جب الیکشن کا وقت آتا ہے تو یہ جماعتیں بھی اسی دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے افراد کو پارٹی کے ٹکٹ دیتی ہیں' جبکہ ان پارٹیوں کے غریب کارکنان اپنی تمام تر قربانیوں کے باوجود منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

اس صورت حال کی وجہ سے پاکستان میں کبھی بھی حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہو سکی اور نہ ہی اسمبلیوں میں کبھی عوام کی صحیح معنوں میں نمائندگی ہو سکی۔ اگرچہ حقیقی جمہوریت کا اصل مطلب اکثریت کی حکمرانی ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں "عوام کی حکومت" عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے" لیکن ہمارے ملک میں جمہوریت کے نام پر بھی اسی دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے افراد ہی اسمبلیوں اور اقتدار کے ایوانوں تک پہنچتے رہے ہیں' جبکہ ۹۸ فیصد غریب و متوسط طبقہ کے عوام صحیح نمائندگی سے ہمیشہ محروم رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جمہوری نظام کو آج تک استحکام حاصل نہیں ہو سکا ہے' کیونکہ دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کو نہ تو عوام سے اور نہ ہی جمہوریت سے کوئی غرض ہوتی ہے' بلکہ اسے صرف اور صرف اپنے مفادات کے حصول سے غرض ہوتی ہے' اس لیے اس طبقہ کے افراد غیر آئینی' غیر قانونی اور غیر جمہوری اقدامات کو بھی نہ صرف خوشی سے تسلیم کر لیتے ہیں بلکہ اس عمل یعنی اس اقدام کے تحت وجود میں آنے والی نئی حکومت میں حصہ دار بننا بھی بخوشی قبول کر لیتے ہیں۔

ہم پاکستان میں اب تک قائم ہونے والی حکومتوں کا اگر مطالعہ کریں تو بآسانی اس حقیقت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جمہوری حکومت ہو یا مارشل لاء کا زمانہ دو فیصد مراعات طبقہ کے افراد ہر حکومت میں شامل رہے ہیں اور اقتدار کے مزے لوٹتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مراعات یافتہ طبقہ کے افراد اپنے خاندان کے افراد کو بھی مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل کر دیتے ہیں' تاکہ کوئی بھی جماعت اقتدار میں آئے یہ طبقہ اقتدار کے مزے لوٹتا رہے دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کا یہی فرسودہ اور مفاد پرستانہ نظام ملک میں جمہوری نظام کے عدم استحکام کا سب سے بڑا سبب ہے یہ دو فیصد طبقہ وہ ہے جو جاگیرداروں' وڈیروں' سرمایہ داروں' افسر شاہی اور مراعات یافتہ افراد پر مشتمل ہے' جبکہ ۹۸ فیصد طبقہ میں ملک کے غریب' مظلوم اور محروم عوام شامل ہیں پاکستان کے عوام فیصلہ کر سکتے ہیں کہ دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ ۹۸ فیصد غریب' مظلوم اور محروم عوام کے مسائل کس طرح حل کر سکتا ہے' جبکہ یہ طبقہ نہ صرف غریب'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مظلوم اور محروم عوام کے دکھ درد، مصائب اور مسائل سے قطعی ناواقف ہے، بلکہ اس طبقے کے رہنے سہنے کا انداز اور طرز زندگی بھی غریب اور مظلوم کے طرز زندگی اور رہنے سہنے سے قطعی مختلف ہے۔ اس کے علاوہ دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے افراد اسمبلیوں میں پہنچنے کے لیے انتخابات میں کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں اور جب کروڑوں روپے خرچ کر کے وہ اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں تو عوام کے مسائل حل کرنے کے بجائے الیکشن میں خرچ کیے گئے اپنے کروڑوں روپے مع سود وصول کرنے میں مصروف ہو جاتے "اور اس طرح نہ صرف ملک اور اس کے عوام کے مسائل کو پسِ پشت ڈال دیتے ؛ اپنے مفادات کے حصول کے لیے اصولوں اور نظریات پر بھی سودے بازی سے دریغ نہیں کرتے اور اس طرح ہارس ٹریڈنگ اور مفاد پرستی کی سیاست کو فروغ ملتا ہے۔

اس صورت حال کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر ایوانوں میں پہنچنے والے افراد صرف دو فیصد مراعات یافتہ طبقے کے افراد کے لیے کام کرتے ہیں، جبکہ انہیں منتخب کرنے والے عوام کے مسائل حل نہیں ہو پاتے البتہ دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کی جاگیروں، بنگلوں، پلاٹوں، کوٹھیوں اور دولت میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے ایم کیو ایم کا نظریہ یہ ہے کہ جب تک ملک سے دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے فرسودہ سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کا خاتمہ نہیں ہوگا، پاکستان ترقی نہیں کر سکتا پاکستان کے عوام خوشحالی کی منزل کی طرف نہیں بڑھ سکتے اور ملک میں جمہوری نظام کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ ملک کی ترقی و خوشحالی اور جمہوری نظام کا استحکام اس وقت ممکن ہے جب ملک بھر کے ۹۸ فیصد غریب اور متوسط طبقہ کے عوام متحد ہو کر اپنی صفوں سے غریب و متوسط طبقہ کے تعلیم یافتہ، باکردار، ایماندار اور نیک افراد کو منتخب کر کے اسمبلیوں اور اقتدار کے ایوانوں میں بھیجیں۔

ملک کے عوام کو اب سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ اگر وہ استحصالی طبقہ کے چنگل سے خود کو آزاد کرانا چاہے ور ملک کو مستحکم اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں، تو ان کو ایوانوں اور اسمبلیوں میں خود اپنی صفوں سے نمائندوں کو منتخب کر کے بھیجنا ہوگا۔ بعض لوگ سوچیں گے کہ یہ کام مشکل ہے اور دولت کے بغیر انتخابات میں کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہے، مگر یہ سوچ بھی اسی دو فیصد مراعات یافتہ طبقہ کے پیدا کردہ فرسودہ نظام کا حصہ ہے پاکستان کی تاریخ میں ایم کیو ایم وہ واحد تنظیم ہے، جس نے فرسودہ نظام اور سوچ کو تبدیل کیا ہے، حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے عملیت پسندی کی راہ اپنائی ہے اور بالآخر کامیابی حاصل کر کے دکھائی ہے۔ ایم کیو ایم یہ سمجھتی ہے کہ جب دولت کے بغیر کراچی، حیدرآباد سندھ کے دیگر شہری علاقوں سے غریب و متوسط طبقہ کے افراد اسمبلیوں میں پہنچ سکتے ہیں، تو پورے ملک کے غریب و متوسط طبقہ کے افراد اسمبلی کے رکن کیوں نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن سکتے، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ ملک بھر کے غریب و متوسط طبقہ کے عوام بھی ایم کیو ایم کی طرح حقیقت پسندی اور عملیت پسندی کی راہ اپنائیں، جدوجہد کریں اور مصائب جھیلیں۔ اسی صورت میں ملک میں حقیقی جمہوریت نافذ ہو سکتی ہے اور ملک بھر کے ۹۸ فیصد مظلوم و محروم عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔"

ایم کیو ایم کیا چاہتی ہے؟

ایم کیو ایم کے منشور ۱۹۹۷ء میں مرقوم ہے:۔

"نظریاتی طور پر ایم کیو ایم سوشلزم، کمیونزم یا بے لگام کیپٹل ازم کی حامی نہیں ہے، بلکہ حقیقت پسندی اور عملیت پسندی پر یقین رکھتی ہے، جس کے تحت وہ آزاد معاشی نظام یعنی (Free Market Economy) کا قیام چاہتی ہے، جو اسلامی اصولوں اور جمہوریت کی روح کے عین مطابق ہے۔

ایم کیو ایم ملک کی بقا و سلامتی، ترقی و خوشحالی، عام آدمی کی فلاح و بہبود، جمہوریت کے استحکام اور اقتصادی، معاشی و سماجی ترقی کے لیے زراعت، صنعت، تجارت، معیشت، تعلیم، صحت، دفاع، مالیات اور عدلیہ سمیت تمام اہم شعبوں میں ٹھوس اصلاحات چاہتی ہے اور ملک سے بدعنوانی، رشوت ستانی، ناانصافی، ظلم، استحصال، جہالت، بیروزگاری، بھوک، بیماری، منشیات اور سماجی برائیوں کے خاتمہ کے لیے ایک تفصیلی پروگرام پر عمل چاہتی ہے، تاکہ پاکستان کو نہ صرف خوشحال اور مستحکم بنایا جا سکے بلکہ ملک میں ہر قسم کے استحصال سے پاک معاشرہ قائم کر کے ملک کے عوام کو بلا امتیاز انصاف فراہم کیا جا سکے۔

ایم کیو ایم صنعت کاروں یا زمینداروں سے ان کی صنعتیں، زمینیں اور دولت چھیننا نہیں چاہتی، بلکہ ٹھوس اصلاحات کے ذریعے عوام کی غریب، پسماندہ، کچلی ہوئی اور پسی ہوئی ۹۸ فیصد اکثریتی آبادی کو عزت سے جینے کا حق اور غربت، جہالت، بھوک، بیماری، بے روزگاری اور استحصال سے نجات دلانا چاہتی ہے۔

ایم کیو ایم جب غریبوں اور متوسط طبقہ کی ترقی اور ۹۸ فیصد اکثریت کی حکومت کی بات کرتی ہے تو اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ ایم کیو ایم مراعات یافتہ طبقہ کو پاکستان کا شہری تسلیم نہیں کرتی، یا ان سے سب کچھ چھین لینا چاہتی ہے، بلکہ ایم کیو ایم کا مقصد یہ ہے کہ حقیقت پسندی و عملیت پسندی کی بنیاد پر ملک میں ایسا نظام نافذ ہو جس کے تحت ملک کے تمام طبقات خود کو محفوظ تصور کریں اور معاشرے کے باحیثیت افراد سے کچھ چھینے بغیر غریب عوام کو غربت کی دلدل سے نکلنے کے مواقع فراہم کیے جا سکیں اس طرح ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں معاشی ناہمواری کم سے کم ہو اور ہر شہری خالصتاً میرٹ، صلاحیت اور محنت کی بنیاد پر ملکی وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے ایم کیو ایم پاکستان میں استحصال، نفرت اور ناانصافیوں سے پاک ایسے معاشرہ کا قیام چاہتی ہے، جس میں رنگ، نسل، زبان، علاقہ، جنس، مذہب، مسلک، عقیدہ، فرقہ یا کسی بھی تعصب کی بنیاد پر کسی انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم نہ کیا جا سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایم کیو ایم کے قائد کے بارے میں:۔

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین ہیں۔ان کے کردار کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھنے کے لیے ایم کیو ایم کے جاری کردہ منشور ۱۹۹۷ء کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:۔

”ملک کا وہ کون سا سیاسی رہنما ہے....ملک کی سیاسی و مذہبی جماعت کا وہ کون سا لیڈر ہے.....وہ کونسا رہنما ہے,...جو آپ کی طرح یعنی غریب و متوسط طبقہ کے افراد کی طرح اپنی زندگی گذارتا ہو...جس کا طرز زندگی آپ کی طرح ہو....اور جو آپ کے جیسے مکان میں رہتا ہو....؟ یقیناً جواب میں آپ یہی کہیں گے کہ کوئی نہیں.....حقیقتاً کوئی نہیں....مگر....ایک اور صرف ایک رہنما ایسا ہے.....جو ملک کی تیسری بڑی سیاسی جماعت ایم کیو ایم کا قائد ہے....جو آج بھی آپ کے جیسا چھوٹا سا مکان رکھتا ہے....صرف ۱۲۰ گز کا مکان....جس جماعت نے ملک میں ہونے والے عام انتخابات (۱۹۹۳ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۸۸ء) میں حصہ لے کر شاندار کامیابی حاصل کی ہو اور ملک کی تیسری بڑی سیاسی جماعت کا درجہ حاصل کیا ہو تو آپ خود ذرا غور کریں کہ اس تیسری جماعت کا لیڈر اپنے لیے کیا کچھ نہ کر سکتا تھا....مگر....کیا اس نے کبھی کسی حکومت سے کچھ حاصل کیا؟....کیا اس نے اسلام آباد میں بڑے بڑے تو کجا' کوئی چھوٹا سا پلاٹ بھی اپنے لیے یا اپنے خاندان کے کسی بھی فرد کے لیے حاصل کیا؟....کیا ملک کی اس تیسری بڑی سیاسی جماعت نے انتخابات کے موقع پر اپنے پرخلوص' محنتی کارکنوں کو فراموش کر کے....ٹکٹوں کا نیلام گھر سجایا؟.....نہیں' ہرگز نہیں۔“

ایم کیو ایم کا کردار' ایم کیو ایم کی زبانی:۔

ایم کیو ایم کے منشور ۱۹۹۷ء میں مرقوم ہے:۔

”ذرا غور کریں کہ ملک کی تیسری بڑی سیاسی جماعت کے خلاف....استحصالی قوتیں کیا کیا پروپیگنڈا کرتی ہیں....یہ دہشت گرد جماعت ہے....یہ ملک دشمن جماعت ہے....وغیرہ وغیرہ....لیکن آپ خود غور کریں کہ دہشت گرد اور ملک دشمن جماعت ہونے کا الزام لگانے والے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ یہ جماعت ۱۹۸۸ء میں بینظیر کی حکومت میں شامل ہوئی....۱۹۹۰ء میں میاں نواز شریف کی حکومت میں شامل ہوئی....اس کے منتخب ارکان کو وفاقی و صوبائی وزارتیں بھی ملیں....تو پھر اس جماعت کے لوگوں نے سرکاری خزانے کو اس طرح کیوں نہ لوٹا' جس طرح دیگر جماعتوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ارکان حکومت میں آنے کے بعد لوٹتے رہے ہیں اس تیسری بڑی سیاسی جماعت کے ارکان نے سرکاری خزانے سے..... سرکاری بینکوں سے کروڑوں، اربوں روپے کے قرضے اسی طرح کیوں نہ لیے، جس طرح دوسری جماعتوں کے ارکان حکومت میں آنے کے بعد لیتے رہے ہیں؟..... یقیناً کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ ایم کیو ایم کے منتخب ارکان اسمبلی نے یا وزراء نے سرکاری خزانے لوٹ مار کی ہو... اور پھر جناب! دولت کو لاکھ چھپایا بھی جائے تو وہ چھپ نہیں سکتی..... ایک نہ ایک دن تو سب کچھ سامنے آ ہی جاتا ہے۔"

ایم کیو ایم کا ۱۸ نکاتی چارٹر آف ڈیمانڈ:۔

ایم کیو ایم نے ۱۹۹۴ء میں ایک اٹھارہ نکاتی چارٹر آف ڈیمانڈ مرتب کر کے شائع کیا تھا، جس پر اس نے ۱۹۹۵ء میں نظر ثانی کر کے ایک کتابچہ کی صورت میں پیش کیا۔ اس کا اٹھارہ نکاتی چارٹر آف ڈیمانڈ حسب ذیل ہے۔

(۱) مہاجروں کے خلاف جاری آپریشن فوری طور پر بند کیا جائے۔ تمام فوجی اور نیم فوجی دستے شہری علاقوں سے واپس بلائے جائیں۔

(۲) قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں مہاجروں کی نمائندگی ان کی اصل آبادی کے تناسب سے بہت کم ہے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مہاجروں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی حاصل ہو۔ مردم شماری جو طویل عرصہ سے تاخیر کا شکار ہے، کسی غیر جانبدار اتھارٹی سے کرائی جائے اور سندھ میں انتخابی حلقوں کی حد بندی پر نظر ثانی کی جائے۔

(۳) مہاجر صوبہ سندھ کی آبادی کا پچاس فیصد سے زائد ہیں، مگر وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں شہری کوٹہ علی الترتیب ۷.۶ فیصد سے بڑھا کر ۵.۱۲ فیصد اور چالیس فیصد سے بڑھا کر پچاس فیصد کرنا ضروری ہے۔ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں بھی مہاجروں کی نمائندگی علی الترتیب ایک فیصد اور تین فیصد سے بھی کم ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے جو وفاقی سطح پر ۵.۱۱ فیصد اور صوبائی سطح پر ۴۷ فیصد ہے، ہنگامی بنیادوں پر مہاجروں کی خصوصی بھرتی کی جائے اور ملازمتوں میں مہاجروں کا تناسب برقرار رکھا جائے۔

(۴) جمہوریت کی روح کا تقاضا ہے کہ حکومت میں آبادی کے تمام طبقات کو نمائندگی حاصل ہو، اس لیے ضروری ہے کہ سندھ اسمبلی میں اکثریتی جماعتیں سندھ کے گورنر اور وزیر اعلیٰ کے عہدے پر باری باری مہاجروں اور سندھیوں کو مساوی مدت کے لیے نامزد کریں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) سندھ کے شہری علاقوں کو وفاق اور صوبائی فنڈ سے ترقیاتی وسماجی کاموں کے لیے متناسب حصہ ملنا چاہیے۔

(۶) ان تمام انتقامی کارروائیوں اور اقدامات کو جو ۱۹ جون ۱۹۹۲ء کے بعد سے مہاجروں کو محکوم اور غلام بنانے کے لیے کیے گئے ہیں، منسوخ کیا جائے۔

(۷) بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کو مزید تاخیر کے بغیر پاکستان واپس لایا جائے۔

(۸) کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن، حیدرآباد میونسپل کارپوریشن اور دیگر بلدیاتی اداروں کو خود مختار بنایا جائے کہ وہ اپنے معاملات آزادانہ طور پر چلا سکیں اور جب تک بلدیاتی انتخابات نہیں کرائے جاتے منتخب بلدیاتی اداروں کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔

(۹) ان تمام ملازمین کو جنہیں جون ۱۹۹۲ء کے بعد وفاقی، صوبائی، نیم سرکاری اداروں اور پاکستان اسٹیل ملز سے برطرف کیا، بحال کیا جائے۔

(۱۰) ۱۹ جون ۱۹۹۲ء کے بعد سے سرکاری سرپرستی میں ایم کیو ایم کے ہزاروں کارکنوں، رہنماؤں اور منتخب اراکین کو قتل، اغوا یا گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور بہت سے کارکنوں کو معذور کر دیا گیا، ان کی املاک لوٹی گئیں یا انہیں نذر آتش کر دیا گیا، ان تمام لوگوں کو جو ان کارروائیوں سے متاثر ہوئے ہیں، مناسب معاوضہ ادا کیا جائے۔

(۱۱) وہ اربوں روپے جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں، خصوصاً ایف آئی ٹی (فیلڈ انویسٹی گیشن ٹیم جو فوج کا انٹیلی جینس ونگ ہے) رینجرز پولیس نے بے گناہ مہاجروں سے بطور رشوت وصول کیے ہیں، گھروں پر چھاپوں کے دوران قیمتی اشیاء اور زیورات بھی لوٹے گئے ہیں۔ یہ تمام رقوم اور سامان برآمد کیا جائے اور متاثرین کو واپس کیا جائے۔ ان کارروائیوں میں ملوث افراد کے خلاف آزادانہ کمیشن کے ذریعے تحقیقات کرائی جائے۔ جو لوگ ذمہ دار پائے جائیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے اور شہریوں کے نقصانات کا ازالہ کیا جائے۔

(۱۲) بڑی تعداد میں مہاجر فوج، رینجرز پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تحویل میں ان کی سرپرستی قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے ہاتھوں پانچ بے گناہ مہاجر نوجوانوں کا بے رحمانہ قتل ہوا ہے۔ ان گھناؤنے جرائم کی تحقیقات کے لیے سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے ججوں پر مشتمل کمیشن تشکیل دیا جائے، جسے مجرموں کو سزا دینے کا اختیار بھی حاصل ہو۔

(۱۳) ایم کیو ایم کے رہنماؤں، ارکان سینٹ اور اسمبلی کارکنوں اور ہمدردوں کے خلاف درج یا دوبارہ کھولے گئے مقدمات، جھوٹے من گھڑت اور سیاسی محرکات پر مبنی ہے۔ ان تمام مقدمات کو غیر مشروط طور پر واپس لیا جائے۔

(۱۴) سندھ پولیس میں مہاجروں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے، اس لیے سندھ پولیس میں ہنگامی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنیادوں پر مہاجروں کو بھرتی کر کے انہیں ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے۔

(۱۵) اندرون سندھ کے تعلیمی ادارے مہاجر طلبہ کی رسائی سے باہر ہو گئے ہیں' کیونکہ ان اداروں میں مہاجر طلبہ کو تشدد اور حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہری علاقوں میں بھی پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں میں مہاجر طلبہ کو داخلوں سے محروم کر دیا گیا ہے اور جعلی ڈومیسائل اور پی آر سی کی بنیاد پر دیہی علاقوں کے طلبہ کو داخلے دیے جا رہے ہیں۔ ان بے قاعدگیوں کو فوری طور پر بند کیا جائے۔

(۱۶) پاکستان کے جنوبی صوبہ سندھ میں مہاجروں کا قتل عام وقفہ وقفہ سے جاری ہے۔ ہزاروں مہاجر مزدوروں' عورتوں اور بچوں کو قتل یا زخمی کیا جا چکا ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی کمیشن تشکیل دیا جائے جو قتل عام کے ذمہ دار افراد کی نشاندہی کرے اور مجرموں کو سزا دے۔

(۱۷) ایم کیو ایم کے رہنما' منتخب ارکان اور کارکن' جو سندھ کی مختلف جیلوں میں ہیں' درحقیقت سیاسی قیدی ہیں انہیں جیل مینوئل کے مطابق بی کلاس دی جائے۔

(۱۸) سیاسی سرگرمیوں میں آزادانہ طور پر حصہ لینا مہاجر قومی موومنٹ کا آئینی اور جمہوری حق ہے' جسے حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ظلم اور زیادتی کے ذریعے غصب کر رکھا ہے۔ ایم کیو ایم کے مرکزی دفتر نائن زیرو پر آپریشن کلین اپ کے دوران پچاس مرتبہ چھاپے مارے جا چکے ہیں۔ ان چھاپوں کے دوران تین کروڑ روپے سے زائد ملکیت کی املاک اور ساز و سامان کو لوٹ لیا گیا یا تباہ کر دیا گیا۔ ایم کیو ایم کے مرکزی دفتر کے تمام ٹیلیفون' فیکس اور موبائل فون کے کنکشن کسی جواز کے بغیر منقطع کر دیے گئے۔ حکومت ایم کیو ایم کے رہنماؤں' منتخب ارکان اور کارکنوں کے پانچ سو ٹیلیفون کاٹ چکی ہے۔ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایم کیو ایم کے خلاف انتقامی کارروائیاں بند کی جائیں۔ غیر اعلانیہ پابندی اٹھائی جائے ایم کیو ایم کو سیاسی سرگرمیوں میں مکمل اور آزادانہ طور پر حصہ لینے کی اجازت دی جائے' ان کی ٹیلیفون لائنیں بحال کی جائیں اور تباہ کی جانے والی املاک و ساز و سامان کا معاوضہ ادا کیا جائے۔

منشور متحدہ قومی موومنٹ ۲۰۰۲ء

متحدہ قومی موومنٹ (M.Q.M) نے اکتوبر ۲۰۰۲ء میں منعقد ہونے والے عام انتخابات کے لیے جو منشور شائع کیا تھا' ذیل میں اس کی تلخیص بیان کی جارہی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابتدائیہ:۔

متحدہ قومی موومنٹ کے منشور کے ابتدائیہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کے قائد الطاف حسین کی تعلیمات سے اخذ شدہ ایم کیو ایم کا نظریہ تین تصورات پر مبنی ہے:۔

(۱) مکمل ہم آہنگی

(۲) یک جہتی

(۳) فعالیت

یہ تصورات صرف حقیقت پسندی اور عملیت پسندی ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

ایم کیو ایم نے اپنے مقاصد یہ بیان کیے ہیں:۔

(۱) قرون وسطیٰ کے جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ۔

(۲) سیاسی استبدادیت کا خاتمہ

(۳) معاشی عدم مساوات کا خاتمہ

(۴) سیاسی غیر مطابقت کا خاتمہ

ایم کیو ایم ثقافتی ہم آہنگی (Cultural Pluralism) کے فروغ کو اپنا ایک اہم مقصد تصور کرتی ہے۔

اغراض و مقاصد:۔

ایم کیو ایم کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قرارداد لاہور کی حقیقی روح کی بحالی

(۲) خود مختاری اور عدم مرکزیت وفاق کی شہ رگ

(۳) نظام حکومت کی از سر نو تشکیل

(۴) انسانی وسائل (Human Resources) کی تیز تر ترقی

(۵) اقتصادی ترقی کے نئے معیارات

(۶) جان و مال کے تحفظ کی ضمانت

(۷) فرسودہ جاگیردارانہ نظام کا مکمل خاتمہ

قرارداد لاہور کی اصل روح کی بحالی:۔

ایم کیو ایم کا کہنا ہے کہ:۔

"۱۹۵۶ء کے منسوخ کردہ آئین اور ۱۹۷۳ء کے تبدیل شدہ آئین کے ابتدائیے ۱۹۵۴ء کے آئینی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسودے کے ابتدائیہ کی کاربن کاپی ہیں۔ ان تمام دساتیر میں درج ذیل شق شامل تھی:۔

"ہر گاہ کہ جمہوریت کے اصولوں آزادی' مساوات' رواداری اور سماجی انصاف کا' جن کی تصریح اسلام نے کی ہے' مکمل تحفظ کیا جائے گا اور ہر گاہ کہ اقلیت کو ضروری تحفظ فراہم کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب سے آزادانہ وابستگی کا اظہار کر سکیں اور اس پر عمل پیرا ہو سکیں اور اپنی ثقافتوں کو پروان چڑھا سکیں۔"

ایم کیو ایم کہتا ہے کہ ۱۹۷۳ء سمیت تمام دساتیر' پاکستان کے عوام بالخصوص چھوٹے صوبوں کے عوام کو بنیادی حقوق' تحفظِ جمہوریت' آزادی' سماجی انصاف اور مساوات مہیا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ایم کیو ایم کا خیال ہے کہ ان دساتیر کی ناکامی کا سبب ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی اصل روح کو ان دساتیر میں شامل نہ کرنا ہے' جو کہ تحریک پاکستان کی بنیاد تھی۔ ایم کیو ایم برسرِ اقتدار آنے پر ایک ایسا آئین وضع کرنے کا عزم رکھتی ہے' جو نہ صرف ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی اصل روح کے مطابق ہو' بلکہ عوام کی دانش اور امنگوں کا عکاس بھی ہو۔ ایم کیو ایم نئے آئین کی نمایاں خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:۔

"نئے آئین میں صحیح وفاق کی تمام نمایاں خصوصیات ہوں گی' یعنی پارلیمنٹ کی بالادستی' صوبوں کی خودمختاری' وفاق کے پاس صرف تین فرائض' یعنی دفاع' خارجہ اور کرنسی ہوں' دو ایوانی مقننہ جس میں دونوں ایوانوں کے پاس مکمل اختیارات ہوں' مخلوط طرز انتخابات' عدلیہ کی آزادی' پریس کی آزادی' بلا امتیاز جنسی مساوات' رنگ' نسل' مذہب' فرقہ اور زبان سے قطع نظر تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں اور تمام وفاقی سروسز میں تمام وفاقی اکائیوں کی مساوی نمائندگی ہو۔ عوام کو اپنے خیالات اور رائے کا اظہار کرنے' تقریر و تحریر' نقل و حرکت' مذہب' پریس اور انجمن سازی کی آزادی ہو' ایسی آزادی کے تصورات اخلاق اور انسانیت کے تمام ضابطوں اور ہمارے ملک سمیت جمہوری دنیا کے دساتیر میں دیے گئے ہیں۔"

ایم کیو ایم کا عزم یہ ہے کہ غریبوں اور کمزوروں کے مصائب ختم کیے جائیں گے اور معاشرے کے محروم طبقات کو مساوی اور برابری کی اس سطح پر لایا جائے گا کہ وہ آبرومندانہ زندگی گزار سکیں۔

خودمختاری اور عدم مرکزیت وفاق کی شہ رگ:۔

ایم کیو ایم کے نزدیک صوبائی خودمختاری اور اختیارات کی عدم مرکزیت پاکستان کی داخلی سلامتی کے لیے ناگزیر ہے' اس لیے وہ اس عہد کا اظہار کرتی ہے کہ وہ درج ذیل اقدامات کے ذریعے صوبوں کے لیے مکمل اقتصادی' مالیاتی' انتظامی' خودمختاری اور سیاسی آزادی کی خاطر جدوجہد کرے گی۔

(۱) وفاقی اکائیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سینٹ کو ایک مؤثر ادارہ بنانا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) صوبوں کو ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی اصل روح کے مطابق مکمل صوبائی خودمختاری حاصل ہوگی۔ وفاق کے پاس صرف تین محکمے ہوں گے' یعنی دفاع' خارجہ امور اور کرنسی۔

(۳) وفاق اپنے طور پر ٹیکسوں اور فیسوں کو جمع نہیں کر سکے گا۔

(۴) دفاع' خارجہ امور اور کرنسی سے متعلق امور چلانے کے لیے وفاق کو جو فنڈز درکار ہوں گے' وہ صوبے اپنی آبادی کے تناسب سے ادا کریں گے۔

(۵) زکوٰۃ کی رقم اسی ضلع میں تقسیم ہوگی' جہاں سے یہ رقم جمع کی جائے گی۔

(٦) وفاقی دارالحکومت کے علاوہ وفاق کے زیرِ انتظام تمام علاقوں کو باقاعدہ اضلاع کی شکل میں متعلقہ صوبوں کی حدود میں شامل کیا جائے گا۔

(۷) مقامی حکومتوں کے اداروں (Local Bodies) کو مؤثر مالیاتی' انتظامی اور قانون سازی کے اختیارات اور آئینی تحفظ کے ذریعے مضبوط بنایا جائے گا۔

(۸) کنٹونمنٹ کے تمام علاقوں کو مقامی' ضلعی' شہری حکومت کی سیاسی حد بندی میں لایا جائے گا۔

(۹) تمام وفاقی کارپوریشنوں' خودمختار اداروں اور سروسز بشمول دفاع میں مساوی صوبائی نمائندگی ہوگی۔

(۱۰) گورنر اپنے عہدے پر اس وقت تک برقرار رہے گا۔ جب تک صوبائی اسمبلی چاہے گی۔

نظام حکومت کی ازسرِ نو تشکیل:۔

ایم کیو ایم نظام حکومت کو نئے سرے سے تشکیل دینے کی خواہاں ہے اس ضمن میں وہ مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتی ہے۔

(۱) نقصان میں چلنے والے سرکاری اداروں (کارپوریشنوں) کی شفاف عمل کے ذریعہ ترجیحی بنیادوں پر نجکاری۔

(۲) اخراجات کو کم کرنے کے لیے وفاقی اور صوبائی کابینہ کو محدود کرنا۔

(۳) وزیراعظم اور وزرائے اعلیٰ کے لیے کم سے کم خفیہ فنڈز مختص کرنا' جن کا آڈٹ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کرے گی۔

(۴) صوبائی اور وفاقی حکومتوں کی طرف سے بجٹ اجلاس سے پہلے اور بعد میں منی بجٹ لانے اور ٹیکس بڑھانے کی روایت کا خاتمہ۔

(۵) تمام ٹیکس' ڈیوٹیز اور فیس بشمول ان پر نظر ثانی اسمبلیوں کی منظوری سے نافذ کرنا۔

(٦) صدر اور گورنروں کو ایسی صورت کے علاوہ جبکہ ایمرجنسی ہو اور پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو' کوئی آرڈی نینس جاری کرنے کی ممانعت۔

(۷) کرپشن کے خاتمہ کے لیے قومی احتساب بیورو (نیب) کے تمام اختیارات فرائض وفاقی و صوبائی محتسب کے عہدوں کو سونپنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) آڈیٹر جنرل کے عہدہ کو زیادہ خود مختار اور مؤثر بنانا اور سیاسی وابستگی سے آزاد بیوروکریسی کو یقینی بنانا۔

(۹) واپڈا کے ای ایس سی، سدرن، نادرن گیس، پی ٹی سی ایل وغیرہ جیسی یوٹیلٹی کارپوریشنوں کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں کم از کم ایک تہائی عوامی نمائندے مقرر کرنا اور ان کے چیئرمین کا تقرر قائد حزب اختلاف کے مشورہ سے کرنا۔

(۱۰) صوبائی مالیاتی کمیشن آئینی شق کے تحت بنانا۔

انسانی وسائل (انسانی سرمائے) کی تیز تر ترقی:۔

ایم کیوایم نے اپنے منشور میں انسانی وسائل کی تیز تر ترقی کے ضمن میں تعلیم، صحت اور خواتین کے کردار کو اہمیت دی ہے۔

تعلیم:۔

ایم کیوایم نے تعلیم کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) تعلیم کے لیے جی این پی کا سالانہ ۵ فیصد مختص کرنا۔

(۲) دسویں تک تعلیم لازمی اور پرائمری تک مفت قرار دینا۔

(۳) دیہی علاقوں میں لڑکیوں کے لیے سبسڈی (Subsidy) دینا۔

(۴) یونیورسٹی ایجوکیشن کا معیار بلند کرنا۔

(۵) پانچ سال کے اندر اندر شہری علاقوں میں شرح خواندگی ۱۰۰ فیصد اور دیہی علاقوں میں مردوں کی شرح خواندگی ۷۵ فیصد اور خواتین کی شرح خواندگی ۵۰ فیصد تک لانا۔ نیز دس سالوں میں شرح خواندگی کو ۱۰۰ فیصد تک لانا۔

(۶) ملک کے اندر ریسرچ کے لیے وظائف مقرر کرنا

(۷) اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہونا

(۸) میٹریکولیٹ طلبا کے لیے شارٹ کورسز کے لیے ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس میں اضافہ کرنا۔

(۹) آٹھویں سے لے کر کالجوں میں سیکنڈ ائیر تک انفارمیشن ٹیکنالوجی لازمی مضمون کے طور پر شامل کرنا۔

(۱۰) یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو پرونسلائز (Provincialise) لوکلائز (Localise) کرنا۔

(۱۱) ہر سطح کے نصاب پر نظر ثانی کرنا۔

(۱۲) تعلیمی اداروں کی سرگرمیوں کی نگرانی اور تشخیص کے لیے عوامی نمائندوں کو اپنے علاقوں کے اندر اختیار دینا۔

(۱۳) نجی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے مینجمنٹ بورڈ بنانا جن میں صوبائی ضلعی اسمبلیوں کا ایک ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۸) آڈیٹر جنرل کے عہدہ کو زیادہ خودمختار اور مؤثر بنانا اور سیاسی وابستگی سے آزاد بیوروکریسی کو یقینی بنانا۔

(۹) واپڈا کے ای ایس سی، سدرن، نادرن گیس، پی ٹی سی ایل وغیرہ جیسی یوٹیلٹی کارپوریشنوں کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں کم از کم ایک تہائی عوامی نمائندے مقرر کرنا اور ان کے چیئرمین کا تقرر قائدِ حزب اختلاف کے مشورہ سے کرنا۔

(۱۰) صوبائی مالیاتی کمیشن آئینی شق کے تحت بنانا۔

انسانی وسائل (انسانی سرمائے) کی تیز تر ترقی:۔

ایم کیو ایم نے اپنے منشور میں انسانی وسائل کی تیز تر ترقی کے ضمن میں تعلیم، صحت اور خواتین کے کردار کو اہمیت دی ہے۔

تعلیم:۔

ایم کیو ایم نے تعلیم کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) تعلیم کے لیے جی این پی کا سالانہ ۵ فیصد مختص کرنا۔

(۲) دسویں تک تعلیم لازمی اور پرائمری تک مفت قرار دینا۔

(۳) دیہی علاقوں میں لڑکیوں کے لیے سبسڈی (Subsidy) دینا۔

(۴) یونیورسٹی ایجوکیشن کا معیار بلند کرنا۔

(۵) پانچ سال کے اندر اندر شہری علاقوں میں شرح خواندگی ۱۰۰ فیصد اور دیہی علاقوں میں مردوں کی شرح خواندگی ۷۵ فیصد اور خواتین کی شرح خواندگی ۵۰ فیصد تک لانا۔ نیز دس سالوں میں شرح خواندگی کو ۱۰۰ فیصد تک لانا۔

(۶) ملک کے اندر ریسرچ کے لیے وظائف مقرر کرنا

(۷) اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہونا

(۸) میٹریکولیٹ طلبا کے لیے شارٹ کورسز کے لیے ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس میں اضافہ کرنا۔

(۹) آٹھویں سے لے کر کالجوں میں سیکنڈ ائیر تک انفارمیشن ٹیکنالوجی لازمی مضمون کے طور پر شامل کرنا۔

(۱۰) یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو پرونشلائز (Provincialise) لوکلائز (Localise) کرنا۔

(۱۱) ہر سطح کے نصاب پر نظر ثانی کرنا۔

(۱۲) تعلیمی اداروں کی سرگرمیوں کی نگرانی اور تشخیص کے لیے عوامی نمائندوں کو اپنے علاقوں کے اندر اختیار دینا۔

(۱۳) نجی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے مینجمنٹ بورڈ بنانا جن میں صوبائی ضلعی اسمبلیوں کا ایک ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے پینے کا خام پانی فراہم کرنا' یونین کونسل' تعلقہ کونسل' ضلعی اور شہری حکومت کے بورڈ قائم کرنا' جن کے ذریعے سیوریج' اوپن ڈرینز اور سینی ٹیشن سروسز فراہم کی جائیں گی۔

(۱۲) صحت اور تعلیم کے اداروں کو گود لینے کے تصور کو مقبول بنانا۔

خواتین کا کردار' حیثیت:

ایم کیو ایم' خواتین کے ساتھ ناروا سلوک اور عصمت دری کے واقعات سے نالاں ہے۔ وہ جنسی امتیاز کو کم یا ختم کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ ایسے تمام قوانین کو ختم کر دیا جائے جو خواتین کے لیے ناانصافی اور انہیں ہراساں کرنے کا موجب ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ تدریس کے پیشے میں خواتین کو زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں' خواتین نرسوں' مڈوائفز اور لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کے لیے زیادہ ٹریننگ سکول کھولے جائیں' بہبودی مراکز میں ۷۵ فیصد خواتین اسٹاف کو ملازمت دی جائے اور تعلیم' صحت اور سماجی بہبود کے محکموں کی طرف سے خواتین افسروں اور اہلکاروں کی تقرری پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے۔ وہ پاکستان کے عوام میں جنسی امتیاز کے خلاف ایک مکمل مہم چلانے کا ارادہ رکھتی ہے اور خواتین کو ترغیب دینا چاہتی ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ برابر کی شراکت دار بنیں۔

اقتصادی ترقی کے نئے معیار:۔

ایم کیو ایم نے متوازن اور تیز تر ترقی کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) ٹھوس اقتصادی منصوبہ بندی' مقامی اور صوبائی پلاننگ بورڈ کی تشکیل ضروری ہے۔ عمومی اور قومی پلان چاہے وہ پانچ سالہ ہوں یا جاری' وہ ان بورڈز کی سفارش پر تشکیل دیے جائیں اور ان کی منظوری صوبائی اسمبلیوں کے آٹھ نامزد نمائندوں سے لی جائے۔ (ہر صوبائی اسمبلی سے ۲ یعنی سرکاری اور اپوزیشن بنچوں کا ایک ایک رکن ہو۔ بہبود آبادی کا مؤثر پروگرام بنایا جائے اور پانچ سال کے اندر آبادی میں اضافے کی شرح ۲.۷ فیصد سے کم کر کے ۱.۵ فیصد کی جائے۔

(۲) اسٹیٹ بنک آف پاکستان کو مکمل خود مختار بنایا جائے' جس کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں ہر صوبے کی برابر نمائندگی ہو'

(۳) کمرشل انوسٹمنٹ بینکوں اور ڈی ایف آئیز (DFIS) کی نجکاری کی جائے' جن پر اسٹیٹ بنک کا سخت کنٹرول' نگرانی اور مانیٹرنگ ہو۔

(۴) ڈی ریگولیشن' بیورو کریسی کے کنٹرول کے خاتمے' سرکاری شعبے کے کم سے کم استعمال اور اسٹاک مارکیٹوں کے توسیع شدہ کردار کے ذریعہ مکمل مارکیٹ میکانزم اختیار کیا جائے گا۔

(۵) صنعت کاروں' تاجروں اور برآمد کنندگان کو مرکزی اور صوبائی بورڈ آف ریونیو اور دیگر سرکاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محکموں کی زیادتیوں سے تحفظ دینے کی ضرورت ہے۔

(۶) زیادہ سے زیادہ نجکاری اور کم سے کم ریگولیشنز کے ساتھ زیادہ سے زیادہ صنعت کاری کا حصول ممکن بنایا جائے گا اور ہر ضلع میں پرائیویٹ انڈسٹریل اسٹیٹس کے قیام کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۷) براہ راست اور بالواسطہ اقتصادی اقدامات کے ذریعہ غربت کے خاتمے کا پروگرام۔

(۸) قابلِ عمل منصوبوں کے لیے کریڈٹ کی دستیابی کی خاطر پرائیویٹ کیپٹل وینچر آرگنائز (Capital venture organisation) کے قیام کی حوصلہ افزائی کی جائے گی' جس میں بیوروکریسی کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

(۹) بچوں کی مشقت اور جبری مشقت کا تدارک کیا جائے گا۔

(۱۰) بیرونِ ملک پاکستانیوں کو پاکستان میں سرمایہ کاری کے لیے ترغیبات اور تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

(۱۱) ایسی نئی لیبر پالیسی جو پیداوار میں رکاوٹ نہ بنے اور تنخواہوں کے مناسب ڈھانچے' کام کے ساز گار حالات اور محنت کشوں میں احساس تحفظ کی ضمانت ہو۔

(۱۲) پرائیویٹ انٹرپرائزز کے ذریعہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کو ترقی دینا اور یونین کونسل کی سطح پر انٹرنیٹ سروسز فراہم کرنے والوں کو سہولتیں بہم پہنچانا۔

(۱۳) صنعتکاری کی راہ میں تمام صنعتوں اور اداروں کی نجکاری اور ایسا میکانزم جو کارکنوں اور صارفین کے مفادات کا تحفظ کرے۔

(۱۴) ڈاؤن سائزنگ یا رائٹ سائزنگ اس طرح کرنا کہ ملازمین کو نئی اقتصادی پالیسی کے تحت نئے اور توسیع شدہ منصوبوں میں ضم کیا جائے گا۔ یہ اقدام سوشل سیکورٹی سے بھی جڑا ہوگا۔

(۱۵) نجی شعبے کے ذریعے پورٹ قاسم' گوادر اور کیٹی بندر پورٹس کو تیز ترقی دینا (اراضی کی ملکیت حکومت کے پاس رہے گی)۔

(۱۶) بہترین لینڈ ایڈمنسٹریشن کے لیے زرعی شعبے میں زمین کی ملکیت' ٹیکس' فصلوں کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کیا جائے گا۔

(۱۷) پانی کی تقسیم کے معاہدوں میں دخل اندازی نہیں ہونے دی جائے گی۔ صوبوں کے اتفاق رائے کے بغیر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکے گی۔

(۱۸) صوبائی اسمبلیوں اور مشترکہ مفادات کی کونسل کی منظوری کے بغیر کالا باغ ڈیم' تھر فلڈ واٹر کینال پروجیکٹ، اگر ٹیر تھل کینال پروجیکٹ سمیت آبپاشی کے کسی بھی منصوبے پر عمل نہیں کیا جائے گا جو نچلے علاقوں کے کسانوں پر منفی اثرات مرتب کرے۔

(۱۹) ساحلی علاقے اور جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے کوٹری بیراج سے نیچے ملین ہیکٹر فٹ پانی دستیاب ہوگا۔

(۲۰) واپڈا کی نجکاری تک فوری طور پر اس کے ڈسٹری بیوشن سسٹم کو پراونشلائز کیا جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲۱) زرعی اجناس کی لازمی خرید کی پالیسی کو ختم کر دیا جائے گا اور ان کی بین الصوبائی نقل و حرکت پر پابندی بھی ختم کر دی جائے گی۔

(۲۲) تمام کارپوریشنوں بشمول رائس کارپوریشن' ٹریڈنگ کارپوریشن وغیرہ کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۲۳) پراونشل ایکسپورٹ پروموشن بیورو کی تنظیم نو ہو گی جس میں عوامی نمائندوں کی شرکت ہو گی۔

(۲۴) اراضی کے مالک مزارع کے درمیان نصف حصے کا فارمولا نافذ کیا جائے گا۔

(۲۵) چھوٹے اراضی مالکان اور کاشتکاروں کے قرضوں کو گریمین (Grameen) جیسے بینک' آرگنائزیشن کے ذریعہ سپلیمنٹ کیا جائے گا۔

(۲۶) آبپاشی کے ریٹس کو معقول بنایا جائے گا۔ پانی کے اصل مصارف کے مطابق سروسز چارجز نافذ اور وصول کیے جائیں گے۔

(۲۷) بااثر زمینداروں کی طرف سے پانی کی چوری کو روکا جائے گا اور اس جرم میں مالک اراضی اور آبپاشی کے ایگزیکٹو انجینئر دونوں کو قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

(۲۸) دیہی معیشت میں انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں گی۔ بیج کھاد اور کیڑے مار ادویات کے لیے قرضے فراہم کیے جائیں گے۔ ایگریکلچر ریونیو ٹیکس ریکارڈ آف رائٹس پر زمیندار اور مزارع کے درمیان تنازعہ کو حل کریں گی۔

(۲۹) سرکاری امداد باہمی کے محکمے کو ختم کر کے اس کی جگہ کوآپریٹو فارمنگ' کریڈٹ اور مارکیٹنگ پرائیویٹ کوآپریٹو کے ذریعے حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۳۰) ماحولیات کی تباہی کو روکا جائے گا۔

(۳۱) میٹروپولیٹن ٹاؤنز میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ۔(Solid waste management) سکیمیں شروع کی جائیں گی۔

(۳۲) سی این جی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۳۳) سیالکوٹ اور گوجرانوالہ میں قائم اسپورٹس گڈز' کٹلری' سرجیکل انسٹرومنٹ کی طرز پر کاٹیج انڈسٹریز کے قیام کو ترجیح دی جائے گی اور ان کے لیے ترغیبات فراہم کی جائیں گی۔

(۳۴) فائن کوالٹی تھرکول' سینڈک میں تانبے' بلوچستان میں آئل اور گیس جیسی معدنیات کو ترقی دی جائے گی۔ اس کے علاوہ باکسائیٹ، گرینائٹ اور ماربل وغیرہ جیسی معدنیات اور ساحلی علاقوں میں تیل کی تلاش کی جائے گی۔

(۳۵) کراچی میں ماس ٹرانزٹ پروجیکٹ پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

(۳۶) دیہی علاقوں میں سڑکوں کا جال بچھایا جائے گا۔ ناردرن بائی پاس پراجیکٹ کراچی کا آغاز کیا جائے گا۔ شہری علاقوں میں ٹرانسپورٹ کو بہتر بنایا جائے گا اور روڈ ٹرانسپورٹ سیکٹر میں نجی شعبے کی حوصلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افزائی کی جائے گی۔

جان و مال کے تحفظ کی ضمانتیں:۔

ڈکیتی، رہزنی، کارچوری، آتش زنی، قتل، گینگ ریپ اور دہشت گردی کی روک تھام اور شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کی غرض سے ایم کیو ایم نے مندرجہ ذیل تجاویز مرتب کی ہیں:۔

(۱) خودمختاری کے اصول کے مطابق امن و امان برقرار رکھنے کی ذمہ داری صوبائی حکومتوں کے سپرد کرنا اور وفاق کی عدم مداخلت۔

(۲) تمام فورسز کا ایک بورڈ کے ذریعے ہوم منسٹر کے ماتحت کام کرنا۔

(۳) پولیس اسٹیشن کے کلچر کو تبدیل کرنا، تمام پولیس اور انتظامیہ کا متعلقہ صوبے سے ہونا۔

(۴) ہر اسٹیشن پولیس آفیسر (S.H.O) کا اپنی حدود میں ہونے والے جرائم کا ذمہ دار ہونا اور ایف آئی آر درج نہ کرنے پر سزا دینا۔

(۵) پراونشل اسپیشل برانچ کو پراونشل انٹیلی جینس بیورو کے طور پر دوبارہ تشکیل دینا۔

(۶) ہر ضلع کے ایگزیکٹو مجسٹریٹ کا ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر کی نگرانی کے تحت ڈسٹرکٹ پولیس کے ساتھ امن و امان برقرار رکھنے کے لیے کام کرنا۔

(۷) غیر ضروری مقدمہ بازی کی حوصلہ شکنی، ہر ضلع، سٹی تعلقہ، یونین چیئرمین کے ماتحت چھوٹے جرائم کے لیے مصالحتی عدالتوں کا قیام۔

(۸) ایسے تمام ہسپتالوں کو میڈیکولیگل کیس کرنے کی اجازت دینا، جہاں ۲۵ سے زیادہ بستروں کی سہولت ہو۔

(۹) ایمرجنسی کال سنٹرز کا قیام، جن کا ضلع کے ہر پولیس اسٹیشن سے رابطہ ہوگا، صوبائی ہیڈکوارٹرز کے ساتھ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسرز کو مربوط کرنا۔

(۱۰) جیلوں اور ان کے کلچر میں بہتری لانا اور رہا ہونے والے قیدیوں کے لیے بحالی مراکز قائم کرنا۔

(۱۱) موجودہ پیرول سسٹم کو مہذب ملکوں کی طرح رائج کرنا۔

فرسودہ جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ:۔

ایم کیو ایم نے فرسودہ جاگیردارانہ نظام کے خاتمہ کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) جاگیرداروں کی سرپرستی کرنے والی بیوروکریسی کے صوابدیدی اختیارات کا خاتمہ۔

(۲) ہر صوبے میں از سرِ نو لینڈ کمیشن تشکیل دینا جو نافذ شدہ اصلاحات کو یقینی بنائے گا۔

(۳) مذکورہ لینڈ کمیشن کا اصلاحات سے مستفید ہونے والوں کو تحفظ دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) دیہی علاقوں میں چھوٹے کاشتکاروں پر سے جاگیرداریت کا خاتمہ۔

(۵) بیج' کھاد' زرعی ادویات کے لیے قرضوں کی فراہمی' بڑے دیہات کے لیے اراضی مختص کرنا' امداد باہمی کی نجی انجمنوں کے ذریعے دلال کے بغیر مارکیٹنگ، زمیندار، پولیس اور ریونیو کے اہلکار کی ٹرائیکا کو توڑنا۔

(۶) لینڈ ریونیو اور متعلقہ سیس (Cesses) اور ٹیکس ختم کرنے کے لیے زرعی انکم ٹیکس رائج کرنا اور دوسرے شعبوں میں ترقی پسندانہ ٹیکشن سسٹم رائج کرنا۔

(۷) پرندوں اور جانوروں کی کمیاب نسلوں کے شکار کی اجازت مخصوص قواعد کے تحت دینا اور ان کے لیے پناہ گاہیں اور سفاری پارکس قائم کرنا۔

(۸) نجی عدالتیں اور جیلیں بنانے والے جاگیرداروں کو سزا دلوانے کے لیے موجودہ قوانین پر موثر عمل درآمد کرنا۔

(۹) عزت کے نام پر قتل جیسی سماجی لعنت کا خاتمہ۔

(۱۰) گدو سے ٹھٹہ تک دریائے سندھ کے بندوں کے ساتھ پھیلی ہوئی قریباً دولاکھ ایکڑ دریائی زمین کا سروے کرنا اور اسے چھوٹے زمینداروں اور بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کرنا۔ جنگلات کے ناجائز استعمال پر پابندی۔

ایم کیو ایم کا کہنا ہے کہ:۔

> ''ملک سے جاگیردارانہ نظام کو تعلیم' مواصلات اور اختیارات کی عدم مرکزیت کے عصا کے ذریعے ہی دبایا جا سکتا ہے۔ ملک کے کونے کونے میں تعلیم کا پھیلاؤ' سڑکوں' ریلوں' ائیرویز اور الیکٹرونک میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے مواصلات' رسائی کی خلیج ختم کرنا اور اختیارات اور حاکمیت کی سب سے نچلی انتظامی یونٹ تک عدم مرکزیت' ڈی ریگولیشن ایسے تین یقینی راستے ہیں' جن سے جاگیردارانہ نظام کی برائیوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان نیشنل پارٹی

پاکستان نیشنل پارٹی ۱۹۷۹ء میں وجود میں آئی' جس کا پہلا کنونشن لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں میر غوث بخش بزنجو' ڈاکٹر عبدالحیی بلوچ' سید محمد قصور گردیزی' سردار عطاء اللہ مینگل' شمیم اشرف ملک اور دیگر بہت سے لیڈروں نے شرکت کی۔ اس کے صدر میر غوث بخش بزنجو اور جنرل سیکرٹری سید محمد قسور گردیزی منتخب ہوئے۔ اس کا دوسرا کنونشن ملتان میں ۱۹۸۵ء میں سید محمد قسور گردیزی کی کوٹھی پر ہوا' جس میں صوبہ پنجاب' سندھ اور بلوچستان سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۴۰۰ مندوبین نے شرکت کی۔

پاکستان نیشنل پارٹی زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکی۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں میر غوث بخش بزنجو خود اپنی نشست پر کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم ان کی پارٹی نے بلوچستان میں دو نشستیں حاصل کیں۔ یہ دونوں کامیاب شدہ افراد' اسلم رئیسانی اور ہاشم شاہوانی مسلم لیگ کی جمالی حکومت کی کولیشن میں شامل ہو گئے۔ میر غوث بخش بزنجو ۱۹۸۹ء میں فوت ہو گئے تو ان کے بیٹے بزن بزنجو پارٹی کے صدر بنے۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں پاکستان نیشنل پارٹی نے کچھ کامیابی حاصل کی۔ صوبائی اسمبلی میں سے اس کے چھ امیدوار کامیاب ہوئے۔ بزن بزنجو قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ جب ظفر اللہ جمالی نے بلوچستان کی صوبائی حکومت بنائی تو نیشنل پارٹی کے اراکین اس کولیشن میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد گورنر نے اسمبلی توڑ دی لیکن اکبر بگٹی کی رٹ پر بحال کر دی گئی تو نواب اکبر بگٹی بلوچستان کے وزیر اعلیٰ بنے' لیکن نیشنل پارٹی نے حکومت میں شرکت نہ کی۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں پاکستان نیشنل پارٹی کو صوبے میں صرف دو نشستیں ملیں' جبکہ مرکز میں وہ کوئی نشست حاصل نہ کر سکی۔

منشور پاکستان نیشنل پارٹی ۱۹۷۹ء

رہنما اصول:۔

پاکستان نیشنل پارٹی نے اپنے رہنما اصول حسب ذیل متعین کیے ہیں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون بنانے کی ممانعت۔

(۲) قومی جمہوری انقلاب کے ذریعے ترقی کا غیر سرمایہ دارانہ راستہ اختیار کرتے ہوئے ایک خوشحال قومی جمہوری ریاست قائم کرنا۔

(۳) انقلابی زرعی اصلاحات کا نفاذ' جن کے ذریعے بڑی بڑی زمینداری' جاگیرداری اور ماقبل جاگیری داری کو ختم کیا جائے گا۔

(۴) اجارہ دارانہ اور گماشتہ سرمایہ داری کو ختم کرنا' غیر سرمایہ دارانہ راستے کے ذریعے سامراجی نظام کا خاتمہ۔

(۵) تمام پاکستانی قوموں کے مساوی حقوق کے لیے ضروری اقدامات' تمام قوموں اور قومی اقلیتوں کے لیے تہذیبی' ثقافتی و لسانی ورثہ کی ترقی و ترویج کی ضمانت اور معاملات ریاست میں ان کو شرکت کا حق دینا۔

(۶) ایسا معاشی نظام تشکیل دینا جس سے مزدوروں' کسانوں اور محنت کش طبقات کے استحصال کا خاتمہ ہو سکے۔ نیز محب وطن طبقات بشمول چھوٹے تجارت پیشہ ور و درمیانی صنعت کار کو تحفظ فراہم کرنا۔

(۷) ایک سیکولر (غیر فرقہ وارانہ) ریاست قائم کرنا۔

(۸) صوبوں کو تہذیبی و لسانی یکسانیت' جغرافیائی اتصال اور تاریخی پس منظر کی بنیاد پر از سرِ نو تشکیل دینا' نیز پاکستان کے وفاقی ڈھانچا کو ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی مطابقت میں استوار کرنا۔

(۹) نوآبادیاتی انتظامی ڈھانچا کو ختم کر کے قومی اور جمہوری تقاضوں سے ہم آہنگ نظام تشکیل دینا۔

(۱۰) عالمی سامراج اور رجعت پسند قوتوں کے اثر و تسلط سے آزاد مثبت اور ناوابستہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا' تمام فوجی معاہدوں اور ملکی و قومی مفادات کے منافی سمجھوتوں کو ختم کرنا' عالمی امن و تخفیف اسلحہ کی حمایت' قوموں کی آزادی کی تحریکوں کی حمایت' پاکستان کی سرزمین کو سامراجی مفادات کے لیے استعمال نہ ہونے دینا اور ہمسایہ ممالک سے دوستی کی پالیسی پر عمل کرنا۔

(۱۱) جمہوری مرکزیت اور وحدت فکر و عمل کو پارٹی کے تنظیمی اصول قرار دینا۔

قومی جمہوری نظام:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کا مقصد ایک قومی جمہوری ریاست قائم کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے پارٹی نے مندرجہ ذیل اقدامات پر عمل کرنے کا عہد کیا ہے۔

بنیادی جمہوری حقوق اور شہری آزادیاں:۔

(۱) ہر شہری کو روٹی' کپڑا' مکان' تعلیم' علاج اور روزگار فراہم کرنا۔

(۲) جان و مال' عزت کی حفاظت اور حصول انصاف کی ضمانت۔

(۳) اظہار خیال' پریس' صحافت' نقل و حرکت' انجمن سازی' جلسوں جلوسوں کے اہتمام کی آزادی' اجتماعی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوداکاری کی ضمانت اور ہڑتال کا غیر مشروط حق دینا۔

(۴) ذات کی حرمت' نجی مراسلات کی آزادی کی ضمانت۔

(۵) اپنے ضمیر کے مطابق اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے حق کی ضمانت۔

(۶) ذات' مذہب' فرقے' عقیدے' رنگ ونسل' جنس کے امتیاز کے بغیر ریاست اور حکومت کے تمام عہدوں اور خدمتوں پر مامور اور منتخب ہونے کا یکساں حق عطا کرنا نیز عاجلانہ اور ارزاں انصاف کی ضمانت۔

(۷) کسی شہری کو پروانہ گرفتاری کے بغیر حراست میں لینے کی ممانعت' کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر نظر بندی کی ممانعت' اور تمام جابرانہ قوانین کی تنسیخ۔

(۸) عورتوں کو معاشی' سیاسی اور سماجی میدان میں مردوں کے مساوی حقوق کی ضمانت اور امتیازی قوانین کی تنسیخ۔

(۹) بارہ سال سے کم عمر کے بچوں سے محنت کرانے کو جرم قرار دینا۔

(۱۰) خودمختار اور حقیقت پسندانہ صحافت کو فروغ دینا' جس میں کوئی روزنامہ اس کے مالک کی نجی ملکیت نہ ہوگا' بلکہ اس کا انتظام اخبار کے کارکنوں کی منتخب کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا' جو نہ حکومت اور نجی سرمائے سے اپنا مفاد وابستہ رکھتے ہوں اور نہ اس کے اثر میں ہوں۔ نیز سیاسی جماعتوں اور عوامی تنظیموں کو اپنے اخبارات نکالنے کی آزادی دینا۔

تعلیمی پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کی تعلیمی پالیسی کے اہم نکات درج ذیل ہیں:۔

(۱) سستی اور بامقصد تعلیم کو فروغ دینا' ناخواندگی دور کرنے کے لیے مفت تعلیم رائج کرنا۔

(۲) مادری زبان کو بنیادی ذریعہ تعلیم قرار دینا۔

(۳) تدریسی طریق کار میں تبدیلی لانا اور تخلیقی وتحقیقی اندازِ فکر کو فروغ دینا۔

(۴) اساتذہ کے معاوضہ میں اضافہ کرنا۔

(۵) تعلیمی اداروں کی آزادی وخودمختاری کا تحفظ اور تعلیمی اداروں میں جمہوری ماحول پیدا کرنا نیز طلباء کو انجمن سازی کا غیر مشروط حق دینا۔

(۶) تعلیم بالغاں کی جامع منصوبہ بندی کرنا۔

(۷) تعلیم کے بعد روزگار کی اجازت' بصورت دیگر بیروزگاری الاؤنس دینا۔

فلاحی پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی نے اپنی فلاحی پالیسی یوں مرتب کی ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) تمام بالغ افراد کو روزگار مہیا کرنا' بصورت دیگر گذارہ الاؤنس دینا۔
(۲) تمام شہریوں کو بلا مبالغہ علاج معالجہ کی سہولت فراہم کرنا۔
(۳) صحتِ عامہ کے لیے ہنگامی بنیادوں پر نئے پراجیکٹ ترتیب دینا۔
(۴) ملازمت پیشہ قوانین کے لیے خصوصی قانون سازی اور ان کے بچوں کے لیے سرکاری نرسریاں تشکیل دینا۔
(۵) دیہی عوام کو جدید طبی سہولتیں فراہم کرنا۔

لیبر پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کی وضع کردہ لیبر پالیسی حسب ذیل ہے:۔

(۱) مزدوروں کی اُجرتوں میں اضافہ کرنا' ملازم کی تنخواہ کا سونے کے ایک تولہ کی قیمت سے کم نہ ہونا' اوقات کار کا ازسرِ نو تعین' دورانِ کار سہولتوں میں اضافہ اور افرادِ خانہ کے لیے تعلیم' رہائش اور صحت کی ذمہ داری حکومت اور آجر پر ہونا۔
(۲) لیبر قوانین پر نظرثانی' مزدور دشمن قوانین کی تنسیخ اور صنعت و حرفت کے محنت کشوں کو قانونی تحفظ فراہم کرنا۔
(۳) ہر ادارہ کے ملازمین کو آزادانہ انجمن سازی کی اجازت دینا۔
(۴) مزدوروں کو تمام بنیادی حقوق بشمول حق ہڑتال و اجتماعی سوداکاری کی ضمانت دینا۔

معاشی پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کی مرتب کردہ معاشی پالیسی کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) معاشی خودمختاری اور قومی جمہوری معیشت کا نفاذ
(۲) مختلف قوموں اور علاقوں کو برابری کی بنیاد پر حصول روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔
(۳) مفلسی' بھوک' بیماری' جہالت اور بیروزگاری کا خاتمہ۔
(۴) جاگیرداری' بڑی زمینداری اور اجارہ داری کا خاتمہ۔

زرعی پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی نے زرعی ترقی کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) زمینوں کی انتہائی حدِ ملکیت فی خاندان ۱۵۰ ایکڑ نہری اور ۱۰۰ ایکڑ بارانی یا اس کے مساوی پیداواری یونٹ مقرر کرنا اور حد سے زیادہ اراضی کو ضبط کر کے مقامی مزارعوں' بے زمین کسانوں اور کاشتکاروں میں مفت تقسیم کرنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) زمینوں کو آبی زمینوں میں تبدیل کرنے کے لیے مرحلہ وار پروگرام۔
(۳) مشینی زراعت کو ترقی دینا۔
(۴) کوآپریٹو کاشتکاری کا طریقہ رائج کرنا۔
(۵) شہری سہولتیں دیہی علاقوں تک پہنچانا اور دیہی علاقوں میں گھریلو صنعتوں کو ترقی دینا۔

اس کے علاوہ:۔

(۱) سابقہ والیان ریاست وملکوں وسرداروں کے وظائف' اعزازات وخصوصی مراعات کی تنسیخ۔
(۲) سرکاری ملازموں اور فوجیوں کو ان کی خدمات کے صلے میں زمینوں کی مفت الائمنٹ کے طریقہ کی تنسیخ' انعام میں دی ہوئی زمینوں کی ضبطی اور ان کی مقامی بے زمین کسانوں میں مفت تقسیم کرنا۔

صنعتی وتجارتی پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کی صنعتی وتجارتی پالیسی درج ذیل ہے:۔

(۱) ریاستی شعبہ کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے اسے بتدریج ملک کی معیشت میں ایک فیصلہ کن حیثیت دینا۔
(۲) بھاری صنعتوں کے قیام اور ترقی کے لیے ریاستی شعبہ کو پھیلانا اور ریاست ہی پر اس کی ذمہ داری عائد ہونا۔
(۳) وطن دوست سامراج مخالف نجی سرمایہ داروں' چھوٹے اور اوسط درجہ کے کارخانہ داروں اور کاروباری افراد کو پنپنے کے مواقع فراہم کرنا اور ریاست کی طرف سے حسب ضرورت مالی امداد فراہم کرنا۔
(۴) ملک کے مختلف علاقوں میں نئی صنعتیں قائم کرنا' علاقائی نابرابری کا خاتمہ اور انتقال آبادی کی روک تھام۔
(۵) ریاستی شعبہ کی صنعتوں' بینکوں اور مالیاتی اداروں کے انتظام میں جسمانی ودماغی کام کرنے والوں کے نمائندوں اور ماہروں کا جمہوری اقتدار قائم کرنا اور نوکر شاہی کے پھیلاؤ کو ختم کرنا۔
(۶) معاشی منصوبہ بندی۔
(۷) منافع کی شرح کو حد میں لانے کے لیے قانون سازی۔
(۸) بیرونی تجارت کو قومی تحویل میں لینا صوبوں کا مرکزی پالیسی کے تحت خود بیرونی تجارتی معاہدے کرنا۔

خارجہ پالیسی:۔

پاکستان نیشنل پارٹی کی وضع کردہ خارجہ پالیسی حسب ذیل ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) مثبت ناوابستہ خارجہ پالیسی اختیار کرنا۔

(۲) حکومت پاکستان کے کیے ہوئے تمام فوجی معاہدوں اور ملکی مفاد کے منافی سمجھوتوں کی تنسیخ، دنیا کے امن پسند ملکوں، ترقی پذیر اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری کی بنیاد پر دوستانہ سیاسی، معاشی اور تہذیبی تعلقات قائم کرنا، بین الاقوامی امن اور مفاہمت کو ترقی دینا، تخفیف اسلحہ کی حمایت، قوموں کی آزادی کی تحریکوں کی حمایت پاکستان کی سرزمین کو سامراجی مفادات کے لیے استعمال کرنے کی ممانعت، کسی ملک کے داخلی معاملات میں عدم مخالفت اور بین الاقوامی تنازعات کو پرامن مذاکرات کے ذریعے حل کرنا۔

ریاستی ڈھانچا:۔

پاکستان نیشنل پارٹی نے ریاستی ڈھانچا کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) پاکستان کو پارلیمانی طرز حکومت کے ساتھ تمام وفاقی وحدتوں کو مکمل اور مساوی خودمختاری کی بنیاد پر وفاقی ریاست کے طور پر ترقی دینا۔ وفاقی حکومت کے پاس صرف دفاع، امور خارجہ، کرنسی اور مواصلات کے شعبے ہونا۔

(۲) موجودہ صوبوں کو انتظامی علاقوں کے بجائے تہذیبی اور لسانی یکسانیت، جغرافیائی اتصال اور تاریخی پس منظر کی بنیاد پر وفاقی اکائیوں میں تبدیل کرنا اور تہذیبی و لسانی وحدتوں کو وفاقیت کی حقیقی روح کے مطابق نشوونما کے مواقع فراہم کرنا۔

(۳) پاکستان میں بسنے والی تمام قومیتوں کی زبانوں کو سرکاری اور قومی درجہ دینا، اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دینا اور تمام اسمبلیوں کا ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول اور مخلوط بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قائم کرنا۔

(۴) مرکز میں پارلیمان کا دو ایوانوں پر مشتمل ہونا، ایوانِ نمائندگان کا بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہونا، ایوان میں تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی دینا، محنت کش طبقات کو دونوں ایوانوں میں نمائندگی دینا اور عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی۔

(۵) ہر انتخابی حلقہ کو اپنے منتخب نمائندے پر عدم اعتماد کی صورت میں اسمبلی سے واپس بلا لینے کا دستوری حق حاصل ہونا۔

(۶) انتظامی مشینری کو از سرِ نو جمہوری خطوط پر منظم کرنا اور موجودہ نوآبادیاتی انتظامیہ کو ختم کرنا، زیادہ اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کی تنخواہوں کے اسکیل میں معقولیت پیدا کرنا اور تنخواہوں میں تناسب ایک اور پانچ سے زائد نہ ہونے دینا۔

(۷) بدعنوانی، اقربا پروری، رشوت ستانی، نفع خوری چور بازاری، اسمگلنگ اور ایسی دوسری برائیوں کا خاتمہ۔

(۸) پنشن یافتہ سول اور فوجی انتظامیہ کے افسروں کو علیحدہ ہونے کے بعد کسی سرکاری اور نیم سرکاری عہدے پر مامور کرنے کے طریقہ کو ختم کر دینا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمہوری وطن پارٹی

جمہوری وطن پارٹی کے سربراہ نواب محمد اکبر خاں بگٹی اور جنرل سیکرٹری خدائے نور ہیں۔ اس کا پہلا کنونشن ۱۶ اگست ۱۹۹۰ء کو کوئٹہ میں منعقد ہوا، جس میں نواب محمد اکبر خاں بگٹی، میر ہمایوں خان مری (نگران وزیر اعلیٰ)، سردار یار محمد خاں، میر عبدالجبار، نوابزادہ احمد یار جوگیزئی، انور درانی، ارجن داس کے علاوہ تقریباً تین ہزار مندوبین اور مبصرین نے شرکت کی۔

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جمہوری وطن پارٹی کو قومی اسمبلی میں دو اور بلوچستان صوبائی اسمبلی میں ۱۳ نشستیں ملیں صوبائی حکومت مسلم لیگ کے سردار ظفر اللہ جمالی نے بنائی تو جمہوری وطن پارٹی حزب اختلاف کا کردار ادا کرتی رہی۔ جب گورنر نے اسمبلی توڑ دی تو اکبر خاں بگٹی نے رٹ دائر کر دی، جس کے نتیجے میں عدالت نے اسمبلی بحال کر دی۔ اس بار اکبر خاں بگٹی صوبہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ بنے۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں محمد اکبر خاں بگٹی اور سردار یار محمد خاں رند قومی اسمبلی کے اراکین منتخب ہوئے صوبائی اسمبلی میں اس پارٹی نے سات نشستیں حاصل کیں۔

نواب اکبر خاں بگٹی اب (۲۰۰۶ء میں) فوت ہو چکے ہیں جمہوری وطن پارٹی انہی کے گرد گھومتی تھی اور وہی اس کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔

منشور جمہوری وطن پارٹی

بنیادی مقصد:۔

جمہوری وطن پارٹی کے منشور میں مرقوم ہے کہ:۔

"جمہوری وطن پارٹی کا بنیادی مقصد اور منشور یہ ہو گا کہ پاکستان کو ایک صحیح وفاقی مملکت بنایا جائے۔ آزادی کے بعد سے پاکستان جن سیاسی مسائل اور بحران کا شکار رہا، اس کا بنیادی سبب وفاق کے اصولوں سے روگردانی ہے۔ یہاں کبھی ون یونٹ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کبھی مضبوط مرکز کے نام پر وفاقی نظام سے انحراف کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

پاکستان کو صحیح معنوں میں سیاسی استحکام اس صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب یہاں وفاق کے صحیح اصول اپنائے جائیں' اس لیے ہماری پارٹی کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ پاکستان ایک وفاقی مملکت ہوگا' جس میں شامل وفاقی وحدت کو آئینی طور پر مساوی حیثیت حاصل ہوگی۔

وفاق:۔

جمہوری وطن پارٹی کا کہنا ہے کہ اختیارات کی مرکزیت ہمارے ملک میں کئی سیاسی مسائل کا سبب رہی ہے۔اس کے خاتمے سے ہر وفاقی وحدت اپنے معاملات خود چلا کر وفاق کے استحکام اور سلامتی کا باعث بن سکتی ہے۔پارٹی کا خیال ہے کہ وفاق کے پاس صرف تین امور یعنی دفاع' امور خارجہ اور کرنسی ہونے چاہئیں۔ بقیہ تمام امور بغیر کسی استثناء کے وفاقی وحدتوں کے پاس ہونے چاہئیں۔

چنانچہ جمہوری وطن پارٹی عزم کیے ہوئے ہے کہ برسر اقتدار آنے پر وفاق کو مستحکم اور ملک کو مضبوط بنانے کی خاطر' ملک کے موجودہ صوبوں کو قومی وحدتوں کی صورت دینے کے لیے ان کو تاریخی اور جغرافیائی پس منظر کے ساتھ نسلی' لسانی' ثقافتی اور تہذیبی رشتوں کی بنیاد پر از سرِ نو تشکیل دیا جائے گا۔

شہری حقوق اور انصاف کی فراہمی:۔

جمہوری وطن پارٹی کا عہد ہے کہ ہر قسم کی فرقہ واریت اور منافرت کو ختم کر کے ملک کے تمام شہریوں کی بلاتفریق جنس' مذہب' قومیت اور سیاسی وابستگی کے سیاسی معاشی اور شہری حقوق کی مکمل ضمانت دی جائے گی۔جمہوری وطن پارٹی تمام شہریوں کو سستے اور فوری انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے گی اور ناانصافی اور انصاف میں تاخیر کو ختم کرنے کے لیے ضروری اقدامات کرے گی۔

قومی زبانیں:۔

جمہوری وطن پارٹی بلوچی' سندھی' پشتو اور پنجابی کو قومی زبانوں کی حیثیت دینا چاہتی ہے علاوہ ازیں وہ ملک میں بولی جانے والی دیگر زبانوں کی ترقی کے لیے فکر مند ہے۔اس کا کہنا ہے کہ برسر اقتدار آنے پر وہ اردو کو قومی رابطے اور سرکاری زبان کی حیثیت دے گی۔

پانی' قدرتی وسائل اور توانائی کی تقسیم:۔

جمہوری وطن پارٹی پانی اور بجلی کی تمام وحدتوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کرنے کے حق میں ہے۔اس کا کہنا ہے کہ توانائی استعمال کرنے والی وحدتوں کو اس کے استعمال کی مناسب قیمت ادا کرنی چاہیے۔قدرتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وسائل کے ضمن میں جمہوری وطن پارٹی کی تجویز یہ ہے کہ تمام قدرتی وسائل اسی وحدت کے تصرف اور ملکیت میں ہوں گے جس کے اندر وہ موجود ہیں:۔

سینٹ اور گورنر کے بارے میں:۔

جمہوری وطن پارٹی کا کہنا ہے کہ اس کے برسراقتدار آنے کی صورت میں سینٹ وفاقی وحدتوں کا نمائندہ ہوگا۔ اس میں صرف وحدتوں کی نمائندگی ہوگی۔ ہر وفاقی وحدت کو بیس نشستیں حاصل ہوں گی۔ اس طرح سینٹ کے کل ارکان کی تعداد ۸۰ ہوگی۔ پارٹی کے برسراقتدار آنے پر ہر وفاقی وحدت کے گورنر کی تعیناتی صدرِ مملکت کی جانب سے ہوگی، مگر متعلقہ وفاقی وحدت کی صوبائی اسمبلی سے اس کی توثیق حاصل کرنا لازم ہوگا۔

نیشنل سیکورٹی:۔

جمہوری وطن پارٹی نے نیشنل سیکورٹی کے بارے میں حسب ذیل تجاویز مرتب کی ہیں:۔

(۱) ملک کے دفاع میں باقاعدہ مسلح افواج کے ساتھ ساتھ پوری قوم کو شامل کرنے کی خاطر پوری قوم کو دفاعی حکمتِ عملی کا حصہ بنایا جائے گا۔ اٹھارہ اور بیس سال کے درمیان کے ہر نوجوان کو فوجی تربیت دے کر عسکری خدمات کے لیے تیار کیا جائے گا تاکہ وہ بوقتِ ضرورت ملکی دفاع کا حصہ بن سکیں۔

(۲) تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ باہمی تجارت اور آمدورفت کو فروغ دیا جائے گا۔

(۳) اسلامی ممالک کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم رکھے جائیں گے اور اسلامی اخوت کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

(۴) بڑی طاقتوں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات رکھے جائیں گے کہ ایک کے ساتھ قربت دوسرے کے ساتھ ناراضگی کا سبب نہ بنے۔

(۵) بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں اپنے سیاسی وقار اور خودمختاری کو ہر سطح پر مقدم رکھا جائے گا۔

اکانومی:۔

جمہوری وطن پارٹی نے اکانومی کے ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

(۱) پارٹی دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے خود انحصاری پر زیادہ توجہ دے گی اور اپنی پالیسی کا بنیادی مرکز اس بات کو کرے گی کہ اپنے ہی وسائل کو زیادہ سے زیادہ بہتر انداز میں استعمال کر کے قومی ترقی کی سبیل پیدا کی جائے۔ بیرونی قرضوں سے ہر ممکن نجات کی کوشش کی جائے۔ بیرونی قرضوں کے بجائے بیرونی ٹیکنالوجی کے حصول کی کوشش کی جائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) پانی اور توانائی کے ذرائع کو ترقی دینے کو اولین ترجیح دی جائے گی۔ مزید قدرتی وسائل کی دریافت اور استعمال کے لیے تمام دستیاب وسائل استعمال کیے جائیں گے۔

(۳) زرعی شعبے میں ایسی اصلاحات کی جائیں گی کہ ملک کے قابلِ آباد رقبے کو زیادہ سے زیادہ زیر کاشت لا کر ملک کو زرعی شعبے میں ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں لایا جائے۔ کسانوں اور کاشتکاروں کی بہتری کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے جائیں گے۔ ان کے مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔ زرعی شعبے میں ان کی اہمیت بنیادی ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے ان کی اہمیت کو پارٹی تسلیم کرتی ہے۔

(۴) صنعتی شعبے کو سرکاری گرفت سے آزاد کرایا جائے گا تاکہ نوکر شاہی کی رکاوٹیں صنعتی ترقی کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ سرمایہ کاری کو محفوظ بنایا جائے گا۔ کسی بھی صنعت کے قیام کے لیے کسی سرکاری اجازت نامے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کسی بھی صنعت کو سرکاری تحویل میں نہیں لیا جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ مزدوروں کے جائز مفادات کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔ مزدوروں کی خوشحالی اور طرز زندگی بہتر بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے۔ مزدوروں کے لیے رہائشی کالونیاں بنا کر آسان اقساط میں انہیں دی جائیں گی۔

(۵) زراعت سے وابستہ صنعتوں کے فروغ اور ترقی کے لیے خصوصی کوششیں کی جائیں گی۔

(۶) صنعتوں کو بڑے شہروں کے ساتھ اندرونِ ملک پھیلایا جائے گا تاکہ دیہی آبادی صنعتی ترقی سے مستفید ہو سکے۔

(۷) پرائمری تک ذریعہ تعلیم مادری زبان ہوگی اور یہ مفت ہوگی۔

(۸) لوگوں کو مفت علاج معالجہ مہیا کیا جائے گا۔ دیہی علاقوں میں طبی سہولتوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ ملک کے ہر ضلعی ہیڈ کوارٹر میں بیس بستروں کا ایک مکمل ہسپتال قائم کیا جائے گا۔

(۹) خواتین کی فلاح و بہبود کی جانب خصوصی توجہ دی جائے گی۔ ہر صوبائی دارالحکومت میں خواتین کے لیے ایک الگ ہسپتال قائم کیا جائے گا۔

صوبائی خودمختاری:۔

جمہوری وطن پارٹی کا خیال ہے کہ مملکت پاکستان کا وفاقی ڈھانچا ٹوٹ کر مسخ ہو چکا ہے، جس کے باعث پاکستان کا وفاقی نظام بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس لیے پارٹی چاہتی ہے کہ وفاقی نظام کو ازسرِ نو تشکیل دیا جائے۔ پارٹی کے منشور میں مرقوم ہے کہ:۔

''پاکستان کا المیہ یہ ہے کہ ۵۱ سالہ تاریخ میں کسی بھی مرکزی حکومت نے وفاق اور اپنی اکائیوں کے درمیان مستحکم اور متوازن تعلقات برقرار رکھنے یا وضع کرنے کے معاملے سے متعلق شاید ہی کبھی سنجیدگی سے غور کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو۔ اس لاپروائی کا نتیجہ نہایت خوفناک رہا ہے۔ جیسا کہ ون یونٹ اور برابری کے فارمولے جیسے غیر مقبول اقدامات سے بے حسی کا مظاہرہ کیا جا چکا ہے۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا جو اپنے پیچھے اوہناک اور خوفی داستانیں چھوڑ گیا۔ لہٰذا آج پاکستان کی باقی وفاقی اکائیاں مرکز کے خلاف انقلاب برپا کرنے کو تیار نظر آ رہی ہیں۔ وفاق کا مستقبل خطرے میں ہے۔

۱۹۷۳ء میں دی گئی صوبائی خودمختاری اگرچہ مثالی وفاق کی ضرورت پر پورا نہیں اُترتی، مرکز اور وفاقی اکائیوں کے درمیان ایک قابلِ عمل تعلق قائم کرنے کی جانب یقیناً ایک بہت بڑا اقدم تھا، مگر ہم نے دیکھا کہ آئین میں دی گئی خودمختاری کی شقوں کی کس طرح جان بوجھ کر خلاف ورزیاں کی گئیں۔

> وفاقی اکائیوں کے عوام کی وفاق سے دوری کے خدشات میں اضافہ ہو رہا ہے، کیونکہ ان اکائیوں کی حکومتیں کام کرنے کی آزادی نہ ہونے، فنڈز کی کمی اور دیگر مسائل کے باعث لوگوں کی بڑھتی ہوئی سماجی اور اقتصادی مشکلات دور کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مرکز نے جان بُوجھ کر یہ مشکلات پیدا کی ہیں اور اب لوگ انتہائی اقدامات اٹھانے پر غور کر رہے ہیں، جس کی بازگشت آج ملکوں کے تمام حصوں میں سنائی دے رہی ہے۔ وفاقِ پاکستان کے لیے مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ ہمارے ملک کا مستقبل اسی میں ہے کہ وفاقی اکائیوں کو مکمل خودمختاری دی جائے اور اس بات کی ضمانت دی جائے کہ مرکز ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ جمہوریت اس وقت تک بے معنی رہے گی جب تک کہ وفاقی اکائیوں کے عوام یہ محسوس کریں کہ انہیں دھتکارا دیا جا رہا ہے اور ریاستی سماجی، اقتصادی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔"

۱۹۹۸ء میں جمہوری وطن پارٹی کے پانچ اراکین سینٹ، یعنی خدائے نور، میر ہمایوں خاں مری میر بنی بخش ڈومکی، محمد انور خاں درانی اور ایم ظفر نے جمہوری پارٹی کے پرائیویٹ ممبرز کی شکل میں سینٹ میں ایک بل پیش کیا تھا جس میں صوبائی خودمختاری کے نظریہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا تھا۔ اس بل میں صوبائی خودمختاری کے حصول کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور مجریہ ۱۹۷۳ء کی بعض دفعات میں ترمیم و تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ پارٹی نے اس بل میں مذکورہ مطالبات کو "سولھویں ترمیم" کا نام دیا تھا۔ یہ بل ۴۵ دفعات پر مشتمل تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مؤثر گروہ، پریشر گروپس

(PRESSURE GROUPS)

مؤثر گروہ (PRESSURE GROUP):۔

مؤثر گروہ یا مؤثرہ گروہ سے مراد اثر انداز ہونے والا گروہ ہے۔ ایسا گروہ چونکہ دباؤ ڈالنے اور کھینچنے کے وصف کا حامل بھی ہوتا ہے' اس لیے اسے ''فشاری گروہ'' بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں ایسے گروہ کو ''پریشر گروپ'' (PRESSURE GROUP) کہتے ہیں۔

تعریف:۔

(۱) اصطلاحاً مؤثر یا مؤثرہ گروہ یا پریشر گروپ سے مراد لوگوں کا وہ گروہ ہے جو کسی طبقہ کے مخصوص مفادات کے حصول کے لیے وجود میں آئے اور اپنے مطالبات منوانے کے لیے حکومت پر اثر انداز ہو۔

(۲) مؤثر یا مؤثرہ گروہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایم اے رشید اپنی کتاب ''سیاسی محرکات وقوتیں'' میں لکھتے ہیں:۔

''اشتراک عمل کے ذریعہ ہر فرد ذاتی فائدے' منافع' بہتری' سہولت' حتیٰ کہ بہتر روشن اور خوشحال مستقبل کی کوشش کرتا ہے۔ جب یہ مفاد کے تحفظ کا جذبہ ایک فرد سے زیادہ افراد اور پھر متعلقہ دیگر افراد کے طبقہ یا گروہ میں نفوذ کر جائے' جن کے اس اجتماع کے پس منظر میں اشتراکِ عمل اور گروہی مفاد یا مشترکہ مفاد کی حصول کی کوشش منظم انداز میں ہو جائے' وہ اپنے آپ کو ایک باقاعدہ تنظیم کی صورت میں لے آئیں تو اس باقاعدہ تنظیم میں اتحاد میں برکت یعنی طاقت (Union is strength) کے اصول کے تحت قوت جاپذیر ہو جائے گی۔ اس کی وجہ سے ایک خاص تغیر یا تبدیلی متوقع ہو جائے گی۔ ان تغیرات یا تبدیلیوں میں معاشرتی' سیاسی' اقتصادی' قانونی حتیٰ کہ ہر قسم کی تبدیلیاں شامل ہیں' تو علم سیاسیات کی رو سے کہا جاتا ہے کہ ایک مؤثرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گروہ (PRESSURE GROUPS) مشکل ہو گیا ہے"

(۳) "موثر گروہ' کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے۔

"چند افراد کسی ایک مخصوص مفاد کے حصول کے لیے جمع ہو کر ایک تنظیم قائم کر لیں اور اس تنظیم میں اتنی قوت پیدا ہو جائے کہ اس کے ذریعے خاص تبدیلی رونما ہونے کی توقع ہو تو ایسی تنظیم کو 'موثر گروہ' (پریشر گروپ) کہا جاتا ہے۔"

(۴) آکسفورڈ ٹاکنگ ڈکشنری (Oxford Taking Dictionary) میں پریشر گروپ (Pressure group) کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

PRESSURE GROUP:

A group or association representing some special interests and seeking to bring conceted pressure to bear on a matter of public policy.

(۵) فرینک ٹیئر (Frank teer) اور جیمز ڈی سپنس (James D.Spence) نے "پریشر گروپ" (PRESSURE GROUP) کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

"موثرہ گروہ کی اصطلاح میں مختلف النوع ادارے اور تعریفیں شامل ہیں، جن کی وسعت میں وہ بھی شامل ہیں، جن کا تعلق ایک مخصوص مسئلہ یا مقصد سے ہو۔"

(۶) فرانسس جی کیسل (Francis.g.casle) نے اپنی کتاب "پریشر گروپس اینڈ پولیٹیکل کلچر" (Pressure Groups and political Culture) میں "پریشر گروپ" (PRESSURE GROUPS) کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

"ایسا منظم گروہ، جس کی تشکیل کے مقاصد ولائحہ عمل میں سیاسی عوامل پوشیدہ نہ ہوں، لیکن اس کے وجود کی وجہ سے حکومت کے طرز عمل اور پالیسیوں میں تغیر و تبدل پیدا ہونے کی توقع ہو۔ نیز اس گروہ میں کوئی شخص نہ تو حکومت کا نمائندہ یا اہلکار ہو اور نہ ہی عوام کا منتخب کردہ نمائندہ ہو۔ اس گروہ کی تشکیل اور ساخت و ہیئت میں آئینی نکتۂ نظر سے سیاسی طرز عمل، نظریات یا مقاصد پوشیدہ ہوں، نہ ہی گروہ کسی جماعت کے نام سے پکارا جاتا ہو۔ ایسا گروہ "موثرہ گروہ" کی تعریف میں آتا ہے۔

(۷) موثرہ گروہ کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے:

"کسی ملک کے شہریوں کا ایسا گروہ "موثرہ گروہ" کہلاتا ہے، جو اپنے اراکین کے علاقائی یا پیشہ ورانہ یا چھوٹی نوعیت کی مشکلات، مسائل یا دیگر مفادات کے حصول کے لیے بنایا جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خصوصیات:۔

ایک مؤثرہ گروہ ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے:۔

(۱) مؤثرہ گروہ شہریوں (عوام) پر مشتمل ہوتا ہے یعنی اس میں مندرجہ ذیل قسم کے افراد شامل نہیں ہوتے:۔

(i) انتخابات کے ذریعہ منتخب عوامی نمائندے

(ii) حکومت کے منتخب کردہ افراد

(iii) کسی سیاسی جماعت سے وابستہ سیاستدان

(۲) مؤثرہ گروہ سیاسی نوعیت کا نہیں ہوتا' یعنی اس کا مقصد سیاست کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنا نہیں ہوتا' بلکہ وہ اقتدار سے علیحدہ رہ کر اپنا وجود برقرار رکھتا ہے۔

(۳) مؤثر گروہ کسی سیاسی جماعت کے نام سے مشہور نہیں ہوتا۔

(۴) مؤثرہ گروہ کا مقصد صرف کسی خاص طبقہ کے غیر سیاسی مطالبات یا مسائل حل کرانا یا اس خاص طبقہ کو مفاد پہنچانا ہوتا ہے۔

(۵) مؤثرہ گروہ کی اپنی ایک تنظیم ہوتی ہے' جو سیاسی پارٹیوں کی تنظیم سے مختلف ہوتی ہے۔

(۶) مؤثرہ گروہ اپنے مسائل کی نوعیت کے اعتبار سے حکومت' انتظامیہ' مقننہ' عدلیہ یا معاشرہ پر دباؤ ڈال کر خود سے وابستہ طبقہ کے مسائل حل کرواتا یا مطالبات منواتا ہے۔

(۷) مؤثرہ گروہ کا زیادہ تر اثر ملک کی سیاست پر پڑتا ہے اور اس کے وجود کی وجہ سے حکومتی پالیسیاں اثر انداز ہوتی ہیں۔

(۸) مؤثرہ گروہ کو صرف اپنے مخصوص طبقہ کے مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ وہ پورے معاشرہ کے مفادات کو ملحوظ نہیں رکھتا۔

مؤثر گروہ اور سیاسی جماعت میں فرق:۔

ذیل میں ایک مؤثرہ گروہ اور سیاسی جماعت میں' فرق واضح کیا جا رہا ہے۔

(۱) ایک سیاسی جماعت پورے معاشرہ کے مسائل کو ملحوظ رکھتی ہے' جبکہ مؤثرہ گروہ صرف ایک مخصوص طبقہ کے مفادات کو پیش نظر رکھتا ہے۔

(۲) سیاسی جماعت کا مقصد آئینی طریقے سے انتخابات جیت کر ایوان اقتدار تک پہنچنا ہوتا ہے' جبکہ مؤثرہ گروہ کا مقصد اقتدار حاصل کرنا نہیں ہوتا۔

(۳) سیاسی جماعت وسیع بنیادوں پر کام کرتی ہے' جبکہ مؤثرہ گروہ محدود ہوتا ہے۔

(۴) سیاسی جماعت اور مؤثرہ گروہ کی تنظیم و تشکیل میں فرق پایا جاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۵) سیاسی جماعتیں پارلیمنٹ میں قانون سازی کے ذریعے اپنے مسائل حل کرتی ہیں؛ جبکہ مؤثرہ گروہ مقننہ، عدلیہ اور دیگر حکومتی اداروں پر دباؤ ڈال کر اپنے مسائل حل کرواتا ہے۔

مؤثرہ گروہ کی اقسام:۔

مؤثرہ گروہ، جسے "فشاری گروہ" بھی کہتے ہیں، کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے چند اقسام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پرائیویٹ گروہ

(۲) پبلک گروہ

(۳) حقیقی گروہ

(i) جانبدار گروہ

(ii) اجتماعی گروہ

(iii) ذرائع ابلاغ کی تنظیمیں

(۳) کسی سیاسی جماعت سے وابستہ سیاستدان

(۴) غیر حقیقی گروہ

(۵) گمنام گروہ

(۶) تکنیکی گروہ

(۷) انتخابی گروہ

(۸) عوامی گروہ

(۹) روایتی گروہ

پرائیویٹ مؤثرہ گروہ:۔

پرائیویٹ مؤثرہ گروہ میں وہ تمام مؤثر گروہ شامل ہیں، جن کا تعلق پبلک یا سرکاری مؤثرہ گروہوں سے نہ ہو پرائیویٹ مؤثرہ گروہ ایک مخصوص طبقے کے مسائل اور مطالبات کے لیے کام کرتا ہے اور مختلف حیلوں، حربوں، ہتھکنڈوں اور ذرائع سے حکومت، سیاست اور معاشرہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر حکومت آسانی سے اس کے مطالبات نہ مانے تو یہ ہڑتال، تالہ بندی، دھرنا، بھوک ہڑتال وغیرہ سے گذرتا ہوا جلسے جلوسوں اور احتجاجی مظاہروں کی شکل اختیار کر کے ملک میں توڑ پھوڑ، آتشزنی اور قتل و غارت کے ذریعے ملک میں بدامنی پھیلا دیتا ہے۔

پرائیویٹ مؤثرہ گروہ میں مندرجہ ذیل قسم کے گروہ شامل ہوتے ہیں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱) مزدور طبقوں کے گروہ (ٹریڈ یونینز)
(۲) تجارت پیشہ طبقہ کے گروہ
(۳) صنعت کار طبقہ کے گروہ
(۴) فوجی طبقہ کے گروہ
(۵) پیشہ ورانہ طبقہ کے گروہ (پروفیشنل آرگنائزیشن)
(۶) امداد باہمی کے طبقہ کے گروہ
(۷) رفاہ عامہ کے گروہ
(۸) علمی وادبی طبقہ کے گروہ (مختلف علمی وادبی تنظیمیں)
(۹) طلباء کے گروہ (سٹوڈنٹس آرگنائزیشن)
(۱۰) اساتذہ کے گروہ
(۱۱) وکلاء کے گروہ
(۱۲) مختلف ذات برادریوں کے گروہ
(۱۳) مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے گروہ
(۱۴) دیگر مختلف طبقات کے گروہ

پبلک مؤثرہ گروہ:۔

پبلک مؤثرہ گروہ سے مراد ایسا مؤثر گروہ ہے' جس میں سرکاری ملازمین اپنی ایک تنظیم بنا کر اپنے حقوق ومفادات کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں ایسے گروہوں میں افسران کے گروہ اعلیٰ اختیاراتی عہدوں پر رسائی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

پبلک مؤثرہ گروہ کے ضمن میں ایم اے رشید اپنی کتاب ''سیاسی محرکات وقوتیں'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

''آغاز میں مؤثرہ گروہوں کو صرف پرائیویٹ گروہوں میں شمار کیا جاتا تھا' جبکہ اب اس تصور کو وسعت دے کر ان میں پبلک ایجنسیوں' حکومتی اداروں اور تنظیموں کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ انہیں ''پبلک گروپ'' کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مشاہدے میں آچکا ہے کہ پبلک ادارے بھی مؤثرہ گروہوں کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حکومتی ادارے قومی مفادات کے تحفظ اور بقا کے لیے ایسی کارروائیاں کرتے ہیں' جن کا تعلق حکومت کی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے' جس کے لیے وہ حد سے تجاوز بھی کر جاتے ہیں۔ اس عمل کے باعث وہ وہی کردار ادا کرتے ہیں جو مؤثرہ گروہ ادا کرتے ہیں۔''

پبلک مؤثرہ گروہ میں دو قسم کے گروہ شامل ہوتے ہیں:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(ا) وہ گروہ جو اپنی ایجنسی یا ادارے (مثلاً سی ایس پی اور پی سی ایس افسران) پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ گروہ ''بیوروکریٹ'' کہلاتا ہے یہی وہ گروہ ہے جس نے ملک میں نوکر شاہی (بیوروکریسی) کو عروج بخشا۔ حکومت بجٹ سازی سے لے کر قانون سازی تک ان کی ماہرانہ رائے کی محتاج ہوتی ہے' اس لیے یہ حکومتی اقدامات اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اپنے گروہ کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں یہ گروہ سیاسی حاکمیت کی برتری تسلیم نہیں کرتا اور سیاست دانوں کو خود سے کمتر سمجھتا ہے۔

حقیقی مؤثر گروہ:۔

عوامی قوت یا حاکمیت پر دباؤ ڈالنے والا گروہ ''حقیقی مؤثر گروہ'' کہلاتا ہے۔ ایسا گروہ برسر اقتدار سیاسی پارٹی کے اراکین' کابینہ اور بیوروکریسی پر اثر انداز ہو کر اپنے مفادات حاصل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکی لابیز (AMERICAN LOBBIES) جو کانگرس کے نمائندوں' سینیٹروں' کابینہ اور اعلیٰ سرکاری عہدیداروں پر اثر انداز ہوتی ہیں' حقیقی مؤثر گروہوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح فرانس کی ''پارلیمانی انجمن برائے آزادی تعلیم'' کو حقیقی مؤثرہ گروہ میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

حقیقی مؤثر گروہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک جانبدار مؤثر گروہ اور دوسرا اجتماعی مؤثر گروہ۔ جزوی یا جانبدار گروہوں کے نمائندے مل کر اجتماعی مؤثرہ گروہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جزوی یا جانبدار گروہوں کی حیثیت قانونی مشیروں اور ٹیکس کے بارے میں مشورہ دینے والوں کی سی ہوتی ہے۔ یہ عام طور پر پس پردہ رہ کر اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

غیر حقیقی مؤثرہ گروہ:۔

غیر حقیقی مؤثرہ گروہ (Preupo Pressure) میں بلدیاتی نمائندے (مثلاً میئر' چیئرمین بلدیہ) اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین شامل ہوتے ہیں اور یہ کسی باقاعدہ تنظیم کی صورت میں کام نہیں کرتے۔ یہ لوگ سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہونے کی بنا پر سیاسی اور قومی معاملات پر رائے دینے کے مجاز ہوتے ہیں' اس لیے مقننہ اور حکومت پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ عوام کے ووٹوں کے ذریعہ منتخب ہو کر آتے ہیں' اس لیے عوام میں ان کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا ہے وہ رائے عامہ کو مختلف ذرائع مثلاً پروپیگنڈا' تشہیر وغیرہ سے اپنے حق میں راہ ہموار کر لیتے ہیں اور پھر حکومتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات غیر حقیقی مؤثر گروہ انتخابات میں حصہ لے کر چند نشستیں حاصل کر لیتا ہے اور پھر برسر اقتدار پارٹی سے الحاق کر کے اقتدار میں شمولیت کی کوشش کرتا ہے۔

گمنام مؤثرہ گروہ:۔

گمنام مؤثر گروہ باقاعدہ طور پر متشکل نہیں ہوتے۔ اس قسم کے گروہ اپنے لیے کام کرنے کے بجائے دوسروں کے لیے کام کرتے ہیں۔ اس قسم کے گروہوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(ا) تکنیکی مؤثرہ (Technical Pressure Groups) جو صحیح معنوں میں تکنیکی ادارے ہوتے ہیں، جن کے ماہرین کسی دوسرے گروہ کے لیے کام کرتے ہیں:۔

(۲) ذرائع ابلاغ (Infarmation Media)، جس میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے نمائندے شامل ہوتے ہیں اور ذرائع ابلاغ کی وساطت سے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

گمنام مؤثرہ گروہ بالعموم پس پردہ رہ کر کام کرتے ہیں۔ ان سے کوئی بھی سیاستدان یا گروہ اُجرت پر کام کروا سکتا ہے۔

انتخابی مؤثرہ گروہ:۔

اس قسم کے گروہ انتخابات کے دنوں میں میدان میں آتے ہیں اور انتخابات کے بعد پس منظر میں چلے جاتے ہیں اس گروہ میں سرمایہ دار لوگ شامل ہوتے ہیں، جو سیاسی پارٹیوں کو الیکشن لڑنے کے لیے بڑے بڑے عطیات دیتے ہیں اور خود سامنے آئے بغیر سیاست پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن لیڈروں یا سیاسی جماعتوں کو یہ عطیات دیتے اور ان کی مالی پشت پناہی کرتے ہیں، وہ لیڈر یا جماعتیں یا جماعت جب اسمبلی میں پہنچتی ہے تو انہی لوگوں کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے اس طرح انتخابی مؤثر گروہ بالواسطہ طور پر قانون سازی میں حصہ لیتا ہے۔

انتخابی مؤثرہ گروہ باقاعدہ طور پر منظم نہیں ہوتا اور اس کی تمام تر کارروائی (بالخصوص مالی عطیات وغیرہ) خفیہ رکھی جاتی ہے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں گروہ یا شخص (سرمایہ دار، جاگیردار وغیرہ) کسی خاص لیڈر یا سیاسی جماعت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔

عوامی مؤثرہ گروہ:۔

اس قسم کے گروہ میں عوام کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ عوامی مؤثرہ گروہ میں کسان یونین، لیبر یونین، ٹریڈ یونین، پیشہ ورانہ تنظیمیں نوجوانوں کی تنظیمیں، وومن ایسوسی ایشن، کھلاڑیوں کی تنظیمیں اور ادبی وثقافتی تنظیمیں وغیرہ شامل ہوتی ہیں اس قسم کے گروہ اپنا نظم ونسق چلانے کے لیے اپنے تنظیمی ڈھانچے تشکیل دیتے ہیں، جو اداروں اور دفاتر کی صورت میں کام کرتے ہیں۔

روائتی مؤثرہ گروہ:۔

روائتی مؤثرہ گروہ (Treditional Pressures) میں ڈاکٹر، انجینئرز، پروفیسرز، دانشور، ادیب، صحافی اور شعراء وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں ہوتی۔ یہ لوگ ملک کے بارسوخ اور سرکردہ افراد سے تعلق پیدا کر کے اپنے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں اور بالواسطہ طور پر حکومت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مؤثر گروہ کی خوبیاں اور فوائد:۔

ذیل میں مؤثرہ گروہ کی خوبیاں اور فوائد بیان کیے جا رہے ہیں:۔

(۱) مؤثرہ گروہ طبقاتی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور اپنے مخصوص طبقات کے مطالبات کو حکومت تک پہنچاتے اور انہیں حل کرنے پر زور دیتے ہیں۔اس طرح حکومت عوام کے مختلف طبقات کے مسائل سے آگاہ رہتی ہے اور مسائل ہونے کی صورت میں مفادات حاصل کرتے ہیں۔

(۲) مؤثرہ گروہ کا مقصد اقتدار حکومت پر قبضہ کرنا نہیں ہوتا' اس لیے حکومت اس کی طرف سے مطمئن رہتی ہے' تاہم اس کو احساس ہوتا ہے کہ اگر اس گروہ کے مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو حالات خراب ہو سکتے ہیں چنانچہ حکومت موثرہ گروہوں سے تعاون پر مجبور ہوتی ہے۔

(۳) ٹریڈ یونینز اور لیبر یونینز کی صورت میں مؤثرہ گروہ مزدوروں کے مطالبات منواتے ہیں اور ان کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ان کی موجودگی میں آجر مزدور دشمن کارروائیوں سے پرہیز کرتے ہیں۔اس طرح کارخانوں' ملوں اور فیکٹریوں وغیرہ میں موثرہ گروہ آجروں اور مزدوروں کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

(۴) ذات' برادری اور پیشہ ور تنظیموں کی صورت میں مؤثرہ گروہ متعلقہ طبقہ کی شناخت کراتے ہیں اور ان کے وجود کو معاشرہ اور حکومت سے تسلیم کراتے ہیں۔

(۵) متاثرہ گروہ عوام کے مخصوص طبقات کو آگے لانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں معاشرہ میں ایک جائز مقام دلواتے ہیں۔

مؤثرہ گروہ کی خامیاں:۔

ذیل میں مؤثرہ گروہ کی خامیاں اور ان کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:۔

(۱) مؤثرہ گروہوں کی پوشیدہ کارروائیاں سازش پر مبنی ہو سکتی ہیں' جس کی وجہ سے ملک میں انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔کیونکہ اپنے مطالبات منوانے کے لیے یہ گروہ ہڑتالوں' تالہ بندیوں اور جلسے جلوسوں کو اپنا آلۂ کار بناتی ہیں۔اس طرح توڑ پھوڑ' آتش زنی اور مار پیٹ وغیرہ سے نہ صرف آجر کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ حکومت اور پوری قوم بھی متاثر ہوتی ہے۔

(۲) مؤثر گروہوں کی قیادت پر بالعموم چند افراد کا قبضہ ہوتا ہے' جو پورے گروہ کے نام پر نجی مفادات حاصل کرتے اور ان کا تحفظ کرتے ہیں۔

(۳) مؤثر گروہوں کی وجہ سے معاشرہ طبقات میں بٹ جاتا ہے اور فرقہ واریت پھیلنے لگتی ہے' جس کے باعث معاشرے میں منافرت پھیل جاتی ہے اور ایک طبقہ دوسرے طبقہ کا دشمن بن جاتا ہے۔

(۴) مؤثرہ گروہ بعض اوقات حکومت پر ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں' حالانکہ ان کے مطالبات منفی قسم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مؤثرہ گروہ کے مخالف گروہوں کے مفادات مجروح ہوتے ہیں۔

(۵) بعض اوقات مؤثرہ گروہوں کی کارروائیاں تخریب کاری میں بدل جاتی ہیں' جو ملکی اور قومی نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنرل ڈیگال نے کہا تھا کہ مؤثرہ گروہ ملکی استحکام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ان کی تخریب پسندی تعمیر کے خلاف ہے' جس کی بناء پر یہ حکومت کے لیے مشکلات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

(۶) مؤثرہ گروہ ہمیشہ خودغرض ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے طبقہ ہی کے مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ پورے معاشرے سے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔

ٹریڈ یونین

انگریزی لفظ ٹریڈ (Trade) کے معنی ہیں:۔ تجارت' بیوپار' سوداگری' کاروبار' لین دین' تجارت کرنا' بیوپار کرنا۔ اور ''یونین (Union) سے مراد ہے:۔ اتحاد' جوڑ' متحدہ جماعت۔ اصطلاحاً ''ٹریڈ یونین'' سے مراد مزدوروں اور کارکنوں کی وہ تنظیم ہے' جو اپنے حقوق ومفادات کے لیے اپنے آجروں کے خلاف متحد ہوتی ہے۔

TRADE UNION:- A trade union is an organization formed by workers in order to represent their rights and interests to their employess.

ایک ٹریڈ یونین کسی کارخانے فیکٹری وغیرہ میں کام کرنے والے مزدوروں کی متحدہ جماعت اور تنظیم ہوتی ہے۔ یہ باقاعدہ ایک ادارہ کی صورت میں منتظم ہوتی ہے۔ آجر کی طرف سے جب بھی مزدوروں اور کارکنوں کے مفادات مجروح ہوتے ہیں' تو ٹریڈ یونین حرکت میں آجاتی ہے۔ ابتدائی طور پر وہ آجر کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرتی ہے۔ بعض اوقات ٹریڈ یونین کے لیڈر اور آجر کے مابین مذاکرات ہوتے ہیں۔ اگر آجر یونین کے مطالبات ماننے سے انکار کردے تو یونین ہڑتال اور تالہ بندی کا اعلان کردیتی ہے اور اپنے مطالبات تسلیم ہونے تک اپنی کارروائی جاری رکھتی ہے۔

''ٹریڈ یونین'' بنانے کا رواج انیسویں صدی کی آخری دہائی (۱۸۹۰ء) میں ہوا لیکن اس کا ارتقاء بیسویں صدی کی دوسری دہائی' جنگِ عظیم اول (۱۹۱۴ء) سے چند سال قبل ہوا' جبکہ مزدوروں اور کارکنوں نے آجروں کے خلاف اپنے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لیے تنظیمیں اور انجمنیں وغیرہ بنانا شروع کیں اور پھر جنگ عظیم اول کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے امریکہ' برطانیہ' فرانس اور روس وغیرہ میں ٹریڈ یونینیں ابھرنے لگیں۔ متحدہ پاک وہند میں پہلی اور بڑی ٹریڈ یونین ''آل ٹریڈ یونین کانگرس'' کے نام سے ۱۹۲۰ء میں وجود میں آئی۔ ابتدا میں یہ یونین تجارت کو فروغ دینے کے لیے بنائی گئی تھی اور مزدوروں اور کارکنوں کے مفادات کے لیے کام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتی تھی، آہستہ آہستہ اس پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ قیامِ پاکستان کے وقت پورے ہندوستان میں ۱۷۲۵ء رجسٹرڈ ٹریڈ یونینیں موجود تھیں۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے حصے میں آنے والی ٹریڈ یونینوں کی تعداد ۷۵ کے قریب تھی۔ ان دنوں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل "ریلوے مزدور یونین" تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان میں ابتدائی چند سالوں میں ٹریڈ یونینیں زیادہ ترقی نہ کر سکیں۔ اس امر کی وجہ بتاتے ہوئے خالد محمود اپنی کتاب "ٹریڈ یونین ان پاکستان" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"تقسیم کے بعد جو مہاجر مزدور اپنا سارا اثاثہ ہندوستان میں چھوڑ کر آئے تھے، وہ اس حیثیت میں نہیں تھے کہ مزدور تنظیموں کی داغ بیل ڈال سکیں۔ نئے ماحول میں ناواقف مزدوروں کے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے ان میں وہ اعتماد پیدا نہ ہوا جو مزدور اتحاد کے لیے ضروری ہے۔ مہاجر مزدور اس خوف کا بھی شکار تھے کہ ٹریڈ یونین سرگرمیوں میں حصہ لینے سے کہیں ان کی ملازمت ہی نہ جاتی رہے۔ نیز مہاجر مزدور بھی آزادی کے بعد کے حالات کی وجہ سے بے اطمینانی کا شکار تھے۔

ابتدائی چند برسوں میں ٹریڈ یونین کے نہ پھلنے پھولنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مسلم لیگ کے لیڈر یہ کہہ کر ان کی حوصلہ شکنی کر رہے تھے کہ پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد حکومت عوام کی اپنی ہو گئی ہے، لہٰذا نئے ملک میں ٹریڈ یونین سرگرمیوں کا کوئی جواز نہیں۔"

تاہم کچھ عرصہ بعد نیشنل عوامی پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ ساتھ دیگر چند سیاسی جماعتوں نے بھی ٹریڈ یونین کی سرپرستی کرنا شروع کر دی۔

۱۹۵۶ء کے دستور پاکستان میں تقریر اور جلسے کرنے کی آزادی کے ساتھ حق اجتماع اور پاکستانی شہریوں کو یونین سازی کا حق دیا گیا، لیکن یہ آئین ایوب خاں کے مارشل لاء نافذ ہونے پر کالعدم قرار دے دیا گیا اور ٹریڈ یونینوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس دوران ٹریڈ یونینز کے بہت سے لیڈروں کو جیل کی ہوا کھانا پڑی۔

جنرل ایوب خاں کے عہد میں دستور پاکستان ۱۹۶۲ء وضع ہو کر نافذ ہوا، تو سیاسی جماعتوں کی بحالی کے ساتھ ساتھ ٹریڈ یونینز پر سے بھی پابندی اٹھالی گئی۔

۱۹۴۷ء میں "صنعتی تعلقات کا آرڈی نینس" نافذ ہوا تھا، جس میں ٹریڈ یونینز کی طرف سے ہڑتال اور تالہ بندی پر مکمل پابندی عائد نہ تھی۔ پھر ۱۹۵۹ء میں ایوب خان کے دورِ حکومت میں مذکورہ بالا آرڈی نینس کو منسوخ کر کے اس کی جگہ "صنعتی تنازعات کا آرڈی نینس ۱۹۵۹ء نافذ کیا گیا، جس کے تحت ہڑتال اور تالہ بندی پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ اس آرڈی نینس کے تحت صنعتی تعلقات کے تصفیہ کے لیے مصالحتی کارروائی کی ناکامی کے بعد صنعتی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جا سکتا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں ٹریڈ یونینز آرڈی نینس مجریہ ۱۹۲۸ء (جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متحدہ پاک و ہند میں نافذ العمل تھا) ترمیم کر کے آجر کو اجتماعی سوداکاری کے لیے ٹریڈ یونین کے وجود کو تسلیم کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس میں صرف وہی ٹریڈ یونین صنعتی تنازعات کے اٹھانے اور اس سلسلہ میں گفت و شنید کرنے کی مجاز تھی، جسے آجر اس مقصد کے لیے تسلیم کرتا تھا۔

۱۹۶۸ء میں ٹریڈ یونینز ایکٹ مجریہ ۱۹۲۸ء کو منسوخ کر کے اس کے بجائے ''مغربی پاکستان ٹریڈ یونینز آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۸ء نافذ کیا گیا اور اور صنعتی تعلقات کا آرڈی نینس مجریہ ۱۹۵۹ء منسوخ ہو کر اس کی جگہ پاکستان صنعتی تنازعات کا آرڈی نینس مجریہ ۶۸ نافذ ہوا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین میں محنت (Labour) کو صوبائی معاملہ قرار دیا گیا تھا اس لیے یہ دونوں مذکورہ بالا قوانین صوبائی سطح پر نافذ کیے گئے تھے ان قوانین میں ہڑتال اور تالہ بندی پر پابندی عائد تھی۔

۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۹ء تک ایوب کے دور حکومت میں، ٹریڈ یونینز کی صورت حال بیان کرتے ہوئے حیدر زمان اپنی کتاب ''ہمارے صنعتی تعلقات کا نظام اور قانون'' میں رقم طراز ہیں کہ:۔

> ''۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۶۹ء تک جو قوانین نافذ رہے، ان کا اثر یہ ہوا کہ ٹریڈ یونین تحریک بجائے صحت مند خطوط پر فروغ پانے کے اُلٹا رُخ اختیار کر گئی، جس کے نتائج سال ۱۹۶۹ء کے اوائل میں نمودار ہونے لگے، جب پورے ملک میں ہڑتالوں اور گھیراؤ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس حقیقت کا احساس کرتے ہوئے حکومت نے سال ۱۹۶۹ء کے وسط میں لیبر پالیسی کا اعلان کیا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے نومبر ۱۹۶۹ء میں ان دونوں قوانین، یعنی مغربی پاکستان ٹریڈ یونین آرڈی نینس مجریہ ۱۹۵۸ء اور مغربی پاکستان صنعتی تنازعات کا آرڈی نینس مجریہ ۱۹۵۸ء کو منسوخ کر کے ان کی جگہ ایک جامع قانون ''صنعتی تعلقات کا آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۹ء نافذ کیا گیا''

دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء میں انجمن سازی کا حق عطا کیا گیا۔ دستور ہذا کی دفعہ ۱۷ کی شق (۱) میں کہا گیا ہے کہ:۔

> ''پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سالمیت، امنِ عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو انجمنیں یا یونینیں بنانے کا حق ہو گا''

دفعہ ہذا کی تشریح کے ضمن میں جناب جسٹس محمد منیر نے لکھا ہے کہ:۔

> ''ٹریڈ یونین بنانے کا حق آئینی حق ہے، لیکن ہڑتال کو آئینی تحفظ حاصل نہیں اس لیے اگر ہڑتال سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے تو حکومت کو طاقت استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔''

صنعتی تعلقات کے آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۹ء میں ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعض ترمیمات کی گئیں۔ اس میں "ہڑتال" اور "تالہ بندی" کی قانون کی حدود میں رہتے ہوئے اجازت ہے۔ ہڑتال سے پہلے ٹریڈ یونین کے لیے ضروری ہے کہ وہ آجر کو نوٹس دے نوٹس ملنے کے بعد مصالحتی کارروائی شروع ہوتی ہے۔ اگر مصالحتی کارروائی ناکام ہوجائے تو ٹریڈ یونین ہڑتال شروع کرسکتی ہے۔ قانونی کارروائی کے بغیر ہڑتال کو ناجائز قرار دیا گیا ہے' جس کی سزا بھی مقرر ہے۔ اسی طرح آجر بھی قانونی کارروائی کے ناکام ہونے پر تالہ بندی کا اعلان کرسکتا ہے۔

موجودہ دور میں پاکستان میں قانون صنعتی تعلقات مجریہ ۲۰۰۲ء نافذ العمل ہے' جس کا مقصد مالکان اور مزدوروں کے مابین تعلقات کو بہتر اور باضابطہ بنانا ہے۔ اس قانون کا اطلاق ان تمام افراد پر ہوتا ہے' جو کسی ادارے یا اداروں کے گروپوں میں ملازم ہوں' لیکن اس کا اطلاق مندرجہ ذیل پر نہیں ہوتا:۔

(۱) پولیس اور پاکستان کی دفاعی سروس کے ملازمین

(۲) ایسے ملازمین جن کا تعلق پاکستان کی مسلح افواج سے ہو' بشمول وزارت دفاع' ریلوے۔

(۳) ایسے افراد جو پاکستان سیکیورٹی پرنٹنگ کارپوریشن یا سیپر ز لمیٹڈ یا پاکستان منٹ کی طرف سے ملازم ہوں۔

(۴) ایسے افراد جو کہ سلطنت کی انتظامیہ میں ملازم ہوں' سوائے ان ملازمین کے جو ریلوے' ڈاکخانے' اور ٹیلیفون کے محکموں میں ملازم ہوں۔

(۵) ایسے افراد جو کسی ایسے محکمہ میں ملازم ہوں جو کہ بیماروں' ضعیفوں ناداروں اور ذہنی طور پر معذور لوگوں کے علاج اور دیکھ بھال کے لیے ہوں' ان اداروں کو نکال کر جو کہ تجارتی بنیادوں پر ہوں۔

(۶) ایسے افراد جو ایسے اداروں میں ملازم ہوں جو کہ ضعیف العمر ملازمین کی پنشن کی ادائیگی کے لیے قائم کیے گئے ہیں' یا ملازمین کی فلاح و بہبود کے لیے ہوں۔

(۷) واچ اینڈ وارڈ سیکیورٹی یا آئل ریفائنری اسٹاف کے ممبرز یا کسی ایسے ادارے کے کہ گیس یا پٹرولیم گیس یا پٹرولیم مصنوعات کی پیداوار' ترسیل' تقسیم کاری میں لگے ہوئے ہوں' یا بندرگاہ یا ہوائی اڈے سے متعلق ہوں۔

مذکورہ قانون کے تحت "ٹریڈ یونین" سے کارکنان کی مشترک جماعت مراد ہے' جو کہ کارکنان' مزدوروں کے مفادات و حقوق کے دفاع کے لیے ابتدائی طور پر کسی صنعت یا ادارے میں قائم کی گئی ہو اور اس میں دو یا دو سے زائد یونین کے اجتماعی سودے کاری کے ایجنٹوں کا الحاق بھی شامل ہے اور قومی سطح پر ۱ یا ۱۰ سے زائد یونینوں کے اجتماعی سودا کاری کے ایجنٹوں کا الحاق بھی شامل ہے۔"

(۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (۱۹۷۳ء) کے آرٹیکل ۱۷ کے احکامات کے تابع آرڈیننس ہذا اور رائج الوقت قانون کے تابع

(الف) کارکنان کو بلا امتیاز طور پر آئین اور ٹریڈ یونین کے تابع کسی یونین کو تشکیل دینے یا اپنی پسند کی ٹریڈ یونین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں شامل ہونے کا حق حاصل ہوگا اور اس ادارے یا صنعت کے اندر جس میں وہ ملازم ہوں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایک کارکن ایک سے زائد یونین کا ممبر نہیں ہو سکتا۔

مزید شرط یہ ہے کہ کسی اور یونین میں شمولیت کے بعد پہلی رکنیت خود بخود منسوخ ہو جائے گی۔

(ب) مالکان بلا امتیاز اپنی پسند کی کسی بھی ایسوسی ایشن کی تشکیل کر سکتے ہیں اور کسی بھی ایسوسی ایشن میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں۔ انہیں اپنا آئین اور قواعد بنانے کا اختیار حاصل ہوگا اور آزادی سے اپنے نمائندگان منتخب کرنے کا حق حاصل ہوگا اور اپنی انتظامیہ اور سرگرمیاں منظم کرنے کا اختیار ہوگا اور وہ اپنے پروگرام مرتب کریں گے۔

(ج) کارکنان کی ٹریڈ یونینیں اور مالکان کی ایسوسی ایشن کو ٹریڈ یونین اور ایسوسی ایشن کی فیڈریشن اور کو فیڈریشن بنانے کا اختیار ہوگا اور ایسی فیڈریشن کو بین الاقوامی اداروں اور کو فیڈریشن کے کارکنان اور مالکان کے ساتھ الحاق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ جیسی بھی صورت ہو اور

(د) ہر اجتماعی سوداکاری کی یونین کو قومی سطح پر اس فیڈریشن سے الحاق کا حق حاصل ہوگا جو کہ قومی صنعتی ریلیشنز کمیشن کے ساتھ رجسٹر شدہ ہوگی اور وہ ایسا الحاق اجتماعی سوداکاری ایجنٹ کا تعین ہونے یا آرڈی نینس ہذا کے اعلان کے بعد دو ماہ کے اندر کر سکیں گے، جو بھی پہلے ہوگا۔

(۲) کارکنان اور مالکان اور ان کی متعلقہ جماعتیں اپنے حقوق کو ضمنی دفعہ (۱) کے تحت استعمال کرتے ہوئے دوسرے افراد کی طرح یا منظم اجتماعات کی طرح وفاقی اور صوبائی قوانین کی تعظیم و پابندی کریں گے۔

قانون صنعتی تعلقات مجریہ ۲۰۰۲ء کے تحت ہر ٹریڈ یونین کو رجسٹریشن کرانا ضروری ہے کسی جرم میں سزایاب کوئی شخص کسی ٹریڈ یونین ممبر یا عہدیدار نہیں بن سکتا۔ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ ٹریڈ یونین کی خاص شہادت متصور ہوتا ہے۔ بعض حالات میں (قانون ہذا کی دفعہ ۱۲ کے تحت) ٹریڈ یونین کی رجسٹریشن منسوخ کی جا سکتی ہے تاہم منسوخی کے خلاف لیبر کورٹ میں اپیل کر سکتی ہے۔ دفعہ ۱۸ کے تحت ٹریڈ یونینز کی فیڈریشن کی رجسٹریشن بھی لازم ہے۔ صوبائی حکومت کو اختیار ہے اور وہ آجر اور کارکنوں کے مابین صلح کروانے والا بورڈ تشکیل دے۔ اگر مصالحت ناکام ہو جائے تو ثالث مقرر کیا جاتا ہے، جس کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ اگر مصالحتی کارروائی کے دوران کوئی تصفیہ نہ ہو اور فریقین تنازعہ کو ثالث کے سپرد کرنے پر رضامند نہ ہوں تو کارکن مالک کو سات یوم کا نوٹس دے کر ہڑتال پر چلے جائیں گے۔ اسی طرح مالک بھی نوٹس دے کر تالہ بندی کا اعلان کر سکتا ہے۔ فریق تنازعہ کسی بھی وقت لیبر کورٹ کو تنازعہ کے فیصلہ کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔ اگر حکومت کی رائے میں ہڑتال یا تالہ بندی کمیونٹی کے خلاف ہو تو وہ ایک آرڈر کے ذریعے اس کام کی ممانعت کر سکتی ہے۔ لیبر کورٹ اور عدالت اپیل بھی ناجائز ہڑتال یا تالہ بندی سے منع کرنے کی مجاز ہے قانون ہذا کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کی جانے والی ہڑتال یا تالہ بندی "غیر قانونی ہڑتال" یا "غیر قانونی تالہ بندی" قرار دی گئی ہے، جس کی پاداش میں کارکنوں کو برخاست اور ٹریڈ یونین کی رجسٹریشن کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ قانون ہذا کے تحت، قانون کی خلاف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ورزی کرنے والے آجروں پر جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ صنعتی تعلقات کا قانون (مجریہ ۲۰۰۲ء) ٹریڈ یونینز اور کارکنوں کے حق میں ایک منصفانہ اور صحتمندانہ قانون ہے، جس میں کارکنوں اور آجروں کے حقوق و مفادات کو تحفظ دیا گیا ہے۔

ماضی میں، حکومت ٹریڈ یونینز کا ایک فیڈریشن قائم تھا، جو صدر ایوب خان کے دباؤ کے باعث منتشر ہو گیا اور بیکوورکرز یونین، آکسیجن ورکرز یونین اور پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف یونین، پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن سے علیحدہ ہو گئیں۔ ۱۹۶۶ء میں مرزا محمد ابراہیم نے فیڈریشن کو از سرِ نو منظم کیا۔ ۱۹۶۷ء میں مغربی پاکستان ریلوے ملازمین کی ٹریڈ یونین نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے زبردست ہڑتال کی۔ صدر ایوب نے ان کے مطالبات تسلیم کرنے کے بجائے ہڑتال ختم کرنے کے لیے پولیس سے کام لیا، جس نے انتہائی سنگدلی سے ہڑتال کرنے والوں پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں بے شمار کارکن زخمی ہو گئے اور بعض موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ پولیس نے بے شمار لوگوں کو گرفتار کر کے حوالاتوں میں دھکیل دیا۔ اس پر عوام حکومت سے متنفر ہو کر کارکنوں کی حمایت کرنے لگے اور حالات مزید خراب ہو گئے۔ صدر ایوب کارکنوں اور ٹریڈ یونین کے اس لیے دشمن بن گئے تھے کہ اب وہ صنعت کاروں کی مدد سے صنعتکاروں میں داخل ہو گئے تھے اور وہ آجروں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ صدر ایوب خان کے صاحبزادے بھی کروڑ پتی بن چکے تھے اور انہوں نے صنعتوں پر اپنا قبضہ جمانا شروع کر دیا تھا۔ یہ ٹریڈ یونین ہی کی اثر اندازی تھی کہ رائے عامہ اس کی حمایت کرنے لگی اور پھر حکومت کے خلاف ایک تحریک پیدا ہو گئی، جو ہنگاموں کی صورت اختیار کر گئی۔ بالآخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنا پڑے، جس کے نتیجے میں صنعتی تعلقات کا آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۹ء وجود میں آیا۔ مسٹر بھٹو صدر ایوب کے خلاف ہڑتالیں اور ہنگامے کرنے والوں کے ساتھ تھے اور وہ ایوب خاں کا حشر دیکھ چکے تھے، اس لیے انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں محنت کے سلسلے میں اصلاحات کو خصوصی ترجیح دی اور ۱۱ فروری ۱۹۷۲ء کو لیبر پالیسی کا اعلان کیا جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مزدوروں کو صنعتوں کے نظم و نسق میں مؤثر نمائندگی دی گئی اور ہر فیکٹری کی انتظامیہ میں بیس فیصد مزدوروں کے نمائندے شامل کرنے کی سفارش کی گئی۔ مزدوروں کو اپنی متعلقہ فیکٹریوں کے حسابات، ریکارڈ، عمارت اور سٹور کے معائنہ کے لیے آڈیٹر مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس آڈیٹر کے معاوضہ کی ادائیگی متعلقہ یونٹ کے ذمہ قرار دی گئی۔

(۲) کمپنیوں کے منافع (ورکروں کی شراکت) کے قانون مجریہ ۱۹۶۸ء میں سالانہ منافع میں مزدوروں کا حصہ اڑھائی فیصد مقرر تھا، جسے چار فیصد کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ پیداوار میں اضافہ کی صورت میں مزدوروں کو زائد منافع کا مزید دس فیصد دینے کا اعلان کیا گیا۔

(۳) ٹریڈ یونین کو مؤثر بنانے کے لیے نچلی سطح پر شاپ اسٹیورڈ کا نظام رائج کرنے کا اعلان کیا گیا۔ شاپ اسٹیورڈ کا انتخاب شاپ کے مزدوروں کے سپرد کیا گیا۔ اس نمائندہ کا فرض یہ متعین کیا گیا کہ وہ شاپ کی انتظامیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں مزدوروں کے مفادات اور نقطۂ نظر کی نمائندگی کرے۔ اس قانون کے تحت ہر مزدور اپنی شکایت شاپ اسٹیورڈ کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ مقررہ مدت کے اندر فیصلہ نہ ہونے کی صورت میں معاملہ کو لیبر کورٹ میں پیش کیا جا سکتا تھا۔

(۴) آجر اور کارکنوں کے مابین تنازعات کا جلد فیصلہ کرنے کے لیے "ورکس کونسل" تشکیل دینے کی سفارش کی گئی۔

(۵) ہڑتال کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ ہڑتال کا نوٹس دینے کے بعد ٹریڈ یونین ۲۱ دن تک انتظار کرے گی اور اگر اس دوران انتظامیہ خاطر خواہ جواب نہ دے یا ورکس کونسل بھی تصفیہ کرانے میں ناکام ہو جائے تو تین دن کا نوٹس دے کر ہڑتال شروع کی جا سکتی ہے۔

(۶) مزدوروں کی چھانٹی یا ملازمت سے علیٰحدگی کے ضمن میں انتظامیہ پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ اپنے نوٹس میں مکمل وجوہ تحریر کرے، جن کی بناء پر کسی کو ملازمت سے علیٰحدہ کیا گیا ہے۔

(۷) لازم قرار دیا گیا کہ آجر مزدوروں اور کارکنوں کو بونس ادا کریں۔ یہ ادائیگی مزدوروں کی خواہش کے مطابق نقد یا این آئی ٹی حصص کی شکل میں ہو سکتی تھی۔

(۸) مزدوروں کے بچوں کی تعلیم میٹرک تک آجروں کی ذمہ داری قرار دی گئی۔

(۹) مزدوروں کو معقول طبی سہولتیں دینے کا اعلان کیا گیا۔

(۱۰) مزدوروں کے لیے بڑھاپے کی پنشن مقرر کی گئی۔

(۱۱) مزدوروں کا اجتماعی بیمہ لازمی قرار دیا گیا۔

(۱۲) دورانِ کار زخمی ہونے والے کارکنوں کو معاوضہ دینے کا اعلان کیا گیا۔

(۱۳) کارکنوں اور مزدوروں کی کم از کم اجرت مقرر کی گئی۔

(۱۴) مزدور تحریک اور ٹریڈ یونین کی تحریک کو مؤثر و محکم بنانے کا عہد کیا گیا، جس کے لیے ایک نیم عدالتی اتھارٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جس کے بنیادی مقاصد حسب ذیل متعین کیے گئے۔

(i) صنعتوں کی بنیاد پر حقیقی ٹریڈ یونینوں کو فروغ دینا اور یونٹوں میں حقیقی نمائندگی کی ضمانت دینا۔

(ii) ہر صنعت کی بنیاد پر ٹریڈ یونینوں کے وفاق کے قیام میں مدد دینا۔

(iii) قومی سطح پر وفاقوں کی تشکیل میں مدد دینا۔

آپ نے بھٹو عہد کی صنعتی اصلاحات کا جائزہ بھی لیا اور قانون صنعتی تعلقات مجریہ ۲۰۰۲ء کے اہم نکات کا بھی مطالعہ کیا۔ یہ سب باتیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ پاکستان میں ٹریڈ یونین نے حکومت و سیاست پر ایک مؤثر گروہ کے طور پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طلباء بطور مؤثر گروہ

طلباء موثر گروہ کے طور پر کام کرتے ہیں اور حکومت پر دباؤ ڈال کر ملکی سیاست پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل طلباء نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کیے۔ ۱۹۳۷ء میں طلباء نے آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی' جس کا پہلا اجلاس ۲۸'۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء کو کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔ آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ایک ایسا فورم تھا' جو قائداعظم محمد علی جناح کو پنجاب کے سیاسی حالات سے پوری طرح باخبر رکھتا تھا اور سیاسی مسائل کے ضمن میں ان سے رہنمائی حاصل کرتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ تک تو سیاستدان طلباء کو مشورہ دیتے رہے کہ وہ سیاست میں حصہ لینے کے بجائے اپنی توجہ پڑھائی پر صرف کریں' لیکن جونہی سیاسی سرگرمیاں شروع ہوئیں تو حکومت کے مخالف سیاستدانوں نے اپنی مقصد برآری کے لیے طلباء کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور کالجوں اور یونیورسٹی میں طلباء کی مخالف تنظیمیں وجود میں آنے لگیں' جن میں سے مسلم لیگ کے حامی طلبا کی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کافی فعال ثابت ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں جماعت اسلامی متاثرہ طلباء نے جمعیت اسلامی کے تحت سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو طلباء نے علمائے دین کے شانہ بشانہ جلسے اور جلوسوں میں حصہ لیا۔ اس دوران طلباء پر تشدد بھی ہوا۔

جنرل محمد ایوب خاں کے دور حکومت میں سیاسی لیڈروں وعلمائے کرام کے ساتھ مل کر طلباء نے جنرل ایوب کو حکومت سے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس تحریک کے بارے میں سید اصغر علی شاہ جعفری نے لکھا ہے:۔

> "۱۹۶۹ء میں ایوب خاں کے خلاف ایک زبردست تحریک شروع ہوئی جس کے آگے حکمران طبقے کو جھکنا پڑا اور اقتدار چھوڑنا پڑا۔ اس تحریک کے روح رواں طلباء ہی تھے اس تحریک کی ابتدا طلباء ہی سے ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کہ ۱۹۶۹ء میں گورڈن کالج راولپنڈی کے طلباء اپنی بس میں لنڈی کوتل گئے' جہاں سے انہوں نے کچھ سامان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خریدا۔ کسٹم کے عملے نے راستے میں ان سے کہا کہ ان کے کچھ ساتھیوں کو بس میں بٹھا لیں' تو طلباء نے انکار کیا عملے نے ان کا سامان چھین لیا۔ طلبا مجسٹریٹ کے پاس گئے' جس نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ چنانچہ گورڈن کالج کے طلباء نے احتجاج کرتے ہوئے ہنگامہ برپا کردیا۔ پولیس نے آنسوگیس استعمال کی اور لاٹھی چارج کیا' جس سے طلباء برادری مشتعل ہوگئی اور ہنگاموں کا سلسلہ اور زیادہ وسیع ہوگیا۔ اسی دوران ایوب کے سابق وزیر خزانہ بھٹو راولپنڈی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے طلباء کی حمایت کی اور ان کے ساتھ مل گئے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاستدانوں کو ایوب خان کے خلاف تحریک چلانے کے سلسلہ میں طلباء کی کشمکش سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے طلباء کو مزید مشتعل کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ انہی طلباء نے حکومت کے خلاف ہنگامے برپا کیے' توڑ پھوڑ اور تخریب کاری سے کام لیا اور ایوب خان کو تخت حکومت سے اتارنے کے ساتھ ساتھ ملکی اور قومی املاک کو نقصان پہنچایا۔ دوسری طرف خود طلباء کو بھی بے حد مصیبتیں برداشت کرنا پڑی۔ بہرحال آمر حکمران ایوب خان کی آمریت طلباء کے سامنے دم توڑ گئی اور انہیں حکومت سے مستعفی ہونا پڑا۔

مسٹر بھٹو کے دور حکومت میں' ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات منعقد ہونے کا اعلان کیا گیا تو مطالبہ کیا گیا کہ مسٹر بھٹو حکومت سے مستعفی ہوکر انتخابات میں حصہ لیں' لیکن انہوں نے سیاسی جماعتوں کے بائیکاٹ کے باوجود الیکشن کرائے' جن کے نتیجے میں حکومت پر دھاندلی کا الزام لگایا گیا اس دوران "تحریک نظام مصطفےٰ" بھٹو کے خلاف میدان میں آگئی۔ طلباء بھی اس تحریک میں شامل ہوگئے' جن پر حکومت کے اشارے پر پولیس نے بے حد تشدد کیا۔ طالب علموں پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ اور انہیں فرداً فرداً بھی مارا پیٹا گیا بہت سے طالب علموں کو ٹرکوں میں لاد کر دور دراز بے آب و گیاہ میدانوں اور جنگلوں میں بے یارومددگار چھوڑ دیا گیا۔ بے شمار طلباء کو گرفتار کر کے حوالاتوں میں بند کردیا گیا تاہم طلباء پیچھے نہ ہٹے اور بھٹو حکومت کے خلاف اپنی مزاحمت جاری رکھی' یہاں تک کہ جنرل ضیاء نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے بھٹو حکومت کا خاتمہ کردیا۔

طلباء جلسے جلوسوں اور مظاہروں کے علاوہ اپنے اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی مؤثر گروہ کے طور پر کام کرتے ہیں اور اپنے اداروں کی انتظامیہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اپنے مخصوص گروہ کے حقوق مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علماء مشائخ بطور مؤثر گروہ

علماء اور مشائخ کی تنظیمیں مؤثر گروہ کے طور پر حکومت وسیاست پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ علماء و مشائخ نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی علماء و مشائخ نے حکومت وسیاست اور مقننہ پر گہرے اثرات مرتب کیے ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں کبھی خلاف شریعت کوئی قانون بننے نہیں دیا۔ ذیل میں ہم مؤثر گروہ کے طور پر علماء مشائخ کے کردار کا جائزہ لینے جا رہے ہیں۔

علماء کے بائیس نکات:۔

۱۹۵۱ء میں پاکستان کے تیس جید علماء نے دستور پاکستان کی اساس مہیا کرنے کے لیے بائیس نکات پیش کیے۔ یہ نکات علماء کے ایک جلسہ میں ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں پیش کیے گئے۔ اس جلسہ میں مختلف فرقوں (اہل سنت' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' شیعہ وغیرہ) کے علمائے کرام شامل تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) علامہ سید سلیمان ندوی (صدر مجلس)
(۲) مولانا مفتی محمد شفیع
(۳) مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۴) مولانا محمد بدر عالم
(۵) مولانا شمس الحق افغانی
(۶) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
(۷) مفتی محمد حسن (جامعہ اشرفیہ لاہور)
(۸) مولانا احتشام الحق تھانوی
(۹) پیر محمد امین الحسنات (مانکی شریف)
(۱۰) مولانا خیر محمد (ملتان)
(۱۱) حاجی خادم الاسلام خلیفہ حاجی (ترنگ زئی)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۲) مولانا محمد یوسف بنوری (کراچی)

(۱۳) مولانا اظہر علی (مشرقی پاکستان)

(۱۴) مولانا ابوجعفر محمد صالح (مشرقی پاکستان)

(۱۵) قاضی عبدالصمد سربازی (بلوچستان)

(۱۶) مولانا راغب احسن (مشرقی پاکستان)

(۱۷) مولانا محمد علی جالندھری

(۱۸) مولانا محمد حبیب الرحمٰن (مشرقی پاکستان)

(۱۹) مولانا شمس الدین فرید پوری (مشرقی پاکستان)

(۲۰) مفتی محمد صاحب داد (کراچی)

(۲۱) پیر محمد ہاشم مجددی (سندھ)

(۲۲) محمد ظفر احمد انصاری

(۲۳) مولانا محمد صادق (مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ)

(۲۴) پروفیسر عبدالخالق

(۲۵) مولانا حبیب اللہ (ٹھیڑی خیرپور)

(۲۶) مولانا احمد علی (انجمن خدام الدین لاہور)

(۲۷) مفتی کفایت حسین (مجتہد شیعہ)

(۲۸) مفتی جعفر حسین (شیعہ)

(۲۹) مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ)

(۳۰) مولانا داؤد غزنوی

علماو مشائخ نے اپنی مشترکہ قرارداد میں فیصلہ کیا کہ دستورِ پاکستان وضع کرنے کے لیے مندرجہ ذیل بائیس نکات کو پیشِ نظر رکھا جائے:۔

(۱) اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے رب العالمین ہے۔

(۲) ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا اور نہ ہی کوئی ایسا حکم دیا جا سکے گا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں' جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں' تو اس کی تصریح بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر ممنوع یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیے جائیں گے۔

(۳) مملکت کسی جغرافیائی' نسلی' لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں' بلکہ ان اصول و مقاصد پر مبنی ہوگی' جن کا اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۴) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ کتاب و سنت کے بتائے ہوئے معروضات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلام کے احیاء و اعلاء اور متعلقہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

(۵) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتۂ اتحاد اخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیادی پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادری امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

(۶) مملکت بلا امتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام یا ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور قیام کی کفیل ہوگی، جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگار ہوں، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

(۷) باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے، جو شریعتِ اسلامیہ نے ان کو عطا کیے ہیں، یعنی قانون کے اندر تحفظِ جان و مال و آبرو، آزادئ مذہب و مسلک، آزادئ عبادت، آزادئ ذات، آزادئ اظہار رائے، آزادئ نقل و حرکت، آزادئ اجتماع، آزادئ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی افادیت سے استفادے کا حق۔

(۸) مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقع صفائی و فیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

(۹) مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ ان کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

(۱۰) غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی مسلم کی پوری آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۱) غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدود شریعت کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہیں ان کی پابندی لازمی ہوگی جن حقوق شہری کا ذکر دفعہ ۷ میں کیا گیا ہے، ان میں غیر مسلم باشندگانِ ملک برابر کے شریک ہوں گے۔

(۱۲) رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے، جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے مختلف نمائندوں کو اعتماد ہو۔

(۱۳) رئیس مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا' البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

(۱۴) رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں' بلکہ شورائی ہوگی' یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔

(۱۵) رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

(۱۶) جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی' وہ کثرت آراء سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

(۱۷) رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مؤاخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

(۱۸) ارکان و عمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایسا ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

(۱۹) محکمہ عدلیہ' محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تا کہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

(۲۰) ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

(۲۱) ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکتِ واحدہ کے اجزا انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی' لسانی یا قبائلی وحدہ جات کی نہیں' بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی' جنہیں انتظامی اختیارات کے پیشِ نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا' مگر انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۲۲) دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی' جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

یہ علماء شیوخ ہی کا دباؤ اور اثر تھا کہ آگے چل کر دستور پاکستان میں اسلامی دفعات شامل کرنا پڑیں اور مقننہ کو کبھی بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی کرے۔

تحریکِ ختم نبوت:۔

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے کے باوجود کسی دیگر شخص کو نبی یا رسول مانے' وہ خارج از اسلام ہے۔ ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا' خواہ وہ کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتا ہے اور ارکان اسلام پر بھی عمل کرتا ہو۔ بیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا جن لوگوں نے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا' وہ قادیانی' مرزائی یا احمدی کہلائے۔ علماء مشائخ مرزا غلام احمد کی زندگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں انہیں ''کافر'' کہتے رہے اور ان کی وفات کے بعد بھی انہیں اور ان کے ماننے والوں کو کافر قرار دیتے رہے۔

بقول زاہد حسین انجم (مصنف تاریخ پاکستان) قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے' جس کے کرتا دھرتا قادیانی ہوں مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاٹ کر ایک قادیانی ریاست قائم کرنے کے ضمن میں ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانیوں کے سربراہ نے کوئٹہ میں ایک تقریر کی' جو روزنامہ ''الفضل'' (ربوہ) کے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے شمارہ میں شائع ہوئی اس تقریر میں کہا گیا تھا کہ:۔

''اگر چہ پاک بلوچ (بلوچستان) کی آبادی صرف پانچ لاکھ یا ریاستوں کو ملا کر دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک یونٹ کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو ''احمدی'' بنانا مشکل ہے لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنانا آسان ہے' اس لیے اگر قوم (مرزائی' قادیانی) پوری طرح اس معاملے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصے میں ''احمدیت'' کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔ ہمارا تبلیغی مشن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا' جب تک ہمارا ایک مضبوط اڈا نہ ہو۔ تبلیغ کے لیے ایک مضبوط اڈا ابتدائی ضرورت ہوتا ہے لہٰذا آپ کو سب سے پہلے اپنا اڈے کو مضبوط بنانا چاہیے کسی مقام پر اپنا اڈا بنایئے یہ اڈا کہیں بھی ہو جائے۔ اگر ہم اس سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو ہم کم از کم ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکتے ہیں اور یہ کام باسانی کیا جا سکتا ہے۔'' (ماخوذ از تاریخ پاکستان' از زاہد حسین انجم)

اس تقریر کی اشاعت کے بعد علماو مشائخ نے بھرپور احتجاج کیا اور یہ بات جلد ہی دب گئی۔ بدقسمتی سے سر ظفر اللہ خاں پاکستان کے وزیر خارجہ بن گئے' جو احمدیت (مرزائیت) کے پیرو تھے۔ قادیانی غیر احمدیوں کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے۔ سر ظفر اللہ خاں نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی نمازِ جنازہ میں اس لیے شرکت نہیں کی تھی کہ وہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق مسلمان تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو سر ظفر اللہ خاں (وزیر خارجہ) نے سرکاری انتظامات کے تحت کراچی کے ایک جلسہ میں قادیانیت کے حق میں تقریر کی' جس پر علماء مشائخ نے احتجاج کیا۔ علماء کے ساتھ اہل دین عوام بھی شامل ہو گئے مظاہرین کے ایک جلوس نے بندر روڈ (کراچی) پر واقع احمدیہ کتب خانہ کو آگ لگا دی حالات بگڑنے پر حکومت نے تشدد کا راستہ اختیار کیا اور جلوس پر لاٹھی چارج کیا۔ حکومت نے ۱۵۲ افراد کو گرفتار کر لیا' جن میں بعض علماو مشائخ بھی شامل تھے۔ اب علماو مشائخ نے قادیانیوں کے خلاف ایک منظم تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا اس تحریک کا نام ''تحریکِ ختم نبوت'' تھا جسے ''مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت'' بھی کہا جاتا ہے۔

ابتدا میں تحریک ختم نبوت نے مندرجہ ذیل تین مطالبات کیے:۔

(۱) آئین میں ''مسلمان'' کی تعریف شامل کی جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔
(۳) قادیانی وزیرِ خارجہ سر ظفر اللہ خاں کو وزارت سے برطرف کر دیا جائے۔

ان دنوں پنجاب کے وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ تھے۔ تحریک کے لیڈروں نے ممتاز دولتانہ سے مطالبہ کیا کہ وہ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے سامنے خود ان کے مذکورہ بالا مطالبات پیش کریں اور اپنے جانشین کو پارٹی لیڈر مقرر کرانے کے بعد طویل عرصہ کے لیے پاکستان سے باہر چلے جائیں' لیکن دولتانہ ٹال مٹول کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ تحریک کے مطالبات کا تعلق مرکزی حکومت سے ہے' اس لیے وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔

جب حالات بگڑنا شروع ہوئے تو حکومت نے ۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا' کیونکہ یہاں علماء مشائخ کے ساتھ ساتھ احراریوں نے لاقانونیت کا آغاز کر دیا تھا۔ وزیر اعظم نے مارشل لاء کے بعد ممتاز دولتانہ کو وزیر اعلیٰ کے عہدہ سے برخاست کر دیا اور وہ مع اہل و عیال بوریا بستر سمیٹ کر یورپ روانہ ہو گئے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت نے چودہ دینی جماعتوں پر مشتمل ایک کنونشن میں تحریک ہذا کو منظم کرنے اور اسے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس تحریک میں جلسے اور جلوسوں کی قیادت کرنے والے علماء و مشائخ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا ابوالحسنات احمد قادری (صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت)
(۲) سید ابوالاعلیٰ مودودی
(۳) خواجہ قمر الدین سیالوی
(۴) مولانا احتشام الحق تھانوی
(۵) علامہ سید احمد سعید کاظمی
(۶) سید عطاء اللہ شاہ بخاری (مجلسِ احرار)
(۷) مولانا ابوالحامد بدایونی
(۸) خواجہ نظام الدین تونسوی
(۹) مولانا محمد داؤد غزنوی
(۱۰) مولانا عبدالغفور ہزاروی
(۱۱) صوفی ایاز خاں
(۱۲) مفتی محمد حسین نعیمی
(۱۳) مولانا محمود احمد رضوی
(۱۴) خواجہ غلام نظام الدین تونسوی
(۱۵) مولانا عارف اللہ شاہ قادری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۱۶) مولانا غلام محمد ترنم
(۱۷) سید خلیل احمد قادری
(۱۸) مولانا عبدالستار خاں نیازی
(۱۹) میاں جمیل احمد شرقپوری
(۲۰) مولانا منظور احمد ہاشمی
(۲۱) مولانا غلام قادر اشرفی
(۲۲) مفتی اعجاز ولی
(۲۳) سید غلام محی الدین گولڑوی
(۲۴) پیر محمد فضل شاہ جلالپوری
(۲۵) مولانا محمد ابراہیم علی چشتی

تحریک ختم نبوت (مجلس عمل تحفظ ختم نبوت) کی کارروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب زاہد حسین انجم اپنی کتاب "تاریخ پاکستان" میں لکھتے ہیں:۔

"فروری ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت اس قدر زور پکڑ گئی کہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو تحریکِ ختم نبوت کے سلسلے میں ۱۱۳۰ افراد گرفتار ہوئے یکم مارچ کو لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ احمدیوں کے خلاف جلوس پر لاٹھی چارج سے کئی افراد مجروح ہو گئے۔ مولانا اختر علی اور دو سو کے قریب رضا کار گرفتار کر لیے گئے۔ ۴ مارچ کو قادیانیوں کے خلاف ہنگاموں میں حصہ لینے والے افراد نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو گولی ماردی۔ مشتعل ہجوم پر پولیس فائرنگ سے ایک شخص ہلاک اور ایک مجروح ہوا۔ قادیانیوں کے خلاف سیالکوٹ میں تحریک چلانے پر کرفیو نافذ کر دیا گیا اور شہر کا نظم و نسق فوج نے سنبھال لیا۔ ۵ مارچ کو لاہور میں حالات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ شہر میں ۱۲/۱/۲ گھنٹے کا کرفیو نافذ رہا۔ مشتعل ہجوم نے ۱۸ اومنی بسوں، ایک پولیس ٹرک اور دو ڈاکخانوں کو آگ لگا دی۔ پولیس کو ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے گولی چلانا پڑی، جس سے متعدد افراد ہلاک ہو گئے ۶ مارچ کو احمد کے خلاف تحریک پر قابو پانے کے لیے پولیس ناکام ہو گئی لاہور شہر اور چھاؤنی میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ فوج نے انتظام سنبھال لیا۔ میجر جنرل اعظم خاں کو مارشل لاء کا ناظم اعلیٰ، حافظ عبدالحمید اور بریگیڈیر ایف آر کو نائبین مارشل لاء مقرر کیا گیا۔ پھر جنرل اعظم خاں نے ریڈیو پاکستان سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امن وامان قائم کرنے کے سلسلے میں عوام ان سے تعاون کریں۔ انہوں نے سماج دشمن عناصر کو افواہیں پھیلانے سے گریز کرنے کو کہا اور انہیں انتباہ کیا کہ اگر وہ اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ارادوں سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ ۷ مارچ کو لاہور میں حالات معمول پر آ گئے۔ ۸ مارچ کو میجر جنرل اعظم خاں نے کہا کہ لاہور کے جس علاقے میں ناخوشگوار واقعہ ہوا' اس علاقہ کے مکینوں کو اجتماعی جرمانہ کیا جائے گا۔ ۱۵ اپریل کو مرزا ناصر احمد (قادیانی) کو پانچ سال کی قید کی سزا اور پانچ ہزار جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ نیز مولانا عبدالستار خاں نیازی' مولانا خلیل احمد قادری اور مولانا مودودی کو مسلمانوں میں جذبۂ شہادت ابھارنے کے الزام میں سزائے موت سنائی گئی' جسے بعد ازاں چودہ سال کی قید میں تبدیل کر دیا گیا اور اس واقعہ کے تقریباً دو اڑھائی سال بعد ان کی رہائی عمل میں آئی..... بعد ازاں جسٹس منیر کو اس مسئلے پر انکوائری کرنے کو کہا گیا جسٹس منیر نے جو رپورٹ مرتب کی اسے ۲۱ اپریل ۱۹۵۴ء کو "احمدیوں کے خلاف تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے طور پر شائع کر دیا گیا۔"

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں پھر قادیانیوں اور علماء و مشائخ کے مابین تنازعہ شروع ہو گیا۔ ہوا یوں کہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء نے ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے تحفظ کے نعرے لگائے تو قادیانیوں کو یہ بات ناگوار گزری' تاہم اس روز کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو یہی طلباء جنہوں نے تحفظ ختم نبوت کے نعرے لگائے تھے' واپس آ رہے تھے کہ قادیانیوں نے ربوہ ریلوے سٹیشن پر ان پر ہلا بول دیا اور انہیں زدوکوب کیا۔ یہ خبر آگ کی طرح پورے پاکستان میں پھیل گئی۔ علمائے کرام' عام مسلمانوں اور طالب علموں نے ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے شروع کر دیے۔ ان ملک گیر مظاہروں میں کافی جانی و مالی نقصان ہوا۔ مظاہرین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے حالات پر قابو پانے کے لیے ربوہ کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرانے کے لیے ایک ٹریبونل قائم کر دیا ۱۹ جون ۱۹۷۴ء کو صوبہ سرحد کی اسمبلی نے قادیانیوں کی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کر لی۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی' جس کے تحت پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی قائم کر دی گئی۔ پھر اس خصوصی کمیٹی میں سے ایک بارہ رُکنی "رہبر کمیٹی" بنائی گئی' جس میں بعد میں پانچ اراکین کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس کمیٹی نے مسئلہ قادیانیت کے سلسلہ میں بحث و مباحثہ کے بعد اپنی سفارشات مرتب کیں بالآخر رہبر کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں اور خصوصی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور دیگر چھ اراکین اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی' جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:۔

(۱) آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کی دفعہ (۳) ۱۰۶ میں قادیانی جماعت اور لاہور جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) دفعہ ۲۶۰ کی ایک نئی دفعہ میں "غیر مسلم" کی تعریف داخل کی جائے۔
(۳) تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۵۹ (الف) میں مندرجہ ذیل وضاحت کا اضافہ کیا جائے۔
"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ (۳) میں خاتم النبین" ہونے کے متعلق جو تعریف بیان کی گئی ہے اگر کوئی مسلم ختم نبوت کے اس تصور کے خلاف دعویٰ یا عمل یا تبلیغ کرے گا تو وہ آئین کی اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔"

قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مذکورہ بالا قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی اور اسی روز شام کے اجلاس میں اسے قانونی حیثیت دیدی۔ اس طرح یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اور قانون میں "مسلمان" کی تعریف متعین کر دی گئی۔ یہ سب کچھ علما و مشائخ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ ختم نبوت کے مسئلہ میں علما و مشائخ حکومت، انتظامیہ اور مقننہ پر اثر انداز ہوئے۔ انہی کے دباؤں کے تحت حکومت نے اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لیا اور مقننہ کے ذریعے حل کرایا۔

مسلم عائلی قوانین کے خلاف احتجاج:

جنرل ایوب خان نے اپنے عہد حکومت میں "مسلم فیملی لاز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ء" جاری کیا جس میں شادی کی رجسٹریشن، دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا، طلاق کا یونین کونسل کو نوٹس دینا اور طلاق دینے کے بعد اسی مطلقہ بیوی سے بغیر حلالہ کیے دوبارہ نکاح وغیرہ قسم کے شرعی مسائل کو علمائے دین کے نزدیک غلط رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔ علما کے نزدیک اس آرڈی ننس میں بعض قوانین شریعت اسلامیہ سے متضاد و متصادم تھے۔ اس آرڈی ننس کے نفاذ پر علما و مشائخ نے زبردست احتجاج کیا۔ بعضوں نے اخبارات و جرائد میں ان قوانین کے خلاف دلائل دیے اور بعضوں نے مساجد اور جلسوں میں اس آرڈی ننس کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا علما و مشائخ کے دباؤ پر ۲ جولائی ۱۹۶۲ء کو مسٹر عباس علی نے ایک بل کی تحریک کی، جس میں کہا گیا تھا کہ یہ آرڈی ننس قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اس لیے اسے منسوخ کیا جائے۔ قومی اسمبلی میں اس بل پر ووٹنگ ہوئی تو اس کے حق میں ساٹھ اور مخالفت میں ۳۶ ووٹ آئے۔ اگلے دن ۲ جولائی ۱۹۶۲ء کو خواتین کے ایک وفد نے جنرل ایوب سے ملاقات کر کے زور دیا کہ اس آرڈی ننس کو منسوخ نہ کیا جائے کیونکہ اس کی بدولت خواتین کے حقوق کو تحفظ حاصل ہوا ہے۔ مذکورہ آرڈی ننس کے خلاف علماء کافی عرصہ تک دلائل دیتے رہے اور یہ آرڈی ننس کبھی بھی منسوخ نہ ہوا۔ یہ تا حال نافذ العمل ہے۔

سوشلزم کی مخالفت:۔

پیپلز پارٹی کے عہد میں "سوشلزم" اور "مساوات" کے نظریات کو کافی شہرت ملی بھٹو کی تحریک پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوجوان نسل سوشلزم اور کمیونزم کی طرف مائل ہونے لگی۔ اس دوران علماو مشائخ نے سوشلزم اور کمیونزم کو اسلامی نظریۂ حیات سے متصادم قرار دیا۔ یہاں تک کہ دیہاتی مولویوں نے بھی مساجد میں سوشلزم کے خلاف تقاریر شروع کر دیں۔

سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی (تحریک نظام مصطفیٰ):

بھٹو کے عہد حکومت میں جب جنوری ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات کا اعلان ہوا تو حزب اختلاف کی نو جماعتوں نے بھٹو کے خلاف ''پاکستان قومی اتحاد'' کے نام سے ایک محاذ قائم کر لیا۔ بھٹو نے ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو انتخابات کروائے تو پاکستان قومی اتحاد نے حکومت پر انتخابی دھاندلیوں کا الزام لگاتے ہوئے مطالبہ کیا کہ موجودہ حکومت اور الیکشن کمیشن فوری طور پر مستعفی ہو جائے بھٹو نے اس بات کی پروانہ کی تو قومی اتحاد نے احتجاجی مظاہرے شروع کر دیے۔ اس پر حکومت نے اتحاد کے بعض لیڈروں کو گرفتار کر لیا اسی دوران مسجد شہدا (لاہور) کے باہر پولیس اور مظاہرین میں تصادم ہو گیا۔ مظاہرین نے مسجد میں پناہ لی تو پولیس بوٹوں سمیت مسجد میں داخل ہو گئی اور مظاہرین پر تشدد کیا۔ اس پر علماو مشائخ بھی میدان میں آ گئے اور قومی اتحاد کی پشت پناہی کرنے لگے۔ حکومت نے قومی اتحاد کے بعض مذہبی رہنماؤں (مثلاً شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، مولانا حامد علی خاں وغیرہ) کو گرفتار کر لیا اور انہیں تین تین ماہ کے لیے جیل بھیج دیا۔ اب حالات تیزی سے بگڑنا شروع ہو گئے ۲۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو پولیس نے لاہور کی مسلم مسجد میں بوٹوں سمیت گھس کر نمازیوں پر تشدد کیا اور فائرنگ بھی کی علماو مشائخ نے قومی اتحاد کی تحریک کو ''تحریک نظام مصطفیٰ'' میں بدل دیا۔ اس طرح بھٹو کو حکومت سے الگ کرنا ایک مذہبی مسئلہ بن گیا جس میں اسلام پسند عوام نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ضیاء دور میں علماو مشائخ کا کردار:۔

جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد اپنا اقتدار تا دیر جاری رکھنے کے لیے خود کو ایک مذہبی رہنما ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے علماو مشائخ کا سہارا لیا۔

> ضیاء نے ملک کے جید علماو مشائخ کو ایک کنونشن میں شمولیت کی دعوت دی، جو ''علما کنونشن'' کے نام سے موسوم ہوا اس کنونشن میں ایک سو سے زائد علماو مشائخ نے شمولیت کی یہ کنونشن ۱۳ اگست ۱۹۸۰ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوا تھا اس کا مقصد ملک میں نفاذ اسلام کے ضمن میں سفارشات پیش کرنا اور ضیاء کے پیش کردہ نظریات کی حمایت کرنا تھا کنونشن کے اختتام پر صدر ضیاء نے ممتاز علماء پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی بورڈ قائم کرنے کا اعلان کیا، جس کا مقصد صدر پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کی معاونت کرنا تھا علماء کنونشن کی تجاویز پر عمل درآمد کے لیے چھ کمیٹیوں کا قیام بھی عمل میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لایا گیا بعد میں یکم فروری ۱۹۸۵ء کو "مشائخ کونسل" کے نام سے ایک ادارہ بھی تشکیل دیا گیا۔

۱۹۷۹ء میں صدر ضیاء نے ایک قومی کمیٹی تشکیل دی تھی' جس کا فرض ملک بھر میں دینی مدارس کی کارکردگی کا جائزہ لے کر ان کی بہتری کے لیے تجاویز پیش کرنا قرار پایا۔ اس کمیٹی میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو شامل کیا گیا تھا اس کمیٹی نے تجویز کیا کہ "المقتدرۃ العلماء" کے نام سے علماء و مشائخ پر مشتمل ایک ادارہ قائم کیا جائے۔

- علماو مشائخ نے جنرل ضیاء سے بہت سے مطالبات منوائے' مثلاً احترام رمضان کے ضمن میں احترام رمضان آرڈی ننس کا اجراء' اقامت الصلوٰۃ کا اجراء' دینی مدارس کی سرکاری طور پر سرپرستی' نفاذ حدود کا اجراء' وفاقی شرعی عدالت کا قیام' نظام عشر و زکوٰۃ بلاسود معاشی نظام وغیرہ وغیرہ۔ جنرل ضیاء نے نفاذ اسلام کے ضمن میں جو آرڈی ننس جاری کیے ان میں براہ راست اگرچہ علماو مشائخ کا ہاتھ نہیں تھا' لیکن اس کی پشت پناہی کرنے والوں میں علماو مشائخ ہی شامل تھے ضیاء انہی لوگوں سے اپنے کارناموں کی سندِ جواز حاصل کرتا رہا اس عہد میں اس طبقہ نے کافی مفادات حاصل کیے۔

اس مضمون میں پیش کی جانے والی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماو مشائخ قیام پاکستان سے لے کر ہر دور حکومت میں موجودہ دور تک ایک مؤثر گروہ کے طور پر حکومت و سیاست اور مقننہ وغیرہ پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں دستور پاکستان اور دیگر قوانین میں اسلامی دفعات انہی کے دباؤ پر داخل کی گئی ہیں۔ علماء مشائخ کا گروہ ایک مضبوط اور طاقتور مؤثر گروہ ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پروفیسر صاحبان متوجہ ہوں

ہر ماہر مضمون پروفیسر سے گذارش کی جاتی ہے۔ اگر وہ ایم اے، ایم فل، ایل ایل بی اور بی ایڈ کے حوالے سے کوئی کام ہماری فرم کے لیے کرنا چاہیں تو وہ ہماری فرم سے رجوع کریں۔ ہم بہترین معاوضہ کے ساتھ آپ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔



مینجر

عبداللہ برادرز 2-اولمپک پلازہ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

042-7325567 0321-4157017
042-7224925 0300-9429095

Email Us at:
Abdullahbrothers@hotmail.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایم اے سیاسیات کے لیے ہماری کتب

1-	مغربی سیاسی افکار	از ایس ایم شاہد
2-	مغربی سیاسی افکار	از غلام مصطفیٰ بسمل
3-	مشرق و مغرب کے سیاسی افکار	از سید اصغر علی شاہ جعفری
4-	مسلمانوں کے سیاسی افکار	از جاوید اقبال
5-	مسلمانوں کے سیاسی افکار و ادارے	از ایس ایم شاہد
	مسلم سیاسی افکار و ادارے	از محمد عثمان خان
6-	تقابلی سیاست	از ایمانوئیل یونس
7-	تقابلی و ترقیاتی سیاست	از ایس ایم شاہد
8-	بین الاقوامی تعلقات	از نعیم اکبر یسین
9-	بین الاقوامی تعلقات	از ایس ایم شاہد
10-	بین الاقوامی تعلقات	از عثمان جان۔ حمید رضا صدیقی
11-	تاریخ پاکستان	از زاہد حسین انجم
12-	فرانس، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کا سیاسی نظام	از مسز شی حسن
13-	پاکستان، نظریہ حکومت و سیاست	از ایس ایم شاہد
	پاکستان، نظریہ حکومت و سیاست	از احمد جمال فاروقی
14-	طلوع پاکستان	از عثمان جان۔ حمید رضا صدیقی
	تحریک پاکستان کی سرگزشت	از ڈاکٹر اعظم چوہدری
15-	تعبیر پاکستان	از ایس ایم شاہد
16-	تحریک پاکستان	از اصغر علی شاہ جعفری
17-	تقابلی سیاسی نظام	از ایس ایم شاہد
18-	تقابلی سیاسی نظام	از ڈاکٹر اعظم چوہدری
19-	نظم و نسق عامہ	از ایس ایم شاہد
	نظمیات عامہ	از ڈاکٹر شاہد علی رضوی
20-	مقامی حکومتیں و ادارے	از ایس ایم شاہد
21-	مقامی حکومتیں	از ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری
22-	جدید دساتیر عالم	از تنویر بخاری
23-	بین الاقوامی تنظیمیں	از ایس ایم شاہد
24-	بین الاقوامی تنظیمیں	از زاہد حسین انجم
25-	مسلم دنیا کے متحرکات اور مسائل	از زاہد حسین انجم
26-	جدید مغربی سیاسی مفکرین	سید کنیز نرجس زہرا
27-	جدید مسلم مفکرین	از ایس ایم شاہد
28-	انڈیا، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال کا سیاسی نظام	از مسز ارم خالد
29-	بڑی طاقتوں کی خارجہ پالیسی	از عبداللہ صدیقی
30-	قانون بین الاقوامی معہ مسلم قوانین	از ایس ایم شاہد
31-	پاکستان کی خارجہ پالیسی	از زاہد حسین انجم
32-	پاکستان کی خارجہ پالیسی	از جمیل احمد پال
33-	مضامین علوم سیاسیات	از تنویر بخاری
34-	تحقیقی طریقہ کار	از پروفیسر خالد ندیم

ماسٹر گائیڈ ایم اے سیاسیات (سال اول، دوم، مکمل)

Master Guide M.A. Political Science in English

Courtes www.pdfbooksfree.pk

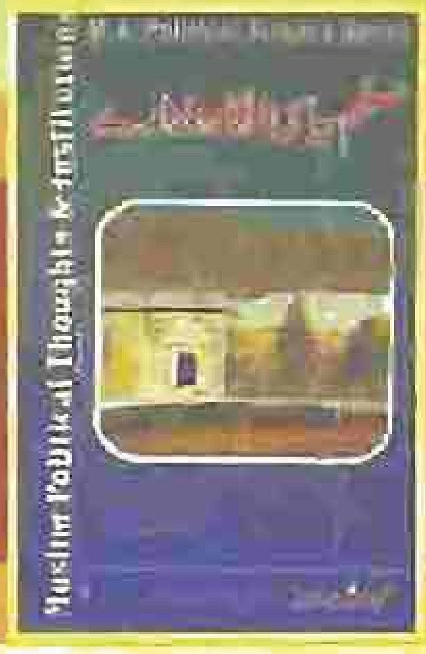
ہماری دیگر مطبوعات



















ایورنیو بک پیلس اردو بازار لاہور